

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں  
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان



۷۸۶  
۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزماں اور کئی

DVD  
version

# لبیک یا حسینؑ

نذر عباس  
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad

Sindh, Pakistan.

[www.sabeesakina.page.tl](http://www.sabeesakina.page.tl)

[sabeesakina@gmail.com](mailto:sabeesakina@gmail.com)

[www.ziaraat.com](http://www.ziaraat.com)

NOT FOR COMMERCIAL

# اثبات امامت

مصنفہ

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ

مترجمہ

سید بشارت حسین کامل مرزا پوری

ایکڑونک ریپا اینڈ سون  
جے ڈی گرومنز لمیٹڈ  
طالب درجہ  
سید نذیر عباسی  
8-6-2006  
رضوی

ناشر

مجلس علمی اسلامی (پاکستان)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## پیش لفظ

الحمد لله وكفى والسلام على من اتبع الهدى وعباده الذين اصطفى

اما بعد! اُس خدائے رحیم و کریم کے شکر سے زبان قاصر ہے۔ جس نے مجھ ایسے بے بضاعت و ہچمدان کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ قصص الانبیاء اور سیرت رسولؐ کا ترجمہ زبان اُردو میں کیا جو بفضلہ تعالیٰ طبع ہو کر شائع ہو چکا اور پسند کیا گیا۔ میرے ایک کرم فرما جناب سید مسعود الحسن صاحب نقوی بی۔ اے نے جو نہ صرف ایک کامیاب ذاکر و مقرر ہیں بلکہ ایک ذی علم نقاد و مبصر بھی ہیں فرمایا کہ ان دونوں کتابوں کے ترجمہ کو پڑھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی دوسری زبان کا ترجمہ نہیں بلکہ اُردو زبان میں خود مستقل تصنیف و تالیف ہے۔ کہ مؤلف مسلسل واقعات و حالات اپنی عام فہم زبان میں بیان کر رہا ہے۔ میں اپنی علمی بے بضاعتی اور کم مانگی کا اعتراف کرتے ہوئے موصوف کی جانب سے یہ مدح اپنے لئے باعث افتخار سمجھتا ہوں اور موصوف کی قدردانی کا شکر گزار بھی ہوں۔

مختصر یہ کہ ترجمہ بھلا ہے یا برا جیسا ہے حاضر خدمت ناظرین کر دیا گیا۔ میری انتہائی مسرت کا باعث تو جب ہو گا کہ مومنین کا کوئی گھرانہ کتابوں سے خالی نہ رہے اور محبان محمدؐ و آل محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم ان کتابوں کے مضامین میں سے مستفید و مستفیض ہوں اور اپنے پیشوایان دین کے مراتب و درجات اور خود اپنے مراتب سے جو ان ذوات مقدسہ کے صدقہ میں پیش خدا حاصل ہیں باخبر ہو کر ان کی مرضی کے مطابق اپنے اعمال و کردار ستوار کر اس قابل ہو جائیں کہ وہ بزرگوار اپنا کہنے میں نہ شرمائیں۔

قصص الانبیاء: میں جناب آدم تاعیے مریم علی نبینا و آلہ علیہم السلام کے تبلیغی کارنامے اور ان حضرات کے زمانوں کے سرکشوں، شیاطین کے بندوں اور اہل ایمان کے حالات کا مفصل و مکمل تذکرہ ہے۔



سیرت رسولؐ: میں حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحیح حالات، معجزات، غزوات و سریات یعنی از ولادت تا وفات اور آپؐ کے مخصوص اصحاب کے ایمانی کردار و عمل کا بیان ہے۔ اُسی سلسلہ کی یہ تیسری کڑی یعنی ”اثبات امامت“ بھی ہدیہ ناظرین ہے جس میں امام کا مخصوص من اللہ ہونا۔ معصوم عن الخطاء ہونا۔ بندوں پر امام کی معرفت و اطاعت کا واجب ہونا۔ کسی زمانہ کا امام سے خالی نہ ہونا وغیرہ وغیرہ قرآنی آیات اور احادیث پیغمبرؐ نیز عقلی دلائل سے اس طرح ثابت کیا گیا ہے کہ کسی کے لئے جائے دم زدن ممکن نہیں۔

خدا سے دُعا ہے کہ بہ تصدق چہارہ معصومین علیہم السلام ان کتب کا اجر میری۔ میرے۔ والدین اور اعزہ کی مغفرت قرار دے۔ آمین ثم آمین۔

مترجم

احقر الکونین سید بشارت حسین کامل

مرزاپوری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## مناجات بدسگاہ قاضی الحاجات

اے منعم حقیقی! تیرا شکر کیونکر ادا ہو سکتا ہے جبکہ تیری نعمتوں کا کوئی حساب شمار نہیں  
تو نے اپنے اس عبد حقیر کو اشرف المخلوقات ہونے کا شرف بخشا۔ نیک و بد میں فرق کی تمیز  
کرامت فرمائی۔ اور سب بڑی نعمت محبت محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم سے دل و دماغ اور  
اعضا و جوارح کو عزت بخشی۔

پالنے والے! انہی ذرات مقدسہ کا واسطہ۔ انہی کی محبت و مودت کے ساتھ مجھے زندہ  
رکھ۔ اور انہی کی پیروی میں میری زندہ گزار دے اور انہی کے ساتھ اس بندہ ناچیز کا حشر  
و نشر فرما اور رد و محشر جبکہ لوگوں کے ہاتھوں میں ان کے نامہ اعمال ہوں۔ میرے ایک  
ہاتھ میں انہی کے محامد و اوصاف کا یہ دفتر اور دوسرے ہاتھ میں انہی انفس قدسیہ  
کا دامن رحمت ہو جس کے ہمارے صراط سے بلا خوف و خطر گزرتا آسان ہو۔  
رب العالمین! اپنی رحمت ہمیشہ ان کتابوں کی اشاعت کرنے والوں پر کرم فرما کر عمل کرنے والوں  
اور انہی اشرف کائنات ہستیوں کے فضائل و معائب سے مسرور و محزون ہونے والوں  
کے شامل حال رکھ۔ آمین ثم آمین۔

امیدوار رحم و کرم بندہ ناچیز

ستید بشارت حسین کارل مرزا پوری

# فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۹۱	بیان جو مجملہ مختلف حدیثوں کے ضمن میں وارد ہوئے ہیں۔	۹	پہلا باب
۱۰۰	دوسرا باب	۱۰	ہر زمانہ میں امام کا موجود ہونا اور اطاعت امام کا واجب ہونا۔
۱۰۱	ان آیتوں کا بیان جو ائمہ کی شان میں مجملہ نازل ہوئی ہیں۔	۱۱	پہلی فصل: امام کا وجوب اور کسی زمانہ کا امام سے خالی نہ ہونا۔
۱۰۲	پہلی فصل: سلام طے آل سین کی تاویل دوسری فصل: ذکر سے مراد اہلبیت علیہم السلام ہیں اور یہ کہ شیعوں پر واجب ہے کہ ان سے دریافت کریں لیکن ان پر جواب دینا واجب نہیں ہے۔	۱۲	دوسری فصل: امام کا تمام گناہوں سے معصوم ہونا۔
۱۰۳	تیسری فصل: قرآن کے علم کے جاننے والے اور لا سخون فی العلم اور قرآن سے ڈرنے والے ائمہ اطہار علیہم السلام ہیں۔	۱۳	تیسری فصل: امام کا بقیع خدا و رسول ہونا۔
۱۰۴	چوتھی فصل: خدا کی آیات و قیامت اور خدا کی کتاب سے مراد بطون قرآن میں حضرات ائمہ اطہار ہیں۔	۱۴	چوتھی فصل: معرفت امام کا واجب ہونا۔
۱۰۵	پانچویں فصل: تمام بندوں میں اور آلِ اہل بیت میں برگزیدہ ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔	۱۵	پانچویں فصل: کسی ایک امام کا انکار سب اماموں کا انکار ہے۔
		۱۶	چھٹی فصل: امام کی اطاعت کا واجب ہونا
		۱۷	ساتویں فصل: بغیر ائمہ حق کے ہدایت حاصل نہیں ہو سکتی اور وہ خدا اور خلق کے مابین وسیلہ ہیں اور بغیر ان کی معرفت کے عذاب الہی سے نجات نہیں حاصل ہو سکتی۔
		۱۸	آٹھویں فصل: حدیث ثقلین اور اسی کے مثل حدیثوں کا تذکرہ
		۱۹	نویں فصل: ائمہ اطہار کے تمام متفرق نصوص کا

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
	تیرھویں فصل: ان حدیثوں کے بیان میں جو ائمہ اطہار کے اہل ارادت تھے اور سابقین و متقدمین الہی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ اور ان کے شیعہ اصحاب یمن میں اور ان کے دشمن اشرار و فجار اور اصحاب شامل ہیں۔	۱۲۷	چھٹی فصل: اہلبیت اطہار کی محبت و مودت کا واجب ہونا۔
۳۳۶	چودھویں فصل: صراطِ سبیل و مثل ان کے الفاظ کی تائید کے بارے میں حدیثوں کا بیان جو ائمہ علیہم السلام کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔	۱۴۰	ساتویں فصل: والدین - ولد - رسول خدا اور ائمہ اطہار کے قربت و درجہ کی تائید۔
۳۴۸	پندرھویں فصل: وہ آیتیں جو صدق صادق اور صدیق پر مشتمل ہیں۔	۱۵۵	آٹھویں فصل: قرآن میں امانت سے مراد امانت ہے۔
۳۶۰	سولہویں فصل: ان حدیثوں کا بیان جن میں حصہ حسنہ کی تائید و ولایت اہلبیت سے اور سیدہ کی تائید و عداوت اہلبیت سے وارد ہوئی ہیں۔	۱۶۲	نویں فصل: وہ آیتیں جو اہلبیت کی پیروی کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔
۳۶۷	سترھویں فصل: آیات کہ یہ میں نعمت و نعم کی تائید و مفسرین نے ولایت اہلبیت کی ہے اور اس بیان میں کہ وہ حضرات سب سے بڑی نعمت ہیں۔	۱۷۵	دسویں فصل: آیت نور کی تفسیر اہلبیت کے ساتھ اور اس امر کا بیان کہ وہی حضرات انوارِ سبحانی ہیں اور مسجدیں اور ان کے مقدس مکانات کی تشریف اور ظلمت سے ان کے دشمنوں کی تائید۔
۳۷۱	اٹھارھویں فصل: ان خبروں (حدیثوں) کے بیان میں جن میں شمس و قمر نجوم و برد و غیرہ کی تائید ائمہ علیہم السلام سے وارد ہوئی ہے۔	۲۰۵	گیارہویں فصل: ائمہ اطہار خلق پر گواہ ہیں اور بندوں کے اعمال ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔
۳۸۱		۲۱۸	بارھویں فصل: ان روایتوں کا بیان جو مومنین و ایمان اور مسلمین و اسلام اور اہلبیت اور ان کی ولایت کے بارے میں آیتوں کی تائید میں وارد ہوئی ہیں اور ان حدیثوں کا بیان جو کفار و مشرکین اور کفر و شرک اور بتوں اور ان کے دشمنوں اور ان کی ولایت ترک کرنے والوں کی تائید میں آیتوں کی تائید سے تعلق رکھتی ہیں۔

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۳۱۵	اٹھائیسویں فصل: قرآن میں صلوات سے مراد ائمہ طاہرین ہیں اور اولوالالباب - (صاحبان عقل) ان کے شیعہ ہیں۔	۲۸۷	انیسویں فصل: ائمہ اطہار جبل المتین اور عردۃ الرقنی ہیں۔
۳۱۹	اٹھائیسویں فصل: ائمہ طاہرین تو مہین ہیں جو ہر شخص کو دیکھ کر پہچان لیتے ہیں کہ وہ مومن ہے یا منافق۔	۲۹۰	بیسویں فصل: حکمت اور اُدلی النبی کی تفسیر ائمہ طاہرین کے ساتھ۔
۳۲۲	تیسویں فصل: سورۃ فرقان کی آخری آیتوں کی تاویل ائمہ کی شان میں۔	۲۹۱	اکیسویں فصل: صانوں، مسجون، صاحب مقام معلوم، عرش کے حامل اور سفرۃ کرم بزرگ ائمہ معصومین ہیں۔
۳۲۶	اکیسویں فصل: شجرہ طیبہ کی تاویل اہلبیت علیہم السلام سے اور شجرہ ملعونہ کی تاویل ان کے دشمنوں سے۔	۲۹۶	بائیسویں فصل: اہل رضوان و درجات ائمہ علیہم السلام ہیں۔ اور عقاب و عذاب والہ ان کے دشمن اور مخالفین ہیں۔
۳۳۱	تیسویں فصل: ائمہ علیہم السلام کی ہدایت سے متعلق آیتوں کی تاویل کا بیان۔	۳۰۰	تیسویں فصل: ناس سے مراد اہلبیت اور شبیہ ناس سے مراد ان کے شیعہ ہیں۔ اور ان کے غیر ناس ہیں۔
۳۳۶	تیسویں فصل: ان آیتوں کی تاویل کا بیان جو امام اور اُمت پر مشتمل ہیں۔ اور ائمہ کی شان میں ہیں۔	۳۰۱	چوبیسویں فصل: بحب رسول و آلہ و مرجان ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں۔
۳۴۱	چوبیسویں فصل: اس بیان میں کہ سلم اور اسلام ائمہ معصومین اور ان کے شیعوں کے حق میں ہیں۔	۳۰۳	پچیسویں فصل: ہاد معین، بہر معطلہ، قصر مشید، سحاب، بارش اور فواکہ اور تمام ظاہری نفع بخش چیزوں سے مراد ائمہ طاہرین اور ان کے علوم و برکات ہیں۔
۳۴۳	پنچیسویں فصل: خدا کی جانب سے خلفاء ائمہ اطہار ہیں اور خدا ان کو زمین میں متمکن کرنا چاہتا ہے۔ اور ان کی نصرت کا وعدہ۔	۳۰۹	چھیرویں فصل: نسل سے مراد ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔
		۳۱۳	ستائیسویں فصل: سبع شانی کی تاویل۔

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۳۶۹	چالیسویں فصل: ائمہ علیہم السلام اور ان کے شیعہ محل رحمت الہی حزب اللہ بقیۃ اللہ اور محل علوم انبیاء ہیں	۳۵۰	چھتیسویں فصل: کلمہ اور کلام کی تاویل آل محمد اور ان کی ولایت و دوستی سے کی گئی ہے۔
۳۷۵	اکتالیسویں فصل: ان آیتوں کے بیان ہیں جو فرشتوں کی اہلبیت اور ان کے شیعوں سے دوستی و محبت کے ذکر میں نازل ہوئی ہیں۔	۳۵۹	سینتیسویں فصل: اس بیان میں کہ اہلبیت خدا کی حرمت میں داخل ہیں۔
۳۷۸	بیا لیسویں فصل: اس بیان میں کہ آیات صبر و مہربانہ و تسبیح و تحمید ائمہ علیہم السلام اور ان کے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔	۳۶۱	اڑتیسویں فصل: اس تاویل کے بیان میں کہ آیات عدل و احسان و قسط و میزان سے ولایت ائمہ علیہم السلام اور کفر و فسوق و عصیان و فحشاء و منکر و بلی سے مراد ان کی عداوت اور ولایت کا ترک کرنا ہے۔
۳۸۳	تینتالیسویں فصل: ان آیتوں کا تذکرہ جو ائمہ معصومین علیہم السلام کی مظلومیت کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔	۳۶۳	اُنتالیسویں فصل: اس بیان میں کہ جناب اللہ وجہ اللہ اور یہ اللہ وغیرہ جیسے الفاظ سے مراد رسول خدا اور ائمہ طاہرین ہیں۔

## ترجمہ حیات القلوب جلد سوم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي اوضح لنا مناهج الهدى بفاتحة الكرم ومصاييح الظلم السيد الواسع على محمد الذي يشرب به الانبياء جميع الامم اهل بيته الا طهرين هم معادن الكرم وسادة العرب والعجم وبقائهم تم نظام العالم صلوات الله عليه وعليهم ما نهاس اصباحا وليل اخلاصا۔ اما بعد یہ کتاب حیات القلوب کی تیسری جلد ہے جس کو خادم اخبار ائمہ اطہار محمد باقرین محمد تقی حشرهما اللہ مع مولیہما نے تالیف کیا جس میں وجوب امام علیہ السلام اور ان کا خدائے علیم وخبیر کی جانب سے متصف ہونا اور گناہان صغیرہ وکبیرہ سے معصوم ہونا اور سوائے نبوت کے تمام صفات کمالیہ سے محض ہونا درج ہے۔ اور ان آیتوں کا تذکرہ جو ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی شان میں مجمل نازل ہوئی ہیں اور اس میں بارہ باب ہیں۔

## پہلا باب

اس بیان میں کہ ہر زمانہ میں امام کا موجود ہونا ضروری ہے اور کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں رہتا اور اس کی اطاعت کا واجب ہونا اور یہ کہ لوگ ہدایت نہیں پاتے مگر امام کے ذریعے اور چاہیے کہ امام گناہوں سے معصوم ہو اور خدا کی طرف سے مقرر ہو۔ اور مجمل طور پر ان نصوص کا تذکرہ جو ائمہ کے لئے وارد ہوئے ہیں۔ اور کچھ ان کے فضائل۔ اس میں چند تفصیلات ہیں۔

## پہلی فصل | امام کا وجوب اور کسی زمانہ کا امام سے خالی نہ ہونا۔

واضح ہو کہ علمائے اُمت کے درمیان اختلاف ہے کہ زمانہ نبوت گزرنے کے بعد امام کا نصب کیا جانا واجب ہے یا نہیں۔ اگر واجب ہے تو خدا پر یا اُمت پر؟ بہر صورت آیا اُس کا واجب ہونا عقلی ہے یعنی اُس کے وجوب پر عقل فیصلہ کرتی ہے یا دلائل سمعیہ سے اس کا وجوب معلوم ہوا ہے؟ تمام علمائے امامیہ کا بلاشبہ یہ اعتقاد ہے کہ امام کا مقرر کرنا خدا پر عقلی و نقلی حیثیت سے واجب ہے۔ اور بعض معتزلی اہلسنت اور تمام خوارج کا اعتقاد یہ ہے کہ امام کا مقرر کرنا قطعاً خدا اور خلق پر واجب نہیں ہے۔ اور

اشاہدہ اور اصحاب حدیث اور اہلسنت اور بعض معتزلی قائل ہیں کہ امام کا مقرر کرنا خلق پر سہمی (سنی ہوئی) دلیل سے واجب ہے عقلی سے نہیں۔ اور معتزلہ کے ایک گروہ کا اعتقاد یہ ہے کہ امام کا مقرر کرنا فتنوں سے بچنے کے لئے امن کی حالت میں انسانوں پر واجب ہے۔ اگر مقرر کرنے میں فتنوں کا خوف ہو تو واجب نہیں ہے اور بعضوں نے اس کے برعکس بھی کہا ہے۔

عرب کی لغت میں امام کے معنی پیشوا اور مقتدا کے ہیں اور فرقہ ناجیہ امامیہ کی اصطلاح میں جب نماز کے بارے میں امام کا ذکر آتا ہے تو غالباً پیش نماز کے معنی میں ہے۔ اور علم کلام میں امام سے مراد وہ شخص ہے جو خدا کی جانب سے جناب رسالت کی خلافت و نیابت کے لئے مبین ہوا ہو۔ اور کبھی پیغمبر پر امام کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور بعض معتبر حدیثوں میں انشاء اللہ معلوم ہوگا جو اس کے بعد بیان ہونگی کہ مرتبہ امامت مرتبہ پیغمبری سے بالاتر ہے جیسا کہ خدا نے نبوت کے بعد حضرت ابراہیمؑ سے خطاب فرمایا ہے اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِنَبِیِّیْنِ اِمَامًا ذَرِیَّتِیْ ۱۲ سورہ بقرہ پ میں تم کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ اور بعض محققین نے کہا ہے کہ امام وہ ہے جو خدا کی جانب سے خلق پر مثل پیغمبر آدمی کے واسطے سے اُن کے امور دین و دنیا میں حاکم ہو لیکن پیغمبر وہ ہے جو کسی آدمی کے واسطے کے بغیر (براہ راست) خدا سے احکام نقل کرتا ہو اور امام آدمی کے واسطے سے جو پیغمبر ہوتا ہے لے

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ تعریف بھی مشکل ہے کیونکہ بہت سے غیر اولو العزم پیغمبر اولو العزم پیغمبروں کے تابع ہوئے ہیں اور ان کی شریعت پر عمل کرتے رہے اور لوگوں کو احکام پہنچاتے رہے۔ اور بہت سی حدیثیں بیان کی جائیں گی کہ ائمہ ظاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین ملائکہ اور روح القدس کے توسط سے خدا سے جی و قیوم سے علوم کا استفادہ کرتے تھے۔ اور حدیثوں میں امام اور نبی کے درمیان چند فرق و امتیاز مذکور ہیں جو اسکے بعد انشاء اللہ بیان ہونگے۔ لیکن حق یہ ہے کہ کمالات اور شرائط اور صفات میں پیغمبر اور امام کے درمیان سوائے اس کے جو حدیثوں میں مذکور ہوگا کوئی فرق نہیں ہے جس سے عظمت و بلندی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ کہ وہ جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس لئے ان حضرت کے بعد کسی پر اہم نبی اور اسکے مترادف الفاظ کے اطلاق کی ضمانت ہے اور شیخ مفید علیہ الرحمہ کتاب مسائل میں اسکے قائل ہوئے ہیں اور اس کی نسبت فرقہ ناجیہ امامیہ کی طرف وہی ہے اور ظاہر ہے کہ سابقہ امتوں میں ایک صاحب شریعت پیغمبر کی وفات کے بعد دوسرے صاحب شریعت پیغمبر کے مبعوث ہونے تک بہت سے پیغمبر ہوتے تھے جو سابق پیغمبر کے اوصیا اور اُسکی ملت اور شریعت کے محافظ تھے لہذا جناب سرور انبیاء سے روایت ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں کے مانند ہیں اور بعض روایتوں میں علماء کی تفسیر ائمہ علیہم السلام سے کی گئی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو فائدہ وجود رسول و نبی سے مرتب (باقی صلیہ)



اس ضمن میں آیتیں یہ ہیں۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اِنَّمَا اَنْتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (آیت سورہ اعراف) بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یعنی (اے رسول) تم ہر قوم کو (عذابِ خدا) سے ڈرانے والے

(بقیہ حاشیہ صحت) ہوتا ہے وہی وجود امام سے بھی مرتب ہوتا ہے یعنی فساد کا دفع کرنا، شریعت کی حفاظت کرنا اور لوگوں کو ظلم و جور اور گناہوں سے باز رکھنا۔

نصب امام کا حق تعالیٰ پر واجب ہونے کی عقلی دلیلیں :-

نصب امام کا حق تعالیٰ پر واجب ہونا۔ تو اس پر فرقہ مناجیہ امامیہ کی عقلی دلیلیں بہت ہیں جو کتب مبسوطہ میں مذکور ہیں جیسے کتاب شافی مؤلف سید مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور تخیض شیخ طوسی قدس سرہ وغیرہ اور میں ان میں سے دو دلیلوں کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ اس کتاب کا موضوع نقلی دلیلوں کا ذکر کرنا ہے جو قرآن مجید اور احادیث متواترہ عامہ و عامہ کے طریق سے ہوں۔

پہلی دلیل { یہ کہ حق تعالیٰ پر لطف واجب ہے کیونکہ جو باتیں بندوں کے حق میں زیادہ بہتر ہیں ان کا کرنا اس پر لازم ہے اس جہت سے کہ عقل کا اس پر حکم ہے کہ افعال کریم لایزال حکمت اور مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں اور جو امر سب سے زیادہ بہتر اور سب سے زیادہ راجح اور سب سے زیادہ نفع بخش ہوتا ہے جبکہ کوئی مانع نہ رکھتا ہو اس کا ترک کرنا اور بحرحر اصلح کے اس کا تبدیل کرنا ترجیح مرجح ہے اور وہ اہل عقل کے نزدیک فاعل متعارف کریم سے قبیح بھی ہے تو جب سب سے زیادہ بہتر امر کا واجب ہونا ثابت ہو تو چاہئے کہ لطف بھی خدا پر واجب ہو کیونکہ لطف سے مراد وہ امر ہے کہ اس کے سبب سے وہ امر جس کا حکم دیا گیا ہو اور وہ بھی جس سے منع کیا گیا ہو مکلف پر آسان ہو اور آسانی کے ساتھ اس کا عمل میں لانا اور اس کا ترک کرنا اُس سے ممکن ہو بشرطیکہ کوئی اضطرابی کیفیت اور عبوری نہ ہو کیونکہ ثواب و عذاب کے سختی ہونے کی علت کا ہونا اختیاری فعل ہے لہذا اس سبب سے حسن و قبح کے عقلی ہونے کے اور سب سے زیادہ بہتر امر کے واجب ہونے کے قائل اشخاص حق تعالیٰ پر لطف کے واجب ہونے کے قائل ہیں۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ دنیا و عقبیٰ کی تکلیف بندوں کے لئے بہت سے منافع اور مصلحتوں پر مشتمل ہے یعنی تکلیف مشتمل ہے لطف پر اور لطف بیشک سب سے بہتر امر ہے اپنے غیرے پر لطف پر اصلح (سب سے بہتر امر) کے واجب ہونے کی بنا پر واجب ہے اور یہ معلوم ہے کہ وجود امام لطف ہے کیونکہ یہ ضروری علم ہر ایک کو حاصل ہے کہ جب لوگوں کا کوئی حاکم ہوگا جو ان کو فتنہ و فساد اور ایک دوسرے پر ظلم ستم کرنے اور گناہوں کے عمل میں لانے سے روکے اور اطاعتِ الہی اور عبادتِ حق اور انصاف و مروت پر ان کو قائم رکھے تو اس حالت میں بلاشبہ لوگوں کے معاملاتِ اصول کے مطابق اور منظم اور بہتری سے زیادہ قریب اور نثر و فساد سے دور ہوں گے۔

دوسری دلیل { جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کا ایک محافظ ضروری ہے جو (بقیہ ص ۱۲) پر

ہدایت کرنے والے ہو۔ اس صورت میں "ہاد" "ہند" پر عطف ہوگا اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم کفار و فجار کو عذاب الہی سے ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کا ایک ہدایت کرنے والا ہے۔ اس صورت میں ایک جملہ دوسرے جملہ پر عطف ہوگا جو دلالت کرتا ہے اس پر کہ کوئی زمانہ ہدایت کرنے والے امام سے خالی نہیں ہوتا۔ اس تفسیر کے مطابق خاصہ و عامہ کے طریقے سے بہت سی حدیثیں ہیں چنانچہ عامہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ میں ڈرانے والا ہوں اور علی ہدایت کرنے والے ہیں اسے علی تم سے ہدایت پالنے والے ہدایت پائیں گے۔ اور ابوالقاسم صفحانی نے کتاب شواہد التنزیل میں ابی بردہ اسلمی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے آپ و منوطلب فرمایا۔ حضرت علیؑ نے حاضر کیا جب آنحضرتؐ وضو سے فارغ ہوئے تو علیؑ کا دست مبارک پکڑ کر اپنے سینہ پر رکھا اور فرمایا اِنَّمَا اَنَا مُنْتَظَرٌ یعنی میں ڈرانے والا ہوں۔ پھر اپنا دست مبارک علیؑ کے سینہ پر رکھا اور فرمایا اَنْتَ لِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ یعنی تمہیں میرے بعد امت کے ہدایت کرنے والے ہو پھر فرمایا کہ تمہیں لوگوں کو نور بخشنے والے ہو تمہیں ہدایت کی علامت اور قادیان قرآن کے بادشاہ ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ایسے ہی ہو۔

بصائر الدرجات میں بسند صحیح حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ منذر (ڈرانے والے ہیں) اور اُن حضرت کے بعد ہر زمانہ میں ہم میں سے ایک ہادی ہوتا ہے جو لوگوں کی ہدایت کرتا ہے ان امور کی جانب جو آنحضرتؐ خدا کی جانب سے لائے ہیں۔ آنحضرتؐ کے بعد ہادی علیؑ ابن ابی طالب ہیں

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱) اس کو تحریف و تغیر اور کئی مہی سے محفوظ رکھے اور چونکہ قرآن کی آیتیں محل ہیں۔ اکثر احکام قرآن کے ظاہری الفاظ سے معلوم نہیں ہوتے لہذا خدا کی جانب سے ایک مفسر ہونا چاہئے جو قرآن سے احکام کا استنباط کر سکے۔ اس کے برخلاف جس وقت کہ جناب رسول خداؐ نے اپنی وفات کے وقت وصات قلم طلب فرمایا تاکہ امت کے لئے ایک تحریر رکھ دیں کہ وہ کبھی گمراہ نہ ہو تو حضرت عمرؓ نے کہا اِنَّ الرَّجُلَ لَيَهْجُرُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ يَمِينُ يَوْمَ رُدِّعَا (اللہ) ہدیان بکتا ہے ہم کو کتاب خدا کافی ہے۔ باوجودیکہ وہ قرآن کی ایک آیت کی تفسیر نہیں جانتے تھے اور جو مسئلہ درپیش ہوتا تھا وہ اور ان کے ساتھ عاجز رہتے تھے اور جناب امیر المؤمنینؑ سے حل کرانے تھے یہاں تک کہ اہلسنت نے نقل کیا ہے کہ ستر موقعوں پر حضرت عمرؓ نے کہا کَوْلَا عَلِيٍّ لَهْلَكَ عَمَّا اِذَا عَلِيَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ اگر کتاب خدا کافی ہوتی تو امت کے درمیان اس قدر اختلاف کیوں ہوتا۔ غرض تفسیر آیات اور تجربہ احادیث کے معنی میں بہت سی دلیلیں انشاء اللہ مذکور ہوئی۔ ۱۲

ان کے بعد ائمہ اطہار ایک کے بعد دوسرے قیامت تک ہدایت کرنے والے ہوں گے۔

بسنَد ہائے معتبر حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ہر امام اس قوم کا ہدایت کرے والا ہے جن کے درمیان ہوتا ہے اور بسنَد معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ منذر ہیں اور علیؑ ہادی ہیں اور خدا کی قسم ہم میں سے ہدایت کرنے والا ہر طرف نہیں ہوا بلکہ ہمیشہ قیامت تک ہم میں سے ہوگا۔

بسنَد صحیح و معتبر حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ رسول خداؐ منذر اور علیؑ ہادی ہیں۔ پھر حضرت نے راوی سے پوچھا کہ آج ہمارے درمیان کوئی ہادی ہے؟ عرض کی کہ نہیں! میں آپ پر فدا ہوں ہمیشہ آپ میں سے ایک ہادی ایک کے بعد رہا ہے یہاں تک کہ (دوہ عہدہ) آپ تک پہنچا۔ حضرت نے فرمایا: خدا تم پر رحمت نازل کرے۔ اگر ایسا ہوتا کہ یہ آیت کسی پر نازل ہوتی اور وہ مرجاتا ہے اور کوئی اسکے بعد اس آیت کے معنی مانتے والا اور اس کا حکم لوگوں کے درمیان جاری کرنے والا نہ ہوتا تو بیشک خدا کی کتاب مردہ یعنی بیغائہ ہو جاتی اور اس کا حکم ہر طرف ہو جاتا لیکن کتاب خدا قیامت تک زندہ ہے یعنی حکم قرآن مجید امت کے اجماع سے قیامت تک باقی ہے اور تکلیف الہی کبھی ہندوں سے ساقط نہیں ہوتی اور جب بھی کوئی پیغام پہنچانے والا نہ ہو جو خطا سے معصوم ہو اور حکم کتاب امت کے لئے بیان کرے تو کتاب بیغائہ ہوگی اور اگر تکلیف باقی رہے تو تکلیف فاعل لازم آئیگی اور وہ ظلم ہے اور ظلم حق تعالیٰ کے لئے جائز نہیں ہے اور یہ ایک دلیل ہے۔ مبینہ دلیلوں میں سے جو خدا کی جانب سے نصیب امام کا واجب ہونا ثابت کرتی ہے۔

ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے کتاب الکمال الدین میں بسنَد صحیح امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اَلْحَکِّی قَدْ مَرَّ هَآءِہِ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد وہ ائمہ ہیں جو اپنے اپنے زمانہ میں قوم کے ہادی ہوتے ہیں جس قوم میں وہ ہوتے ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے بسنَد صحیح انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ منذر رسول اللہؐ ہیں اور ہادی امیر المومنینؑ۔ ان کے بعد ائمہ اطہار یعنی ہر زمانہ میں ایک امام ہے جو لوگوں کی خدا کی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے اور ان سے حلال و حرام بیان کرتا ہے۔

دوسری آیت: - خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: وَلَقَدْ وَصَّيْنَا اَہْمَ الْقَوْلَ لَعَلَّہُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ (آیت ۱۰ سورہ القصص پٹا) اس کے معنی میں اکثر مفسرین کا قول ہے یعنی ہم نے ان کے لئے متقل کیا ایک آیت کو دوسری آیت کے بعد اور ایک قصہ کو دوسرے قصہ کے بعد اور وعدہ کو وعید کے ساتھ اور نصیحتوں کو قیوتوں کے ذریعہ سے جو ان کی عبرت کا سبب ہوں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اس معنی میں

اہلبیت کے طریقہ سے بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ اس سے مراد ایک کے بعد دوسرے امام کا نصب کرنا ہے جیسا کہ علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں اور شیخ طوسی نے مجالس میں بسند ہائے معتبر امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ یعنی ایک کے بعد ہم نے دوسرے امام کو نصب کیا ہے۔ اس تاویل میں چند احتمالات ہیں اول یہ کہ مراد یہ ہوگا کہ ہم نے ایک امام کو دوسرے امام کے بعد نصب کر کے قول کو یعنی بیان حق اور تبلیغ احکام حق و شرائع کو لوگوں کے لئے وصل کر دیا ہے دوسرے یہ کہ ہم نے امام کے نصب کے سبب سے قول کو یعنی حق کا بیان اور حق کے احکام کی تبلیغ اور شرائع دینی کو لوگوں کے لئے واضح کر دیا ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ اشارہ ہو اس آیه کریمہ کی طرف جو مختعلی نے جناب آدم علیہ السلام کے خلق کے ارادہ کے وقت فرشتوں سے خطاب فرمایا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ذٰلِکَ اَیْت ۳۰ پ سورہ بقرہ یعنی زمین میں خلیفہ قرار دینے کا یہ وعدہ صرف جناب آدم کے زمانہ سے مخصوص نہیں ہے بلکہ قیامت تک جاری ہے اور کوئی زمانہ خلیفہ سے خالی نہیں ہوگا لیکن وجہ اول تو ظاہر تر ہے اور بہر تقدیر تاویل شاید باطن آیه کی تاویل ہو جو ظاہری معنی کے خلاف نہیں ہے جو مفسروں نے بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

بصائر الدرجات میں حضرت امام محمد باقر سے حق تعالیٰ کے قول وَ مِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّةً یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ یَاِیْہِ یَعْبُدُوْنَ اَیْت ۱۸ سورہ الاعراف پ، کی تاویل میں روایت ہے جس کا ظاہری ترجمہ یہ ہے کہ اس جماعت سے جسے ہم نے خلق کیا ہے ایک گروہ ہے جو لوگوں کی حق کے ساتھ ہدایت کرتا ہے اور ان میں عدل کے ساتھ حکم کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس گروہ سے مراد ائمہ برحق ہیں۔ اس آیت کی تفسیر انشاء اللہ اس کے بعد مذکور ہوگی اس ضمن میں حدیثیں یہ ہیں کہ ابن بابویہ نے کتاب مجالس اور اکمال الدین میں حضرت امام زین العابدین سے روایت کی ہے کہ مسلمانوں کے پیشوا اور عالمین پر خدا کی حجت ہم ہیں اور سادات (سرواں) اور مومنون اور بہشت کے روشن چہرے اور سفید ہاتھ پاؤں والوں کے بزرگ ہم ہیں جن کے منہ اور ہاتھ پیر روز قیامت و صو کے نور سے سفید اور روشن ہوں گے یعنی شیعوں کے اور مولا و آقائے مومنین ہم ہیں اور اہل زمین کے لئے عذاب الہی سے امان کا سبب ہم ہیں جس طرح ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں یعنی جب تک ہم زمین میں ہیں قیامت برپا نہ ہوگی۔ اور لوگوں پر عذاب نازل نہ ہوگا اور جب تک ستارے آسمان میں ہیں فرشتوں کو قیامت قائم ہونے کا خوف نہیں ہے۔ ہمارا زمین سے اٹھ جانا۔ زمین کے نظام کے برطرف ہونے اور اہل زمین کے مرنے کی علامت ہے جس طرح ستاروں کا آسمان سے محو ہونا علامت ہے آسمانوں کے برطرف

الہامی میں ملے لئے آئمہ اطہار عذاب الہی سے امان ہیں جس طرح ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں۔

ہونے اور اپنی جگہ سے فرشتوں کے متفرق ہونے کی حضرت نے پھر فرمایا کہ ہم امان ہیں۔ ہماری برکت سے خدا آسمانوں کو زمین پر گرنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ مگر قیامت میں اسی کے حکم سے آسمان بھی فنا ہو جائیں گے اور ہماری برکت سے خدا زمین کو محفوظ رکھتا ہے۔ اس سے کہ وہ الٹ جائے اور اپنے ساکنوں سمیت سرنگوں ہو جائے۔ اور ہماری برکت سے خدا بارش بھیجتا ہے اور اپنی رحمت وسیع فرماتا ہے اور ہمارے سبب سے خدا زمین کی برکتیں ظاہر کرتا ہے اور اگر ہم میں سے زمین پر کوئی امام نہ ہو تو بیشک زمین اپنے ساکنین سمیت دھنس جائے۔ الغرض زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں رہی جس روتر سے کہ خدا نے حضرت آدم کو خلق فرمایا ہے۔ یا وہ حجت ظاہر و مشہور ہو یا وہ حجت غائب و مستور ہو اور قیامت تک زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہے گی۔ اگر زمین میں حجت خدا نہ ہو تو عبادت نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ عبادت کا طریقہ لوگ اسی سے سیکھتے ہیں۔ اور وہی لوگوں کو عبادت کا حکم دیتا ہے۔ ناوی نے پوچھا لوگ اُس حجت سے کیونکہ منتفع ہوتے ہیں جو ان سے غائب و مخفی ہو۔ حضرت نے فرمایا جس طرح لوگ اس آفتاب سے منتفع ہوتے ہیں جو زیر ابر پوشیدہ ہوتا ہے لہ

لئے مولف فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام غائب سے بھی فیوض و برکات خلق کو پہنچتی ہیں۔ اگر کوئی عام شبہ دنیا والوں کو ہوتا ہے وہ ان کی ہدایت اس طرح کرتا ہے کہ لوگ اس کو نہ پہچان سکیں۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ غیبیت امام ایک گروہ کے لئے لطف خدا ہے اس لئے کہ خدا جانتا ہے کہ اگر امام ظاہر ہو تو یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے اور اکثر لوگ ایسے ہی ہیں کیونکہ ظہور امام کے سبب اعدائے دین و غیرہ سے جہاد کی تکلیفیں شدید ہوں گی۔ نیز اکثر لوگوں کا یہ حال ہے کہ انہیں اور دل جو یہ لور ہیں۔ آنحضرت کے انوار و اسرار کی تاب نہیں لاسکیں گے۔ جس طرح چمکا دڑ آفتاب کے نور سے منتفع نہیں ہو سکتا۔ اور بہت سے بادشاہ اور حکمران یہ ہیں جو غیبیت امام میں ایمان رکھتے ہیں۔ اور اُن حضرت کے ظہور کی تمنا کرتے ہیں اور آنحضرت کے ظہور کے بعد جبکہ حضرت مثنیٰ، درعیل اور بادشاہ گدا کو برابر قرار دیتے ہیں تو بسا اوقات اس مساوات کی تاب نہیں لاتے اور کافر ہو جاتے ہیں جیسا کہ منافقین کو جناب امیر المومنین نے اس غلام کے ساتھ عطا و بخشش میں برابر قرار دیا جو ایک روز پہلے آزاد ہوا تھا اور یہ امر ان کے کفر کا باعث ہوا۔ اور اُن سے دین اور اہل دین کو نقصانات پہنچے۔ اور غیبیت میں وجود امام کے لطف ہونے کی یہی دلیل کافی ہے۔ کہ اس کے وجود کا اعتقاد رکھنا بے انتہا ثواب کا باعث ہے اور سید مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے شافی اور رسالہ غیبیت میں اس اعتراض یعنی غیبیت امام میں عدم انتفاع خلائی کے چند جوابات دیئے ہیں۔ اول یہ کہ جب لوگ ہر وقت امام کے ظہور کا احتمال رکھتے ہیں تو یہی امر ان کے بعض فیج افعال سے باز رہنے کا باعث ہے لہذا عدم امام اور غیبیت امام کا فرق واضح ہو گیا۔ دوم یہ کہ خداوند عالم پر جو لطف لازم تھا اس کو (باقی صلا پر)

بسنہ معتبر کلینی وابن بابویہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہشام بن سالم سے جو فضلاء اصحاب آنحضرت میں سے تھے۔ پوچھا کہ عمرو بن عبیدہ بصری سے جو علمائے صوفیہ اہلسنت سے ہیں۔ کیسے کیسے سوالات تم نے کئے۔ ہشام نے کہا میں حضور پر خدا ہوں اسے فرزند رسولؐ مجھے حضورؐ کے سامنے بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے اور میری زبان میں طاقت نہیں کہ حضورؐ کی خدمت میں ذکر کروں۔ حضرت نے فرمایا جبکہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں تو چاہئے کہ تم اطاعت کرو۔ ہشام نے کہا بہت بہتر۔

(یعنی حاشیہ ۱۵۱) اس نے پورا کر دیا مگر امام کے دشمن غلامی کو یقین ہونے سے مانے ہیں جس طرح رسالت آئی کہ میں تھے اور کفار قریش لوگوں کو آنحضرتؐ سے فائدہ حاصل کرنے سے منع کرتے تھے۔ خصوصاً ان چند سال میں جبکہ آنحضرتؐ مع تمام بنی ہاشم کے شعب ابوطالب میں پوشیدہ تھے اور کفار قریش کسی کو آنحضرتؐ کے پاس جانے سے روکے ہوئے تھے اسی طرح جب آنحضرتؐ غایب رہے تھے اس وقت تک جبکہ مدینہ منورہ میں نزول اہلال فرمایا اور یہ امور آنحضرتؐ کے وجود کے لطف ہونے سے کسی طرح منافات نہیں رکھتے۔ سو م غیبت امام کا سبب ممکن ہے دو تئوں سے متعلق ہو کہ اگر خداوند عالم ہانتا ہے کہ اگر امام ظاہر ہون گے تو یہ ایمان نہ لائیں گے۔ اور یہ امر ان کے کفر کا باعث ہو گا چہ چارم یہ کہ یہ لازم نہیں ہے کہ ظہور امام کا لنگ عام ہو ممکن ہے کہ ایک جماعت حضرت کو دیکھے اور ان سے فائدہ حاصل کرے۔ جیسا کہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شہر ہے جس میں آنحضرتؐ کی اولاد رہتی ہے۔ حضرت اس شہر میں تشریف لے جاتے ہیں اگرچہ وہ لوگ آنحضرتؐ کو نہیں دیکھتے لیکن اپنے مسائل حضرت سے کسی واسطہ سے یا پر وہ کے پیچھے سے حاصل کرتے ہیں۔

سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ نے بعض وجہیں ذکر کرنے کے بعد ایک مقدمہ تحریر فرمایا ہے کہ امام سے امت کا فائدہ مکمل نہیں ہوتا مگر خدا کی جانب سے چند امور کے ساتھ جسکو چاہئے کہ وہ عمل میں لائے اور چند امور امام کی جانب سے حاصل ہونے چاہئیں اور چند امور ہماری طرف سے ہونے چاہئیں۔ وہ امور جو خدا کی جانب سے ہونے چاہئیں وہ یہ ہیں کہ امام کو خلق فرمائے اور اس کو لازم امت کے ساتھ ممکن کرے مثل علم و شرائط امامت اور اس کی امامت پر نص کرنے اور اس پر لازم قرار دینے کے کہ امور امت کے ساتھ قیام کرے۔ اور جو امور امام کی جانب سے ہیں۔ یہ ہیں کہ اُس تکلیف کو قبول کرے اور لازم قیام دے کہ ان امور کے ساتھ قیام کرے گا۔ اور جو امور امت کی طرف سے راجع ہیں وہ یہ ہیں کہ اپنے امور کے بارے میں امام کو ممکن کرے اور اس سے رکاوٹیں دور کرے اور اس کی اطاعت و فرمان برداری کرے۔ اور وہ جو تہذیب و تہذیب و اس پر عمل کرے۔ مختصر یہ کہ اس بارے میں جو امور خدا کی طرف راجع ہیں وہ اصل ہیں ان کا عمل میں آنا سب سے پہلے ضروری ہے۔ اس کے بعد جو امور امام سے متعلق ہیں اور جو امت سے متعلق ہیں دونوں اس اصل کی فرض ہیں۔ لہذا جو کچھ خدا اور امام سے متعلق ہے۔ جب تک عمل میں نہ آئے امت پر امت پر کچھ لازم نہیں ہے۔ اور اُس کے بعد جبکہ خدا امام کی جانب سے امور متعلق جو جائیں تو اگر امت کی جانب سے مانع ظاہر ہو اور وہ امام کی غیبت کا باعث ہو تو وہ لطف الہی میں کوئی ضرر نہیں پہنچاتا۔ اس صورت میں جو کچھ خدا امام کی جانب سے لازم ہے۔ اُس کے عمل میں لانے میں امت کی جانب سے کمی ہوگی۔ اس کی تفصیل ذکر غیبت میں انشاء اللہ مذکور ہوگی۔

مجھے عمرو کے فضیلت کے دعوئے کی اطلاع ہوئی اور مسجد بصرہ میں اس کا بیٹھا اور دین میں بکواس کرنا۔ مگر بہت گراں گذرا۔ الغرض میں روانہ ہو کر درجہ کو داخل بصرہ ہوا اور مسجد بصرہ میں پہنچا میں نے دیکھا کہ لوگوں کے ایک بڑے حلقہ میں ہے۔ ایک سیاہ اُون کا کپڑا کر سے باندھے ہوئے اور ویسے ہی سیاہ کپڑے کی چادر اوڑھے ہوئے ہے اور لوگ اس سے سوالات کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں لوگوں سے آگے بڑھتا ہوا حلقہ میں داخل ہوا اور سب کے آخر میں دو زانو بیٹھ گیا میں نے کہا اے عالم میں ایک غریب آدمی ہوں اور ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں اجازت دیجئے کہ پوچھوں۔ اس نے کہا ہاں پوچھو۔ میں نے کہا کیا آپ کے آنکھیں ہیں۔ اس نے کہا اے لڑکے یہ کیا سوال ہے میں نے کہا میرا سوال ایسا ہی ہے۔ اس نے کہا اچھا پوچھو۔ ہر چند احمقانہ سوال ہے۔ میں نے پھر پوچھا۔ آپ کے آنکھیں ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا آپ ان سے کیا کام لیتے ہیں۔ کہا اُن سے رنگ اور لوگوں کی صورتیں دیکھتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ کے ناک بھی ہے۔ اُس نے کہا ہاں۔ پوچھا اس سے کیا کام لیتے ہیں۔ کہا اس سے خوشبوئیں سونگھتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ کے دہن بھی ہے۔ کہا ہاں۔ پوچھا اس سے کیا کام لیتے ہیں۔ اُس نے کہا چیزوں کا مزہ اس سے حاصل کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ زبان بھی رکھتے ہیں کہا ہاں۔ پوچھا اس سے کیا کام لیتے ہیں۔ کہا بانیں کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ کان بھی رکھتے ہیں کہا ہاں۔ پوچھا وہ آپ کے کس کام آتے ہیں۔ کہا اس سے آوازیں سنتا ہوں میں نے پوچھا کیا آپ کے ہاتھ بھی ہیں۔ کہا ہاں۔ میں نے پوچھا اُن سے کیا کرتے ہیں کہا ان سے چیزیں پکڑتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ دل بھی رکھتے ہیں۔ کہا ہاں۔ میں نے پوچھا وہ آپ کے کس کام آتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ جو بات ان اعضا و جوارح پر مشتبہ ہوتی اس سے تمیز کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ کیا اعضا و جوارح کافی نہیں ہیں۔ اور دل سے بے نیاز و مستغنی نہیں ہیں اس نے کہا نہیں۔ میں نے پوچھا کیوں دل سے مستغنی نہیں ہیں حالانکہ سب صحیح و سالم ہیں۔ اس نے کہا اے لڑکے جب یہ اعضا کسی چیز میں شک کرتے ہیں جس کو سونگھا یا دیکھا یا سنا یا چھو یا ہے تو دل کی طرف پھیرتے ہیں تو وہ یقین کرتا ہے۔ اور شک کو زائل کرتا ہے۔ میں نے کہا کہ خدا نے دل کو بدن میں اس لئے رکھا ہے کہ وہ اعضا و جوارح کے شک کو زائل کرے۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا تو پھر دل کو یقیناً بدن میں رہنا چاہئے اگر دل نہیں تو اعضا کا اور اک مستحکم نہیں ہو سکتا۔ کہا ہاں۔ تب میں نے کہا اے ابو مردان خداوند عالم نے تیرے اعضا و جوارح کو بغیر امام پیڑا کے نہیں چھوڑا تا کہ جو حق ہے ظاہر کرے اور شک کو ان

پیشام بنی عالم کا ذکر و بیان غیر ضروری عالم پر درجست امام ثابت کرتا۔

سے دور کرے اور تمام خلافت کو حیرت و شک و اختلاف میں چھوڑ دیا اور کوئی امام و پیشوا ان کے لئے مقرر نہیں کیا کہ حالت حیرت و شک میں اس کی طرف رجوع کریں جو ان کو راہ حق پر قائم رکھے اور حیرت و شک ان سے زائل کرے۔ جب میں نے یہ کہا تو وہ ساکت ہو گیا اور کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر بولا تو ہشام تو نہیں ہے۔ میں نے کہا نہیں کہا کیا اس کے ساتھ رہتا تھا۔ میں نے کہا نہیں تو پوچھا۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا کوفہ کا تو کہا بیگم تم ہشام ہی ہو یہ کہہ کر اپنے مقام سے اٹھا اور آکر مجھے گود میں اٹھا کر اپنی جگہ بٹھایا اور جب تک میں بیٹھا رہا ایک لفظ نہ بولا۔ ہشام کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ قصہ بیان کیا حضرت صادق بہت خوش ہوئے اور فرمایا اے ہشام یہ دلیل تم لئے کہاں سے حاصل کی۔ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ میری زبان پر اس طرح جاری ہوا اور دوسری روایت کے مطابق عرض کی یہ باتیں آپ سے اخذ کی تھیں اور ان کے اجزاء ایک دوسرے کے ساتھ جمع کر دیئے۔ حضرت نے فرمایا خدا کی قسم یہ معصوم صوف ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام میں لکھا ہوا ہے لے

لے نزاع فرماتے ہیں کہ انسان عالم صغیر ہے اور عالم کبیر کا موزن ہے جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے اِنَّكَ جَدُّ صَغِيرٍ وَفِيكَ الطَّوِيُّ عَالُوْا اَلَا كَبُوْرٌ۔ کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو ایک جسم صغیر ہے حالانکہ عالم کبیر تجھ میں پوشیدہ ہے چنانچہ جسم میں ہڈیاں زمین کے پہاڑ کے مانند ہیں اور گوشت خاک کے مثل اور چھوٹی بڑی رگیں مثل چھوٹی بڑی نبروں کے ہیں اور آدمی کا سر جو اکثر قوی اور حواس کا محل ہے جبکہ آسمان کے مانند ہے جس میں ستارے وغیرہ موجود ہیں جن کی روشنی زمین پر چمکتی ہے اور جو بخارات معدے سے اوپر اٹھ کر دماغ تک پہنچتے ہیں۔ اور سر وہ ہرگز آنکھ اور دماغ سے ٹپکتے ہیں۔ ان اخراجات کے مانند ہیں جو زمین سے اٹھ کر کرہ زمہریز تک جب پہنچتے ہیں تو دیاں سے بارش کی صورت میں ٹپکتے ہیں۔ نیز دماغ کی قوتیں مہربانے پشت کے مغز کے ذریعہ سے تمام بدن میں پہنچتے ہیں۔ جس طرح ستاروں کی روشنی زمین میں اثر کرتی ہے۔ اور جس طرح زمین میں امرا و سلاطین و حکام ہیں اسی طرح بدن میں بھی بعض عضو دوسرے کے خادم ہیں اور سب کا بادشاہ نفس ناظر ہے جس کو قلب کہتے ہیں اس اعتبار سے کہ پہلے ان کا تعلق روح حیوانی سے ہوتا ہے پھر دل سے نکلنا پاتے ہیں جس طرح دنیا کی آبادی شمال کی جانب ہے اور دل بھی جو بدن کی آبادی کا سب سے شمال کی طرف ہے اور جس طرح بادشاہوں کے وزیر ہوتے ہیں جو رعایا کا رزق تقسیم کرتے ہیں اسی طرح جگر کے مطب میں جو کچھ پکاتا ہے تمام بدن میں تقسیم ہوتا ہے جس طرح زمین کے لئے بعض فضلات مقرر ہوئے ہیں جو دریا میں پہنچتے ہیں اسی طرح انسان کے بدن میں بھی مقرر ہیں۔ العزیز اس معصوم کا تمام کمال بیان بہت مشرق چاہتا ہے جس کے لئے یہ مقام مناسب نہیں۔ ۱۲



کھینچی و شیخ طبری رحمہما اللہ تمنا لے نے یونس ابن یعقوب سے روایت کی ہے کہ ایک شامی حضرت صادقؑ کی خدمت میں آیا اور بیان کیا کہ میں صاحب علم کلام و علم فقہ و علم فرائض و میراث ہوں۔ آپ کے اصحاب سے مناظرہ و مباحثہ کرنے آیا ہوں۔ حضرت نے پوچھا تیرا کلام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام سے ماخوذ ہے یا تیرے دل کی باتیں ہیں اس نے کہا بعض باتیں تو آنحضرت کے کلام سے ماخوذ ہیں اور بعض خود میری ہیں۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا تو پھر آنحضرت کا شریک ہے اُس نے کہا نہیں تو حضرت نے فرمایا تو کیا وحی کو خدا سے سنا ہے کہ اُس نے تجھ کو اپنے احکام کی خبر دی ہے اس نے کہا نہیں تو حضرت نے فرمایا کہ پھر قیری اطاعت بھی اُسی طرح واجب ہے جس طرح رسول خدا کی واجب ہے۔ اُس نے کہا نہیں۔ یونس کہتے ہیں کہ پھر حضرت صادقؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے یونس اس شخص نے قبل اس کے کہ گفتگو کرے اپنے کلام کو باطل کر دیا کیونکہ جس شخص پر وحی خدا نازل نہیں ہوتی اور خدا نے واجب الاطاعت نہیں کیا ہو۔ اُس کا امور دین میں گفتگو کرنا باطل ہوگا بلکہ وہ اپنے تئیں خدا کا شریک قرار دے گا۔ اسی وقت ہشام بن حکم وارد ہوئے جو اصحاب آنحضرت کے متکلمین میں نہایت صاحب فضل و علم و دانش اور نوجوان تھے ان کا سبزہ آغاز تھا۔ حضرت نے ان کی تنظیم کی اور ان کے لئے جگہ خالی کی اور فرمایا کہ تم دل و زبان سے ہمارے مددگار ہو۔ اس کے بعد جبکہ حضرت کے اصحاب نے اس سے گفتگو کی اور غالب نہ ہو سکے تو حضرت نے اُس شامی سے کہا کہ اس لڑکے سے مناظرہ کر یعنی ہشام سے۔ یہ سنکر شامی نے ہشام سے کہا کہ مجھ سے اس شخص (حضرت صادقؑ) کی امامت کے بارے میں گفتگو کر۔ ہشام اس کے اس بے ادبانہ کلام کو سن کر غضبناک ہوئے اور کہا اے مروک خدا لوگوں پر زیادہ مہربان ہے یا وہ خود اپنی ذات پر مہربان ہیں۔ اُس نے کہا خدا زیادہ مہربان ہے۔ ہشام نے کہا اس نے اپنی مہربانی سے لوگوں کے ساتھ کیا کیا شامی نے کہا اُس نے ان کے لئے ایک حجت اور راہنما قائم کیا تاکہ وہ پر اگندہ نہ ہوں اور ان کے درمیان اختلاف پیدا نہ ہو۔ اور وہ حجت ان کے امور کو منتظم رکھے اور ان کو خدا کے فرائض سے آگاہ کرے۔ ہشام نے پوچھا وہ مرد کون ہے اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہشام نے پوچھا رسول کے بعد کون ہے اس نے کہا کتاب خدا و سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہشام نے کہا آیا کتاب و سنت نے آج ہم کو کچھ فائدہ پہنچایا ہے اس معاملہ میں کہ ہمارے اختلاف برطرف ہوں اُس نے کہا ہاں۔ تو ہشام نے کہا تو پھر کیوں ہم اور تم اختلاف رکھتے ہیں اور اسی اختلاف کے سبب سے تو ہشام نے ہماری طرف آیات تاکہ مناظرہ کرے۔ یہ سنکر شامی خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ اُس وقت حضرت صادقؑ نے شامی سے فرمایا کیوں جواب

جناب امام جو حضرت صادقؑ کا ایک شامی سے مناظرہ

حضرت صادقؑ کے حکم سے ہشام کا اس شامی سے مناظرہ

نہیں دیتا۔ شامی نے کہا اگر کہتا ہوں کہ ہم اختلاف نہیں رکھتے ہیں تو میں یہ جھوٹ کہوں گا اور اگر کہتا ہوں کہ کتاب و سنت اختلافات ان کی طرف رجوع کرنے کے بعد مذاہب کی تو یہ بھی غلط ہوگا۔ اس لئے کہ بہت سے امور کے بارے میں ان دونوں میں احتمال ہو سکتا ہے اور ہر شخص اپنے مطلب کے موافق عمل کرتا ہے اور اگر یہ کہتا ہوں کہ ہم اختلاف تو رکھتے ہیں لیکن ہم دونوں حق پر ہیں اس صورت میں کتاب و سنت نے ہم کو کوئی فائدہ نہ پہونچایا لیکن یہی ہو سکتا ہے کہ میں بھی یہی باتیں اس پر پلٹ دوں حضرت نے فرمایا ہاں پلٹ دے تاکہ اس کا جواب بھی سن لے۔ شامی نے کہا خدا لوگوں پر زیادہ مہربان ہے۔ یا لوگ خود اپنے اوپر خدا سے زیادہ مہربان ہیں ہشام نے کہا خدا زیادہ مہربان ہے شامی نے کہا آیا اس نے کسی کو خلق کیا ہے جو ہمارے درمیان کے اختلاف کو دور کرے اور ان کے امور کی اصلاح کرے اور ان پر حق و باطل واضح کرے ہشام نے پوچھا کہ رسول خدا کے زمانہ کے بارے میں دریافت کرتے ہو یا اس زمانہ سے متعلق پوچھتے ہو شامی نے کہا رسول خدا کے زمانہ میں تو خود رسول خدا تھے آج بتاؤ کون ہے۔ ہشام نے کہا یہ بزرگ دین یعنی حضرت صادق علیہ السلام جو اس جگہ تشریف فرما ہیں۔ جس کے پاس لوگ دُور و دراز سے سفر کر کے آتے ہیں وہ ہم کو آسمانی خبریں دیتے ہیں اس میراث کے سبب جو ان کو اپنے جد و پدر سے حاصل ہے۔ شامی نے کہا یہ مجھ پر کیسے واضح ہو سکتا ہے۔ ہشام نے کہا ان سے جو پوچھنا چاہے پوچھ لے۔ شامی نے کہا تم نے مجھ کو لا جواب کر دیا اب مجھ پر لازم ہے کہ میں انہی سے سوال کروں۔ حضرت نے فرمایا اے شامی میں تجھے خبر دوں کہ نیر اسفر کیا گذرا اور راستہ میں تجھ پر کیا واقع ہوا پھر حضرت نے اس کو اُس کے تمام حالات سفر سے مطلع فرمایا۔ اس نے کہا ہاں آپ نے سچ بیان فرمایا اب میں آپ پر ایمان لایا اور مسلمان ہو گیا حضرت نے فرمایا بلکہ اب تو ایمان لایا اور اس سے پہلے جب کہ کمرہ شہادتیں پڑھتا تھا تو صرف مسلمان تھا اور اسلام ایمان سے پہلے ہوتا ہے اسی پر احکام دینا میراث و نکاح وغیرہ مترتب ہوتے ہیں اور آخرت کا ثواب ایمان سے حاصل ہوتا ہے جب تک ائمہ اطہار کی امامت کا اعتقاد نہیں کرتے لوگ بہشت کے مستحق نہیں ہوتے۔ شامی نے کہا آپ نے سچ فرمایا میں اب خدا کی وحدانیت اور حضرت رسول کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اوصیائے میں سے ایک وصی ہیں۔

کلمینی و بابویہ و کشی نے بلند ہائے معبر منصور بن حازم سے روایت کی ہے کہ اُس نے کہا کہ میں نے حضرت صادق سے سنا ہے کہ خداوند عالم اس سے بلند و بزرگ تر ہے کہ خلق کے سبب اس کو بچا نہیں بلکہ خلق کو خدا کے سبب پیدا ہوا ہے۔

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ منصور نے جو یہ کہا کہ خدا کو خلق کے سبب نہیں بچایا جاسکتا بلکہ خلق کو (باقی صفحہ پر ملاحظہ ہو)

شامی کو حضرت صادق کا اس کے سفر کے حالات بیان فرمائے اور اس کا مسلمان ہونا۔

حضرت نے فرمایا تو نے سچ کہا۔ میں نے عرض کی کہ جو شخص یہ جانے کہ اُس کا کوئی پروردگار ہے تو اس کو یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ وہ پروردگار غضب و خوشنودی بھی رکھتا ہے یعنی بعض اعمال اس کی خوشنودی کا باعث ہیں اور بعض اس کے غضب و ناراضی کا سبب ہیں پھر یہ بھی جاننا چاہئے کہ اس کی خوشنودی و غضب وحی یا کسی رسول کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ تو جس کے پاس وحی نہیں آتی اس کو لازم ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰) خدا کے سبب سے پہچانتے ہیں۔ اس میں کئی احتمال ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ وجود صالح کا علم بدیہی و فطری ہے اور ہر شخص جب حد شعور و تیز کو پہنچتا ہے پہلے یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک خالق ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے اور جو کفار اپنے اغراض فاسد کے سبب اس کا انکار کرتے ہیں وہ بھی اقطار اور مجہوری کے وقت دریا یا صحرائیں خدا کی جانب متوجہ ہوتے ہیں اور اُنسی سے توسل کرتے ہیں اور جب اعزاز باطلہ سے اپنے کو خالی کر کے اپنے نفس کی طرف رجوع کرتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ وہ خود اپنے کو پیدا کرنے والے نہیں ہیں اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ کسی ممکن نے جو انہی کی طرح ہے ان کو پیدا کیا ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ وَلَکِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ یَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ (سورہ الزمر آیت ۲۰) پس اسی اے رسول! اگر تم کافروں سے پوچھو کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تو یقیناً وہ کہیں گے کہ خدا نے پیدا کیا ہے اس بنا پر کہ یہ آیت مخصوص مشرکان کفر کے بارے میں نہ ہو۔ اور اس بارے میں بہت حدیثیں ہیں کہ خلق کو خدا کے سبب سے پہچانتے ہیں۔ یعنی حقیقت انبیاء و اوصیاء ان کے چند معجزات کے سبب سے ظاہر و واضح ہوتی ہے جو خداوند عالم ان کے ہاتھ سے جاری کرتا ہے۔

دوسرے یہ کہ خدا کو مخلوقات کی مشابہت بنیں پہچاننا ہو سکتا تھا کہ خدا کے نور سے تشبیہ و تمثیل ہو سکتے ہیں نہ صفات کمالیہ کو جو مخلوقات میں ہیں اس کے لئے ثابت کر سکتے ہیں۔ اور خلق کو خدا کے سبب پہچان سکتے ہیں اس سبب سے کہ اس نے انکو پیدا اور ظاہر کیا ہے علوم و معرفت و حقائق اسباب سب اسی کی جانب سے خالق کو حاصل ہوتی ہیں۔

تیسرے یہ کہ کمالی معرفت حقتا لے اور اس کے صفات کمالیہ بغیر وحی الہام کے نہیں معلوم کر سکتے ورنہ دور لازم آئے گا بلکہ خدا کو اس عقل کے ذریعہ سے جو اس نے عطا کی ہے اور ان آیات کے ذریعہ سے جو آفاق و انفس میں اپنے وجود و صفات کمالیہ کے ثبوت میں ظاہر و آشکار فرمایا ہے پہچان سکتے ہیں۔ اور انبیاء و مرسلین کی حقیقت ان معجزات کے ذریعہ سے جو ان کے ہاتھوں پر اس نے جاری کئے جان سکتے ہیں اور ان مطالب کی تفصیل مع وجود دیگر کمالانوار میں درج ہے۔

جو دلیل منصور بن عازم نے وجوب امام اور ائمہ حق کی حقیقت کی بیان کی ہے تمام دلیلوں سے زیادہ مختص اور مستحکم ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ حقتا لے نے اس خلق کو عبث و بیکار نہیں پیدا کیا اگر ان کے لئے کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور لوگ جانوروں کی طرح کھائیں پیئیں اور چلیں پھریں اور ان کے لئے دوسری دنیا یعنی عالم آخرت نہ ہو (باقی صفحہ ۲۲ پر)

کہ پیغمبروں کو تلاش کرے اور جب اُن سے ملاقات کرے تو سمجھے کہ وہ حجت خدا ہیں معجزات اور اُن علامتوں کے ساتھ جو خدا نے ان کو عطا فرمایا ہے اور یہ کہ ان کی اطاعت واجب ہے۔ منصوص کہتے ہیں کہ میں نے شیروں سے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلق پر حجت خدا تھے انہوں نے کہا ہاں تو میں نے پوچھا کہ جب وہ دنیا سے رخصت ہوئے تو حجت خدا کون تھا۔ انہوں نے کہا قرآن تو میں نے نظر کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱) جہاں کے ابدی ثواب کا استحقاق حاصل کرنا عرض حقیقی ہے تو بیشک یہ دنیا عبث و بے فائدہ ہوگی کیونکہ اس دنیا کے رنج و غم راحت و آرام سے زیادہ ہیں اور دنیا کی کوئی لذت ایسی نہیں جو بہت سے رنج و غم کے ساتھ نہ ہو۔ کیونکہ ایک لذت کھانے پینے کی ہے جن کے حاصل کرنے میں اکثر لوگوں کو بڑی محنت و جانفشانی کرنا پڑتی ہے۔ اور کھاتے پینے کے بعد اکثر اوقات تکلیفیں اور بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح زود بے بہے جس سے تھوڑی دیر کی لذت حاصل ہوتی ہے مگر اُس کے نان و نفقہ و فراہمی لباس و غیرہ اور اپنے لباس و مکان کے حاصل کرنے میں طرح طرح کی مشقتیں اور محنتیں کرنا ضروری ہوتی ہیں اور ان سے قلیل فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح تمام ضروریات زندگی اور زود بے نامناسب معاشرت کو برداشت کرنا لازم ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر چہ پیادہ سواری کے لئے خرید کرے اس کی سواری سے تھوڑی لذت و راحت ہوتی ہے لیکن اس کی حفاظت و تربیت میں طرح طرح کی تکلیفیں ہیں اس کے لئے ضروری چیزوں کا ہیکر کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح مال دنیا ہے جس کے محفوظ رکھنے سے نفع کے خیال سے کہ خود اس سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔ اس کے حاصل کرنے اور اس کی حفاظت میں چاروں طرف غلاموں کے غلبہ کے سبب تکلیفیں اٹھانا پڑتی ہیں بلکہ دنیا کی تمام لذتوں کے ساتھ رنج و غم ہیں جو دنیا میں ہر وقت انسان کو لاحق ہیں چنانچہ کھانا بھوک کی تکلیف کے زائل کرنے کا سبب اور پانی پیاس کی تکلیف کے دفعیہ کا سبب ہے اور جماع کرنا منی کی تکلیف دور کرنے کا سبب ہے اسی طرح تمام لذتوں کو قیاس کرنا چاہئے اور یہ تمام جو ہم لذت منقبض و مکدر ہو جاتی ہیں۔ اس خیال کی بنا کہ یہ دنیا فانی ہے۔ موت ضرور آئے گی اور یہ سب معرض فنا و زوال میں ہیں۔ بعینہ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص ایک جماعت کو مینافقت کے لئے طلب کرے ایسے خراب مکان میں جو منہدم ہونے کے قریب ہو اور اس کے متعلق یہ امید ہو کہ ان لوگوں کے سر پر بس گرا پاتا ہے اور جو کھانا ان کے سامنے لایا جائے گا وہ خبردار کوڑے کرکٹ سے آلودہ ہو اور ہر لقمہ اٹھاتے وقت بہت سے ساقب بھجھو اور بھڑیں ان کے ہاتھ و زبان میں کاٹنے لگیں نیز شیر و بھیر ٹیے اور درندے ان کے ہلاک کرنے کا ارادہ کریں اور چاہیں کہ لقمہ ان سے چھین لیں تو ایسی مینافقت سے مقصود صرف ان لذتوں کا کھانا ہو تو اس کی تمام اہل غفلت مذمت کریں گے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَاَنكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ (پہلے سورہ مومنون آیت ۱۱۵) یعنی گمان کرتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث و بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہمارے پاس پلٹ کر نہ آؤ گے۔ یہ آیت اس بات پر دلالت (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱)

اور دیکھا کہ جمہور یہ اور تہذیب جو قرآن پر اعتقاد نہیں رکھتے اسی قرآن کے ذریعہ سے لوگوں سے مناظرہ و  
مخاصمہ کرتے ہیں۔ اہل قرآن اور انہی دلیل کے سبب غالب آتے ہیں تو میں نے سمجھا کہ قرآن حجت خدا  
نہیں ہو سکتا۔ مگر ایسے شخص کے سبب سے جو قرآن کی تفسیر کرنے والا ہو اور اس کے معانی سے آگاہ  
ہو اور جو کچھ بیان کرے اس سے اپنی حقیقت ظاہر کر سکے۔ اہل سنت سے کہا کہ کون تفسیر کرنے والا اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲) کرتی ہے کہ اگر قیامت کے روز بازگشت اور ثواب و عذاب نہ ہو تو ان کا خلق کرنا باعث و بیکار ہوگا  
لہذا معلوم ہوا کہ ان کا پیدا کرنا دوسری دنیا یعنی آخرت کے حاصل کرنے کے لئے ہے اور یہ معلوم ہے کہ اس دنیا  
کا حاصل کرنا دغیر سمجھے۔ وجہی ہر عمل کے ذریعہ ممکن نہیں لہذا چاہئے کہ خلاق عالم ہدایت کرنے والوں کو مقرر کرے  
معرفت و عبادت کے ذریعہ ثواب آخرت کے حصول کے طریقے ان کو تعلیم کرے۔ اس لئے زمانہ انبیاء میں خود  
انبیاء راہ نمائے ان کے بعد چاہئے کہ کوئی محافظ شریعت اور قرآن سے استنباط کرنے والا ہو اور ہر دلیل جو  
پیغمبر کی عصمت اور اس کے تمام احکام شریعت سے آگاہ ہونے پر اور کل صفات پیغمبری پر دلالت کرتی ہے امام  
میں انہی صفات کے ہونے پر بھی دلالت کرتی ہے اور عصمت اور کمال علم کو خدا کے سوا کوئی نہیں بخلا۔ لہذا یقیناً چاہئے  
کہ امام خدا کی جانب سے منصوب و مضمون ہو اور باتفاق امت امیر المومنین کے سوا کسی کے لئے نص کا واقع ہونا  
ثابت نہیں لہذا ضرورت ہے کہ آنحضرت امام ہوں۔ اور جب کہ امامت حضرت امیر اور ابوبکر و عمر و عثمان کے فرمان  
مشتبہ ہو اس صورت میں بھی جناب امیر علیہ السلام ان تینوں صاحبان میں سب سے زیادہ صاحب علم سب سے زیادہ  
شجاع سب سے زیادہ متقی اور صاحب حسب و نسب تھے۔ لہذا ضروری ہوا کہ امامت کے لئے بھی وہی سب  
سے زیادہ مستحق و مزاوار ہوں اس لئے کہ عقل کی رو سے تفصیل مفصول ترجیح ہے۔

نیز حق تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ اَلَمْ يَتَذَكَّرْ اُولُو  
الْاَلْبَابِ ۚ (سورہ زمر آیت ۹) یعنی کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں نصیحت تو صرف صاحبان عقل حاصل  
کرتے ہیں۔ پھر فرمایا ہے اَلَمْ نَكُنْ يَهِدِيْٓ اِلَى الْاَلْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُهْدٰى اِلَآ اَنْ يُّهْدٰى اِلٰى مَآ لَکُوۡرٍ  
کَيْفَ تَحْكُمُوۡنَ ۚ (سورہ یونس آیت ۳۵) یعنی جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے وہ زیادہ سزاوار ہے اس کا کہ اس  
کی متابعت کی جائے یا وہ جو ہدایت یافتہ نہیں ہوتا مگر یہ کہ کوئی اس کی ہدایت کرے تم کو کیا ہو گیا ہے یہ تم  
کیسا حکم کرتے ہو۔ جس وقت کہ فرشتوں نے اپنے تئیں زمین میں خلافت کا حضرت آدم سے زیادہ مستحق سمجھا تو  
خلاق عالم نے آدم علیہ السلام کی علمیت سے ان پر رجحت تمام کی اور جس وقت کہ بنی اسرائیل نے طاوت کی امارت و  
بادشاہی قبول نہ کی تو خداوند عالم نے ان کے علم و جسم کے سبب جو شجاعت کے لئے لازم ہے ان کی اہلیت بیان  
فرمائی کہ وَ اَدَاۡءَ بَسۡطَہٗ فِی الْاَعۡلٰی وَ الْاَسۡحٰرِ (سورہ بقرہ آیت ۲۵۴) کہ وہ علم اور جسم و باقی حاشیہ صفحہ ۲۴ پر ملاحظہ فرما

حافظ قرآن ہے انہوں نے کہا کہ ابن مسعود جانتے ہیں عمر جانتے ہیں، خذیفہ جانتے ہیں میں نے پوچھا تمام قرآن کی تفسیر جانتے ہیں کہا بعض کو جانتے ہیں۔ القرآن میں نے کسی کو نہیں پایا سوائے علی ابن ابیطالب کے جو کل قرآن کے معانی و مطالب جانتا ہو، لہذا کوئی چیز جب ایک جماعت کے درمیان ہو اور ان میں سے ہر ایک یہ کہتا ہو کہ میں اس کو مکمل طور سے نہیں جانتا اور ایک کہے کہ میں جانتا ہوں اور وہ صحیح صحیح بیان کر دے تو وہ صرف علی ابن ابیطالب ہیں لہذا میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ قرآن کے حافظ و مفسر اور قائم رکھنے والے ہیں اور ان کی اطاعت خلافت پر واجب ہے اور وہ بعد رسولؐ لوگوں پر حجت ہیں اور جو کچھ وہ قرآن کی تفسیر بیان کریں اور اس سے احکام استنباط فرمائیں سب حق و درست ہے۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا منصور تجھ پر خدا رحمت فرمائے۔ یہ سن کر میں اٹھا اور حضرت کے سراقدس کا بوسہ لیا اور کہا کہ حضرت علی ابن ابیطالب دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک اپنے بعد ایک حجت نہ چھوڑا جس طرح رسولؐ نے اپنے بعد ایک حجت چھوڑا تھا اور وہ حجت حضرت علیؑ کے بعد امام حسنؑ تھے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ امام حسنؑ حجت خدا تھے اور ان کی اطاعت خلق پر واجب تھی۔ پھر حضرت صادقؑ نے فرمایا خدا تجھ پر رحمت مازل فرمائے تو میں نے حضرت کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ امام حسنؑ نے دنیا سے رحلت نہ فرمائی یہاں تک کہ ایک حجت اپنے بعد کے لئے مقرر فرمایا جس طرح رسولؐ خداؑ اور آپ کے پدر بزرگوار نے کیا تھا۔ اور امام حسنؑ کے بعد امام حسینؑ حجت خدا تھے اور ان کی اطاعت بھی واجب تھی۔ یہ سن کر پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ خدا تجھ پر رحمت فرمائے تو میں نے پھر حضرت کے سر مبارک کو چومے اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ امام حسینؑ دنیا سے نہیں گئے مگر اپنے بعد ایک حجت چھوڑ گئے اور ان کے بعد حجت خدا علی بن الحسین علیہما السلام تھے اور ان کی اطاعت واجب تھی۔ حضرت نے فرمایا خدا تجھ پر رحمت فرمائے پھر میں نے حضرت کے سراقدس کا بوسہ لیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن الحسین علیہما السلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳) میں زیادہ ہیں۔ اور امام و خاتمہ کے طریقہ سے متواتر ہے کہ تمام صحابہ خصوصاً خلفائے ثلاثہ آیات و احکام مشککہ میں جناب امیر سے رجوع کرتے تھے اور وہ حضرت کبھی اسلام کے کسی حکم میں یا کسی آیت کی تفسیر میں جس ان کے محتاج نہ ہوتے اسی طرح امام حسن علیہ السلام کے زمانہ میں خلافت آپ کے اور معاویہ کے درمیان مشہور ہوتی تو قطع نظر معاویہ کے کفر کے کسی عاقل کو امام حسن کے تمام کمالات اور معاویہ کے عیوب و نقص میں شک نہیں ہو سکتا اسی طرح امام حسین علیہ السلام اور معاویہ و یزید کے درمیان اور آئمہ معصومین اور خلفائے جور کے زمانہ میں ان کے درمیان کسی کو شک نہیں ہو سکتا ہے اور اسی دلیل سے سب کی امامت ثابت ہوتی ہے۔ ۱۲

دنیا سے نہیں گئے جب تک کہ ایک حجت اپنے بعد مقرر فرمایا اور ان کے بعد حجت خدا محمد بن علی بن حسین علیہم السلام تھے اور ان کی اطاعت بھی واجب تھی پھر حضرت نے فرمایا خدا تجھ پر رحمت کرے تو میں نے حضرت کے سر مبارک کا بوسہ لیا۔ مگر سر اقدس چومنے پر حضرت ہنسنے یہاں تک کہ نوبت خود حضرت صادق کی پہنچی اور وہ جانتے تھے کہ میں ابھی حضرت کا نام لوں گا۔ الفرق میں نے کہا کہ آپ کے پدر بزرگوار نے دنیا سے رحلت نہ فرمائی جب تک اپنے بعد کے لئے ایک حجت نصب نہ فرمایا جس طرح ان کے پدر بزرگوار نے نصب فرمایا تھا اور گواہی دیتا کہ خدا کی قسم وہ حجت آپ ہیں اور آپ کی اطاعت واجب ہے۔ حضرت نے فرمایا تیرے لئے کافی ہے خدا تجھ پر رحمت نازل فرمائے تو میں نے کہا اپنا سر اقدس دیجئے کہ میں بوسہ دوں یہ سن کر حضرت ہنسنے اور فرمایا کہ جو کچھ تو چاہے مجھ سے معلوم کر کیونکہ اس کے بعد تجھ سے کچھ پوشیدہ نہ رکھوں گا

ابن بابویہ نے بسند معتبر جابر سے روایت کی ہے۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ کس سبب سے پیغمبر اور امام کے محتاج ہیں۔ فرمایا تاکہ دنیا اپنی صلاح پر باقی رہے کیونکہ خداوند رحمن اہل زمین سے عذاب کو دفع فرماتا ہے جبکہ اس میں کوئی پیغمبر یا امام ہوتا ہے۔ جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے **وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ** یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ خدا ان پر عذاب نازل کرے گا حالانکہ تم (اے رسول) ان کے درمیان موجود ہو اور جناب رسول خدا نے فرمایا کہ ستارے آسمان اہل آسمان ہیں۔ تاکہ وہ اپنی جگہ سے نہیں اٹھیں اور میرے اہلیت امان اہل زمین ہیں تو جب ستارے برطرف ہو جائیں گے تو اہل آسمان کی طرف وہ حوادث رونما ہوں گے جن کو وہ نہیں چاہتے اور جب میرے اہلیت زمین سے اٹھ جائیں گے تو ان کی طرف وہ کچھ رونما ہو گا جس کو وہ نہیں چاہتے۔

ابن بابویہ فرماتے ہیں کہ اہلیت سے مراد ائمہ طاہرین ہیں جن کی اطاعت کو خدا نے اپنی اطاعت قرار دی ہے جیسا کہ فرمایا ہے **أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَطِيعُوا الْأَمْرَ مِنْكُمْ** (پھر سورہ النساء آیت ۵۸) یعنی اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور صاحبان امر کی جو تم میں ہیں، وہ گناہوں سے معصوم ہیں اور عیبوں سے پاک ہیں وہ گناہ نہیں کرتے وہ موید و موثق و مستند ہیں ان کی برکت سے خدا اپنے بندوں کو روزی دیتا ہے ان کے طفیل اپنے شہروں کو آباد کرتا ہے آسمان سے بارش کرتا ہے، زمین سے برکتیں اگاتا ہے گناہگاروں کو مہلت دیتا ہے ان کے عذاب میں جلدی نہیں کرتا نہ عذاب ان پر نازل کرتا ہے اور (ان ائمہ سے) روح القدس علیحدہ نہیں ہوتی اور نہ وہ اس سے الگ ہوتے ہیں

اور وہ قرآن سے جدا نہیں ہوتے اور نہ قرآن ان سے جدا ہوتا ہے۔

بسنده معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی مدت پیغمبری ختم ہو گئی اور ان کی عمر آخر ہوئی حق تعالیٰ نے ان کو وحی فرمائی کہ اے آدم تہاری پیغمبری کا زمانہ گزر گیا اور تہاری عمر تمام ہوئی ہے لہذا جو کچھ تہارے پاس علم و ایمان و میراث پیغمبری اور بقیۂ علم و اسم اعظم ہے سب اپنے بعد منقبہ اللہ کو سپرد کر دو کیونکہ میں زمین کو بغیر کسی عالم کے خالی نہ چھوڑوں گا۔ جس سے لوگ میری عبادت اور دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جانیں اور نجات اس کی ہے جو اس عالم کی اطاعت کرے۔

بسنده معتبر حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے مناجات میں عرض کیا کہ پائے راستے تو زمین کو خلائق پر کسی حجت سے خالی نہ رکھنا جو یا ظاہر یا ظاہر ہر ہر یا پوشیدہ تاکہ تیری دلیلیں اور بیانات صالح ہوں۔

بسنده صحیح یعقوب سراج سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق سے دریافت کیا کہ آیا زمین بغیر زندہ عالم کے قائم و برقرار رہ سکتی؟ جس کی امامت ظاہر ہو اور لوگ اس کی طرف پناہ لیں اور اس سے حلال و حرام دریافت کریں۔ فرمایا اگر ایسا ہو تو خدا کی عبادت نہ ہوگی۔

ابن بابویہ و صفار و مفید رحمہم اللہ نے بسند ہائے معتبر و صحیح حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ زمین باقی نہیں رہے گی مگر یہ کہ اس میں کوئی عالم ہو گا جو دین کی زیادتی و نقصان جاننا ہو تاکہ اگر مومنین دین خدا میں کچھ زیادتی کریں تو ان کو (حد و خدا کی جانب) پٹلا لاوے اور اگر کچھ دین میں کمی کریں تو وہ ان کے لئے کامل کر دے۔ الغرض وہ عالم کہے گا کہ دین خدا کو کامل و تمام حاصل کر دو۔ اگر ایسا نہ ہو تو یقیناً مومنین پران کا امر دین مشتبہ ہو جائے گا اور وہ حق و باطل میں فرق نہ کریں گے۔

بسنده صحیح بسیار انہی حضرت سے منقول ہے کہ اگر زمین پیغمبر امام کے ایک لمحہ رہے تو بلاشبہ و حش جائے لہ

کلینی و ابن بابویہ وغیرہ نے بسند ہائے معتبر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ اگر زمین میں نہ ہو باقی ہوں تو ان میں سے ایک امام ہو گا حضرت نے فرمایا کہ آخر میں جس کی دفات ہوگی وہ امام ہو گا تاکہ خدا پر کوئی حجت قائم نہ کر سکے کہ تم نے مجھے بغیر حجت کے چھوڑ دیا تھا۔

ابن بابویہ وغیرہ نے بسند معتبر حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ جبریل جناب رسالت اب پر



نازل ہونے اور خدا کی جانب سے خبر لائے کہ اے محمد! میں نے زمین کو نہیں چھوڑا ہے مگر یہ کہ اس میں ایک پیغمبر کی وفات کے بعد دوسرے پیغمبر کے آنے تک ایک عالم ہوگا۔ جس سے لوگ میری عبادت اور راہ ہدایت جائیں۔ اور نجات خلق کا سبب ہو اور شیطان کو میں آواز نہیں چھوڑتا ہوں کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرے اور زمین پر میری کوئی محبت نہ ہو جو میری طرف لوگوں کو بلانے والا اور میری جانب ہدایت کرنے والا اور میرے امر وین کا عارف اور جاننے والا ہو۔ اس لئے میں نے ہر قوم کے لئے ہدایت کرنے والا منتخب اور مقرر کیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے سعادت مندوں کی ہدایت کر دوں اور بد بختوں پر محبت ہو۔ نیز حضرت صادقؑ سے بسند معتبر روایت کی ہے کہ لوگوں کی مصلحت نہیں ہوتی مگر امام کے ذریعہ سے۔ اور بسند معتبر انہی حضرت سے روایت کی گئی ہے کہ اگر زمین پر دوسرا بھی ہوں تو ان میں سے یقیناً ایک حجت خدا ہوگا۔

بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم خدا نے زمین کو جس روز سے آدمؑ دینا سے رخصت ہوئے ہیں بغیر امام کے خالی نہیں چھوڑا ہے تاکہ لوگ اس کے ذریعہ سے خدا کی جانب ہدایت پائیں اور وہ اس کے بندوں پر حجت ہو اور زمین بغیر حجت خدا کے باقی نہیں رہ سکتی جو اس کے بندوں پر ہوتا ہے۔ جو شخص اس کی فرمانبرداری نہیں کرتا ہلاک ہوتا ہے اور جو اطاعت کرتا ہے نجات پاتا ہے اور یہ امر خدا پر واجب ہے۔ نیز انہی حضرت سے روایت ہے کہ زمین قائم و برقرار نہیں رہ سکتی مگر یہ کہ اس میں ظاہر یا پوشیدہ ایک امام ہوگا۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ زمین امام عادل سے خالی نہیں رہی ہے جس روز سے کہ خدا نے زمین و آسمانوں کو خلق فرمایا ہے اور قیامت تک خلق پر حجت خدا سے خالی نہ رہے گی۔

کلینی اور ابن بابویہ و شیخ طوسی نے بسند صحیح حمزہ ثمالی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ سے پوچھا کہ کیا زمین بے امام کے باقی رہے گی فرمایا اگر ایسا ہو تو فنا ہو جائے گی۔ بسند بسیار امام باقرؑ سے مروی ہے کہ خدا نے بغیر عالم کے زمین کو خالی نہیں چھوڑا ہے جو دین میں جو کچھ لوگ زیادہ کرتے ہیں وہ انہیں کم کرتا ہے اور جو کچھ کم کر دیتے ہیں وہ زیادہ کر دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو نیک لوگوں کے امور ہر دم مختلف و مشتبه ہو جائیں۔

اور سلیمان جعفری نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا زمین کبھی حجت خدا سے خالی ہو سکتی ہے فرمایا کہ اگر ایک چشم زدن کے لئے خالی ہو جائے تو بلاشبہ اپنے ساکنین سمیت غرق ہو جائے اور دوسری صحیح حدیث میں فرمایا کہ خدا کی حجت خلق پر قائم نہیں ہوتی اور پوری نہیں ہوتی مگر

امام زندہ کے سبب سے جو لوگ بچا جاتے ہوں اور حیرتی نے حضرت صادق سے روایت کی جناب رسول خدا نے فرمایا کہ میری امت میں ہر زمانہ میں میرے اہلیت میں سے ایک امام عادل ہوتا ہے جو اس دین میں غالیوں کی تحریف اور اہل باطل کے جھوٹے دعووں اور جاثیوں کی غلط تاویل کی نفی کرتا ہے۔ اور ابن بابویہ نے فضل ابن شاذان سے اُس نے جناب امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی کہے کہ کیوں خدا نے اولوالام کو مقرر کیا اور ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے میں اس کو جواب دوں گا کہ بہت سی وجوہوں سے۔ پہلے یہ کہ دنیا والوں کے لئے ہر چیز میں (صرف کا) ایک اندازہ مقرر کیا ہے کہ اس سے تجاوز نہ کریں جو ان کے لئے فساد کا سبب ہو اس لئے ضروری ہوا کہ ان پر ایک امین مقرر ہو جو ان کو حلال سے آگے بڑھ کر حرام میں داخل ہونے سے روکے اگر وہ نہ ہوتا تو کوئی شخص اپنی لذت و نفع کو دوسروں کے نقصان و تکلیف کے سبب ترک نہ کرتا۔ لہذا اس صورت میں باہم فساد قتال و نزاع ہوتی۔ اس لئے ان پر ایک مضبوط سردار کو مقرر کیا جو ان کو فساد سے روکے اور ان کو حدود و احکام خدا کے درمیان قائم رکھے۔ دوسرے یہ کہ کوئی فرقہ اور کوئی قوم اپنے دین و دنیا کے معاملات میں بغیر کسی رئیس و سردار کے زندہ و باقی نہیں رہ سکتی اس لئے حکیم مطلق کی حکمت کے لئے یہ سزاوار تھا کہ جس امر کو سب اس کی بہتری کے سبب قبول کریں اور یہ کہ جو لوگوں کے امور کو منظم رکھنے کے لئے ضروری ہے (وہ حکیم) اس کو ترک کر دے۔ لہذا ضروری ہوا کہ کسی ایسے شخص کو مقرر کرے جو اپنے دشمنوں سے جنگ و جہاد کرے اور لوگوں میں مال غنیمت تقسیم کرے اور جہود و جماعت ان کے درمیان قائم رکھے۔ اور ظالموں کے ظلم سے مظلوموں کو محفوظ رکھے۔ تیسرے یہ کہ اگر مخلوق کے لئے ایسا امام قیمہ دایں و مستودع قرار نہ دیتا جو امور خلق کا قائم رکھنے والا ہو اور دین خدا میں خیانت نہ کرنے والا اور دین و شریعت کی حفاظت کرنے والا۔ رسول خدا کے اسرار کا امانت دار ہو تو اس صورت میں بیشک ملت کہنہ ہو جاتی دین خدا بر طرف ہو جاتا۔ ثقیف و احکام پیغمبر میں تغیر ہو جاتا اور صاحبان بدعت دین خدا میں زیادتی کرتے جس طرح صوفیہ حکم کرتے ہیں۔ اور محمد بن خدا کے دین میں کمی کر دیتے۔ جس طرح اسماعیلیوں نے کیا اور مسلمانوں پر ان کو مشتبہ کر دیتے کیونکہ تم خلائق کو ناقص اور تربیت کرنے والے کی محتاج اور اپنی عقل اور خواہشوں کے اختلاف کے سبب بغیر کامل پاتے ہو۔ لہذا اگر ان میں کوئی قیمہ اور محافظ خدا مقرر نہ کرتا کہ جو کچھ جناب رسول اللہ خدا کی جانب سے لائے ہیں ان کی حفاظت کرے تو یقیناً لوگ گمراہ ہو جاتے اور شریعتیں اور سنتیں اور احکام الہی اور ایمان میں تغیر و تبدل ہو جاتا اور ان میں تبدیلی تمام خلائق کیسے فساد کا سبب ہوتی

بسنده جمع حضرت صادق سے منقول ہے کہ جناب علیہ السلام اور حضرت رسالت کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ رہا ہے اور ڈھائی سو سال تک نہ کوئی پیغمبر تھا نہ کوئی ظاہری عالم ہادی نے پوچھا تو پھر لوگ اس وقت کیا کرتے تھے۔ فرمایا دین علیہ السلام سے متکس تھے۔ پوچھا ان کا حال کیسا تھا فرمایا مومن تھے اور فرمایا کہ زمین بغیر کسی عالم کے نہیں رہتی یعنی اگر کوئی عالم ظاہر نہیں ہوتا تو پوشیدہ ہوتا ہے۔

کلیتی و ابن بابویہ وغیرہ نے بسند اسے معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ بیگ اگر امام ایک لمحہ کے لئے بھی زمین سے الگ ہو جائے تو زمین اپنے تمام ساکنین کے ساتھ موج میں آجائے جس طرح دریا اپنے اہل کے ساتھ موج میں آتا ہے۔ اور ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اگر جتھائے خدا زمین پر نہ ہوتے تو زمین یقیناً ان سب کو تکان دیتی اور سرنگوں کر دیتی جو زمین پر اس کے درمیان ہیں۔ کیونکہ زمین ایک ساعت کے لئے بھی حجت خدا سے خالی نہیں رہتی۔ نیز بسند معتبر امام رضا سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ہم روئے زمین پر جتھائے خدا ہیں اور خدا کے بندوں کے درمیان ہم خلیفہائے خدا ہیں ہم خدا کی رضا کے ساتھ خدا کے امین ہیں اور ہم ہیں مکلف تقویٰ جیسا کہ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے **وَأَنذَرْتَهُمْ كَلِمَةً أَنَّىٰ يَخُوتُ** (آیت ۲۶ سورہ فتح پتا) یعنی ہماری ولایت عذاب خدا سے نجات کا سبب ہے اور ہم عرۃ الوثقی ہیں یعنی ہماری ولایت و متابعت وہ مضبوط نہ غیر ہے کہ جو شخص اس کو پکڑ لے ٹوٹ نہیں سکتی بلکہ اس شخص کو بہشت میں پہنچاتی ہے اور ہم لوگوں کے درمیان خدا کے گواہ اور اس کی ہدایت کے نشان ہیں ہمارے سبب سے خدا آسمانوں اور زمین کو محفوظ رکھتا ہے اس سے کہ وہ اپنے مقام سے رواں ہوں یا حرکت کریں۔ اور ہماری برکت سے بارش کرتا ہے۔ اور اپنی رحمت کو وسیع فرماتا ہے اور زمین کبھی ہم میں سے کسی امام قائم سے خالی نہیں رہتی وہ امام یا تو ظاہر ہوتا ہے یا پنہاں اگر زمین حجت خدا سے ایک روز بھی خالی رہے تو یقیناً اس میں طوفان برپا ہوا اور وہ اپنے ساکنین سمیت غرق ہو جائے جس طرح دریائی طوفان اپنے اہل کو برباد کر دیتا ہے اور بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اگر زمین ایک روز بغیر امام کے رہے تو یقیناً اپنے اہل کے ساتھ دھنس جائے اور خدا ان کو اپنے بدترین عذاب کے ساتھ مغرب کرے کیونکہ خدا نے ہم کو زمین میں اپنی حجت اہل زمین کے لئے امام قرار دیا ہے۔ تاکہ ان پر عذاب نازل نہ ہو اور وہ ہمیشہ امن میں ہیں۔ اس سے کہ زمین ان کو ڈوبا دے جب تک ہم ان کے درمیان ہیں۔ اور جب خدا چاہے گا۔

کہ انکو ہلاک کرے اور ہمت نہ دے ان کے درمیان سے ہم کو اٹھالے گا۔ پھر اپنے عذاب و عقاب سے جو ان کی نسبت چاہے گا عمل میں لائے گا۔

بسمت معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جس روز سے زمین پیدا کی گئی ہے کبھی ایسے عالم و حجت سے خالی نہیں رہی ہے جو امور حق کو زندہ کرتا ہے جس کو لوگ ضائع و برباد کرتے ہیں پھر یہ آیت پڑھی۔ یُوْجِدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَہِہُمْ وَّیَاۤیُّ اللّٰہُ اَلَا اَنْ یَّتِمَّ نُوْرُکَ وَکُوْکُبُہُ الْکَاۤفِرُوْنَ (سورہ قیامت ۲۲) یعنی کفار چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے نور خدا کو بجھا دیں اور خدا اپنے نور کو کامل کرنے والا ہے اگرچہ کافروں کو یہ ناپسند ہی ہو۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ حجت خدا یعنی ہادی خلافت سے پہلے تھا اور خلافت کے ساتھ ہے اور بعد ان کے رہے گا۔

بسمت صحیح حضرت امام محمد باقر و جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ جو علم حضرت آدم علیہ السلام نے کے آنے وہ واپس نہیں گیا۔ کیونکہ علم میراث میں ہم کو پہنچتا ہے اور جو علم اور آثار انبیاء و مرسلین اہلبیت رسول خدا کے علاوہ دوسروں سے اخذ کیا جاتا ہے وہ باطل ہے اس لئے کہ علی علیہ السلام اس امت کے عالم تھے اور ہم اہلبیت میں سے کوئی عالم دنیا سے نہیں جاتا مگر یہ کہ اپنے بعد کسی کو مقرر کرتا ہے جو اسی کے ایسا علم جانتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔

بسمت ہائے معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ نے زمین کو بغیر کسی عالم کے کبھی نہیں چھوڑا ہے جس کے دنیا والے علم میں محتاج ہوتے ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں ہوتا اور حلال و حرام کو جانتا ہے۔ راوی نے پوچھا میں آپ پر فدا ہوں وہ کہاں سے علم جانتا ہے فرمایا اس میراث کے سبب جو جناب رسول خدا و علی بن ابیطالب علیہما السلام سے اس کو پہنچا ہے۔

ابن بابویہ و صفار و برقی نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ زمین میں خدا کی طرف سے ہمیشہ ایک حجت نبی یا امام رہا ہے جو حلال و حرام جانتا تھا اور لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دیتا تھا۔ اور کوئی حجت یعنی ہادی سے زمین خالی نہیں ہوگی۔ مگر قیامت سے پہلے چالیس روز کے لئے غرض کہ جب وہ ہادی زمین سے اٹھالیا جائے گا۔ تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اور ایمان لانے والوں کا ایمان کچھ فائدہ نہ دے گا جو لوگ حجت کے چلے جانے کے بعد ایمان لائے ہوں گے وہ بدترین خلق ہوں گے۔ پھر ان کے لئے قیامت قائم ہوگی۔

بسمت معتبر حضرت امام محمد باقر سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت میں میرے اہلبیت کی مثال آسمان کے ستاروں کے مانند ہے کہ ہر ستارہ جو غروب

ہوتا ہے، اس کے بجائے دوسرا اشارہ طلوع ہو جاتا ہے۔ اس طرح جو امام ہم امت میں دنیا سے رحلت کرتا ہے اس کے بعد دوسرا امامت کے ساتھ موجود ہو جاتا ہے۔

ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اس خطبہ میں جو مسجد کوفہ میں پڑھا فرمایا کہ خداوند بے شبہ تیری زمین ایک حجت کی محتاج ہے جو تیری طرف سے خلق پر ہو اور تیرے دین کی طرف ان کی ہدایت کرے اور تیرا علم ان کو سکھائے تاکہ میری حجت باطل نہ ہو اور تیرے فرمانبردار اور دوست ہدایت کے بعد گمراہ نہ ہوں۔ اس کے بعد وہ حجت یا امام ظاہر ہو گا جس کی لوگ اطاعت کریں گے یا پوشیدہ ہو گا جس کے ظہور کا انتظار کریں گے۔ اگرچہ حکومت باطل کے زمانہ میں وہ لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو گا مگر اس کا علم اور اس کی رائے مومنین کے دلوں میں ثابت و برقرار ہوگی جس پر لوگ اس کے ظاہر ہونے تک عمل کریں گے اور انہی چیزوں سے مانوس رہیں گے جن کے سبب جھگڑانے والوں کو ان سے دشت ہوتی ہے اور گمراہوں کی جماعت ان سے انکار کرتی ہے۔

بصائر الدرجات میں بسند حسن حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے انہی حضرت سے پوچھا کہ کیا بیک وقت زمین میں دو امام ہو سکتے ہیں۔ فرمایا نہیں مگر اس صورت سے کہ ایک خاموش رہے اور دوسرا امام اس سے پہلے امامت کا دعوے کرے اور اس کے دین سے رخصت ہونے کے بعد وہ امام ہولہ

**دوسری فصل** | اس بیان میں کہ امام کو تمام گناہوں سے معصوم ہونا چاہیئے۔ واضح ہو کہ علمائے امامیہ کا اس پر اجماع ہے کہ امام اولیٰ عمر سے آخر تک تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتا ہے۔ وہ کوئی گناہ نہ عموماً کرتا ہے نہ سہواً اور اس بارے میں سولائے ابن بابویہ اور ان کے استاد محمد بن الحسن رحمہم اللہ کے کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔ ان حضرات نے تجویز کی ہے کہ احکام خدا و تبلیغ رسالت کے علاوہ دوسرے معاملات میں جائز ہے کہ ان سے کسی مصلحت کی وجہ سے سہو ہو جائے۔ مثلاً نماز اور تمام عبادتوں میں سہو جائز ہے لیکن احکام و تبلیغ رسالت کے بیان میں کسی قسم کا سہو جائز نہیں جانتے اور تمام اسلامی فرقے اسمعیلیہ کے سوا عصمت کو شرط نہیں

لے جو مؤلف فرماتے ہیں کہ وصیت کے اتصال کے بارے میں آدم سے آخر اوصیائیک اس کتاب کی پہلی جلد میں بیان کیا جا چکا ہے جس کا اعادہ طوالت کا باعث ہے۔ ۱۲

جانتے۔ مذہب امامیہ کے مطابق عقلی و نقلی دلیلیں بہت ہیں۔ ان میں سے بعض جلد اول میں بیان ہو چکیں اور اس بار سے میں چند عقلی دلیلیں ہم پھر بیان کرتے ہیں۔

پہلی دلیل :- یہ کہ نصب امام کا مقتضایہ ہے کہ رعایا سے خطا جائز ہے تو کوئی ایسا ہو کہ خطا سے انکو محفوظ رکھے۔ تو اگر اُس سے بھی خطا ممکن ہو تو وہ بھی کسی دوسرے امام کا محتاج ہو گا۔ لہذا یا تو تسلسل لازم آئے گا اور وہ محال ہے یا آخر میں ایک ایسے امام تک نوبت آئے گی۔ جس کے لئے خطا جائز نہ ہو تو پھر وہی امام ہو گا۔

دوسری دلیل :- امام شریعت کا محافظ ہے کیونکہ قرآن میں احکام شریعت کی تفصیل نہیں ہے۔ اسی طرح سنت و احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمام احکام شرع معلوم نہیں ہوتے اور نہ اُمت کے اجماع سے معلوم ہو سکتے ہیں کیونکہ جس اجماع میں معصوم موجود نہ ہو تو جب ہر ایک سے خطا ممکن ہے تو خطا کا رول کی پوری جماعت سے بھی خطا ممکن ہے اور قیاس سے بھی معلوم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ دلیلوں سے اصول میں اس کے ذریعہ سے عمل کا باطل ہونا ثابت ہو چکا ہے اور اگر مان بھی لیا جائے۔ تب بھی اس کا تمام احکام شرع کا محافظ ہونا ممکن نہیں نہ برأتِ اصلہ کا کیونکہ اگر اس پر عمل ہو سکتا تو پیغمبروں کا مبعوث ہونا ضروری نہ تھا لہذا بغیر امام کے محافظ شریعت نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اس سے خطا جائز ہو تو عبادات و تکالیف الہی میں اس کے قول پر اعتماد نہیں ہو سکتا اور یہ امر غرض تکلیف یعنی احکام الہی کی اطاعت کے خلاف ہے۔

تیسری دلیل :- یہ کہ اگر اس سے خطا واقع ہو تو واجب ہو گا کہ لوگ اس سے انکار کریں۔ اور یہ اسکی اطاعت کے واجب ہونے کے خلاف ہے جس کا حکم خدا نے دیا ہے **أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ** و ادنی الامر منکھو رپ سورہ النساء آیت ۵۹ یعنی اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اور ادنی الامر کی جو تم میں ہوں نیز اگر وہ معصوم نہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ گناہ کا حکم دے اور اطاعت سے منع کرے اور رعایا پر واجب ہو گا کہ اس کے حکم کی اطاعت کریں اور معصیت میں اطاعت واجب ہونے سے یہ امر لازم آئے گا کہ ایک ہی فعل ایک طرف سے عبادت اور دوسری طرف سے معصیت ہو اور یہ امر محال ہے۔

چوتھی دلیل :- یہ کہ اگر گناہ اس سے سرزد ہو تو نصب امام کی غرض یعنی اُمت کی فرمانبرداری اور اس کے اقوال و افعال کی اطاعت باطل ہو جائے گی اور یہ نصب امام کے منافی ہے۔ مختصر یہ کہ تمام دلائل عقلیہ کا اس کتاب میں جمع کرنا ممکن نہیں اور جو کچھ اس کتاب کی ابتدا میں اور اس جگہ مذکور

امام کے گناہوں سے معصوم ہونے کی دلیلیں۔

ہو اس مطلب کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

علمائے عام جو عصمت کو امام کے لئے شرط نہیں جانتے وہ فقہ و فحور اور ظلم و جور بھی مبطل امامت نہیں مانتے لہذا امامت خلفائے بنو امیہ و بنی عباس کی امامت کے باوجود ان کے مظالم اور سوتی کے قائل ہیں اور ایک شخص جو ان کے مشہور علمائیں کہے کہتا ہے کہ فقہ و فحور کے سبب امام امامت سے معزول نہیں ہوتا اور ملا سعد الدین نے اپنی شرح میں جو عقائد کے بارے میں لکھی ہے اسکی دلیل بیان کی ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ خلفائے راشدین کے بعد اماموں سے فقہ و ظلم ظاہر ہوا حالانکہ اگلے لوگ ان کے مطیع و متقاد تھے۔ پھر اسی شرح میں بیان کیا ہے کہ امت کے اہل حل و عقد نے بنی عباس کی خلافت پر اتفاق کیا ہے۔ پھر ملا سعد الدین شرح مقاصد میں لکھتے ہیں کہ قبر و غلبہ سے اس کی امامت منقذ ہوتی ہے ہر چند وہ فاسق و جاہل ہو پھر لکھتے ہیں کہ اگر کوئی قبر و غلبہ سے امام ہو جائے اور دوسرا اگر اس پر غالب ہو جائے اور اس کو معزول و مقہور کر دے تو پھر وہ غالب ہی امام ہوگا۔ یہ ہیں ان کے ہمل اقوال کس صاحب عقل کی عقل تجویز کر سکتی ہے کہ اہل جہنم سے ہو حالانکہ خدا نے فاسق کو اہل جہنم سے شمار کیا ہے جس جگہ کہ فرماتا ہے **وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ** (پلے سورہ الحجۃ آیت ۲۰) جن لوگوں نے فقہ کیا ان کا ٹھکانا جہنم ہے) دوسرے مقام پر یہ بھی فرمایا ہے کہ فاسق کی خبر پر اعتماد مت کرو ان جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بَنِيًّا فَبَيِّنُوا آجِب کوئی بدکار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (پلے سورہ حجرات آیت) اور فرمایا ہے **إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ** ط خدا بدکاروں کو ہدایت نہیں کرتا۔ (سورہ منافقون پلے آیت) تو حجب یہ ثابت ہو گیا کہ عصمت امام کے لئے شرط ہے تو امامت خلیفہ اول باطل ہو گئی کیونکہ وہ بالاتفاق معصوم نہ تھے اور امامت امیر المومنین بیواسطہ ثابت ہو گئی کیونکہ بالاتفاق امت جناب رسول خدا کے بعد امامت امیر المومنین اور حضرت ابو بکر کے درمیان مشتبہ تھی اور جب ایک کی باطل ہو گئی تو لاجملہ دوسرے کی ثابت ہو گئی۔

جاننا چاہئے کہ عصمت کے قائل حضرات نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ آیا معصوم فعل محصیت پر قادر ہے یا نہیں تو جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ امام قادر نہیں ہے ان میں بعض کہتے ہیں کہ امام کے بدن یا نفس میں ایک خصوصیت ہے جو مقتضی ہے اس امر پر کہ محال ہے کہ امام معصیت پر اقدام کرے بعضوں کا قول ہے کہ طاعت پر قدرت رکھنا اور معصیت پر قادر نہ ہونا ہی عصمت ہے اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ امام معصیت پر قدرت رکھتا ہے اور ان میں بعض نے عصمت کی

یہ تفسیر کی ہے کہ وہ خدا کا ایک لطف ہے بندہ کی نسبت جو طاعت سے قریب کرنے والا ہے جس کے سبب بندہ معصیت پر اقدام نہیں کرتا بشرطیکہ الحاد و اضطراب و ہرجی حد تک نہ پہنچے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ ایک نفسانیہ ملکہ ہے جس کو وہ حاصل ہوتا ہے اس سے معصیت نہیں ہوتی اور بعضوں کا قول ہے کہ وہ بندہ پر خدا کا ایک لطف ہے جس کے سبب ترک طاعت و ارتکاب معصیت کی خواہش بندہ کو نہیں ہوتی اور اس کے اسباب چار ہیں پہلے یہ کہ اُس کے نفس یا بدن میں ایسی خاصیت ہوتی ہے جس سے وہ ملکہ ہو جاتا ہے جو فسق و فجور سے روکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اُس کو گناہوں کے عیوب کا اور طاعت کی نیکیوں اور فضیلتوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ وحی و اہام الہی کے تابع ہونے کے سبب ان علوم میں اور بھی تاکید حاصل ہوتی ہے۔ چوتھے یہ کہ خدا کا اس سے فعل مکروہ اور ترک اولیٰ پر مواخذہ کرنا تاکہ وہ جانے کہ جب بغیر واجب امور میں حق قتل لے اُس پر کام کو تنگ کرتا ہے تو واجبات و حرام میں اُس کے ساتھ تساہل نہ کریگا۔ العزض جب یہ امور کسی میں جمع ہو جائیں گے تو وہ معصوم ہوگا۔ اور حق ہے کہ معصیت پر اس کی طاقت زائل نہیں ہوتی ورنہ ترک معصیت پر مدح کا مستحق نہ ہوگا۔ اور اس کے لئے ثواب و عقاب کچھ نہ ہوگا اس صورت میں وہ تکلیف کی حد سے باہر ہو جائے گا۔ اور یہ متواترہ نصوص و اجماع سے باطل ہے۔ نیز اس صورت میں عصمت کا کوئی فضل و کمال نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں خدا جس پر جبر کرے گا وہ ہی معصوم ہوگا۔ حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ آدمی عقل کی قوت اور فطانت کی زیادتی اور عبادت و ریاضت کی کثرت اور خدا کی ہدایت و توفیق کے سبب اُس مرتبہ پر پہنچتا ہے۔ جہاں ہمیشہ اس کی توجہ بارگاہ رب الارباب کی طرف ہوتی ہے بلکہ اپنی خواہشوں اور ارادوں سے اس کا قلب بالکل خالی ہوتا ہے۔ اور وہ دَمَا نَشَاءُ مَوْنَ إِلَّا اَنْ يَنْشَاءَ اللّٰهُ تَمَّ تَوْكِيْحُ چاہتے ہی نہیں سولے اس کے کہ جو خدا چاہتا ہے (پس سرحد حرکت) کے مقام میں پہنچتا ہے۔ اور دِيْ يَنْتَمُ وَ دِيْ يَفِيْوُ وَ دِيْ يَنْتَمُ وَ دِيْ يَفِيْوُ میرے کانوں سے سننا ہے میری آنکھوں سے دیکھنا ہے اور میرے پیروں سے چلتا ہے۔ کا مصداق ہو جاتا ہے اس حال میں عبادت ترک ہونا گناہوں کا صادر ہونا بلکہ ترک اولیٰ بھی اس سے محال ہوتا ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کے حضور میں اس کی انتہائی محبت و شفقت و احسان اور نوازشوں سے سرفراز ہو اسی کے ساتھ اس کے دل میں بادشاہ کی ستم و طاقت کا پورا پورا تصور بھی ہو اور اپنی نسبت بادشاہ کی انتہائی شفقت و محبت مشاہدہ کرے اور خود بھی بادشاہ سے انتہائی محبت رکھتا ہو تو ایسا شخص تین وجہوں سے محال ہے کہ بادشاہ کی مرضی



کے خلاف کوئی کام کرے ہر چند وہ کام سہل و آسان ہو۔ پہلی وجہ انتہائی محبت کیونکہ جب محبت کرنے والا محبت کی حقیقت تک پہنچ جاتا ہے تو اس سے محبوب کی مرضی کے خلاف کوئی امر صادر ہونا محال ہے۔ دوسری وجہ شرم و حیا۔ اور وہ اس کی شفقت و محبت و احسان و اتقان کے سبب اس کی غیبت میں اس کی مخالفت نہیں کرنے دیتی۔ پھر اس کے سامنے اس کی مخالفت کیونکر کر سکتا ہے۔ تیسری وجہ خوف و بیم۔ کیونکہ باوجود اس خصوصیت اور اس کی قدرت و اختیار کے اگر اس کی مرضی کی رعایت نہ کرے گا۔ تو یقیناً سخت سزا کا مستحق ہوگا اور وہ انتہائی عذاب سے مطمئن نہ ہوگا۔ اور کون سی نذر اور ایسے صاحب مرتبہ کے تغیر محبت اور مرتبہ قرب و عنوت کے تنزل کے برابر ہو سکتی ہے اور یہ بالکل واضح ہے کہ ایسے شخص سے گناہوں کا صادر ہونا محال ہے اور جبر کا لازم ہونا بھی محال ہے کیونکہ جبر وہ ہے جس میں بندہ کی طاقت اور ارادے کا دخل بالکل نہ ہو۔ اور اس مقام پر ایسے شخص کی طاقت و خواہش کسی دوسرے شخص سے مطلق کم نہیں ہوتی جیسا کہ تمام ناستیقین مثلاً شراب پینے پر اقدام کر سکتے ہیں معصوم بھی یہ طاقت رکھتا ہے اور اقدام کر سکتا ہے۔ لہذا جبر کا مطلق یہاں شائبہ نہیں ہے جو آئینہ امام کے جہود پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے خطاب فرمایا اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا اٰیۃ ۱۲ سورہ بقرہ (پ) یعنی میں نے تم کو لوگوں کا امام بنایا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی وَمِنْ ذُنُوبِیْیْ (خدا وندا) میری ذریت میں سے بھی بعض کو امام قرار دے حق تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا لَا یَتَاَلُ عٰہِدِی الظَّالِمِیْنَ میرا یہ عہد امامت ظالموں کو نہ پہنچے گا۔ اور ہر فاسق اپنی ذات پر ظالم دستگار ہے۔ بہت سی حدیثیں جلد اقل میں عصمت انبیاء کے بارے میں مذکور ہو چکی ہیں۔

ابن بابویہ نے کتاب تحصال میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ جس شخص نے بتوں کی پرستش کی ہو اور ایک چشم زدن کے لئے خدا کے ساتھ کسی کو شریک کیا ہو وہ امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اگرچہ آخر میں مسلمان ہو اور ظلم کسی شے کو اس کے غیر محل و مقام پر رکھنے کو کہتے ہیں اور سب سے بڑا ظلم خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (پ) سورہ لقمان آیت ۱۳) (یعنی یقیناً شرک ظلم عظیم ہے) اسی طرح امامت کے لائق وہ شخص بھی نہیں ہے جس نے کسی فعل حرام کا ارتکاب کیا ہو خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اگرچہ اس کے بعد توبہ کر لے۔ اور وہ شخص کسی پر حد نہیں جاری کر سکتا جس پر خود کوئی حد لازم ہوئی ہو لہذا یقیناً چاہئے کہ امام

معصوم ہو۔ اور اس کی عصمت معلوم نہیں ہو سکتی مگر پیغمبر کی زبانی خدا کی جانب سے اس پر نص ہونے سے۔ اس لئے کہ نص خلقت ظاہری میں ظاہر نہیں ہوتی کہ دکھائی دے جیسے سیاہی و سفیدی وغیرہ بلکہ وہ ایک پوشیدہ امر ہے جو معلوم نہیں ہو سکتا۔ بغیر خدا کے بتائے ہوئے جو غیبوں کا جاننے والا ہے۔ اس بارے میں بھی حدیثیں جلد اول میں مذکور ہو چکیں۔

ابن بابویہ نے عیون اخبار الرضا میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص درخت یا قوت سرخ کو دیکھنا اور چھونا چاہے جسے خلاق عالم نے اپنے دست قدرت سے لگایا ہے تو اسے چاہئے کہ علیٰ اور ان کے فرزندوں کی امامت کا اعتقاد رکھے کیونکہ وہ ائمہ خلائق کے درمیان خدا کے اختیار کئے ہوئے اور برگزیدہ اور برگزگاہ و خطا سے پاک ہیں۔

نیز اپنی اکثر کتب میں بسند حسن ابن عمر سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہشام بن حکم کی صحبت کی تمام مدت میں کوئی بات اس بات سے بہتر میں نے حاصل نہیں کی۔ ایک روز میں نے ان سے پوچھا کہ آیا امام معصوم ہوتا ہے۔ کہا ہاں۔ میں نے پوچھا کہ کس دلیل سے اس کو معصوم جاننا چاہئے جواب دیا کہ تمام گناہوں کے ارتکاب کی چار وجہیں ہیں پانچویں کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ وہ حرص حسد غضب اور شہوت ہیں اور امام کی ذات میں ان میں سے کوئی نہیں ہوتی۔ جائز نہیں کہ امام دنیا کا حریص ہو کیونکہ تمام دنیا اُس کے زیر نگیں ہوتی ہے اور مسلمانوں کا خزینہ دار ہوتا ہے لہذا وہ کس چیز میں حرص کرے گا۔ دوسرے جائز نہیں کہ وہ حاسد ہو کیونکہ آدمی اُس پر حسد کرتا ہے جو اس سے بالاتر ہو اور جبکہ کوئی شخص اس سے بالاتر نہیں ہوتا تو وہ کس پر حسد کرے گا۔ تیسرے جائز نہیں کہ وہ امور دنیا میں سے کسی چیز کے بارے میں غضب کرے لیکن اس کا غضب و غصہ خدا کے لئے ہوتا ہے کیونکہ خدا نے اس پر حدود کا قائم رکھنا واجب قرار دیا ہے یعنی کوئی اجرائے حدود الہی سے مانع نہیں ہوتا۔ اور دین خدا میں رحم جاری کرنے سے نہیں روکتا۔ چوتھے جائز نہیں کہ امام لذت و شہوتہائے دنیا کی متابعت کرے اور دنیا کو آخرت کے عوض اختیار کرے اس لئے کہ خدا نے آخرت کو اس کا محبوب قرار دیا ہے جس طرح کہ دنیا کو ہمارا محبوب بنایا ہے لہذا وہ آخرت پر نظر رکھتا ہے جس طرح ہماری نظریں دنیا سے لگی ہوتی ہیں۔ کیا تم نے کسی کو دیکھا ہے کہ خوبصورت چہرے کو بد صورت چہرے کے لئے ترک کر دے یا تلخ طعام کے عوض لذیذ کھانوں کو چھوڑ دے یا نرم لباس کو سخت کپڑوں کے بدلے چھوڑ دے اور ہمیشہ باقی رہنے والی نعمت کو

انسانی کردار میں امام میں نہیں ہوتا جو ان کے ارتکاب کا باعث ہیں۔

خانی اور زائل ہونے والی نعمت کے لئے ترک کر دے۔

معافی الاخبار میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ امام معصوم ہوتا ہے اور عصمت ظاہری مخلوق نہیں ہوتی جو پہچانی جاسکے لہذا امام وہی ہو سکتا ہے جس کی امامت پر خدا و رسول نے نص کی ہو۔ لوگوں نے پوچھا ہے فرزند رسول پھر معصوم کسے کیا معنی ہیں۔ فرمایا کہ معصوم وہ ہے جو معصوم ہو اور ریسمان خدا سے متمسک ہو اور ریسمان خدا قرآن ہے اور امام۔ اور امام و قرآن قیامت تک آپس میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ امام لوگوں کی ہدایت قرآن کی طرف کرتا ہے اور قرآن لوگوں کی ہدایت امام کی طرف کرتا ہے اور قول خدا اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يُهْدِيْكَ لِلْيَقِيْنِ ﴿۱﴾ سورہ بنی اسرائیل آیت ۹، یقیناً یہ قرآن ہدایت کرتا ہے اس ملت اور طریقہ کی جو سب سے زیادہ درست یعنی متابعت و ولایت آئمہ پر حق کا طریقہ ہے۔

نیز روایت ہے کہ ہشام بن الحکم نے حضرت صادقؑ سے معصوم کے معنی دریافت کئے حضرت نے فرمایا کہ معصوم وہ ہے جو اپنے میں توفیق خدا جمیع محرمات خدا سے محفوظ رکھے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَتَعَصِّمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هَدٰى اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ۔ (پس سورہ آل عمران آیت ۱۰۱) جس کے ظاہری الفاظ کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص دین خدا سے متمسک یا خدا سے تمام امور میں متمسک ہو تو یقیناً وہ شخص صراط مستقیم کی طرف ہدایت پایا ہوا ہے اور اس تاویل کی بنا پر جو حضرت صادقؑ نے فرمائی ہے یہ معنی ہونگے کہ جو شخص توفیق خدا اپنے کو تمام گناہوں سے محفوظ رکھے تو وہ بیشک صراط مستقیم کی طرف ہدایت یافتہ ہے۔

کراچکی نے کنز العوائد میں جناب رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے جبریلؑ نے خبر دی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے کاتبان کہتے ہیں کہ جس روز سے ہم ان حضرت کے ہمراہ ہیں اب تک ان کا کوئی گناہ لکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ اور عمار یا سر سے بطریق اہلسنت روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ وہ دونوں فرشتے جو کاتبان اعمال امیر المومنین ہیں۔ تمام کاتبان اعمال پر فخر کرتے

لے خوف فرماتے ہیں کہ عصمت کی تفسیر جو ریسمان خدا سے متمسک ہونے سے کی گئی ہے وہ اس اعتبار سے کی گئی ہے کہ یا خدا اس کو گناہوں سے محفوظ رکھنے والا ہے اس سبب سے کہ وہ قرآن سے متمسک ہے یا اس معصوم سے مراد ہے جس کو خدا نے قرآن سے متمسک قرار دیا ہے کہ وہ تمام قرآن پر عمل کرے اور پورے قرآن کے معانی و مطالب جانتا ہو۔ ۱۲

ہیں کہ وہ اُن حضرت کے ساتھ ہیں جن کا کبھی کوئی عمل بالائے آسمان نہیں لے گئے جو خدا کے غضب کا باعث ہو۔

عقائد امامیہ میں حضرت صادقؑ سے منقول ہے جو آپؑ نے اعمش کے لئے بیان فرمایا کہ تمام پیغمبر اور ان کے تمام اوصیاء گناہوں سے معصوم ہیں اور صفات ذمیمہ سے پاک ہیں۔

عقائد اہلبیت علیہم السلام میں مذکور ہے جو امام رضا علیہ السلام نے مامون رشید کے لئے لکھے کہ حق تعالیٰ خلق پر اس شخص کی اطاعت واجب نہیں کرتا جس کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا۔ اور اس کی عبادت شیطان کی اطاعت کے ساتھ کرے گا۔

علل الشرائع میں یسند معتبر سلیم بن قیس ہلالی سے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اطاعت صرف خدا و رسول و اولوالامر کی واجب ہے اور اولوالامر کی اطاعت کا اس لئے حکم ہے کہ وہ گناہوں سے معصوم اور برائیوں سے پاک ہیں اور لوگوں کو خدا کی نافرمانی کا حکم نہیں دیتے۔

شیخ طبرسی نے مجالس میں اور ابن معاذ بن شافعی نے بطریق عامہ ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ان کی دعا کس طرح ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم نے جناب ابراہیمؑ کو وحی کی کہ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا یعنی میں تم کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ جناب ابراہیمؑ چونکہ

عدد امامت سنکر بہت خوش ہوئے اور چاہا کہ یہ عہدہ ان کی اولاد میں بھی رہے تو دعا کی کہ میری ذریت میں سے بھی میری طرح امام قرار دے۔ خدا نے ان کو وحی فرمائی کہ میں تم سے کوئی عہد نہیں کروں گا۔ جس کو پورا نہ کروں۔ ابراہیمؑ نے عرض کی یا لے والے وہ کوئی عہد ہے جس کو تو

وفا کرنا نہیں چاہتا۔ فرمایا کہ تم سے یہ عہد نہیں کروں گا۔ کہ تمہاری ذریت سے کسی ظالم کو امام بناؤں عرض کی پروردگار وہ ظالم کون ہے جس کو عہد امامت نہیں پہنچے گا۔ فرمایا وہ جس نے کسی بت کو

سجدہ کیا ہوگا۔ اس کو ہرگز امام نہ بناؤں گا اور وہ امام نہیں ہو سکتا۔ تب ابراہیمؑ نے دعا کی کہ وَاجِبُنِیْ اَنْ تَعْبُدَ الْاَصْنَامَ ثُمَّ لَا تَنْهَیْنِیْ عَنْکَ کَثِیْرًا (سورہ ابراہیم آیت ۳۵ و ۳۶) یعنی مجھ کو اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے محفوظ رکھنا خداوندان بتوں نے کثیر لوگوں کو گمراہ

کر دیا ہے۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ پھر امامت کے لئے حضرت ابراہیمؑ کی دعا مجھ تک اور میرے بھائی علیؑ تک منتہی ہوئی کیونکہ ہم میں سے کسی نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا۔ لہذا مجھ کو پیغمبر اور علیؑ کو میرا وصی قرار دیا۔

ابن بابویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا میں، علی، حسن و حسین اور حسین کے نو فرزند علیہم السلام عیوں سے پاک اور گناہوں سے معصوم ہیں۔

عیاشی وغیرہم نے صفوان جمال سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم مکہ میں تھے کہ اس آیت قرآنیہ **وَإِذْ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَتْهُنَّ الذَّكَاوِيلُ** کے بارے میں گفتگو ہونے لگی، حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے امامت کو محمد و علی اور علی کے فرزندوں علیہم السلام تک ختم کر دی۔ یہ فرما کر دُترتے **بَعْضُهَا مِنَّا بَعْضٌ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ** (پہلے سورہ آل عمران آیت ۳۲) پھر فرمایا **إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ**۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا پالنے والے تو نے محمد و علی کے بارے میں جو مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اس کو بدل پورا فرما اور ان کی مدد نصرت میں تعجل کر۔ اور یہ خدا کے اس کلام کی طرف اشارہ ہے جو اس نے فرمایا ہے کہ **وَمَنْ يَرْغَبْ عَنِّي فَلْيَوَّهِ لَهَا** (پہلے سورہ بقرہ آیت ۱۲۹) جس کا حاصل یہ ہے کہ کون ہے جو ابراہیمؑ سے انحراف کرے سوائے اس کے جو اپنے کو نادان اور بے عقل قرار دے یقیناً ہم نے ان کو دنیا میں برگزیدہ کیا اور آخرت میں وہ شائستہ لوگوں میں سے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ولایت سے مراد امامت ہے جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ذریت کو مکہ میں ساکن کیا تو کہا **يَا أَيُّهَا اسْكُنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي سَرْجٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقُرْبَاتِ** (پہلے سورہ ابراہیم آیت ۳۷) اور دوسری جگہ فرمایا ہے **رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَاسْأَلْهُ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ** (پہلے سورہ البقرہ آیت ۱۲۶)

پہلی آیت کا ظاہری ترجمہ یہ ہے کہ اے میرے پروردگار بلاشبہ میں نے اپنی بعض اولاد کو ایسے صحرا میں تیرے خانہ محترم کے نزدیک ساکن کیا ہے جس میں زراعت نہیں ہوتی لے ہمارے پروردگار اس لئے کہ وہ نماز کو قائم رکھیں لہذا لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو میوے روزی کر۔

دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ خداوند اس شہر کو مقام امن قرار دے اور اس کے ساکنین کو جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائیں میوے کرامت فرما۔ حضرت نے فرمایا کہ جناب ابراہیمؑ نے



(مکمل) میں نے تم کو لوگوں کا امام بنایا، اور جب اپنی فریت کے لئے استدعا کی تو خدا نے فرمایا لَا يَنْتَهِ عَهْدِي الْقَائِلِينَ۔ یعنی جو شخص کسی بت یا صورت یا تصویر کی پرستش کرے گا۔ (وہ امام نہیں ہو سکتا۔)

نبی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خدا نے جس سے جو شک اور گناہ ہے اہلیت علیہم السلام کے پاک ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ آیہ تطہیر میں فرمایا ہے اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (سورہ احزاب آیت ۳۳) محمد بن عباس دابن ابیہام نے اپنی تفسیر میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم ہم کو ہمارے حال پر نہیں چھوڑتا اگر ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دے تو ہم بھی گناہ و خطا میں مثل دوسرے لوگوں کے ہو جائیں گے لیکن خدا نے ہمارے حق میں فرمایا ہے اَدْخُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ یعنی جو دعائیں کرتے ہیں اس کو خدا قبول فرماتا ہے لے

لے مؤلف فرماتے ہیں۔ واضح ہو کہ علمائے امامیہ رضوان اللہ علیہم نے آئمہ طاہرین کی تمام گناہوں سے عصمت پر اجماع کیا ہے لیکن بہت سی دعاؤں میں خصوصاً صیغہ کاملہ کی دعائیں آئمہ سے گناہوں کا اعتراف واقع ہوا ہے اور بعض حدیثوں میں چند امور جن سے عصمت کا دھم ہوتا ہے وارد ہوئے ہیں۔ جس کی تاویل چند وجہوں کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔ اول یہ کہ کبھی فعل مکروہ و ترک مستحب کو بھی گناہ کہتے ہیں بلکہ بعض مباحات، عمل میں لائے کو ان کی جلالت و بلندی شان کے پیش نظر ان کے مرتبہ کے لحاظ سے اس فعل کے پست ہونے کے سبب گناہ سے تعبیر کرتے ہیں چنانچہ صاحب کشف العز نے کہا کہ گناہ کے اکثر اوقات یا خدا اور مراقبہ الہی میں صرف ہوتے ہیں اور انہیں سے دل علاء اللہ سے متعلق ہو گئے ہیں تو جب اس مرتبہ سے نزول کرتے ہیں اور کھانے پینے اور جماع کرنے اور تمام مباحات میں مشغول ہوتے ہیں تو ان افعال کو گناہ کہتے ہیں اور اس لئے استغفار کرتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ بعض دنیا والوں کے غلام اپنے آقا کے سامنے ان امور کی جانب متوجہ ہوں۔ تو ان کی ملامت کا موجب ہوتا ہے اس لئے وہ آقا سے معذرت کریں گے۔ دوسری یہ کہ جب کبھی معاشرت خلق اور ان کی تعلیم و تبحر و ہدایت میں مشغول ہوتے ہیں جس پر خدا کی جانب سے مامور ہوتے ہیں اس کے بعد جب تمام قرب و وصال و مناجات حضرت ذوالجلال کی جانب پلٹتے ہیں چونکہ یہ مرتبہ اس سے عظیم تر ہے اس لئے اپنے نفس مفسر پاتے ہیں تو استغفار اور تضرع و زاری کرتے ہیں۔ ہر چند وہ حالت بھی خدا کے حکم سے ہوتی ہے۔ جس طرح بلا تشبیہ کوئی بادشاہ اپنے کسی مقرر کو جو ہمیشہ اس کی مجلس میں حاضر رہتا ہو کسی (باقی حاشیہ صفحہ ۴۲ پر)

## تیسری فصل

اس بیان میں کہ امامت خدا و رسول کے نص سے ہوتی ہے امت کے

اختیار و بیعت سے نہیں ہوتی

اور یہ کہ ہر امام پر واجب ہے کہ اپنے بعد کے امام پر نص کرے۔ اور اس مطلب کی بعض

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱) خدمت پر مامور کرے جس کے سبب سے وہ بادشاہ کے حضور سے محروم رہے پھر جب وہ بادشاہ کی خدمت میں مشرف ہو تو اپنی غیر عامتری کو جرم و تقصیر سے نسبت دے۔ تیسرے یہ کہ چونکہ ان کے علوم و فضائل و عصمت خدا کے لطف و فضل سے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ممکن ہے کہ طرح طرح کے گناہ اُن سے صادر ہوتے جب اپنی اس حالت پر نظر کرتے ہیں غلاق عالم کے فضل اور اپنے عجز و نقص کا اعلان عبادات سے کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر تیری جانب سے عصمت نہ ہو تو ہم بھی گناہ کریں گے اور اگر تیری توفیق عمارے شامل حال نہ ہو تو ہم سے بھی بہت سے خطائیں سرزد ہوں۔ چوتھے یہ کہ چونکہ معرفت کے مرتبے بے انتہا ہیں اور انبیا و اولیاء ہر وقت حصول کمال اور بلندی درجات میں ترقی کرتے رہتے ہیں تو جب ایک ملہ اور ایک آن کے لئے بھی مدارج عرفان و مراتب ایمان کے درجہ سے باہر آتے ہیں تو مرتبہ سابقہ کو اس مرتبہ کی بہ نسبت حقیر شمار کرتے ہیں اور وہ عبادتیں جب اس حالت میں واقع نہیں ہوتیں تو اپنے کو اُن عبادتوں سے مستغفار سمجھتے ہیں اس لئے استغفار کرتے ہیں اور جناب رسول خدا کے اس ارشاد کا کہ میں ہر روز ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں شاید اسی طرف اشارہ ہو۔ پانچویں یہ کہ چونکہ ائمہ کو معرفت معبود و ربہ کمال پر ہوتی ہے اور خدا کی نعمتوں کو اپنے اوپر کامل و اکمل پاتے ہیں جس قدر بھی طاعات و عبادات میں سعی کرتے ہیں اس کی بارگاہ کے لائق نہیں سمجھتے اور اپنی عبادتوں کو اس بہت سے مصیبت قرار دیتے ہیں اور اس لئے استغفار کرتے ہیں۔ اور سولہ و ہر اول کے جس کو اکثر علمائے بیان کی ہے دوسری وجہیں اس قاصر (ثوکل) کے دل سے قائم ہوتی ہیں اور جس کے ذہن میں باوجود محنت کا ایک قطرہ بھی ہو پنا ہے وہ ان وجہوں کی تصدیق کرے گا۔ وَهَنَ لَهُ يَجْعَلُ اللَّهُ لَهُ نَوْمًا فَأَمَّا لَهُ وَتُؤْمِنُ اور ابن بابویہ نے رسالہ عقائد میں بیان کیا ہے کہ انبیا و مرسلین و ائمہ طاہرین علیہم السلام کے بارے میں یہ سب کے وہ ہر گناہ و خطا و عیب سے معصوم و مطہر ہیں اور یہ کہ اُن سے صغیر و کبیرہ گناہ سرزد نہیں ہوتے۔ اس امر میں جس کا خدا نے ان کو حکم دیا ہے وہ خدا کی نافرمانی نہیں فرماتے اور وہی کرتے ہیں جس پر وہ محتاج خدا مامور ہوئے ہیں۔ اور جو شخص ان کے کسی حال میں اُن سے عصمت کی نفی کرتا ہے تو اُس نے ان کو نہیں پہچانا ہے۔ اور ان کے بارے میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ وہ تمام کمال علم سے اپنے حالات میں ابتدا سے آخر تک موصوف ہیں وہ کسی حال میں نقص و عیبان و جبل سے متصف نہیں ہوتے۔ ۱۲۔



دلیل فصل اول میں مذکور ہو چکیں۔ جانتا چاہئے کہ علمائے امامیہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ امام خدا و رسول کی جانب سے مقرر ہوتا ہے۔ عباسیہ کہتے ہیں۔ نص سے یا میراث سے ہوتا ہے اور زید یہ کہتے ہیں کہ یا نص سے ہوتا ہے یا اپنی طرف دعوت کے سبب سے۔ اور تمام اہلسنت کا قول ہے کہ یا نص کے ذریعہ سے یا محل عقد کے اختیار و بیعت سے ہوتا ہے۔ اور مذہب امامیہ کی حقیقت پر دلائل عقلیہ بہت ہیں۔

پہلی دلیل :- جیسا کہ معلوم ہو چکا کہ امام کو معصوم ہونا چاہئے اور عصمت ایک پوشیدہ امر ہے۔ جس کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لہذا چاہئے کہ خدا کی جانب سے نص ہو کہ نہ وہ عصمت کا جاننے والا ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

دوسری دلیل :- یہ کہ اولاد آدم کی عادتوں کے مشاہدہ اور دنیا والوں کی طبیعتوں کے آثار کے ملاحظہ کی بنا پر عقلاً معلوم ہوتا ہے کہ جب ان پر کوئی با اختیار حاکم اور صاحب قوت و قدرت بادشاہ نہیں ہوتا جو ان کو ظلم و غضب اور خواہشوں کی پیروی اور بُرے افعال کے ارتکاب سے باز رکھے تو اکثر لوگوں میں اپنے بنی نوع پر ظلم و سختی و دست درازی اور غارت اموال اور ناحق قتل نفوس کے ساتھ غلبہ کی خواہش ہوگی اور یہ صورت طرح طرح کے فسادات اور انتظام عالم و خلائق میں فساد کا باعث اور بنی آدم کے سلسل میں خلل کا سبب ہوگا اور یہ یقین ہے کہ حق تعالیٰ ان شخصوں سے راضی نہیں ہے۔ لہذا فرماتا ہے کہ  
 ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفٰسٰدَ﴾ (البقرہ آیت ۲۰۴) (یعنی خدا یقیناً فساد کو پسند نہیں کرتا) لہذا خداوند عالم پر واجب ہے کہ فساد کو دفع کرے اور یہ عادت کے مطابق نہیں ہوتا بلکہ ہر زمانہ میں اولاد آدم کی حکومت دریاست اُس شخص کو سپرد ہو جو راہ صلاح و طریق نلاح سے قطعاً قدم باہر نہ رکھے اور شریعت کے تعاضد کے مطابق تمام بندوں کی زندگی و آخرت کی تمام مسلیحتوں کی حفاظت کرے ایسا ہی شخص امام ہے لہذا اگر حق تعالیٰ ہر زمانہ میں امام کی تعیین نہ کرے تو یقیناً فساد سے راضی ہوگا اور فساد قبیح ہے اور خدا کا امر قبیح پر راضی ہونا محال ہے

تیسری دلیل :- عقل و نقل سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بندوں پر خدا کی شفقت و رافت اور راہ رستہ و صلاح کی طرف ان کی ہدایت اور ان کی زندگی و آخرت کی اصلاح کے بارے میں بے انتہا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں کئی مقام پر فرمایا اللّٰهُ دَعُوْا فَاِلٰہِیْکُمْ (پس سورہ بقرہ آیت ۲۰۶) یقیناً خداوند کریم بندوں پر مہربان ہے اور خدا کا اپنے تمام بندوں پر انتہائی رحم و کرم اور انتہائی شفقت مہربانی کی دلیل یہ ہے کہ جزئیات اعمال و افعال کی اصلاح میں کوتاہی جائز نہیں رکھی ہے۔ چنانچہ نورہ

لگا گئے اور شارب لینے اور بیت الخلا میں داخل ہونے اور باہر آنے کی کیفیت اور پانی اور پتھر سے استنجا کرنے اور جماع کرنے کے آداب و اسی قسم کے امور کے جزئیات کو تمام دکنال اپنے رؤف و رحیم رسول کے ذریعہ سے اپنے بندوں کو آگاہ فرمایا اس طرح کہ تمام لوگوں پر بخوبی واضح و آشکار ہو گیا اور رسول کے لئے خلیفہ کا مقرر و معین کرنا جو ان کے بعد شریعت اور دین و ملت کے قواعد و طریقہ کی حفاظت کرے اور مخالفوں کے شر و فساد و غیرہ سے بندوں کی محافظت فرمائے جزئیات مذکور سے کہیں زیادہ اہم ہے اور جب خداوند عالم امور جزئیہ کے انبیا میں سستی و کوتاہی جائز نہیں رکھتا تو ایسے ام عظیم و ضروری کی تکمیل میں جو دین کا سب سے بڑا رکن ہے کیونکہ یہ پہلو تہی کرے گا۔ اس لئے یقین ہے کہ خلیفہ کی تعیین فرمائی جو تمام بندوں کا حاکم ہوتا ہے اور جناب رسول خدا کو اس امام کے مقرر کرنے کی وحی فرمائی اور تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ سوائے امیر المومنین علیہ السلام کے کسی پر نفس نہیں ہوئی لہذا وہ حضرت بلاشبہ نص کے ساتھ مقرر ہوئے ہیں۔

چوتھی دلیل - باعتراف اہلسنت جناب رب العزت کی عادت آدم سے خاتم تک تمام انبیاء کے بہ نسبت یہ رہی ہے کہ جب تک خلیفہ ان کے لئے مقرر نہ فرما دیا ان میں سے کسی کو دنیا سے نہ اٹھایا اور جناب رسول خدا کی یہی سنت تمام خدوات میں اور جزئی سفر میں جو مدینہ منورہ میں فرماتے تھے بلکہ ہمیشہ جب آنحضرت اپنے مقام پر مقیم رہتے اہل اسلام کے کسی قریہ میں جہاں تھوڑے لوگ رہتے تھے یا کوئی سریہ اور کوئی لشکر کسی جگہ بھیجتے تو رئیس و خلیفہ کا مقرر کرنا عایا پر نہ چھوڑتے جب تک خود حکم خداوند عالم سے امیر و حاکم مقرر نہ فرما دیتے تو ایسے سفر کے موقع پر جس کی مدت کی کوئی انتہاء تھی۔ تمام اہل اسلام اور تمام شرائع و احکام کو قیامت تک کیونکہ معطل اور دوسروں کے اختیار میں چھوڑ دیتے۔

پانچویں دلیل - منصب امامت مثل عہدہ نبوت ہے کیونکہ یہ دونوں ایک ریاست و حکومت عام کی دلیل ہیں جو تمام مکلفین پر تمام امور دین و دنیا سے مشفق ہیں۔ اور لوگوں کا ایسے شخص کو پہچانا جو اس منصب جلیل کے لائق ہو ممکن نہیں باوجود تمام مختلف رایوں کے جہاں پر بھی اتفاق کریں گے وہ انکی عقل ناقص کے مطابق اور اغراض باطلہ کے موافق ہو گا مصلحت کی اور حکمت الہی کے مطابق نہیں ہو سکتا ان میں ہر شخص کی رائے متفرقہ اسی کو تجویز و اختیار کرے گی جس کو اپنے اور اپنی قوم کے لئے بہتر سمجھے گی ہاں ایسے امور پر متفق ہونا قہر و غلبہ کے سبب ہو سکتا ہے اور بادشاہان جبار کی سلطنت و

ایمانت ہے امامت ملت و امارت شریعت نہ ہوگی۔ اور جب رعایا مصلحت الہی کے موافق امام کا انتخاب کر سکتی ہے تو نبی کو بھی اختیار کر سکتی ہے اور یہ باتفاق باطل ہے اور طرفہ یہ ہے کہ اگر کوئی بادشاہ کسی شہر کے حاکم کو معزول کر دے اور اس کی جگہ پر کسی کو مقرر نہ کرے یا کسی گاؤں کا رئیس اپنے گاؤں سے باہر جائے اور کسی کو اپنا جانشین مقرر نہ کرے کہ وہ رعایا کے امور کو منظم رکھے بلکہ یہ امر رعایا کے اختیار پر چھوڑ دے تو بلاشبہ وہ لوگ جو خدا و رسول پر نصب امام کے واجب ہونے کے قائل نہیں ہیں اس بادشاہ و رئیس کی نہایت مذمت و توبیخ کریں گے اور اس امر قبیح کو جسے رئیس قریب کے لئے بہتر نہیں سمجھتے خدا و رسول کے مستحق جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیغمبر دنیا سے رخصت ہو گئے اور کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا اور امام کا نصب کرنا رعایا کے اختیار میں چھوڑ دیا۔

چھٹی دلیل۔ فرض کر لیا جائے کہ امت اپنی تمام خواہشات و عز و نہائے نفسانی سے پاک و منزہ ہو کر نہایت سوچ سمجھ کر امام کو اختیار کرے چونکہ سب کے سب جائزہ لگاتے ہیں لہذا ہو سکتا ہے کہ ان سے کسی کو اختیار کرنے میں بھی خطا ہوئی ہو اور لائق امامت شخص کو ترک کر کے غیر مستحق و نااہل کو اختیار کر لیں۔ جیسا کہ ملوک و سلاطین نیز تمام لوگوں کے اختیار و انتخاب میں واقع ہوتا ہے کہ ایک مدت تک کسی کو کسی منصب کے لئے امین و متمد اور قابل سمجھتے ہیں اس کے بعد اس انتخاب کے خلاف ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت صاحب الامرؑ کے ذکر میں یہ دلیل تفصیل سے انشاء اللہ بیان کی جائے گی۔

ساتویں دلیل۔ مان لیا جائے کہ امت کا اپنے لئے امام اختیار کر لینا عین صواب و بہتر بھی ہو لیکن یہ امر بہت واضح ہے کہ خداوند کریم پوشیدہ و آشکارا کائنات والہ ہے وہ اپنے بندوں کو سب سے بہتر جانتا اور پہچانتا ہے کہ کون کس کام کے لائق اور مناسب ہے بیشک یہ کام اس کے لئے زیادہ آسان ہے پھر باوجود اس کے خود اس کا ترک کرنا اور دوسروں کے سپرد کرنا جو بہت مشکل سے جان سکتے اور کر سکتے ہیں ترجیح مروج ہے اور اس کا قادر حکیم سے صادر ہونا قبیح اور محال بھی ہے۔

آٹھویں دلیل۔ اگر امامت امت کے اختیار میں ہو تو دو احتمال سے خالی نہیں پہلے یہ کہ ان کا اختیار کرنا خطا ہوگا۔ اور چونکہ خلاق عالم اختیار کرنے سے پہلے جانتا تھا کہ وہ خطا کریں گے لہذا باوجود علم و قدرت و حکمت و شفقت کے اجرائے امور دین اور تربیت مسلمین کو ایسے گروہ کے سپرد کرنا جو یقیناً خطا کرتے ہیں اور ظالم حاکم اختیار کرتے ہیں۔ نہایت قبیح ہے۔ اور حکیم و خیر سے اس کا صادر ہونا محال ہے۔ اور علم الہی میں یہ گمراہ ہو کہ وہ لوگ امامت کے

لاق شخص کو اختیار کریں گے حالانکہ یہ شخص کا پہچانا اور رعایا کو پہچانا اور اس کو اسکی اطاعت کے لئے مجبور کر دینا اور فزع کرنے والوں کی نزاع اور حسد کرنے والوں کے حسد کا دفع کرنا نہایت مشکل کام ہے اور یہ وردگار عالم کے لئے نہایت آسان لہذا ایسا کام باوجود اس دشواری کے دوسروں پر چھوڑنا اور کمزوروں کے ایک گروہ کو ایسے امر عظیم کے لئے مقرر کرنا انتہائی قبیح ہے اور یہ حکیم مطلق کے لئے محال ہے۔ باوجودیکہ خود فرماتا ہے یُرِیدُ اللّٰهُ بِکُمُ الْاِیْمَانَ وَلَا یُؤْتِیْکُمُ الْاِیْمَانَ سِوَہِ بَقَرۃِ آیت ۸۵ اے (یعنی خدا تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے۔ دشواری نہیں چاہتا پھر فرماتا ہے مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ (پہلے سورہ الحج آیت ۷۸) یعنی خدا نے تمہارے لئے دین میں تنگی اور دشواری نہیں کی ہے اور اس سے زیادہ دشواری اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہ دلیل سالی کی دو دلیلوں سے مرکب ہے۔

وہ آیتیں جو نصب امام کے لئے نص ہیں۔

**پہلی آیت** : خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَنۡتَمُوعَلَیْکُمْ بِنِعْمَتِیْ۔ (پہلے سورہ مائدہ آیت ۳) یعنی آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں۔ باتفاق امت موت کے بعد دین کو اس قدر کبھی چیز کی حاجت اور مسلمانوں کو اس قدر کبھی نعمت کی ضرورت نہیں جس قدر کہ امام کی ہے اس حیثیت کہ اگر امام نہ ہو تو بہت جلد دین کا اور مسلمانوں کا نشان باقی نہ رہے تو باوجود دین اور مسلمانوں کے اس قدر احتیاج کے دونوں بغیر امام کے ناقص رہیں تو اگر خداوند تعالیٰ نے امام مقرر نہ کیا ہو اور امت کو اس کا حکم نہ دیا ہو اور اپنے پیغمبر کو دنیا سے اٹھالیا ہو تو لازم آئے گا کہ دین اور امت دونوں نامکمل رہے اور جو شخص ایسا تجویز کرے اس نے قرآن و رسول و خدا سب کی تکذیب کر دی اور وہ کافر ہو گیا قطع نظر حدیث متواترہ کے جو خاصہ دعامہ کے طریقہ سے وارد ہوئی ہیں کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کی نص خلافت ظاہر کرنے کے بعد نازل ہوئی ہے جن کو ہم انشاء اللہ ان کے محل و مقام پر ذکر کریں گے اور دوسری آیتیں وہ ہیں۔ حق تعالیٰ نے بہت سی آیتوں میں فرمایا ہے کہ ہم نے ہر چیز کو قرآن میں بیان کر دیا ہے جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ دُکَّ سِوَہِ الْاِنۡشَاقِ (پہلے سورہ الانعام آیت ۳۸) اور دُکَّ تَوَلَّیْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تَبَیَّنَا کُلَّ شَیْءٍ نِزَرًا لَا تَظۡہِرُ وَلَا یَظۡہِرُ اِلَّا فِی الْکِتَابِ مُبَیِّنٍ (پہلے سورہ النحل آیت ۸۹) اور اجمعی کے مثل اور آیتیں ہیں اور ان سب کا حاصل یہ ہے کہ کوئی چیز نہیں جس کا حکم ہم نے قرآن میں

بیان نہ کر دیا ہو تو جب تمام چیزوں کو قرآن میں بیان فرما دیا ہے امامت کا حکم اور امام کی تعیین جو تمام چیزوں سے اہم اور نہایت ضروری حکم ہے۔ یقیناً بیان فرمایا ہے۔ اور ترک نہیں کیا ہے اور دوسروں کے اختیار میں نہیں دیا ہو گا۔ اور جو شخص اس کے خلاف کہے۔ وہ قرآن کی تکذیب کہہ کے کافر ہو جائے گا۔

اور دوسری قسم کی بہت سی آئین قرآن میں ہیں جن میں خدا نے فرمایا ہے کہ تمام امور خدا کے اختیار میں ہیں۔ دوسروں کو ان پر کوئی اختیار نہیں ہے مثل اس قول خدا کے جبکہ منافقین کہتے تھے کہ کیا ہم کو کسی امر میں کوئی اختیار ہے تو خدا نے فرمایا کہ **إِنَّ الْأُمُورَ كُلَّهَا لِلَّهِ** سورہ آل عمران آیت ۱۵۴ یعنی اے رسول ان سے کہہ دو تمام کاموں کا اختیار خدا کو ہے تم کو کسی کام میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے کہ **لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأُمُورِ شَيْءٌ** آیت ۱۲۸ سورہ آل عمران پک، یعنی اے رسول، کوئی کام تم کو اختیار نہیں تو جب آنحضرت کو کسی کام کا اختیار نہیں تو امامت بھی انہی میں سے ہے۔ لہذا دوسرے اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ بے اختیار ہوں اور اہلبیت علیہم السلام کے طریق سے وارد ہوا ہے کہ یہ آیت امامت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ عیاشی نے جابر جعفی سے روایت کی ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے یہ آیت پڑھی کہ **لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأُمُورِ شَيْءٌ** حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم آنحضرتؐ کو ہر چیز کا اختیار تھا اور اس آیت سے وہ نہیں جو تم نے سمجھا ہے میں تم سے اس آیت کے نازل ہونے کا سبب بیان کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ پروردگار عالم نے جب اپنے پیغمبر کو ولایت و امامت علی علیہ السلام کے اظہار کا حکم دیا تو رسول خدا علیؑ کے بارے میں اپنی قوم کی عداوت سے متفکر ہوئے۔ چونکہ ان کو جانتے اور پہچانتے تھے کہ جب خداوند عالم نے امیر المومنین کو ان کی تمام خصلتوں کے سبب صحابہ پرخصیت دی اس لئے کہ امیر المومنین نے خدا اور رسولؐ کی سب سے پہلے تسدیق کی اور ایمان لائے اور سب سے پہلے خدا اور رسولؐ کی نصرت و مدد کی اور سب سے پہلے دشمنان خدا و رسولؐ کو قتل کیا اور خدا و رسولؐ کے مخالفوں سے سب سے زیادہ دشمنی کی ان کا علم سب سے زیادہ تھا۔ ان کے فضائل اس قدر زیادہ تھے جن کا احصا نہیں ہو سکتا تو جناب سرور کائنات کو جب امیر المومنین سے ان کی ان خصلتوں کے سبب قوم کی عداوت کے بارے میں فکر ہوئی اور ان حسد کے بارے میں جو وہ ان حضرتؐ سے کرتے تھے آنحضرتؐ کو خوف ہوا کہ وہ لوگ ان حضرتؐ کی اطاعت نہ کریں گے اس وقت خدا نے حضرت کو خبر دی کہ امامت و خلافت

کے بارے میں تم کو کوئی اختیار نہیں ہے اس کا اختیار خدا کو ہے اور خدا نے علی کو ان کا وصی قرار دیا اس کے بعد حضرت نے ان کو امامت کا اختیار سپرد فرمایا اس آیت کا یہ مطلب ہے پھر بسند دیگر جابر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت امام باقر سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی۔ حضرت نے فرمایا اے جابر رسول خدا کی خواہش تھی کہ ان کے بعد خلافت علی کو ملے اور علم خدا میں یہ تھا کہ لوگوں کو برائے امتحان ان کے حال پر چھوڑ دے اور کسی امر میں جبر نہ کرے اور وہ جانتا تھا کہ وہ ان کی خلافت غصب کریں گے تو جابر نے پوچھا کہ پھر اس آیت سے کیا مراد ہے۔

فرمایا یہ مراد ہے کہ خدا نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امامت و خلافت علی کے بارے میں اور ان کی خلافت غصب کرنے والوں کے بارے میں تم کو کوئی اختیار نہیں ہے جو کچھ اختیار ہے مجھ کو ہے اور میں نے تم پر یہ آیت نازل کی ہے۔ **الَّذِي أَحْسَبَ النَّاسُ أَنْ يَمُوتَ كَوْأَن يَفُوتَ أَوْ آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ**۔ (پتہ سورہ عنکبوت آیت ۲۰) یعنی کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے اس کہنے پر کہ ایمان لائے وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور ہم ان کا امتحان نہ لیں گے بیشک ہم نے ان لوگوں کا امتحان لیا جو ان سے پہلے تھے تو خدا ان لوگوں کا بھی امتحان ضرور بالضرور لے گا تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون دعوے ایمان میں سچا ہے اور کون جھوٹا اور منافق ہے۔

اور دوسری آیت یہ ہے **وَقَالُوا لَوْلَا نَزَلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمَةٍ هُمْ يَفْسُقُونَ رَجُلَهُ سَرِيكَ طُحْنٍ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفَعَلْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سَخِرِيًّا وَرَجُلًا مِّنْ رَّحْمَتِكَ خَيْرٌ مِّنَّا يَجْمَعُونَ**۔ (پتہ سورہ زحزف آیت ۳۱ و ۳۲) یعنی کفار قریش کہتے ہیں۔ کہ کیوں یہ قرآن دو قریوں (یعنی مکہ و طائف) کے کسی شخص یعنی دبیر بن مغیرہ و عروہ بن مسعود ثقفی پر کیوں نازل نہیں ہوا جو جاہ و مال میں بڑھے ہوئے ہیں کیونکہ رسالت منصب عظیم ہے اور کسی مرد عظیم ہی کے لائق ہے اور انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ یہ مرتبہ روحانی ہے اور عظمت نفس یعنی فناءل تدسیہ سے آراستہ ہونے کی خواہش رکھتا ہے خرافات و دنیا کے جمع کرنے کی نہیں اس لئے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا یہ اس بات کو چاہتے ہیں کہ پروردگار عالم کی رحمت کو تقسیم

کریں جو پیغمبری ہے اور جس کو چاہیں دین جس طرح ہم نے ان کے درمیان دنیاوی زندگی میں ان کی معیشت تقسیم کی ہے کہ ان میں بعض کا درجہ بعضوں پر بلند کیا ہے اور ان کی روزی میں فرق رکھا ہے اس لئے کہ ان میں بعض اپنی ضرورت میں دوسروں سے کام لیں اور ان میں الفت پیدا ہو اور اس طرح نظامِ عالم صحیح و منظم رہے اور اس تقسیم میں ہم پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ اور تمہارے پروردگار کی رحمت جو پیغمبری اور جو چیزیں اس کے تابع ہیں۔ اس سے بہتر ہیں جو مال و سامان دنیا سے وہ لوگ جمع کرتے ہیں۔ اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ دنیا کی معیشت اور دولت سے نبوت بہتر ہے اور اس کا مرتبہ بڑا ہے۔ جس کا تقسیم کرنا ہم نے ان کے اختیار میں نہیں دیا ہے۔ بلکہ ہم خود تقسیم کرتے ہیں اور جس کے لئے چاہتے ہیں۔ مقرر کرتے ہیں اور جب نبوت کو جس کا مقام بلند اور اس کی شانِ عظیم ہے ہم ان کے اختیار میں نہیں چھوڑتے اور خود اس کی جانب توجہ رکھتے ہیں تو مرتبہ امامت جو مرتبہ نبوت کے مثل ہے اور نبوت کے بعد خداوند کریم و رحیم کی کوئی نعمت و رحمت اس کے بندوں پر مثل امامت کے نہیں ہے تو جب معیشت دنیا کی تقسیم جو سب سے ادنیٰ نعمت ہے عطائے نبوت کو جو نظیر امامت ہے بندوں کے اختیار پر نہیں چھوڑنا، بلکہ اپنے ارادہ و اختیار سے مقرر کرتا ہے تو بلا شک و شبہ امام کا نصب و مقرر کرنا جو فی الحقیقت بحسب معنی نبوت ہے یقیناً امت کے اختیار میں نہ چھوڑے گا۔

دوسری آیت: وَ تَبَّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَ يَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَ تَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ دینا آیت ۲۸ سورہ القصص یعنی تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے اور ہر امر کے لئے جس کو چاہتا ہے۔ اختیار کرتا ہے دنیا والوں کو اختیار نہیں کہ جس کو چاہیں اپنی خواہش سے کسی امر کو اختیار کریں اور خداوند عالم اس سے پاک و منزہ ہے جس کی وہ لوگ اس کی طرف نسبت دیتے ہیں اور اپنے اور دوسروں کو اختیار میں شریک سمجھتے ہیں۔ اور صاحب اختیار جانتے ہیں۔

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جبکہ کفار قریش نے کہا تھا: لَوْلَا نَزَلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَبِّكَ لَكُنَّا مِنَ الْفَارِقِينَ عَظِيمٌ۔ (آیت ۱۷۱ سورہ انفجارت ۱۷۱) جیسا کہ اس کی تفسیر اس سے پہلے بیان ہوئی۔ اس آیت سے استدلال کی وجہ نہایت واضح ہے اور اس کی تاویل میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جو ذیل میں درج کی جاتی ہیں ابن شہر آشوب نے مناقب میں حضرت صادقؑ سے اس آیت وَ تَبَّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَ

یَحْتَنَاهُ کی تفسیر میں روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہلبیت کو اختیار فرمایا ہے۔

نیز بطریق عامہ و خاصہ انس بن مالک سے روایت کی ہے اور سیہ ابن طاؤس نے بھی طرائف میں تفسیر محمد ابن موسیٰ میں انس سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اس آیت و مہلک یخلق ما یشاء کی تفسیر جناب رسول خداؐ سے دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ خدا نے آدم کو مٹی سے جس طرح چاہا پیدا کیا پھر فرمایا وَ یَحْتَنَاهُ یعنی خدا نے مجھے اور میرے اہلبیت کو تمام خلایق سے برگزیدہ کیا اور ہم کو سب پر اختیار کیا۔ تو مجھ کو رسول بنایا اور علی بن ابیطالب علیہ السلام کو میرا وصی قرار دیا پھر فرمایا مَا کَانَ لَهُمْ أَنْ یُخَیَّرُوا یعنی لوگوں کو اختیار نہیں دیا کہ خود چسے چاہیں اختیار کر لیں لیکن میں چسے چاہتا ہوں اختیار کرتا ہوں۔ چنانچہ میں اور میرے اہلبیت خلق سے خدا کے برگزیدہ اور اختیار کئے ہوئے ہیں اس کے بعد فرمایا سبحان اللہ یعنی خدا پاک ہے ان تمام باتوں سے جو کفار کہ اس کے ساتھ شریک قرار دیتے ہیں وَ مَا بَکَ یَعْلَمُوْا مَا تَکْبُرُ صُدُوْهُمْ هُ (پہلا سورہ النحل آیت ۷۶، دہوا سورہ القصص آیت ۷۰) یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارا پروردگار جانتا ہے وہ سب کچھ جو وہ اپنے سینوں میں چھپاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے۔ منافقوں کا بنفص و غنا و جوان کو تم سے اور تمہارے اہلبیت سے ہے وَ مَا یَعْلَمُوْنَ یعنی وہ بھی جو کچھ تمہاری اور تمہارے اہلبیت کی دوستی و محبت زبان سے ظاہر کرتے ہیں۔

حمیری نے قرب الاسناد میں بسند صحیح حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ امام پر اس کی وفات کے وقت واجب ہے کہ اپنے بعد کے امام کے بارے میں لوگوں پر حجت واضح و ظاہری تمام کرے خداوند عالم اپنی کتاب میں فرماتا ہے وَ مَا کَانَ اللّٰهُ لِیُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰٓهُمْ حَتّٰی یَتَّبِعُوْا لَہُمْ مَا یَتَّقُوْنَ (پہلا سورہ قمر آیت ۱۷) یعنی خدا کسی قوم کو اس کی ہدایت کرنے کے بعد گمراہ نہیں کرتا۔ جب تک کہ ان چیزوں کو بیان نہیں کر دیتا کہ جس سے وہ پرہیز کریں۔ غرض کہ راوی نے پوچھا کہ آیا امام اپنے بعد کے امام کو وصی کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مقرر کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کے بارے میں خدا کے حکم سے وصیت کرتا ہے جس کو خدا مقرر کرتا ہے۔ یہی روایت بصائر الدرجات میں بھی بسند معتبر منقول ہے۔



شیخ طبری وغیرہم نے احتجاج میں روایت کی ہے سید بن عبد اللہ امام حسن عسکری کی خدمت میں گیا تاکہ کچھ مسائل دریافت کرے دیکھا کہ ایک بچہ ان حضرات کی گود میں بیٹھا ہے۔ جب اس نے مسائل بیان کئے تو حضرت نے اس بچہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اپنے اس مولائے پوچھو یعنی حضرت صاحب الامر علیہ السلام سے تو اس کا ایک سوال یہ بھی تھا کہ لمے میرے مولایہ بتائیے کہ کس سبب سے امت اپنے واسطے امام اختیار نہیں کر سکتی۔ حضرت نے فرمایا کہ کس امام سے تمہاری غرض ہے ایسا امام جو ان کے امور کی اصلاح کرنے والا ہو یا وہ امام جو ان میں فساد پھیلانے والا ہو۔ عرض کی کہ وہ امام جو اصلاح کرنے والا ہو حضرت نے فرمایا کیا ممکن ہے کہ ان کا اختیار فساد کا سبب ہو اور ان کے گمان میں وہ اصلاح کرنے والا ہو اس کی راستے جو کسی کے دل کے حالات سے آگاہ نہ ہو کہ وہ اصلاح کا ارادہ رکھتا ہے یا فساد کا۔ اس نے کہا ہاں یہ ممکن ہے حضرت نے فرمایا اسی سبب سے امام کا اختیار کرنا ان کے امکان میں نہیں ہے اور اس مطلب کو میں تم پر ایک دلیل سے اور واضح کرتا ہوں جس کو تمہاری عقل قبول کرے گی اس نے کہا ضرور بیان فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا۔ مجھے ان رسولوں کے بارے میں بتاؤ جن کو خدا نے برگزیدہ کیا اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ان کو وحی و عصمت سے قوت بخشی کیونکہ وہ امت کے رہنما ہیں۔ ان میں سے جناب موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام بھی ہیں۔ آیا جانتے ہو کہ وہ اپنی عقل و کمال و علم کی زیادتی کے باوجود جب کسی جماعت کو اختیار کرنا چاہیں منافق کو اختیار کریں اس گمان سے کہ وہ مومن ہے اس نے کہا یہ جائز نہیں۔ حضرت نے فرمایا کون ہوئی حکیم اللہ نے اپنے کمال و عقل و نزول وحی کے باوجود اپنے بزرگان قوم اور سرداران لشکر سے اپنے پروردگار کی میقات کے لئے ستر اشخاص کو اس گروہ سے اختیار کیا جن کے ایمان و اخلاص میں ان کو کوئی شبہ نہ تھا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ سب منافق تھے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا وَ اخْتَارَ مُوسٰی قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا رٰسِبًا فَلَمَّا اَخَذُوا تَهَمُهُمْ لَوَّ جَهَنَّمَ رٰسِبًا سَوَاءٌ لَّهُمْ اَلَا يَتَذَكَّرُوْنَ اَنَّهُمْ كَانُوْا مُّشْرِكِيْنَ (سورہ الاعراف آیت ۱۵۵) جس کی تفسیر علیہ اول میں بیان ہو چکی۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ جب ہم کو معلوم ہوا کہ اس بزرگوار کا تجویز و اختیار کرنا۔ جس کو خدا نے پیغمبری کے لئے برگزیدہ کیا تھا۔ فاسد ترین مردم پر واقع ہوا اور وہ گمان کرتے تھے کہ وہ صالح ترین خلق ہیں تو ہم نے جانا کہ وہ شخص کسی کو اختیار نہیں کر سکتا جو ان چیزوں کو نہیں جانتا جو لوگوں کے سینوں میں پوشیدہ اور خلافت کے ضمیر میں

پنہاں ہے لہذا وہ اختیار کر سکتا ہے جس کے نزدیک لوگوں کے پوشیدہ راز ظاہر ہو جیسا ہوں تو جب پیغمبر سب سے بہتر کو اختیار نہ کر سکے تو مہاجر و انصار کیونکر امام کو اختیار و انتخاب کر سکتے ہیں یہ پوری حدیث حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے حالات کے ابواب میں بیان ہوگی (انشاء اللہ تعالیٰ)

ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم آنحضرتؐ کو ایک سو بیس مرتبہ آسمان کے اوپر لے گیا اور ہر مرتبہ آنحضرتؐ کو ولایت امیر المومنینؑ اور ان کے بعد کے اماموں کے بارے میں وصیت فرمائی اور اس سے زیادہ تاکید کی کہ جو کچھ دوسرے فراموش کے بارے میں فرمائی۔

قرب الاسناد میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے اپنے بندوں پر کسی امر میں اس قدر تاکید نہیں کی جس قدر کہ امامت کے اقرار کے بارے میں تاکید فرمائی ہے اور لوگوں نے کسی امر میں ایسا انکار نہیں کیا جیسا امامت کے بارے میں کیا۔

ابن بابویہ و کلینی وغیرہم نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ امامت کیوں فرزندان امام حسینؑ میں قرار پائی اور امام حسنؑ کے فرزندان میں کیوں نہیں قرار پائی حالانکہ دونوں بزرگوار جناب رسول خدا کے فرزند اور آپ کی بیٹی کے فرزند اور بہترین جوانان اہل جنت تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ جناب موسیٰ و ہارون دونوں پیغمبر مرسل تھے اور بھائی تھے۔ حالانکہ خدا نے پیغمبری کو صلب ہارون علیہ السلام میں قرار دیا صلب موسیٰ علیہ السلام میں قرار نہیں دیا اور کسی کی مجال نہ تھی جو کہے کہ کیوں خدا نے ایسا کیا اس لئے کہ امامت خدا کی خلافت ہے کسی اور کی نہیں ہے کہ کہے کہ کیوں امام حسینؑ کے فرزندان میں قرار دی کیونکہ خدا اپنے افعال میں حکیم ہے اور اس کے بارے میں جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے سوال نہیں کیا جاسکتا بلکہ دوسروں سے سوال کیا جاسکتا ہے۔

کلینی اور ابن بابویہ و سفار اور دوسرے پیشوا شخاص سے زیادہ لوگوں نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ گمان کرتے ہو کہ امامت کا اختیار امام کو ہے کہ ہم جن کو چاہیں یہ عہدہ عطا کریں۔ نہیں خدا کی قسم بلکہ امامت جناب رسول خدا کا ایک عہدہ ہے مخصوص ایک ایک کی طرف آخری امام تک۔

بسندهائے معتبر دیگر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ ہم میں سے کوئی امام دنیا سے نہیں جاتا مگر یہ کہ خدا اس کو بتا دیتا ہے کہ کس کو اپنا وصی قرار دے۔ اور بروایت دیگر امام اپنے بعد کے امام کو جانتا ہے اور اسی سے وصیت کرتا ہے۔ اور بروایت دیگر امام دنیا سے نہیں جاتا جب تک کہ جان نہیں لیتا کہ کون اس کے بعد امام ہے۔

ابن شہر آشوب نے مناقب میں محمد ابن جریر طبری سے روایت کی ہے کہ جس وقت کہ جناب رسول خدا نے اپنے کو قبا ل عرب کے سامنے پیش کیا اور ان سے بیعت طلب کی تو قبیلہ بنی کلاب کے پاس آئے اور اسلام قبول کرنے کو فرمایا اور بیعت طلب کی ان لوگوں نے کہا کہ ہم اس شرط پر بیعت کریں گے کہ اپنے بعد آپ امر خلافت ہمارے سپرد کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ خدا کا امر ہے اگر وہ چاہے گا تمہارے سپرد کرے گا اور اگر چاہے گا دوسروں کے سپرد کرے گا۔ جب ان لوگوں نے یہ سنا تو بیعت نہیں کی اور کہا کہ ہم آئیں اور آپ کے لئے دوسروں سے شمشیر دینی کریں اور آپ دوسروں کو ہم پر حاکم قرار دیں۔

نیز روایت کی ہے کہ ابوالحسن رفاہ نے کسی عالم اہلسنت سے پوچھا کہ جس وقت جناب رسول خدا مدینہ سے باہر گئے تو کسی کو مدینہ میں خلیفہ مقرر کیا تھا اس نے کہا ہاں علی علیہ السلام کو خلیفہ مقرر کیا تھا ابوالحسن نے کہا کیوں نہ اہل مدینہ سے فرمایا کہ تم اپنے میں سے کسی کو خلیفہ بنا لو کیونکہ تم لوگ گمراہی و ضلالت پر مجتمع نہ ہو گے۔ اس عالم نے کہا اس لئے کہ ان کی آپس کی مخالفت سے اور اس بات سے ڈرے کہ کہیں کوئی فتنہ نہ برپا ہو جائے۔ ابوالحسن نے کہا اگر ان کے درمیان فساد ہو جاتا تو حضرت جب واپس آتے تو ان کی اصلاح کر دیتے اس عالم نے کہا حضرت کا خلیفہ مقرر کرنا زیادہ بہتر اور فتنہ سے حفاظت کے لئے ضروری تھا تو ابوالحسن نے کہا کہ پھر کسی کو مقرر کیا کہ حضرت کے بعد آپ کا جانشین ہو اس نے کہا نہیں۔ ابوالحسن نے کہا کہ حالت سفر سے موت کی حالت زیادہ عظیم اور اس وقت خلیفہ کی ضرورت زیادہ تھی لہذا وقت وقات امت کے اختلاف و فتنہ و فساد کے درمیان واقع ہونے سے کیوں نہ ڈرے حالانکہ حالت سفر میں خوف کیا جس کا تدارک جلد ممکن تھا یہ سنکر وہ عالم ساکت ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

معرفت امام کا واجب ہونا اور یہ کہ لوگ امام برحق کی ولایت ترک کر دینے پر معذور نہیں اور یہ کہ جو شخص مر جائے اور اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہنچانے

چوتھی فصل

وہ کفر و فتناء کی موت مرے گا۔

جانتا چاہئے کہ شیعوں کے نزدیک امام کا اقرار اصول دین میں سے ہے اور اس کا ترک کرنے والا احکام آخرت میں کافروں کے ساتھ شریک ہے۔ اور احکام دنیوی میں مسلمانوں کی طرح ان سے بڑا دیا گیا جانتا ہے مگر جو لوگ کہ اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ دشمنی ظاہر کرتے ہیں مثل خوارج کے تو وہ لوگ احکام دنیوی میں بھی کفار کا حکم رکھتے ہیں اور بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام برحق کے غلبہ نہ ہونے کے زمانہ میں شیعوں پر شفقت کے لئے ان پر حکم اسلام ظاہراً جاری کیا ہے تاکہ ان کے ساتھ معاشرت میں دشواری نہ ہو اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے ظہور کے بعد ان پر صرف کفار کا حکم جاری ہو گا اور اکثر علمائے شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ سوائے ضعیف الاعتقاد والوں کے سب کے سب مثل تمام کافروں کے ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے اور علمائے شیعہ میں سے شاذ و نادر کوئی اس کا قائل ہوا ہے کہ عذاب الہی میں طویل مدت تک رہنے کے بعد انکی نجات کی امید ہے۔ اور مستضعف (کمزور اعتقاد والا) وہ ہے جو ضعیف عقل کے سبب حق و باطل میں تمیز نہ کر سکے یا یہ کہ مذہب حق کی حقانیت کی دلیل باوجود عدم تفسیر کے اُس پر تمام نہ ہوئی ہو مثل ان لوگوں کے جنہوں نے شی با شاہوں کے عمل میں ٹھونکا پانی ہوا و مذہب کے اختلاف کو نہ سنا ہوا اور کسی کو نہ پایا ہو جو مذہب شیعہ کی حقیقت ان پر ثابت کرتا ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں نجات کی امید ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ سوائے مستضعفین کے عذاب الہی سے نجات کی امید نہیں ہے وہ عذاب الہی میں ہمیشہ رہیں گے

عامہ و خاصہ نے بطریق متواترہ حضرت رسول خدا سے روایت کی ہے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَهُ نَزَّ مَانَهُ مَاتَ مِيتَةً الْجَاهِلِيَّةِ یعنی جو شخص مر جائے اور اپنے امام زمانہ کو نہ پہچانے وہ اہل جاہلیت کی موت مرا ہو گا۔ جو کہ آنحضرت کے مبعوث ہونے سے پہلے اصول و فروع دین سے جہل و کفر پر مرتے تھے۔ اور یہ کہ جو بعض متعصب متکلمین اہلسنت نے کہا ہے کہ امام زمانہ سے مراد قرآن ہے تو ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ امام سے کتاب مراد لینا مجاز اور ظاہر کے خلاف ہے نیز لفظ زمانہ کے اضافہ سے ظاہر ہے کہ ہر زمانہ میں ایک امام ہوتا ہے اور قرآن تمام زمانوں میں مشترک ہے لہذا اسی وجہ ثانی سے یہ تاویل دفع ہوتی ہے کہ حضرت رسول خدا کی مراد امام سے کتاب ہے۔ نیز امام گذشتہ کو امام زمانہ نہیں کہتے۔ لہذا معلوم ہوا کہ ہر زمانہ کے لئے ایک امام ہونا چاہئے جس کو لوگ پہچانیں اور بالاتفاق

سوائے فرقہ امامیہ کے کوئی قائل نہیں کہ ہر زمانہ میں ایک امام ہے اور کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں ہوتا۔

برقی نے محاسن میں بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص مر جائے اور اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانے تو وہ دین جاہلیت پر رہا ہے۔ لہذا تم پر اپنے امام کی اطاعت لازم ہے تم نے بیشک اصحاب امیر المؤمنین علیہ السلام کو دیکھا ہے کہ انہوں نے حضرت کی پیروی نہیں کی تو ان کا معاملہ کہاں غنہی ہوا تو تم کسی کی پیروی نہ کرو کہ تم جہالت اور امام کے نہ پہچاننے سے مغدو نہیں ہو اور قرآن میں کریم ترین آیتیں ہماری شان میں نازل ہوئی ہیں یعنی جو آیتیں کہ فضیلت پر دلالت کرتی ہیں اور ہم وہ گروہ ہیں جن کی اطاعت خدا نے واجب قرار دی ہے اور تمام زمینیں ہماری لئے عنیت میں ہیں اور برگزیدہ عنیت ہم سے ہے۔

بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ زمین قائم باقی رہنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے مگر امام کے سبب سے اور جو شخص مر جاتا ہے اور اس نے اپنے امام کو نہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرنے والا ہے اور تم میں سے ہر ایک معرفت امام کا اس وقت تمام زندگی سے زیادہ محتاج ہوتا ہے جب اس کی جان یہاں تک پہنچ جاتی ہے اور اپنے دست مبارک سے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اس وقت کہے گا کہ میں امر نیک اور صحیح مذہب پر تھا اور وہ وقت وہ ہے جب کہ احوال آخرت اُس پر ظاہر ہوتے ہیں اور اپنے حالات کو بخوبی مشاہدہ کرتا ہے۔

بسند حسن حسین بن ابی العلاء سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ سے جناب رسول خداؐ کے اس قول کے بارے میں دریافت کیا جو حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مر جاتا ہے اور اس کا کوئی امام نہیں ہوتا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوتی ہے۔ امام نے فرمایا کہ ہاں بجا ہے اگر لوگ حضرت علی بن الحسینؑ کی متابعت کرتے اور عید الملک مروانی کو چھوڑ دیتے تو ہدایت پاتے۔ ہم نے کہا کہ جو شخص مر جائے اور اپنے امام کو نہ پہچانے تو وہ کفر کی موت مرنے والا ہے حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ اپنے پیغمبر سے گمراہی کی موت مرنے والا ہے لہ

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث سے یہ مراد ہو کہ ان پر دنیا میں حکم کفر جاری نہیں ہوتا یا ضعیف الاعتقاد لوگ مراد ہوں۔ جیسا کہ دوسری مستبر حدیثوں میں انہی حضرت سے منقول ہے یعنی ان کی موت کفر و ضلالت و نفاق پر ہوتی ہے۔

نیز محاسن وغیرہ میں بسند ہائے معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جو شخص مرجائے اور اس کا کوئی امام نہ ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے اور لوگ امام کے پہچاننے سے معذور نہیں۔ اور جو شخص اس حال میں مرجائے کہ اپنے امام کو پہچانتا ہو اس کو امام کا ظاہر ہونا ضرر نہیں کر سکتا خواہ ان کا ظاہر ہونا اس کی موت سے پہلے ہو یا بعد ہو اور جو شخص مرجائے اور اپنے امام کو پہچانتا ہو ایسا ہے کہ وہ حضرت قائم علیہ السلام کے ساتھ ان کے خیمہ کے اندر ہے۔

اکمال الدین میں بسند معتبر روایت ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ جو شخص مرجائے اور اپنے امام کو نہ پہچانتا ہو کیا جاہلیت کی موت مرا ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں جو شخص امام کی امامت میں شک کرے یا توقف کرے وہ کافر ہے اور جو شخص امام کی امامت سے انکار کرے یا امام سے اظہار عداوت کرے وہ مشرک ہے یعنی بُت پرست کے مانند ہے کلینی اور نعمانی نے بسند صحیح ابن ابی بصیر سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے اس آیت وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ اتَّبَعَ هَوَاهُ بَعْدَ هُدًى مِّنَ اللَّهِ (پہ سورہ القصص آیت ۵۰) کی تفسیر حضرت امام رضاؑ سے دریافت کی یعنی اور اُس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو خدا کی جانب سے ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو اپنے دین میں اپنی رائے سے عمل کرتا ہے بغیر اس کے کہ ائمہ ہدے ہیں کسی امام کی متابعت کرے۔

نیز حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے ایسے امام کے ساتھ جس کی امامت خدا کی جانب سے ہو ایسے شخص کو شریک قرار دیا ہو جس کی امامت منجانب خدا نہ ہو تو وہ مشرک ہے اور ایسا ہے کہ اس نے خدا کے ساتھ شریک قرار دیا۔

نعمانی نے بسند قوی ابن ابی یعقوب سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ ایک شخص ایسا ہے جو آپ کو دوست رکھتا ہے اور آپ کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرتا ہے اور آپ کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار دیتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ امامت آپ جاہلیت سے دوسرے سلسلہ میں نہیں جاتی۔ لیکن یہ بھی کہتا ہے کہ ان لوگوں نے اختلاف کیا ہے حالانکہ وہ بزرگوار پیشوا اور راہنما ہیں تو جو وقت سب ایک شخص پر اتفاق کر لیں گے تو میں بھی اس کی امامت کا قائل ہو جاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا اگر اسی حال میں وہ مرے گا۔ تو جاہلیت کی موت مرے گا۔ اور اس بارے میں بہت سی باتیں

بیان کی گئی ہیں۔

علی بن ابراہیم اور ابن بابویہ وغیرہم نے بسند ہائے معتبر حضرت باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم روز قیامت کسی کو مذکور نہ رکھے گا جو یہ کہے گا پالنے والے میں نہیں جانتا تھا کہ فرزند ان فاطمہ صلوات اللہ علیہم تمام خلق پر والی و حاکم ہیں۔ اور فرزند ان فاطمہ کے شیعوں کے حق میں بیعت نازل ہوئی ہے **قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ** (پہلے سورہ الزمر آیت ۳۵) یعنی اے میرے وہ بند و جنہوں نے بہت گناہ کر کے اپنی جانوں پر بڑا غلم کیا ہے۔ خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو یقیناً اگر خدا چاہے گا تو تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ وہ بیشک بخشنے والا بڑا مہربان ہے حضرت کی مراد یہ ہے کہ وہ صرف شیعیاں اہلبیت ہیں جو بخشے جانے کا حق رکھتے ہیں ان کے سوا دوسرے لوگ یہ حق نہیں رکھتے اور دوسرے لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

حمیری نے بسند صحیح حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہ رہے اور وہ رحمت الہی کی جانب دیکھے اور خدا تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت کرے تو وہ آل محمد کو دوست رکھے اور ان کے دشمنوں سے علیحدگی اختیار کرے اور وادہ آئمہ میں سے کسی امام کی متابعت کرے۔ تو جو شخص ایسا کرے گا تو وہ ہمیشہ لطف و کرم خداوند عالم کی طرف نظر کرے گا اور رحم و کرم الہی کی نظر اس کی طرف سے منقطع نہ ہوگی۔

عبید بن اخبار الرضا میں انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اپنے آبائے طہرین کے واسطے سے حضرت امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ جو شخص مر جائے اور ہمارے فرزندوں میں سے کسی امام کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے اور خدا اس کو ان تمام اعمال کے عوض عذاب کرے گا جو اُس نے جاہلیت و اسلام میں کئے ہوں گے۔

شیخ طوسی رحمہ اللہ نے مجالس میں اس آیت **وَإِنِّي لَنَفَّاذٌ لِّكُنُوتَابٍ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ** (پہلے سورہ طہ آیت ۱) کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی میں یقیناً اس کو بخشوں گا۔ جس نے (بڑے کاموں سے) توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے اعمال کئے پھر ہدایت پائی حضرت نے فرمایا خدا کی قسم اگر کوئی شرک سے

توبہ کرے اور ایمان لائے خدا اور روز قیامت پر اور اچھے اعمال بجالائے حالانکہ ہماری ولایت و محبت اور ہماری فضیلتوں کو پہچاننے سے ہدایت نہ پائے تو اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا لہذا بہتر ایمان اور اس کا جزو آخر آئمہ حق کی امامت کا اعتقاد اور ان کی پیروی ہے

علل الشرائع میں روایت ہے کہ حنان بن سدر نے حضرت صادق سے پوچھا کہ ہر وہ امام جو پیغمبر کے بعد ہیں کیا سبب ہے کہ ان کا پہچانا ضروری ہے اور جو آنحضرت سے پہلے تھے ان سب کا پہچانا واجب نہیں ہے حضرت نے فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کی شریعتیں جو آنحضرت سے پہلے تھے آنحضرت کی شریعت کی مخالف تھیں اور ہم ان شریعتوں کے مکلف و پابند نہیں ہیں اس سبب سے ان کی معرفت ضروری نہیں ہے برخلاف ان آئمہ کے جو آنحضرت کے بعد ہیں اور ان حضرت کی شریعت کے محافظ ہیں۔

معانی الاخبار میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ سلیم بن قیس ہلالی نے حضرت امیر المومنین سے دریافت کیا کہ سب سے کم وہ بات جس سے کہ آدمی گمراہ ہو جاتا ہے کیا ہے۔ فرمایا کہ وہ ہے کہ اس شخص کو نہ پہچانے جس کی اطاعت کا خدا نے حکم دیا ہے اور اس کی محبت و ولایت واجب قرار دی ہے اور اس کو زمین میں اپنی حجت گردانا ہے اور خلافت پر اپنا گواہ مقرر کیا ہے۔ سلیم نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ جناب امیر نے فرمایا کہ وہ وہ گروہ ہیں جن کی اطاعت کو خدا نے اپنی اور اپنے پیغمبر کی اطاعت قرار دی ہے اور فرمایا ہے

أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أَدِیْ الْأَمْرَ مِنْكُمْ (پس سورہ النساء آیت ۵۹) (یعنی اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہوں) یہ سنکر سلیم نے ان حضرت کے سر مبارک کو بوسہ دیا۔ اور کہا کہ آپ نے مجھ پر واضح فرما دیا اور میرے دل سے الجھن دور کر دی اور میرے دل کے تمام شکوک رفع فرما دیے۔

علل الشرائع میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت امام حسین علیہ السلام دولتراسے نکل کر اپنے اصحاب کے پاس آئے اور فرمایا کہ ایہا الناس خداوند عالم نے یقیناً اپنے بندوں کو خلق نہیں فرمایا مگر اس لئے کہ اس کو پہچانیں اور جب پہچانیں گے تو اس کی عبادت کریں گے اور جب اس کی عبادت کریں گے تو اس کی عبادت کے سبب دوسروں کی عبادت سے بے نیاز ہو جائیں گے یہ سن کر ایک شخص نے پوچھا یا ابن رسول اللہ



میرے پاس آپ پر خدا ہوں معرفت خدا کیا ہے فرمایا ہر زمانہ کے لوگوں کا اُس امام کو چھپنا جس کی اطاعت ان پر واجب ہے لہ

کتاب عقاب الاعمال میں بطریق عامہ ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ ایک روز آنحضرت تشریف فرما تھے اور آپ کی خدمت میں امیر المؤمنین اور اصحاب حاضر تھے جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتا ہے وہ داخل بہشت ہوگا یہ سنکر شیخیں نے کہا ہم تو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا مقبول نہ ہوگا مگر اس کے سبب سے یعنی امیر المؤمنین اور ان کے شیعوں کے سبب سے کیونکہ ہمارے پروردگار نے ان سے علی کی ولایت کا عہد لیا ہے پھر ان دونوں صاحبان نے کہا کہ ہم لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتے ہیں تو جناب رسول خدا نے اپنا دست مبارک امیر المؤمنین کے سر پر پھر کر فرمایا کہ تمہاری اس شہادت کی قبولیت کی علامت یہ ہے کہ اس کی بیعت نہ توڑنا اور اس کے عہدہ کو غصب نہ کرنا اور اس کی بات کو دروغ سے نسبت مت دینا۔

حضرت صادق سے بسند معتبر روایت ہے کہ ہم میں سے ہے وہ امام جس کی اطاعت واجب ہے جو شخص اس سے انکار کرتا ہے یہودی مرتا ہے یا نصرانی خدا نے زمین کو خالی نہیں چھوڑا جس روز سے حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجا ہے مگر یہ کہ زمین میں کوئی امام رہا ہے جس کے سبب سے لوگ خدا کی طرف ہدایت پاتے تھے اور وہ سندوں پر خدا کی حجت تھا جو شخص اس کی متابعت سے انحراف کرتا تھا۔ وہ ہلاک ہوتا تھا۔ اور جو شخص اس کی اطاعت کرتا تھا نجات پاتا تھا اور خدا پر لازم ہے کہ ہمیشہ ایسا ہی رہے۔

کلینی نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خدا کی عبادت نہیں کرتا ہے مگر جو خدا کو چھپاتا ہے لیکن جو خدا کو نہیں چھپاتا وہ گمراہی کے ساتھ خدا کی عبادت کرتا ہے راوی نے پوچھا خدا کی معرفت کیا ہے فرمایا خدا کی تصدیق کرے اسکے پیغمبر کی تصدیق کرے اور علی علیہ السلام

لے ٹولف فرماتے ہیں کہ معرفت خدا کی معرفت امام سے اس لئے تفسیر فرمائی کہ خدا کو نہیں چھپا سکتے مگر امام کے ذریعہ سے۔ یا اس جہت سے کہ بغیر معرفت امام خدا کی معرفت فائدہ نہیں دے سکتی یا اس جہت سے کہ جو شخص خدا کو اس طرح چھپائے کہ لوگوں کو بھل چھوڑ دیا اور کسی امام کا ان کے لئے متبع نہیں کیا تو اس نے خدا کو اس کی حکمت و لطف و کرم کے ساتھ نہیں چھپانا۔ ۱۲۔

کی امامت کا اعتقاد رکھے اور ان کی پیروی کرے اور آئمہ ہدایت کی اور ان کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرے اسی طرح خدا کو پہنچانا چاہیے۔

کلینی و برقی و نعمانی نے بسند ہائے صحیح و معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو شخص کہ خدا کی عبادت اس طرح کرے کہ اس میں اہتمام کرے اور اپنے کو تعب و شقت میں ڈالے اور اس امام عادل کا اعتقاد نہ رکھتا ہو جو خدا کی جانب سے مقرر ہو تو یقیناً عبادت میں اس کا اہتمام اور کوشش مقبول نہیں۔ اور وہ گمراہ اور حیران ہے اور اس کی مثال اس گوسفند کی سی ہے جو اپنے چرواہے اور اپنے گلہ سے بھٹک گئی ہو۔ اور تمام دن حیران پھرتی رہی ہو اور جب رات ہوئی تو اس نے ایک دوسرے گلہ گوسفند کو اس کے چرواہے کے ساتھ دیکھا تو اسی گلہ کے ساتھ ہو گئی اور رات انہی کے ساتھ بسر کی پھر جب صبح کو وہ چرواہہ اپنے گلہ کو چراگاہ میں لے گیا تو گوسفند نے دیکھا کہ وہ اس کا گلہ ہے نہ اس کا چرواہہ تو وہ ان سے الگ ہو کر اپنے چرواہے اور گلہ کی تلاش میں حیران و سرگرداں پھرتی رہی پھر اس نے دوسرا گلہ دیکھا اور چاہا کہ اس میں شامل ہو جائے مگر اس کے چرواہے نے اس کو ڈانٹا کہ اپنے گلہ سے ملتی ہو کیونکہ تو حیران ہے اور اپنے گلہ اور چرواہے کو ٹوٹے گم کر دیا ہے یہ سنکر وہ واپس ہوئی اور حیران و پریشان و خوفزدہ پھرتی رہی نہ اس کا کوئی چرواہا تھا کہ اس کو چراگاہ میں لے جائے یا چراگاہ سے جائے قیام کو پہنچا دے ناگاہ اسی حال میں بھڑکیے نے اس کو دیکھا اور اس کی تنہائی کو غنیمت سمجھ کر اس کو کھا گیا اسی طرح جو شخص اس امت میں ایسا ہو جس کا کوئی ایسا امام نہ ہو جو خدا کی جانب سے مقرر ہو اور عادل ہو تو وہ بھی گمراہی میں حیران ہو کر مارا مارا پھرتا رہے گا اور اگر اسی حال میں مر جائے گا تو وہ کفر و نفاق پر مرا ہوگا۔ اور یہ سمجھ لو کہ امامان حق اور ان کے تابعین خدا کے دین پر ہیں اور امامان جو دین خدا اور حق سے معزول ہیں اور خود گمراہ ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور جو اعمال کرتے ہیں وہ ایسی راکھ ہے جس کو آندھی اڑا کر پراگندہ کر دیتی ہے یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں ان میں کسی چیز پر قادر نہیں مگر گمراہی و دور واز پر لے

لے مولف فرماتے ہیں کہ اس مثال میں وجہ تشبیہ اس جہت سے ہے کہ کوئی شخص امام برحق رکھتا ہو اور اس کے بعد اس کے جانشین کی متابعت نہ کرے اور آئمہ جو دین سے کسی کے پاس جاتا ہے اور دہاں (بقیہ حاشیہ صفحہ اوپر ملاحظہ ہو)

ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امام خلق خدا اور خدا کے درمیان ایک علم اور نشان ہے تو جو شخص اس کو پہچانے وہ مومن ہے اور جو شخص اس کو نہ پہچانے وہ کافر ہے۔

نعمانی نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پہچا کہ مجھے اس شخص سے آگاہ فرمائے جو آپ میں سے کسی امام کا انکار کرے اس کا کیا حال ہے حضرت نے فرمایا کہ جو شخص اس امام سے انکار کرے جس کی امامت خدا کی جانب سے ہو اور اس سے اور ہمارے عین سے بیزاری اختیار کرے تو وہ کافر ہے اور دین اسلام سے مرتد ہے کیونکہ امام خدا کی جانب سے ہے اور اس کا دین خدا کا دین ہے تو وہ دین خدا سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے اس حال میں اس کا خون مباح ہے مگر یہ کہ وہ دین میں واپس آئے اور خدا سے توبہ کرے اس سے جو کچھ اس نے کہا ہے۔

اس بیان میں کہ جو ایک امام سے انکار کرتا ہے ایسا ہے کہ اُس نے سب سے انکار کیا۔

## پانچویں فصل

کلمینی و ابن بابویہ و نعمانی و غیر ہم نے بسند ہائے صحیح و معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو شخص ایک امام زندہ کا انکار کرے تو اس نے تمام گذشتہ اماموں کا انکار کیا۔ ابن بابویہ و غیر ہم نے بسند ہائے معتبر ابان بن عقاب سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے پہچا کہ جو شخص تمام گذشتہ اماموں کی معرفت رکھتا ہو اور اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانے تو کیا وہ مومن ہے فرمایا نہیں میں نے دریافت کیا کہ کیا وہ مسلمان ہے فرمایا ہاں۔ ابن بابویہ فرماتے ہیں کہ اسلام شہادتین کا اقرار کرنا ہے اور اس سے

(بقیہ ماثیہ صفحہ ۶۰) اس کے خلاف دیکھتا ہے جو امام برحق سے دیکھتا اور سنتا تھا تو اس سے نفرت کر کے دوسرے امام جو رکے پاس جاتا ہے اس سے بھی وہی خلاف باتیں مشاہدہ کرتا ہے اور امام جو بھی جیہ اس سے اپنے امور باطلہ کی مخالفت دیکھتا ہے اس خیال سے کہ کہیں وہ اس کے پیروی کرنے والوں کو اس سے منحرف کر دے۔ اس کو دور کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ شیطان جو راہ دین و ایمان کا بھڑکا ہے اس کی اس حیرانی کو غنیمت سمجھ کر اس کو دین سے بالکل خارج کر دیتا ہے یا کسی ایک مجبور کی متابعت پر راضی کر کے اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔

اس کی جان و مال محفوظ ہو جاتے ہیں اور آخرت کا ثواب ایمان پر منحصر ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کا اقرار کیا تو اس نے اپنی جان و مال محفوظ کر لیا اس سے کہ وہ قتل کیا جائے یا اس کا مال لے لیا جائے۔ اور اس کا حساب قیامت میں خدا پر ہے

نیز حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جان لو کہ اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیغمبری سے انکار کرے اور دوسرے تمام پیغمبروں کا اقرار کرے تو وہ مومن نہیں خدا کے راستہ پر چلنے کا قصد اس امام کی تلاش و طلب کر کے کر دوس کی علامت حق ہے اور جب تمہارا امام پوشیدہ ہو تو ان کے آثار و احادیث کی تلاش کرو جو کہ تمہارے درمیان ہے اور اپنے امروین کو کامل کرو تو تم اپنے خدا پر ایمان لائے ہوئے ہو گے۔

بند معتبر حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علیؑ تم اور تمہارے فرزندوں میں سے امام میرے بعد خلق پر حجت خدا ہیں۔ اور بندوں میں راہ خدا کی ہدایت کے نشان ہیں جس شخص نے ان میں سے کسی ایک کا انکار کیا تو اس نے میرا انکار کیا اور جس نے ان میں سے کسی کی نافرمانی کی تو اس نے میری نافرمانی کی اور جس نے ان میں سے کسی پر ظلم کیا اس نے مجھ پر جفا کی اور جس نے تمہارے ساتھ محبت و نیکی کا برتاؤ کیا تو اس نے میرے ساتھ محبت و نیکی کا برتاؤ کیا۔ اور جس نے تمہاری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے تم سے دوستی کی اس نے مجھ سے دوستی کی اور جس نے تم سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی کیونکہ تم مجھ سے اور میرے صلب سے پیدا ہوئے ہو اور میں تم سے ہوں۔

نعمانی نے محمد بن نما سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شخص جو آپ کا غلام اور شیخ ہے آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ میرے بے فدا من ہوں کہ قیامت میں آپ میری شفاعت کریں گے۔ حضرت نے پوچھا کیا وہ ہمارے شیعوں اور دوستوں میں سے ہے۔ میں نے عرض کی ہاں۔ تب حضرت نے فرمایا کہ اس کی شان اس سے بلند ہے کہ

وہ شفاعت کی التجا کا محتاج ہو پھر میں نے عرض کی کہ ایک شخص ہے کہ علی علیہ السلام کو دوست رکھتا ہے اور ان کے بعد کے اوصیا کو نہیں جانتا اور نہیں پہنچاتا یہ منکر حضرت نے فرمایا وہ گمراہ ہے میں نے کہا کہ تمام اماموں کا اقرار کرتا ہے مگر امام آخر کا انکار کرتا ہے حضرت نے فرمایا کہ وہ اُس شخص کے مانند ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیغمبری کا اقرار کرتا ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیغمبری کا منکر ہے یا آنحضرت کی پیغمبری کا اقرار کرتا ہے اور حضرت عیسیٰ کی نبوت کا منکر ہے۔ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس شخص سے جو خدا کی حجتوں میں سے کسی کا انکار کرتا ہے۔

کلینی اور نعمانی نے بسند موثق محمد بن مسلم سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ ایک یمنی نے مجھ سے کہا کہ امام آخری کو جو امام زمانہ ہیں تم پہنچانتے ہو تو اگر پہلے کے امام کو نہیں پہنچانتے تو کوئی حرج نہیں ہے حضرت نے فرمایا کہ خدا لعنت کرے اس شخص پر۔ میں اس کو دشمن رکھتا ہوں۔ باوجود اس کے کہ اس کو نہیں جانتا اور نہیں پہنچاتا۔ وہ اپنے امام آخر کو نہیں پہچان سکتا مگر امام اقل کے ذریعہ سے۔

کلینی نے بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ بسندہ مومن نہیں ہوتا جب تک خدا و رسول اور تمام ائمہ اور اپنے امام زمانہ کو نہ پہچانے اور اس کی طرف رجوع کرے اس امر میں جو اس پر مشتبہ ہو اور اس کی اطاعت کرے پھر فرمایا کہ کیونکر وہ امام آخر کو پہچان سکتا ہے جبکہ امام اقل سے واقف نہ ہو اور اس کی امامت کو نہ جانتا ہو۔

نیز بسند صحیح زرارہ رحمۃ اللہ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ مجھے آگاہ فرمائیے کہ آیا معرفت امام تمام

سے مؤلف فرماتے ہیں کہ وہ انبیاء و اوصیاء جن کا ذکر خدا نے قرآن میں کیا ہے جیسے حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام یا سقوت پیغمبریں ان کی نبوت و وصابت تو اتنے سے ہو اور ضروریوں سے ہے کہ جو شیئیں ان میں کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے لہذا مجملہ تمام انبیاء و اوصیاء کا اعتقاد رکھنا چاہیے خاص طور سے جاننا واجب نہیں ہے مثلاً یہ کہ اقرار کرے کہ تمام انبیاء اور ان کے اوصیاء برحق ہیں ۱۲۔

خلق پر واجب ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالمین نے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام کو رسالت کے ساتھ تمام خلق پر مبعوث فرمایا اور وہ زمین میں تمام خلق پر حجت خدا تھے لہذا جو شخص خدا و رسول پر ایمان لاتا ہے اور ان کی متابعت کرتا ہے اور ان کی تصدیق کرتا ہے اس پر معرفت امام واجب ہے اور جو شخص کہ خدا و رسول پر ایمان نہیں لانا اور ان کی متابعت و تصدیق نہیں کرتا اور ان کے حق کو نہیں پہچانتا تو اس پر امام پوشیدہ کی معرفت کیونکر واجب ہوگی حالانکہ وہ ایمان خدا و رسول پر نہیں لایا اور ان کے حق کو نہیں پہچانا۔ زرارہ نے کہا تو پھر آپ اس شخص کے حق میں کیا فرماتے ہیں جو خدا و رسول پر ایمان لایا اور جو کچھ خدا نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے ان سب چیزوں کی تصدیق کی تو کیا ایسے لوگوں پر آپ کی معرفت واجب ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں۔ اہلسنت ابو بکر و عمر کی معرفت باوجود ان کی کمزوریوں کے واجب جانتے ہیں۔ زرارہ نے کہا ہاں تو حضرت نے فرمایا کہ کیا تم گمان کرتے ہو کہ خدا نے ان دونوں کی معرفت ان کے دلوں میں ڈال دی ہے۔ نہیں خدا کی قسم سوائے شیطان کے کسی نے ان کے دلوں میں نہیں ڈالی ہے اور خدا کی قسم ہماری معرفت مومنین کو خدا کے سوا کسی نے نہیں الہام کی ہے۔

نیز بسند مستبر جابر سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ خدا کو نہیں پہچانتا اور نہ اس کی عبادت کرتا ہے مگر وہ شخص جو خدا کو پہچانے اور ہم اہلبیت میں اپنے زمانہ کے امام کو پہچانے اور جو شخص خدا کو اور ہم اہلبیت میں سے اپنے عہد کے امام کو نہیں پہچانتا تو اللہ وہ غیر خدا کو پہچانتا اور غیر خدا کی پرستش کرتا ہے۔ خدا کی قسم وہ ضلالت و گمراہی کی وجہ سے بے راہ چلتا ہے۔

نیز بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ صالح اور نیک نہیں ہو سکتے جب تک معرفت امام حاصل نہ کرو اور تم کو معرفت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک تصدیق نہ کرو اور تم نے تصدیق نہیں کی ہے جب تک فرمانبرداری اور پیروی نہ کرو۔ چار چیزیں جو آیت میں مذکور ہوں گی حق ہیں یعنی توبہ، ایمان، عمل صالح اور ائمہ کی دلالت و متابعت سے ہدایت یافتہ۔ اس کے بعد فرمایا... کہ صلاحیت نہیں پاتا اور درست نہیں ہوتا ان کا اول مگر ان کے آخر امامت کے ذریعہ سے

اور بغیر ولایت کے ان کو فائدہ نہیں ہوتا۔ اور تین مذکورہ باتوں پر ایمان رکھنے والے گمراہ ہیں اور انتہائی حیرانی میں مبتلا ہیں۔ یقیناً خدا قبول نہیں کرتا لیکن عمل صالح کو اور وہ قبول نہیں کرتا مگر ان کی شرطوں اور عہدوں کے ساتھ ان کو پورا کرنے سے جو اس آیت میں مذکور ہیں لہذا جو شخص خدا کی شرطوں کو پورا کرتا ہے اور عمل میں لاتا ہے ان باتوں کو جن کا خدا نے قرآن میں اس سے عہد لیا ہے تو اس کو وہ ثوابات ملتے ہیں جن کا خداوند عالم نے اس سے وعدہ کیا ہے یقیناً خدا تے اپنے بندوں کو راہ ہدایت سے مطلع فرمایا ہے اور راہ ہدایت پر علامتیں نصب کی ہیں اور ان کو آگاہ کیا ہے کہ کس طرح اس راستہ کو طے کرنا چاہئے لہذا فرمایا کہ اِنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ وَاعْمَلُوا صَالِحًا تَرْجُوْا رَحْمَةً رَّبِّكُمْ یعنی میں یقیناً بڑا بخشش والا ہوں اس کو جو مشرک اور کفر سے توبہ کرے اور خدا و رسول اور روز قیامت پر ایمان لائے اور ہدایت حاصل کرے۔ اور فرمایا ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ رپ سورہ مائدہ آیت ۲۷ یعنی یقیناً خدا اعمال کو قبول نہیں کرتا مگر پرہیزگاروں سے تو جو شخص خدا سے ڈرتا ہے ان باتوں میں جن کا خدا نے حکم دیا تو وہ خدا سے ملاقات کرتا ہے ان چیزوں پر ایمان کے ساتھ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں۔ افسوس افسوس اس جماعت کا حال سعادت سے کس قدر دور ہے بہت سی جماعتیں قبل اس کے کہ آئمہ حق کی متابعت و ولایت سے ہدایت پائیں گذر گئیں اور ان کے افراد گمان کرتے تھے کہ وہ سمجھتے تھے کہ خدا پر ایمان لائے ہیں حالانکہ اپنی نادانی سے خدا کا شریک قرار دیا تھا جو شخص گھر میں اس کے دروازہ سے آتا ہے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو شخص علاوہ دروازہ کے کسی اور راستہ سے داخل ہوتا ہے اس نے ہلاکت کا راستہ طے کیا اور علم رسول کے دروازے آئمہ حق ہیں۔ جیسا کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ میں علم و حکمت کا شہر ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں اور خدا نے فرمایا ہے وَ اَتُوا الْبَيْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا رپ سورہ بقرہ آیت ۱۸۹ یعنی گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور خدا نے اولوالامر یعنی آئمہ برحق کی اطاعت کو اطاعت رسول سے ملا دیا ہے اور اطاعت رسول کو اپنی اطاعت سے وصل کر دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ تو جو شخص دایان امر کی اطاعت کو ترک کرتا ہے تو اس نے

نہ خدا کی اطاعت کی اور نہ رسول کی اطاعت کی اور ان کی اطاعت اقرار ہے اس امر کا جو کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَطَرِيقِ سُبُوحِ السَّمَاوَاتِ ایت ۳۱ یعنی ہر مسجد کے پاس اپنے تئیں آراستہ کرو اور حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسجد سے مراد نماز ہے اور زینت سے مراد جسمانی دروہانی دونوں زینتیں ہیں اور روحانی زینتوں میں بہترین زینت ایمانی عقائد ہیں جن کے بغیر عبادتیں مقبول نہیں ہوتیں اور ان میں سب سے بہتر ائمہ حق و پیشوایان دین کی ولایت و متابعت ہے اس کے بعد فرمایا کہ ان مکانوں کو تلاش کرو جن کے بارے میں خدا نے آیت نور کے بعد جو اہلبیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے فرمایا ہے **فِي بُيُوتٍ اِذِ قَالَ اللَّهُ اَنْ تَرْفَعُوْا رِجَالَكُمْ فِيْهَا اَسْمَاءُ** (پہلے سورہ نور آیت ۳۶) جس کی تاویل احادیث میں یوں وارد ہوئی ہے کہ یہ نور اس مکان میں روشن ہے جس میں خدا نے اجازت دی ہے اور مقرر و مقدر فرمایا ہے کہ ہمیشہ بلند مرتبہ اور شہرت میں بلند رہے اور اس میں ذکر خدا ہوتا رہے اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ تم کو بلا شہرت بلا دین ہے کہ وہ گھر اور اس کے رہنے والے کون لوگ ہیں۔ فرمایا ہے کہ **وَجَالَتْ اَنْفُسُهُمْ** **يَتَجَادَفُوْا بَيْنَهُ عَنِ ذِكْرِ اللَّهِ** (پہلے سورہ نور آیت ۲۴) یعنی وہ کچھ ایسے لوگ ہیں جن کو نہ تجارت نہ خرید و فروخت یا خدا سے نماز قائم کرنے اور ادا کرنے سے غافل کرتی ہے اور وہ لوگ اس روز سے ڈرتے ہیں جس روز کے خوف سے دل اور آنکھیں پھر جاتی ہیں اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ یقیناً خدا نے رسولوں اور پیغمبروں کو اپنے امر کے لئے برگزیدہ اور مخصوص فرمایا ہے یعنی ہدایت خلق اور بیان شرائع دین کے لئے پھر ان میں سے ایک گروہ کو برگزیدہ کیا جو پیغمبروں انذار یعنی ڈرانے کی تصدیق کریں جس کو خدا نے اپنے پیغمبروں کی زبانی بیان کیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ **وَاِنْ مِنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا سَافِرٌ** یعنی کوئی امت ایسی نہیں جس میں خدا نے عذاب سے ڈرانے والے کو نہیں بھیجا جو شخص نادان ہے وہ حیران ہے اور جو شخص بینا اور صاحب عقل ہے وہ ہدایت یافتہ ہے اور بینائی سے مراد دل ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے **وَاَنْهَا لَا تَعْمٰی اِلَّا بَصَاہٗمُ وَالْاَعْمٰی الْقُلُوْبُ اَلَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ** (سورہ الحج آیت ۴۶) یعنی ان کی آنکھیں اندھی نہیں بلکہ ان کے دل اندھے ہیں جو ان کے سینوں میں ہیں وہ شخص کیونکر



ہدایت پاسکتا ہے جس کا دل اندھا ہو وہ کیونکر بینا ہو سکتا ہے جو آیات و احادیث میں غور و فکر نہ کرے۔ اور رسول خدا صلعم اور ان کے اہلبیت کی متابعت کرو اور ان کا اقرار کرو جو کچھ خدا کی جانب سے نازل ہوا ہے اور متابعت کرو آثار ہدایت کی جو آئمہ حق ہیں بے شبہ وہ لوگ امانت و دینداری و پرہیزگاری کی علامتیں ہیں۔

نیز بزرگوار حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن الکواجر خارجی تھا جناب امیر کی خدمت میں آیا اور اس آیت **وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ** (سورہ الاعراف آیت ۴۶) کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ ہم ہیں جو اعراف میں ہوں گے اور اپنے دوستوں کو ان علامتوں سے پہچان لیں گے جو ان کی پیشانیوں پر ہونگے ہم وہ اعراف ہیں کہ دنیا والے خدا کو نہیں پہچان سکتے مگر ہماری معرفت کے ذریعہ سے ہم وہ اعراف ہیں کہ جن کو خدا ہمارے دوستوں دشمنوں کو صراط پر پہنچوائے گا۔ لہذا بہشت میں داخل نہ ہوگا مگر وہ شخص جو ہم کو پہچانتا ہے۔ اور اس کو ہم پہچانتے ہیں اور جہنم میں نہیں جائے گا مگر وہ شخص جس کو ہم نہیں پہچانتے اور وہ ہم کو نہیں پہچانتا اگر خدا چاہتا تو اپنے تین بندوں کو پہنچا دیتا لیکن مصلحت اس نے اسی میں سمجھا کہ ہم کو اپنی معرفت کا دروازہ قرار دے اور صراط مستقیم اور راہ نجات قرار دے۔ ہم وجہ خدا ہیں کہ ہمارے ذریعہ سے خدا تک پہنچا جاسکتا ہے لہذا جو شخص ہماری ولایت سے انکار کرے یا ہمارے غیر کو ہم پر ترجیح دے تو وہ راہ راست سے ہٹک گیا۔ وہ لوگ جن کی متابعت لوگ کرنے لگے ہیں۔ مرتبہ میں ہمارے برابر نہیں ہیں اس لئے کہ جو لوگ غیر شیعہ ہیں وہ کچھ بھرے تالابوں سے ٹپک ہوئے ہیں جو بعض پر بعض گرتے ہیں اور جو لوگ ہماری طرف آئے ہیں وہ ایسے صافی چٹے کی طرف آئے ہیں جو خداوند عالم کے حکم سے ہمیشہ جاری ہیں۔ وہ چٹے کبھی آخر نہیں ہوتے اور کبھی منقطع نہیں ہوتے لے

لے مولف فرماتے ہیں کہ حضرت نے علم کو پانی سے تشبیہ دی ہے اس سبب سے کہ جس طرح پانی بدن کی حیات کا باعث ہے اسی طرح علم روح کی حیات کا باعث ہے اور مخالفین کے علم کو بوجہ ان کی کمی اور غیر منقطع ہونے اور شک و شبہ سے بھرے ہونے کے اس پانی سے تشبیہ دی ہے جو کم اور کسی گڑھے میں جمع ہو جس میں کچھ اور کثافتیں ہوں۔ اس سبب سے کہ انہوں نے آپس میں (بغیہ حاشیہ صفحہ ۶۸ پر دیکھئے)

میر بسند معتبر حمزہ شامی سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اُن سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک شخص اگر چند فرسخ کا سفر کرتا ہے تو ایک راہنما ساتھ لیتا ہے تاکہ راستہ بھول نہ جائے اور تم نہ بین کی راہوں کے بہ نسبت آسمان کی راہوں سے زیادہ ناواقف ہو لہذا اپنے لئے کسی راہنما کی تلاش کرو آسمان کی راہوں سے مراد چند اعمال و عقائد ہیں جن کے ذریعہ سے انسان بہشت اور قرب الہی کے بلند درجوں اور کمال معنوی پر فائز ہوتا ہے۔

اور بسند صحیح حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ میں نے اُن حضرت سے اس آیت وَمَنْ يُوْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا اُتِیٰ سورہ بقرہ آیت ۲۶۹ (۲۷۷) کی تفسیر دریافت کی۔ یعنی جس کو حکمت دی گئی ہے اس کو خیر کثیر عطا ہوا ہے حضرت نے فرمایا کہ حکمت سے مراد طاعت خدا اور معرفت امام ہے لے

دبقیہ حاشیہ صفحہ ۶۷ ایک دوسرے سے علوم (فائدہ) حاصل کیا ہے جو خدا و رسول و ائمہ حق کی طرف جن کے پاس علوم حق ہیں منتہی نہیں ہوتا۔ اور حضرت نے تشبیہ دی ہے کہ وہ چشمے ہیں جن میں بعض گرتے ہیں اور علوم اہلبیت علیہم السلام کی چشمہ سانی سے تشبیہ دی ہے جو ہمیشہ خداوند عالم کی جانب سے جاری رہتا ہے۔ اس جہت سے کہ ان کے علوم یقینی ہیں جن کا منبع وحی و اہام الہی ہے اور اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور وہ ہمیشہ روح القدس کے القا کرنے سے اور الہامات یقینیہ سے جو ان کے قلب پر نازل ہوتے ہیں جو نہ منقطع ہوتے ہیں نہ ختم ہوتے ہیں چنانچہ اس کے بعد انشاء اللہ مذکور ہوگا۔ ۱۲

دحاشیہ صفحہ ۶۸ ہذا مؤلف فرماتے ہیں کہ حکمت سے علوم حق یقینی مقصود ہیں جن کا تسلسل عمل سے ہوتا ہے چنانچہ کہا گیا ہے کہ حکیم سچا اور درست کردار ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت نے حکمت کی تفسیر معرفت امام سے فرمائی ہے جو تمام سعادوں کا سرچشمہ ہے اور علوم حق یقینیہ امام ہی سے حاصل ہوتے ہیں اور انہی سے خدا کی اطاعت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اطاعت کا مقصد ان علوم پر عمل کرنا ہے۔ یہ ہیں سے معلوم ہوا کہ حکمت وہ علوم باطلہ نہیں جنکو گمراہ لوگوں نے اپنی کوتاہ عقل سے پیدا کر کے حکمت نام رکھ لیا ہے اسی غلط حکمت کے ذریعہ اکثر بنیوں کی شریعتوں اور کتب الہی کو الٹ پھر کر کے لوگوں کو معرفت الہی اور احادیث رسول خدا اور ارشادات ائمہ ہدی صلوات اللہ علیہم سے محروم کر دیا ہے۔ ان لوگوں نے علم دین اور مسائل ضروریہ کو بغیر سمجھے ہوئے چند باطل مسئلوں کے سبب اپنا نام عالم اور حکیم رکھ لیا ہے

نیز بسند موثق حضرت امام باقر علیہ السلام سے اس آیت اَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَاحْيَيْنَاهُ  
وَجَعَلْنَاهُ فُودًا يَمْشِي بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُہٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْہَا  
(دیکھ سورہ انفصام آیت ۱۲ تا ۱۵) یعنی جو شخص کہ مردہ ہوتا ہے تو ہم اس کو زندہ کرتے ہیں اور  
اس کے لئے ایک نور قرار دیتے ہیں جس کی روشنی میں لوگوں کے درمیان راستہ چلتا ہے  
اس شخص کے مانند ہے جس کی مثال اور صفت یہ ہو کہ وہ کفر و ضلالت کی تاریکی میں ہو اور  
کبھی اس میں سے باہر نہیں آتا۔ حضرت نے فرمایا کہ مردہ سے مراد ہے جو کچھ نہیں  
جانتا اور عقائد حقہ کا علم نہیں حاصل کرتا۔ اور وہ جو نور کے ذریعہ سے لوگوں کے درمیان  
راہ چلتا ہے وہ امام ہے جس کی لوگ پیروی کرتے ہیں اور جو شخص کہ تاریکیوں میں ہے وہ  
ہے جو اپنے امام کو نہیں پہچانتا۔

بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ابو عبد اللہ جدلی حضرت  
امیر المومنین کی خدمت میں آئے تو حضرت نے فرمایا کہ اے ابو عبد اللہ کیا تم چاہتے ہو  
کہ میں تم کو اس آیت مِّنْ جَاۤءٍ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُۥ خَيْرٌ مِّنْہَا وَهُم مِّنْ ذُرِّۃٍ یَّوْمَئِذٍ  
الْمُتَّوْنَ ۝ وَ مِّنْ جَاۤءٍ بِالسَّيِّئَةِ فَمَکِثَتْ دُجُوۡهُہُمْ فِی النَّارِ اٰھَلٌ یُّجْرَدُوْنَ اِلَّا مَا  
کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (دیکھ سورہ النمل آیت ۸۹ و ۹۰) جس کا ظاہری ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص خدا کی  
بارگاہ میں نیکی لاتا ہے تو اُس کے واسطے اُس سے بہتر ثواب ہے کیونکہ ذلیل کے عوض  
میں شریف اور فانی کے بدلے باقی اور ایک کے مقابلہ میں دس بلکہ سات سو تک خداوند  
عالم اس کو عطا فرماتا ہے اور ایسے لوگ روز قیامت کے ہول اور خوف سے محفوظ ہیں۔  
اور جو شخص کہ گناہ اور بدی لاتا ہے (اکثر مفسرین نے سیدہ شکر وادلیا ہے) تو ایسے لوگ  
مٹنے کے بل جہنم میں ڈالے جائیں گے کیا تم کو انہی اعمال کا بدلہ (دنا) دیا جائیگا جو تم کرتے  
ہو۔ ابو عبد اللہ نے کہا ہاں یا امیر المومنین میں آپ پر خدا ہوں حضرت نے فرمایا کہ حسنہ  
سے مراد ہماری ولایت و امامت ہے اور ہم اہلبیت کی محبت ہے اور سیدہ سے مراد  
اس جگہ ہماری ولایت سے انکار اور ہم اہلبیت سے عداوت ہے جو اس کا باعث ہوتا  
ہے کہ اس کو ذلت و غوری کے ساتھ اس دنیا سے لے جائے اور جہنم میں ڈال دے۔

چھٹی فصل  
اللہ حق کی اطاعت کے واجب ہونے کا بیان۔  
کلینی وغیرہ نے بسند مثل صحیح کے حضرت امام محمد باقر سے روایت کی

ہے کہ امر دین کی بندگی اس کی رفت اس کی کفنی اور تمام امور اور خداوند رحمان کی خوشنودی کا دروازہ امام کو پہنچانے کے بعد۔ اس کی اطاعت ہے۔ پھر فرمایا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيفًا۔ (پس سورہ النساء آیت ۸۰) یعنی جو رسول کی اطاعت کرتا ہے تو اس نے خدا کی اطاعت کی اور جو شخص اس کی اطاعت سے منہ پھیرتا ہے تو کچھ پروا نہیں) اے رسول! ہم نے تم کو ان کا محافظ بنا کر نہیں بھیجا ہے کہ تم ان کے اعمال کے ذمہ دار ہو اور نہ یہ کہ تم ان کا حساب کرو تم پر تو ہمارے احکام کا پہنچا دینا واجب ہے اور ان کا حساب کرنا اور ثواب و عذاب دینا ہمارے ذمہ ہے۔

بہند معتبر ابوالصباح سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت صادق کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ حضرت فرماتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ علی علیہ السلام وہ امام تھے جن کی اطاعت خدا نے واجب کی تھی اسی طرح حسن و حسین و علی بن الحسین علیہم السلام امام تھے جن کی اطاعت خدا نے واجب کی تھی۔ نیز انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ائمہ وہ گروہ ہیں جن کی اطاعت خدا نے واجب کی ہے اور تم اس کی اقتدا کرو جس کے پہچانے میں لوگ مغدور نہیں ہیں۔ نیز انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی اس قول کی تفسیر میں فرمایا جو اس نے آل ابراہیم کے حق میں ارشاد فرمایا ہے وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا (پس سورہ النساء آیت ۵۴) یعنی ہم نے ان کو بادشاہی بزرگ عطا کی ہے فرمایا کہ بادشاہی بزرگ سے طاعت مفروضہ مراد ہے ہم ان کی اطاعت تمام خلق پر واجب قرار دی ہے اور رسول خدا اور ان کے اہلبیت صلوات اللہ علیہم آل ابراہیم میں داخل ہیں اور حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ آپ نے ابوالحسن عطار سے فرمایا کہ اطاعت میں انبیاء اور اوصیاء کو شریک کر لو یعنی جس طرح پیغمبروں کی اطاعت واجب ہے

۱۔ مولف فرماتے ہیں کہ اس آیت سے استدلال اس جہت سے ہے کہ جناب رسول خدا نے متعدد موقعوں پر لوگوں کو ائمہ طاہرین کی اطاعت کا حکم دیا ہے اس لئے ان کی اطاعت رسول کی اطاعت ہے اور اطاعت رسول اطاعت خدا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ ائمہ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔

ان کے اوصیا کی اطاعت بھی واجب ہے۔ نیز بسند صحیح و معتبر روایت کی ہے کہ ہم وہ گروہ ہیں کہ خلاق عالم نے ہماری اطاعت واجب کی ہے اور ہمارے لئے انفال کو قرار دیا ہے یعنی تمام پہاڑوں اور زمینوں وغیرہم کا حائل جو اپنے مقام پر مذکور ہے اور برگزیدہ مال غنیمت۔ اور ہم علم میں راسخ و مضبوط ہیں کہ علم میں ثابت قدم ہیں اور ہمارے علوم یقینی ہیں اور ہم وہ محمود ہیں جن کے حق میں خدا نے فرمایا ہے اَمْ يَحْشُرُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (پس سورہ النساء آیت ۵۴) یعنی آیا لوگ ان چیزوں پر حسد کرتے ہیں جو خدا نے اپنے فضل سے ان کو عطا کی ہے۔

ایضاً بسند معتبر کا صحیح حسین ابن ابی عمار سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق کی خدمت میں شیعوں کا اعتقاد عرض کیا کہ خدا کی جانب سے اوصیا کی اطاعت فرض ہے حضرت نے فرمایا ہاں اوصیا وہ لوگ ہیں جن کی شان میں خدا نے فرمایا ہے اَطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ یعنی اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہوں اس کے بعد انشاء اللہ بیان ہو گا کہ اولی الامر سے مراد آئمہ معصومین ہیں جن امر امامت متعلق ہے اور ان کے حکم کی اطاعت واجب ہے اور وہی وہ لوگ ہیں جن کے حق میں خدا نے فرمایا ہے اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (پس سورہ مائدہ آیت ۴۴) یعنی تمہارا ولی امر اور صاحب اختیار تو بس خدا ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اس حال میں کہ رکوع میں ہوتے ہیں۔ باتفاق خانہ دعاۃ سوائے امیر المومنین کے کسی نے رکوع میں تصدق نہیں کیا اور بعض احادیث کے مطابق آئمہ علیہم السلام سے صدقہ دینا سنت کو رعین واضح ہوتا ہے اور صیغہ جمع اسی کی تائید میں ہے۔

بسند صحیح معتبر منقول ہے کہ اہل فارس میں سے ایک شخص نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا آپ کی اطاعت فرض ہے۔ فرمایا ہاں۔ پوچھا کیا مثل اطاعت علی بن ابی طالب فرض ہے؟ فرمایا ہاں۔

نیز بسند معتبر ابو بصیر سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت صادق سے سوال کیا کہ کیا آئمہ علیہم السلام امر امامت میں اور ان کی اطاعت واجب ہونے میں سب مثل ایک شخص کے

ہیں اور ان کا حکم ایک ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں۔

فیہ لبند معتبر کلینی وغیرہ نے محمد بن زید طبری نے روایت کی ہے کہ میں خراسان میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے پیچھے کھڑا تھا اور بنی ہاشم کے بہت سے لوگ اُن حضرت کی خدمت میں حاضر تھے جن میں اسحاق بن موسیٰ بن علی بن عباسی بھی تھا حضرت نے اس سے فرمایا کہ مجھے خبر پہونچی ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ لوگ ہمارے غلام ہیں۔ اُس قربت کی وجہ سے جو ہم رسول خدا صلعم سے رکھتے ہیں ہمیں نے ہرگز یہ بات نہیں کہی ہے اور نہ اپنے آبا و اجداد میں سے کسی سے سنی کہ یہ بات کہتے ہوں اور نہ مجھ کو یہ خبر پہونچی ہے کہ میرے آباؤں نے طاہرین میں سے کسی نے یہ کہا ہو۔ لیکن ہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ اطاعت میں لوگ ہمارے بندے ہیں یعنی مثل بندوں کے ہیں اس لئے کہ واجب ہے کہ ہماری اطاعت کریں اور وہ سب دین میں ہمارے بندے ہیں اور آزاد کے ہوئے ہیں، یعنی دین میں ہماری اطاعت کرنے کے سبب آتش جہنم سے آزاد ہوئے ہیں لہذا لازم ہے کہ ان لوگوں پر جو یہاں موجود ہیں اُن لوگوں تک یہ خبر پہونچا دیں جو غائب ہیں۔

کلینی نے بسند معتبر ابی سلمہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم وہ گروہ ہیں کہ رب العزت نے ہماری اطاعت خلق پر واجب فرمائی ہے اور لوگوں کو ہماری معرفت کے بغیر چارہ نہیں ہے اور لوگ ہمارے نہ پہچاننے میں مغذور نہیں ہیں اور جو شخص ہم کو ہماری امامت کے ساتھ پہچانتے وہ مومن ہے اور جو شخص انکار کرے وہ کافر ہے۔ اور جو شخص کہ ہم کو پہچانے اور انکار بھی نہ کرے بلکہ مقام شک میں ہے وہ مثل ضعیف الاعتقاد کے ہے اور گمراہ ہے جب تک کہ اس ہدایت کی طرف نہ پھرے جس کو خدا نے اُس پر واجب کیا ہے یعنی ہماری اطاعت واجبہ کی طرف اور اگر اسی ضلالت میں وہ مرجائے تو خدا عذاب یا معافی اس کے لئے جو چاہے کرے۔

فیہ لبند معتبر روایت کی کہ امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے اس بہترین چیز کے بارے میں دریافت کیا جس نے ذریعہ بندہ خداوند عالم کا تقرب حاصل کریں۔ فرمایا کہ سب سے بہتر وہ امر جس کے ذریعہ سے بندہ خدا کا تقرب حاصل کریں وہ اطاعت خدا ہے اور اطاعت رسول و ادلی الامر ہے اور حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ ہماری دو سنی ایمان ہے اور ہماری دشمنی کفر ہے۔ ایضاً بسند معتبر روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کے رب و پناہ دین بیان کروں

جس کے ذریعہ سے عبادت خدا کرتا ہوں۔ فرمایا بیان کرو میں نے عرض کیا کہ میں شہادت دیتا ہوں خدا کی وحدانیت اور حضرت رسالت مآب صلعم کی رسالت کی اور ان تمام چیزوں کا اقرار کرتا ہوں جو آنحضرت خدا کی جانب سے لائے ہیں اور یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ علی علیہ السلام وہ امام تھے جن کی اطاعت خدا نے واجب کی تھی۔ ان کے بعد امام حسن امام تھے جن کی اطاعت بھی خدا نے واجب کی تھی۔ ان کے بعد امام حسین امام تھے۔ کہ ان کی اطاعت بھی خدا نے فرض اور واجب کی تھی۔ بعد ان حضرت علی بن الحسین امام تھے کہ ان کی اطاعت بھی خدا نے واجب قرار دی تھی اس کے بعد تمام اماموں تک کی امامت کا ذکر میں نے اسی طرح کیا یہاں تک کہ خود حضرت کی امامت کا اقرار کیا اور کہا کہ ان کے بعد امام واجب الاطاعت آپ ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ یہی دین خدا و دین ملائکہ خدائے عالم اس بیان میں کہ ہدایت نہیں پاسکتے مگر ائمہ حق کے ذریعہ سے اور وہ خدا اور خلق کے درمیان وسیلہ ہیں اور بغیر ان کی معرفت کے عذاب الہی سے نجات نہیں حاصل ہو سکتی۔

ابن بابویہ نے مجالس میں اور دوسرے محدثین نے بسند ہائے معتبرہ امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ ان حضرت نے فرمایا کہ لوگوں کی بلائیں ہم پر عظیم ہیں اگر ان کو اپنی طرف بلا تے ہیں تو وہ قبول نہیں کرتے اور ان کو یونہی چھوڑ دیتے ہیں تو وہ ہمارے بغیر ہدایت نہیں پاتے۔ ایضاً فضال میں روایت کی ہے کہ رسول خدا صلعم نے امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا تین چیزیں ہیں جن کو قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ حق ہیں اول یہ کہ تم اور تمہارے بعد تمہارے اوصیا جو عارفان خدا ہیں۔ خدا کی معرفت نہیں حاصل ہو سکتی مگر تمہاری معرفت کے سبب سے دوسرے یہ کہ تم عارفان باللہ اور وہ شناسا ہو کہ بہشت میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔ مگر وہ شخص جس کو تم پہچانتے ہو اور وہ تم کو پہچانتا ہے تیسرے یہ کہ تم وہ عفا ہو کہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ مگر وہ شخص جس کو تم نہیں پہچانتے اور وہ تم کو نہیں پہچانتا۔ اور علل الشرائع میں بسند صحیح روایت کی ہے حضرت امام حسن عسکری نے اسحق ابن اسماعیل کو

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ دین ملائکہ خدا سے یہ مطلب ہے کہ فرشتے اس دین کو خدا کے بندوں کے لئے پسند کرتے ہیں جس طرح کہ دین اللہ سے یہی مراد ہے یا یہ مطلب ہے کہ ملائکہ اس اعتقاد کے مکلف ہیں جیسا کہ دوسری حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

لکھا کہ حضرت رب العزت نے اپنی عنایت و رحمت سے جب فرائض کو تم پر واجب قرار دیا تو اس لئے نہیں کہ خدا کو ان کی احتیاج تھی۔ بلکہ اس خدا کی جانب سے ایک رحمت ہے جس کے ساتھ تمہارا کوئی خدا نہیں ہے تاکہ غلبہ کو پاک سے جدا کرے اس لئے کہ تمہارا امتحان ہے ان امور کے بارے میں جو تمہارے سینوں میں ہیں اور خالص قرار دے ان امور کو جو تمہارے دلوں میں ہیں اس واسطے کہ اس کی رحمت کی جانب سبقت کرو اور اس عرض سے کہ بہشت میں تمہارے درجے بلند کرے لہذا تم پر حج و عمرہ اور نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا، اور روزہ رکھنا اور ولایت اہلبیت علیہم السلام واجب قرار دیا، اور تمہارے واسطے ایک مکان قرار دیا تاکہ اس کے سبب سے فرائض دروازے کھول دیں اور وہ اس درگاہ کی کنجی ہوں اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اوصیاء ان کی اولاد میں سے نہ ہوتے تو تم بلاشبہ مثل چوپایوں کے حیران و سرگرداں ہوتے اور واجبات میں سے کوئی چیز نہ جانتے کیا شہر میں بغیر دروازے کے داخل ہو سکتے ہو، تو خدا نے کیسا احسان تم پر کیا ہے کہ تمہارے پیغمبر کے بعد تمہارے لئے آئمہ اطہار و صاحبان اختیار مقرر فرمائے اور روز غدیر فرمایا اَلَيْسَ بِمَنْ مَّالِكُمْ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ سَخِيتُ لَكُمْ اِلٰهًا سَلَامًا دِيْنًا  
 رب سوره مائدہ آیت ۲) یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا تم پر اپنے دوستوں کے چند حقوق واجب کئے جن کے ادا کرنے کا تم کو حکم دیا تاکہ تم پر تمہاری عورتیں اور تمہارے مال اور جو کچھ کھاتے پیتے ہو حلال ہوں اور اس لئے کہ تم کو اپنے تئیں پہچانو گے اور ان چیزوں میں برکت و زیادتی عطا کرے تاکہ معلوم ہو کہ اس کی ظاہر و پوشیدہ کون اطاعت کرتا ہے پھر فرمایا قُلْ لَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا النُّوْةَ فِي الْفُرْجٰی یعنی اے رسول کہہ دو کہ میں تم سے کچھ اجر رسالت نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ میرے قراہنداروں سے محبت کرو۔ لہذا یہ سمجھ لو کہ جو شخص ان سے محبت میں بخل کرے گا تو وہ اپنے نفس کے لئے بخل کرے گا کیونکہ اس کا فائدہ خود اس کی ذات کو پہنچتا ہے اور خدا تو یقیناً تم سے بے نیاز ہے اور تم خدا کے فقرو محتاج ہو۔ لہذا جب کہ حق تم پر ظاہر ہو گیا تو تم جو چاہو کرو اس کے بعد خدا اور اس کا رسول اور مومنین تمہارے عمل کو دیکھیں گے کیونکہ تمہاری بازگشت ہر طرح کے ظاہر و پوشیدہ جاننے والے کی طرف ہونے والی ہے جو تم کو تمہارے تمام اعمال تم کو بتا دے گا اور



بہتر انجام پر ہمیز گاروں کا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

معانی الاخبار میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ روز قیامت میں تم اور جبریلؑ ملاط پر بیٹھیں گے اور کوئی اُنس پر سے نہیں گذرے گا مگر وہ کہ جس کے پاس تمہاری ولایت کے سبب سے آتش و وزخ سے نجات کا پروانہ ہوگا۔

شیخ طبرسیؒ نے مجالس میں حضرت امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ہم وہ ہیں جو تمہارے اور خدا کے درمیان وسیلہ ہیں نیز امام حسن علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے حضرت امیر المومنینؑ سے خطاب فرمایا کہ اے علیؑ تم اور تمہارے اصحابؑ پر دی گئے والے بہشت میں ہوں گے۔ اور احتجاج میں عبد اللہ بن سلیمان سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں جناب امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اہل بصرہ میں سے ایک شخص نے حضرت سے عرض کی کہ حسن بصری کہتے ہیں کہ جو لوگ علم (اپنے ایمان) کو چھپاتے ہیں ان کے شکم اہل جہنم کو آزار پہنچائیں گے حضرت نے فرمایا جبکہ ایسا ہے تو مومن آل فرعون ہلاک ہو گا جس کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے یَکْتُمُ اٰیْمَانُہُ (وہ اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا) حالانکہ خدا نے ایمان کو پوشیدہ کرنے کے سبب اس کی مدح کی ہے۔ جس روز سے خدا نے حضرت نوح علیہ السلام کو پیغمبری کے ساتھ بھیجا ہے علم ہمیشہ پوشیدہ و مخفی رہا ہے۔ لہذا حسن بصری اگر چاہے واسطے جائے یا بائیں لیکن خدا کی قسم علم نہیں پایا جانا مگر اہلبیت رسولؐ کے پاس اسی لئے حضرت نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کی وجہ سے ہماری مصیبت عظیم ہے اگر ان کو اپنی طرف ہم بلاتے ہیں تو وہ نہیں آتے اور اگر ہم ان سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں تو وہ ہمارے بغیر ہدایت نہیں پاتے۔

بسنده صحیح بصائر الدرجات میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ہمارے سبب سے خدا کی عبادت کی جاتی ہے اور ہمارے سبب سے خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور ہمارے سبب سے لوگ خدا کو اس کی وحدانیت و یکتائی کے ساتھ پہچانتے ہیں۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلعم جناب ہیں یعنی خدا اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ اور بشارۃ المصطفیٰ میں بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو شخص خدا کو ہمارے وسیلے سے پکارتا ہے فلاح و دستگاری پاتا ہے اور جو شخص بغیر ہمارے وسیلے

کے خدا کو پکارتا ہے وہ خود بھی ہلاک ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی ہلاک کرتا ہے۔

حدیث ثقلین اور اسی کے مثل حدیثوں کا تذکرہ۔

## ۸ مٹھویں فصل

بشارت المصطفیٰ میں بطریق عامہ رافع آزاد کردہ حضرت ابوذر غفاری

سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوذرؓ کو دیکھا کہ وہ کعبہ کے دروازے سے گئے ہوئے کہتے تھے کہ جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا پہچان لے میں ہوں ابوذر غفاری میں نے جناب رسول خداؐ سے سنا ہے۔ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ جو شخص پہلی مرتبہ مجھ سے جنگ کرے گا۔ اور پھر دوسری مرتبہ میرے اہلبیت سے جنگ کرے گا۔ تو خدا اس کو تیسری مرتبہ وصال کے ساتھ محشور کرے گا۔ بے شبہ میرے اہلبیت کی مثال تمہارے درمیان کشتی نوحؑ کے مانند ہے کہ جو شخص اس میں سوار ہوا اُس نے نجات پائی اور جس نے اُس کشتی سے روگردانی کی وہ غرق ہوا۔ میرے اہلبیت بابِ حطہ بنی اسرائیل ہیں۔ جو شخص اس دروازہ میں داخل ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس میں داخل نہیں ہوا وہ ہلاک ہوا۔

شیخ طوسی رحمہ اللہ نے متعدد طریقہ سے حضرت ابوذرؓ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور بعض روایت کے آخر میں اتنا اضافہ اور ہے کہ حضرتؓ نے آخر میں تین مرتبہ فرمایا کہ کیا میں نے خدا کی رسالت پہنچا دی؟

سید ابن طاووس نے طائف میں مسند احمد بن حنبل سے روایت کی ہے کہ ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں تم میں دو بڑی گرانقدر چیزیں چھوڑتا ہوں جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ ایک دوسرے سے گرانقدر ہیں ان میں سے ایک کتابِ خدا ہے اور وہ ایک ریسمان ہے جو آسمان سے زمین تک کھینچی ہوئی ہے اور دوسری میری عزت اور اہلبیت ہیں۔ بے شبہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں۔ نیز احمد سے روایت کی ہے کہ اسرائیل بن عثمان نے کہا کہ میں نے مختار کے مکان میں زید بن ارقم کو دیکھا تو ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے رسول خداؐ سے حدیث ثقلین مذکورہ کو سنا ہے۔ انہوں نے کہا۔ ایضا۔ احمد نے زید بن ثابت سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ فرماتے تھے کہ میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑتا ہوں جو تمہارے درمیان میرے جانشین اور خلیفہ ہیں ایک خدا کی کتاب جو ایک رستی ہے آسمان سے زمین کی طرف کھینچی ہوئی دوسرے میری

عمرت جو میرے اہلبیت ہیں یقیناً یہ دونوں آپس سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں اور ان حدیثوں کو شیخ نے عمدہ میں اسی طریقہ سے روایت کی ہے۔

ایضاً سید ابن طاووس نے بطریق عامہ کتاب جامع الاصول سے روایت کی ہے جو کہ اس زمانہ میں عامہ کی معتبر ترین کتاب ہے اور سید موصوف نے اس کی اصل کتاب سے لکھا ہے کہ اس کے الفاظ نقل کرتا ہوں میں نے حدیث میں بھی دیکھا ہے کہ یزید بن حیان سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ میں اور حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم زید ابن ارقم کے پاس گئے۔ جب ہم لوگ ان کے پاس بیٹھے تو حصین نے ان سے کہا کہ زید تم نے حدیثیں بہت بیان کی ہیں اور تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے ان سے حدیثیں سنی ہیں ان کی میت میں جہاد کیا ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور ان حضرت سے بہت مرتبہ ملاقاتیں کی ہیں اسے زید مجھ سے وہ حدیثیں بیان کرو۔ جو آنحضرت سے تم نے سنی ہیں۔ زید نے کہا اے بھتیجے خدا کی قسم میری عمر زیادہ ہو گئی اور آنحضرت کے ساتھ کو عرسہ گزر گیا میں بہت سی حدیثیں جو میں نے آنحضرت سے سُن کر یاد کی تھیں اب بھول گیا ہوں لہذا جو کچھ میں تم سے روایت کروں اور بیان کروں اُسی کو قبول کرو اور جو روایت نہ کروں اس کے بارہ میں مجھے مجبور نہ کرو پھر کہا۔ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ يَوْمَ مَا فِينَا خَطِيبًا بَعَا يَدَ عَلِيٍّ خُتَمًا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ بِحَمْدِ اللَّهِ وَآشَى عَلَيْهِ وَعَظَ ثَمَّ ذَكَرَ وَقَالَ أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَنِي رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبُ وَإِنِّي تَابِعُكُمْ فِي السُّقَلَيْنِ أَوْ لَهْمَا كِتَابَ اللَّهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ فَخُذُوا بِكِتَابِ اللَّهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ تَحْتِ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ وَرَعِبَ فِيهِ ثُمَّ قَالَ وَ أَهْلُ بَيْتِي أَذْكَرُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي أَذْكَرُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي أَذْكَرُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي فَقَالَ لَهُ حَصِينٌ وَمَنْ أَهْلُ بَيْتِهِ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَلَيْسَ نِسَاءُكَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ فَقَالَ نِسَاءُكَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَلَكِنْ أَهْلِيَّتُهُمْ مَنْ حَرَّمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَكَ قَالَ وَمَنْ هُمْ قَالَ آلِي عَلِيٍّ وَآلِي عَقِيلٍ وَآلِي جَعْفَرٍ وَآلِي عَبَّاسٍ قَالَ كُلُّ هَؤُلَاءِ حَرَّمَ الصَّدَقَةَ قَالَ نَعَمْ۔ یعنی ایک روز جناب رسول خدا ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ پڑھا اُس تالاب پر جس کو ہم کہتے ہیں جو مکہ و مدینہ کے درمیان واقع ہے۔

پھر خدا کی حمد و ثنا کی اور فصیحیت فرمائیں اور ہم لوگوں کو آخرت کی یاد دلائی اور فرمایا کہ اسے لوگوں میں بھی ایک شہرہوں عنقریب میرے پروردگار کی طرف سے میری طلبی ہوگی یعنی ملک الموت آئیں گے تو قبول کروں گا اور اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ بلاشبہ میں تم میں دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ان میں سے ایک کتاب خدا ہے جس میں ہدایت اور نور ہے لہذا کتاب خدا کو اختیار کرو اور اس کو پڑھو۔ پھر حضرت نے کتاب پر عمل کرنے کی تحریس کی اور ترغیب دلائی پھر فرمایا کہ ان میں دوسرے میرے اہلبیت ہیں پھر تین مرتبہ فرمایا کہ میں اپنے اہلبیت کے حق کے بارے میں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں یعنی ان کو اذیت نہ پہنچانا اور ان کی حرمت کی رعایت کرنا اور ان سے حق امامت غصب نہ کرنا۔ یہ شکر حصین نے پوچھا کہ اسے زید ان کے اہلبیت کون ہیں کیا ان کی بی بیان ان کے اہلبیت میں شامل نہیں ہیں۔ زید نے کہا ان کے گھر کے لوگوں میں سے وہ ہیں تو مگر اس جگہ اہلبیت سے وہ مراد ہیں جن پر پیغمبر کے بعد صدقہ حرام ہے اس نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ زید نے کہا کہ وہ آل علی، آل عقیل آل جعفر اور آل عباس ہیں حصین نے کہا کیا ان سب لوگوں پر صدقہ حرام ہے زید نے کہا ہاں لے

ایضاً اسی مضمون کو تھوڑے اختلاف کے ساتھ جامع الاصول اور تمام کتابوں میں روایت کیا ہے اور سید نے ابن مغازلی شافعی سے چند طریقوں سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ وہ زمانہ قریب آگیا ہے کہ عالم قدس میں میری طلبی ہوگی اور میں جانا قبول

لے مولف فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مذکور ہو گا کہ زید نے غلطی کی اور اہلبیت مخصوص آل عباس ہیں۔

۱۔ ممکن ہے کہ زید نے غلطی نہ کی ہو بلکہ ناقل حدیث نے جو علمائے عامہ ہیں سے ہیں آل عباس وغیرہ کی محبت میں اپنی طرف سے ان کا اضافہ کر دیا ہو جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوة میں تفسیر آیہ قل لا اسئلكم الا فی علی وفاطمة اور ان کے دونوں فرزند حسنین علیہم السلام کے بارے میں یہ لکھ کر کہ یہ لوگ عمدہ و نجبہ قرابت داران اور رسول ہیں لیکن صواب یہ ہے کہ اس آیت میں ازواج رسول اور اصحاب بھی داخل ہیں اضافہ فرمایا ہے۔

(مترجم)

کروں گا۔ بیشک میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا جو آسمان سے زمین کی طرف ایک کھینچی ہوئی رسی ہے اور میری عزت جو میرے اہلبیت ہیں اور مجھے خداوند علیم وخبیر نے آگاہ فرمایا ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی جب تک میرے پاس حوض کوثر پر وارد نہ ہوں لہذا غور کرو کہ ان دونوں کی رعایت میں کیونکر میری قائم مقامی کرو گے۔

ایضاً سید نے کتاب فضائل قرآن ابن ابی الدنیا سے روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ حوض کوثر پر تمہارا فرط ہوں گا یعنی پہلے پہونچنے والا ہوں گا اور تم سے پہلے وارد ہوں گا۔ تاکہ تمہارے لئے ہتیا کروں تو جب تم لوگ آؤ گے اور مجھ سے ملاقات کرو گے تو میں ثقلین کے بارے میں تم سے سوال کروں گا کہ کیونکر ان کے حق میں تم نے میری قائم مقامی کی ہے راوی کہتا ہے کہ ہم نے نہیں سمجھا کہ ثقلین کیا ہیں۔ یہاں تک کہ ایک مہاجر نے اٹھ کر کہا کہ یا رسول اللہ میرے باپ ماں آپ پر خدا ہوں ثقلین کون ہیں حضرت نے فرمایا کہ ان میں بڑی چیز کتاب خدا ہے جس کا ایک سرادست قدرت میں ہے اور دوسرا سرتھارے ہاتھوں میں ہے لہذا اس کو مضبوطی سے پکڑے رہنا تاکہ لغزش نہ کرو اور گمراہ نہ ہو۔ اور اس سے چھوٹی چیز میری عزت ہیں ان میں جو میرے قبلہ کی طرف رخ کرے اور میری دعوت قبول کرے تو ان کو قتل مت کرو اور فریب مت دو اس لئے کہ میں نے صاحب لطف و احسان اور دانا خدا سے سوال کیا تھا تو اس نے قبول فرمایا کہ یہ دونوں ساتھ ساتھ میرے پاس حوض کوثر پر آئیں اور اپنی دونوں انگشت شہادت بٹا کر فرمایا کہ اس طرح دونوں ملے ہوئے اور خدا نے مجھ سے فرمایا کہ ان دونوں کی مدد کرنے والا اے رسول تمہاری مدد کرنے والا ہے اور ان دونوں کو حقیر و ذلیل کرنے والا ہے بھے حقیر و ذلیل کرنے والا ہے ہیں اور ان دونوں کے دشمن ہیں اسے لوگو تم سے پہلے کوئی امت ہلاک نہیں ہوئی مگر اپنی نفسانی خواہشوں پر عمل کرنے کے سبب سے اور انہوں نے اپنے پیغمبر کی نقصان رسانی میں ایک دوسرے کی مدد کی اور ان لوگوں کو قتل کیا جو ان میں انصاف کے ساتھ حکم کرتے تھے۔

صاحب طرائف نے ثقلی سے جو مفسران عامہ میں ہے۔ اس آیت **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا**۔ (پہ سورہ آل عمران آیت ۱۰۳) کی تفسیر میں چند طریقہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا

صلعم نے فرمایا کہ ایسا الناس میں تم میں دو امر بزرگ چھوڑنا ہوں جو تمہارے درمیان میرے خلیفہ و جانشین ہیں اگر تم ان کو اختیار کرو گے اور عمل کرو گے اور اس کی متابعت کرو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے و ایک دوسرے سے بزرگتر ہے کہ وہ کتاب خدا ہے جو آسمان و زمین کے درمیان بھیجی ہوئی ریسمان ہے دوسرے میرے اہلبیت ہیں یہ دونوں آپس سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس جو حق کو شر پر آئیں اور ابن اثیر نے جامع الاصول میں جو ان کے درمیان متداول ہے صحیح ترمذی سے جس میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے روز عرفہ جناب رسول خدا کو ناقہ غضب پر سوار غلبہ پر چڑھتے ہوئے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ میں تم میں وہ چیز چھوڑتا ہوں کہ اگر تم اس کو پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے کتاب خدا اور میری عزت جو میرے اہلبیت ہیں ایضا صحیح ترمذی سے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ میں تم میں وہ چیز چھوڑتا ہوں کہ اگر ان سے متمسک رہو گے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ دو چیزیں ہیں جو ایک دوسرے سے بلند و بزرگ ہیں اور وہ ایک کتاب خدا ہے جو ایک ریسمان کشیدہ ہے زمین سے آسمان تک اور دوسری میری عزت جو میرے اہلبیت ہیں وہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں لہذا غور کرو کہ ان کے حق میں کیونکر میری قائم مقامی کرو گے اور احتجاج میں سلیم بن قیس ہلالی سے روایت کی ہے سلیم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ زمانہ حج میں میں اور جیش بن المعقر مکہ میں تھے ناگاہ ابو ذر اٹھے اور کعبہ کی زنجیر کو پکڑ کر باواز بلند دادی کہ ایہا الناس جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا تو وہ پہچان لے کہ میں جناب بن جنادہ ہوں میں ابو ذر ہوں ایہا الناس میں نے پیغمبر خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کے مانند ہے جو ان کی قوم میں تھی جو اس کشتی میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے علیحدہ رہا وہ غرق ہو گیا اور میرے اہلبیت کی مثال باب حلہ کی سی ہے جو بنی اسرائیل میں تھا۔ ایہا الناس میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں کہ جب تک ان سے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے کتاب خدا اور میرے اہلبیت تا آخر حدیث۔ اس کے بعد جب ابو ذر مدینہ میں آئے تو خلیفہ سوم نے ان کے پاس کسی کو بھیج کر بلوایا اور کہا کہ تمہارے لئے کیا باعث ہو کہ لوگوں کو تم نے کھڑے

ہو کر موسم حج میں یہ حدیثیں سنائیں ابو ذر نے جواب دیا کہ یہ عہد تھا جو مجھ سے رسول خداؐ نے لیا تھا اور مجھے اس کا حکم دیا تھا عثمان نے پوچھا کہ اس کا گواہ کون ہے یہ کہتے ہیں امیر المؤمنین علیؑ اور مقدادؓ کھڑے ہوئے اور گواہی دی پھر وہ تینوں حضرات باہر چلے گئے تو عثمان نے امیر المؤمنین کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ اس کے دونوں مصاحب سمجھتے ہیں کہ یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے اور کچھ ان کے ہاتھ آجائے گا۔

ابن بابویہ نے بسند معتبر ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میرے دین پر اعتقاد رکھے اور میرے طریقہ پر عمل کرے اور میری سنت کی پیروی کرے اس کو چاہئے کہ میرے اہلبیت میں اماموں کا اعتقاد بھی رکھے جو میری تمام امت سے بہتر ہیں یقیناً اس امت میں ان کی مثال نئی اسرائیل کے بابِ حطہ کی سی ہے۔ اور یحیون اخبار الرضا میں بسند ہائے معتبر بسیار آنحضرت سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ تمہارے درمیان میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی سی ہے جو اس کشتی میں اہلبیت کی متابعت میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی اس کو پس گردن سے قتل کر کے آتش دوزخ میں ڈال دیا گئے۔ اسی حدیث کو ابن اثیر نے جو عامہ کے بہت بڑے عالموں میں سے ہیں نہایت میں نقل کیا ہے۔ اور صحیفۂ رضا علیہ السلام میں ہے اور عیاشی نے امام رضاؑ سے تفسیر آیہ قُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ ذٰلِكَ بِرَأْسِهِ سُوْرَةُ بَقَرَةِ آیت ۵۸ کے بارے میں روایت کی ہے۔ کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ تمہارے لئے بابِ حطہ ہم ہیں لے

۱۰ مؤلف فرماتے ہیں کہ مفسرین و مورخین کے درمیان دخول بابِ حطہ میں بہت اختلاف ہے اور مشہور جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد چالیس سال میں تیبہ کی مدت تمام ہوئی آپ کے وصی حضرت یوشع بنی اسرائیل کو قوم عمالقہ سے جنگ کے لئے شہر اریحا میں لائے جو ملک شام میں سے ہے تاکہ فتح کریں جب فتح کر لیا اور عمالقہ کو قتل کر چکے اور بلا و شام پر متصرف ہو گئے تو خدا نے ان کو حکم دیا کہ تواضع و انکساری کے ساتھ استغفار کرتے ہوئے اپنے سروں کو جھکائے ہوئے شہر اریحا میں داخل ہوں جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ وَلَا تَدْخُلُوْا اِلَیْہِمْ حَتّٰی یَخْرُجُوْا اِلَیْکُمْ وَیَقُوْلُوْا سَلَامٌ عَلَیْکُمْ اَوْ یَخْرُجُوْا اِلَیْکُمْ (بقیہ حاشیہ ص ۸۱ پر)





گناہوں کو بخش دے اور تمہارے نیک لوگوں کو ثواب زیادہ عطا فرمائے اور تمہارا باب  
 جطہ بنی اسرائیل کے باب جطہ سے بہتر ہے اس لئے کہ ان کا دروازہ چند لکڑیوں کا تھا اور  
 ہم سچی بات کرنے والے ہیں ہم صاحبان ایمان اور ہدایت کرنے والے اور افضل و  
 اعلیٰ ہیں۔ جیسا کہ رسول خدا نے فرمایا کہ ستارے آسمان کے لئے امان ہیں اور میرے  
 اہلبیت میری امت کے لئے امان ہیں ان کے دین میں گمراہ ہونے سے اور وہ زمین میں  
 ہلاک نہ ہوں گے جب تک کہ میرے اہلبیت میں سے کوئی باقی رہے گا۔ جس کے اخلاق  
 و سنت کی متابعت کرتے رہیں گے۔ ایضاً جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص چاہے  
 کہ میری زندگی کے مطابق زندگی گزارے اور میری روش کے مطابق دنیا سے  
 رخصت ہو اور جنت عدن میں مقام حاصل کرے جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے  
 وعدہ فرمایا ہے اور اُس درخت تک رسائی حاصل کرے جس کو خدا نے اپنے دست  
 قدرت سے بویا ہے جس کے متعلق فرمایا کہ ہو جا تو وجود میں آگیا تو اس کو چاہئے کہ علی  
 علیہ السلام کی ولایت اختیار کرے اور ان کی امامت کا اقرار کرے اور ان کے دوست  
 کا دوست رہے اور ان کے دشمن کو دشمن رکھے اور ان کے بعد ان کے افضل فرزندان  
 کی ولایت اختیار کرے جو خدا کی اطاعت کرتے ہیں اس لئے وہ میری طینت سے خلق  
 ہوئے ہیں اور خدا نے میرا علم و فہم انھیں کرامت فرمایا ہے لہذا واسطے ہو میری  
 امت کے ان لوگوں پر جو ان کے فضل کی تکذیب کریں اور ان کے ساتھ میرے  
 حق کی رعایت نہ کریں خدا ان کو میری شفاعت نصیب نہ کرے۔

حدیث سفینۃ نوح کو سید نے طرائف میں کتاب ابن مغازی شافعی سے کئی طریقہ پر  
 ابن عباس اور سلمہ ابن الاکوع ابو ذر وغیرہ سے روایت کی ہے اور حدیث سفینۃ اور  
 حدیث باب جطہ کو سلیم ابن قیس نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت  
 کی ہے اور حضرت سے عرصہ کی کہ میں نے ان حدیثوں کو سو سے زیادہ فقہائے صحابہ  
 سے سنی ہے۔

ابن بابویہ نے امالی اور اکمال الدین میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خدا  
 نے حضرت علی ابن ابیطالب سے فرمایا کہ یا علی میں حکمت کا شہر ہوں اور تم اس کے  
 دروازہ ہو اور شہر میں داخل ہونا ممکن نہیں مگر اس کے دروازہ سے اور جو شخص تم کو دشمن

رکھتا ہے وہ غلط دعوے کرتا ہے کہ مجھ کو دوست رکھتا ہے کیونکہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں تمہارا گوشت میرے گوشت سے اور تمہارا خون میرے خون سے اور تمہاری روح میری روح سے اور تمہارا باطن میرے باطن سے اور تمہارا ظاہر میرے ظاہر سے ہے۔ تم میرے بعد میری امت کے امام اور میری امت پر میرے خلیفہ و جانشین ہو۔ سعادتمند وہ ہے جو تمہاری اطاعت کرے اور شقی و بد بخت ہے وہ جو تمہاری نافرمانی کرے۔ اور خوش قسمت ہے وہ جو تمہاری ولایت اختیار کرے اور زیاں کار ہے وہ شخص جو تم سے دشمنی رکھے۔ اور نجات یافتہ ہے وہ شخص جو تم سے جدا نہ ہو اور ہلاکت میں ہے وہ جو تم سے الگ ہو جائے تمہاری اور تمہارے امام فرزندوں کی مثال میرے بعد کشتی نوح کے مانند ہے کہ جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے انحراف کیا۔ وہ غرق ہوا۔ اور تمہاری مثال آسمان کے ستاروں کی سی ہے کہ جب ایک ستارہ غروب ہوتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا ستارہ طلوع ہوتا ہے اسی طرح قیامت تک ہوتا رہے گا۔

پھر زید ابن ثابت سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْ کُودِ الثَّقَلِیْنِ کِتَابِ اللّٰهِ وَ عِزَّتِیْ اَہْلُ بَیْتِیْ اِلَّا وَہُمْ اَلْخَلِیْفَتَانِ مِنْ اَبَعْدِیْ وَ لَنْ یَفْتَرَقَا حَتّٰی یَرُدَّ عَلَیَّ الْحَوْضَ۔

اور اکمال الدین، معانی الاخبار اور خصال میں ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑتا ہوں جن میں سے ایک دوسرے سے بلند تر ہے۔ ایک کتاب خدا ہے آسمان سے زمین تک پہنچی ہوئی ایک لیسماں ہے دوسری میری عزت ہے یقیناً یہ دونوں آپس سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔ زاوی کہتا ہے کہ میں نے ابو سعید سے پوچھا کہ ان کی عزت کون ہے انھوں نے کہا کہ ان کے اہلیت۔

ایضاً ابو عمر و مصاحب ابو العباس نخوی لنوی سے میں نے سنا وہ کہتے تھے کہ ان دونوں چیزوں کو ثقل اس لئے کہا ہے کہ ان سے تمسک سنگین اور دشوار ہے۔

ابن بابویہ نے حدیث ثقلین کو اکمال الدین وغیرہ میں ابو سعید خدری سے پچیس سند سے ثعلبی، ابو ہریرہ، حضرت امیر المومنین علیہ السلام، زید بن ارقم، جابر بن عبد اللہ انصاری

ابوذر غفاری زید بن ثابت وغیرہ صحابہ سے روایت کی ہے۔ اور علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے حجۃ الوداع میں مسجد خیف میں فرمایا کہ میں تمہارا فرط ہوں میں تم سے پہلے حوض پر پہنچوں گا۔ اور تم میرے بعد وارد ہو گے اور حوض وہ ہے جس کا عرض بصرہ دشام کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہے صنعائے مین تک، اس پر خالص چاندی کے پیالے آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہیں۔ میں وہاں تم سے یقیناً ثقیلین کے بارے میں سوال کروں گا کہ ان کے ساتھ کیسا بڑا ڈاکیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ ثقیلین کیا ہیں فرمایا ایک کتاب خدا ہے جو ثقل بزرگ ہے جس کا ایک کنارہ خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا تمہارے ہاتھ میں ہے لہذا اس کو مضبوطی سے پکڑ لو تاکہ گمراہ نہ ہو اور کبھی لغزش نہ کرو۔ دوسرے میری عزت جو میرے اہلبیت ہیں بیشک مجھ کو خدائے لطف و احسان دو انائے ظاہر و پوشیدہ نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں مثل میری ان دونوں انگلیوں کی گرہ کے اور اپنی دونوں شہادت کی انگلیاں ملا کر اشارہ کیا پھر فرمایا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ ایک کو دوسرے سے بڑا سمجھو میری ان دونوں انگلیوں کے مانند جن میں ایک دوسرے سے بڑی ہے اور اپنی انگشت شہادت اور انگوٹے کو ملا کر دکھایا ہے

۱۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ پہلے جو ایک ہاتھ کی دونوں انگلیوں سے تشبیہ دی اس سے ایک دوسرے سے جدا نہ ہونا مقصود ہے۔ اسی لئے ایک ہاتھ کی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی تشبیہ زیادہ مناسب ہے اور چونکہ ایک کو دوسرے پر فوقیت دینا مقصود ہے لہذا دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیوں کی تشبیہ زیادہ بہتر ہے اور درمیانی انگلی کے ساتھ تشبیہ مناسب نہیں کیونکہ وہ انگشت شہادت سے بڑی ہے اور اس پر فوقیت رکھتی ہے۔ لہذا ان دونوں تشبیہوں میں مقصود قرآن کے اصل الفاظ اور معانی اہلبیت کے پاس ہیں اور کوئی دوسرا شخص ان سے واقف نہیں ہے نیز عمل قرآن سب کا سب ادا مرفوعا ہی کے ساتھ انہی حضرات سے مخصوص ہے جیسا کہ جناب رسول خدا کی صفت میں وارد ہوا ہے کہ قرآن آنحضرت کا خلق ہے۔ ایضاً وہ حضرات حقیقت قرآن کی شہادت دیتے ہیں اور قرآن ان کی حقیقت کی گواہی دیتا ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ تمہاری قرآن ان کے فضائل میں اور تمہاری قرآن ان کے دشمنوں کی مذمت میں ہے بعض روایتوں میں ہے کہ جو چھائی قرآن وارد ہوا ہے۔ یا جو دیکہ جناب رسول خدا نے اپنے کلام کو ایسی قید سے مقید فرمایا ہے کہ تمام شہبوں کو زائل کر دیا ہے اور اپنے کلام کو یہ فرما کر واضح کر دیا کہ میری (بیتہ حاشیہ ص ۱۳۷ پر ملاحظہ ہو)

ابن بابویہ نے اپنی اکثر کتابوں میں حضرت سید الشہداء سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے جناب امیر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ عترت کون ہیں۔ فرمایا میں حسن حسین اور حسین کے فرزندوں میں سے نو امام ہیں اور ان کا نواں مہدی اور قائم ہے (سلام اللہ علیہم) یہ کتاب خدا سے جدا نہیں ہونگے اور نہ کتاب خدا ان سے جدا ہوگی یہاں تک کہ میرے پاس حوض

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) عترت میرے اہلبیت ہیں لہذا اس حکم کو متوجہ کیا ہے اس کی طرف جو دونوں کا مستحق ہو۔ اور ہم جانتے ہیں کہ آدمی کی عترت میں جو اس کے اہلبیت ہونے سے متصف ہو سکتا ہے وہ اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد ہے اور وہ جو نسب میں قریب ہونے کے سبب ان کا قائم مقام ہو سکے۔ باوجودیکہ جناب رسول خدا نے خود بیان فرمایا ہے کہ ان کے اہلبیت کون لوگ ہیں جیسا کہ اخبار متواترہ میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت نے جناب امیر اور جناب فاطمہ اور حضرات حسن و حسین علیہم السلام کو اپنے مکان میں جمع کیا اور ایک چادر ان پر اوڑھا کر فرمایا کہ یہ میرے اہلبیت ہیں لہذا ان سے رجس اور برائی اور شک کو دور رکھ اور ان کو گناہوں اور صفات منیہ سے پاک رکھ جو پاک رکھنے کا حق ہے تو اسی وقت آیت تطہیر نازل ہوئی۔ یہ دیکھ کر اہل سلمہ زوجہ جناب رسول خدا نے کہا یا رسول اللہ کیا میں آپ کے اہلبیت میں نہیں ہوں حضرت نے فرمایا کہ نہیں لیکن تم ایک نیکی پر ہو۔ اعز من اہلبیت علیہم السلام مخصوص انہی حضرات کو قرار دیا ان کے علاوہ کسی اور کو اہلبیت میں داخل نہیں فرمایا لہذا لازم ہے کہ حدیث ثعلیین انہی کی طرف متوجہ ہو یا اس شخص کی طرف جو دوسری دلیل سے ان سے ملحق ہو۔ اور اس امر پر اجماع کیا ہے کہ یہ حکم یعنی وجوب تمسک اور ان حضرات کی پیروی کرنا ان کی اولاد کے لئے بھی ثابت و متحقق ہے کیونکہ وہ بھی ان کے قائم مقام ہیں اور انہی کا حکم رکھتے ہیں۔ اکثر لوگوں نے کہا ہے کہ بعض احتمالات کی بنا پر جو مذکور ہوئے چاہئے کہ امیر المومنین داخل عترت نہ ہوں۔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ شیعوں میں سے جو شخص عترت کو مخصوص اولاد اور اولاد کی اولاد میں جانتا ہے وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اگرچہ ظاہر لفظ عترت ان حضرات کو شامل نہیں ہے لیکن چونکہ وہ عترت کے پدر اور ان کے سردار اور ان سب سے بہتر ہیں لہذا عترت کے باب میں حکم بر دلیل خارج ان حضرات کے لئے شامل ہے اور اگر یہ کہیں کہ عدم فلالیت کا حکم اس کے لئے ہے جو کتاب و عترت دونوں سے متمسک ہو نہ تنہا عترت سے تو ہم جواب یہ دیں گے کہ اس بنا پر یہ کلام ہی بیفائدہ ہو جائے گا کہ جب کتاب تنہا حجت ہو اور جو چیز کہ تنہا حجت نہ ہو اس کا کتاب (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۷)

کوثر پہ وارد ہوں اور صفار نے بصائر الدرجات میں اور عیاشی نے تفسیر میں حدیث ثقلین کو بسند ہائے بسیار طریق اہل بیت سے روایت کی ہے اور بصائر میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ خدا نے زمین میں تین محترم چیزیں قرار دی ہیں۔ قرآن۔ میری قمرت اور خانہ خدا ہے۔ لیکن قرآن میں لوگوں نے تحریف کی اور تغیر کر دیا۔ اسی طرح کتبہ کو بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کے ساتھ منم کرنا کچھ فائدہ نہیں رکھتا خاص کر عزت کا کچھ دخل نہ ہوگا بلکہ ہر شخص اور ہر چیز اسی طرح ہے کہ جب کتاب کے موافق ہو تو حجت ہوگی لہذا حضرت کی تخصیص کرنا اور یہ قطعی فرمان کہ وہ اور کتاب آپس سے تار و قیامت جدا نہ ہوں گے اس بات کی دلیل ہے کہ انہی کا قول تھا حجت ہے۔ اور عامر نے اس حدیث میں یہ احتمال کیا ہے کہ اجماع اہلبیت علیہم السلام حجت ہے مگر اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ یہ معلوم ہے کہ ان کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام بعد جناب رسول خداؐ بلا فاصلہ ان کے خلیفہ ہیں لیکن شاؤنا و اس اجماع سے کسی کا خارج ہو جائے ضرور نہیں رکھتا بادجو دیکہ اسی حدیث سے یہ استدلال کرنا ممکن ہے کہ ہر زمانہ میں ایک معصوم امام کا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ نے ہم کو صرف اس لئے اس کلام سے مخاطب فرمایا تاکہ ہمارا عذر قطع کر دیں اور امر و دین میں ہم پر حجت تمام کر دیں اور ہمارے رہنمائی اس چیز کی طرف فرمادیں جس کے سبب ہم شک و شبہ سے نجات پائیں اور یہ دین ثابت کی روایت میں جو کچھ مذکور ہے وَ هُمَا الْخَلِيفَتَانِ مِنْ بَعْدِي یعنی کتاب و حضرت دونوں میرے بعد میرے خلیفہ و جانشین ہیں کیونکہ معلوم ہے کہ اس سے بھی مراد ہے کہ جس چیز کو میری حالت حیات میں میری طرف رجوع کرتے تھے چاہئے کہ میرے بعد ان کی طرف رجوع کر دہم کہتے ہیں کہ یہ امر و دعالی سے خالی نہیں آدلی یہ کہ ان کا اجماع حجت ہے جیسا کہ مخالفین نے سمجھا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر زمانہ میں ان کے درمیان ایک معصوم رہتا ہے جس کا قول حجت ہے تو اگر قول آدلی مراد ہو تو اس صورت میں جناب رسول خداؐ نے حجت ہم پر تمام نہیں کی اور ہمارا عذر قطع نہیں کیا اس لئے کہ ہمارے درمیان اپنا ایسا کوئی خلیفہ نہیں چھوڑا جو ان کا قائم مقام ہو کیونکہ ہر مسئلہ میں واجب نہیں کہ ان کا اجماع معتقد ہو اور جس پر ان کا اجماع ہو گیا ہے وہ شاید مسائل شریعت ہزار اجزاء میں سے ایک جزو پر ہوا ہو۔ لہذا کس طرح شریعت میں ہم پر حجت تمام ہوتی ہے اس شخص کے بارے میں جس سے ہمارے کوئی حاجت پوری نہ ہو سکے لیکن بہت میں سے کم اس لئے یہ دلیل ماس پر ہے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۸ پر)

لوگوں نے خراب کیا۔ اور یوں ہی میری عزت کو قتل کیا۔ اور یہ تینوں خدا کی امانتیں تھیں اور ان سب کو لوگوں نے ضائع کیا۔

واضح ہو کہ حدیث ثقلین و سفینہ و بابِ حطّہ یہ تینوں متواتر ہیں اور عامہ کے تمام لغوی حضرات نے اس کو نقل کیا ہے اور ابن اثیر نے نہایت میں کہا ہے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ اہلبیت رسول میں سے ہر زمانہ میں ایک حجت کا ہونا لازمی ہے جو موصوم ہوا اور اس کے کلام پر اطمینان قطعی حاصل ہوا اور یہ وجود حجت پر مجملہ دلیل ہے

اور خاص کی دلیلوں سے تفصیل معلوم ہوتی ہے۔ اور چونکہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ وہ دونوں قیامت تک آپس سے جدا نہ ہوں گی تو کتاب کا حکم اور اس کی اصل قیامت تک باقی ہے لہذا چاہئے کہ وہ حجت بھی اس صفت کے ساتھ باقی رہے اور ہر زمانہ میں اس کی ایک فرد موجود ہو۔

مؤلف کہتا ہے کہ بلکہ حجت کی احتیاج کتاب کی احتیاج سے زیادہ ہے۔ کیونکہ ظاہر قرآن سے احکام شرع چھوڑے معلوم ہوتے ہیں۔ اور وہ بھی نہایت شک کے ساتھ چنانچہ بعض لوگوں نے کہا ہے۔ سب سے زیادہ واضح آیت قرآن مجید میں وضو کی آیت ہے لیکن اس میں بھی اتنی شبہ ہیں لہذا

شریعت کی اکثر اصل اور عمدہ احکام و احکام موجودہ قرآن شرح، تفسیر اور تفصیل۔ میں غلبہ کے محتاج ہیں۔ یہیں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ قول کہ کتاب و عزت دونوں کے ساتھ رجوع ممکن نہیں کیونکہ تمام احکام قرآن سے ظاہر نہیں ہونے اور جو معلوم ہونے ہیں وہ بھی تشابہ کی وجہ سے

لوگوں پر مشتبہ رہ جاتے ہیں لہذا ان دونوں کے ساتھ ان کا غدر قطع نہیں ہوتا۔ لیکن اس عبارت کا اہمیت و خلافت پر اور اطاعت کے واجب ہونے پر نص کرنا جو شخص چھوڑی عقل اور انصاف سے متصف ہو گا وہ بھی اس میں شک نہیں کر سکتا۔ جیسے اگر کوئی بادشاہ یا حاکم شہر سے باہر جائے اور

کہے کہ فلاں شخص کو میں تمہارے درمیان چھوڑے جاتا ہوں۔ تو اس سے سوائے اس کے اور کچھ نہ سمجھا جائے گا۔ کہ جس طرح میری اطاعت کرتے ہو چاہئے کہ اس کی اطاعت بھی کرو۔ اور جیسے کہ کوئی شخص اپنے گھر سے سفر کا ارادہ کرے اور کہے کہ فلاں شخص کو تمہارے درمیان چھوڑے جاتا

ہوں تو اس کا یہ قول کیا اس بات پر دلالت نہیں کرتا بجز اسکے کہ وہ میرا کوئل ہے اور میرے گھر کا اس کو اختیار ہے۔ خاص کر اس وقت جبکہ وہ پہلے کہے کہ میں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں اور بہت جلد اپنے خدا کی دعوت قبول کرنے والا ہوں اس کے بعد کہے کہ میں تمہارے درمیان کتاب (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹ پر)

إِنِّي تَأَذُّرُكُمْ لَتَقْلِبَنَّ كِتَابَ اللَّهِ وَعِزَّتِي تَوَانُ كُوْثْلُ كَيْفِ كُفْرَانِ - اس لئے کہ ان سے تمسک کرنا اور عمل کرنا سخت و دشوار تر ہے اور ہر اور ہر عمدہ و بہتر چیز کو ثقل کہتے ہیں اسی لئے ان کا نام ثقل رکھا کیونکہ وہ نہایت عظیم القدر و مرتبت ہیں۔ پھر نہایت میں کہا ہے کہ حدیث میں ہے کہ مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي كَمَثَلِ سَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا مَاتَ فِي النَّارِ - اور قاضی

(بقیہ حاشیہ ص ۸۸ ششم) اور اپنی عزت چھوڑے جاتا ہوں۔ اور جو اکثر امارتیں مذکور میں عزت پر کتاب کی فضیلت دار و ہوئی ہے تو اسی طرح دوسری بہت سی حدیثوں سے کتاب پر عزت کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے لہذا ان کو مطابقت کرنا اشکال سے خالی نہیں ہے۔ اس فقرہ (مراد و خواہی فائز) کے دل میں ایک واضح دلیل پیدا ہوئی جس کو تفصیل کے ساتھ میں نے کتاب میں المیزان میں ذکر کیا ہے مجلہ ۱۶ کو قرآنی الفاظ کے معنی ظاہر و باطن بہت ہیں۔ سات بطن سے ستر بطن تک ہیں اور بہت سی حدیثوں کے موافق لفظ قرآن اور سارا قرآن اہلبیت علیہم السلام سے مخصوص ہے اور بہت سی حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن کے معنی خصوصاً اس کے باطنی معنی اہلبیت علیہم سے مخصوص ہیں بلکہ علم ماکان و مایکون قیامت تک اور جمع شرائع و احکام قرآن میں موجود ہیں اور اس کا علم ان کے پاس محفوظ ہے لہذا کامل قرآن کے حامل یہی نفوس قدسیہ ہیں اسی طرح تمام احکام و شرائع قرآن پر عمل انہی حضرات سے مخصوص ہے اس لئے کہ وہ تمام گناہوں سے پاک و معصوم ہیں۔ اور تمام کمالات بشری سے متصف ہیں اسی طرح قرآن کا زیادہ حصہ ان کی مدح میں اور ان کے مخالفوں کی مذمت میں ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا۔ بایں معنی نیز واضح ہے کہ ہر صفت کمال کی تعریف جو قرآن میں واقع ہے اُس صفت سے متصف افراد کی مدح کی طرف پھرتی ہے اور اُس کمال صفت کے باطن و وجہ مالک بھی حضرات ہیں اور ہر بُرائی کی مذمت جو دار و ہوئی ہے اس سے موصوف لوگوں کی مذمت کی جانب پھرتی ہے جو ان حضرات کے دشمن ہیں اور چونکہ قرآن قائم بالذات کوئی شخصیت نہیں ہے بلکہ ایک عرصہ ہے جو مختلف عہدوں میں مختلف صورتیں رکھتا ہے۔ چنانچہ پہلے ملک ملام کے علم میں تھا پھر لوح محفوظ پر ظاہر ہوا اس جگہ سے حضرت جبریلؑ پر منتقل ہوا پھر خدا کی جانب سے بلا واسطہ یا جبریلؑ کے ذریعہ سے روح مقدس اور قلب منور حضرت رسالتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔ یہاں سے آپ کے ادبیا اور مومنین کے قلب میں آیا۔ اور کتابی شکل میں جلوہ نما ہوا۔ تو حقیقت میں اصل قرآن کی حرمت ہے اسی کے سبب سے ان مقامات کو جہاں وہ ظاہر ہوتا رہا قابل احترام بناتا رہا اور جس جگہ اُس (بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰ پر دیکھئے)

میں ہے کہ نقل محرکہ ہر نفیس چیز ہے جس کو لوگ حاصل کر کے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ لہذا یہی معنی میں آئی تَاَمَرْتُ فِیْکُمْ الثَّقَلِیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَحِثْرَتِیْ کے۔

ستید مرتضیٰ نے شافی میں تحریر فرمایا ہے کہ حدیث ثقلین کی صحت پر یہ دلیل ہے کہ تمام امت نے اس کو قبول کر لیا اور سوائے تادیل کے اس کی صحت میں کسی نے اختلاف

(یقینہ حاشیہ مگر گذشتہ) کا ظہور زیادہ ہے وہ زیادہ قابل احترام ہے اسی طرح وہ در دشنامی اور وہ تہمتی اور وہ کاغذ جس پر قرآنی الفاظ نقش کئے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ جلد جو قرآن کے نقش شدہ الفاظ پر چڑھائی جاتی ہے جو قرآن کی سب سے ترین مہر کا عمل ہے۔ اس کی بھی اتنی حرمت ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص اس سے بے ادبی کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ لہذا جس مومن کا قلب حامل قرآن ہو تا ہے اس کی حرمت قرآن کے الفاظ و کاغذ سے زیادہ ہوگی جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ مومن کی حرمت قرآن سے زیادہ ہے۔ اور مضامین و اخلاق حسنہ قرآن جس قدر مومن میں زیادہ ظاہر ہوگا اسی قدر اس کے زیادہ احترام کا باعث ہوگا۔ اور جس قدر اچھائیوں کے بجائے گناہ اور ذلیل طور و طریقے کسی میں ظاہر ہوں تو یہ قرآن کے ظاہر کے نقصان کا سبب ہوگا۔ الغرض بہ مراتب ظہور قرآن اور اس کے اوصاف زیادہ ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب یہ ظاہر مراتب قرآن آنحضرت اور ان کے اہلبیت علیہم السلام تک پہنچتا ہے تو اس وقت اپنے درجہ انتہا کو پہنچتا ہے اس لئے اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو حقیقی قرآن یہی بزرگوار ہے جو قرآن کے الفاظ کا عمل اور اس کے معنی اخلاق کا مقام ہیں جیسا کہ تم کو معلوم ہوا کہ قرآن اس چیز کو کہتے ہیں جس میں قرآن کے نقوش ہوں اور قرآن کے نقوش کا مل طور سے لفظ و معنی کے لحاظ سے انہی بزرگوار کے قلوب مطہر ہیں جیسا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں قرآن ناطق ہوں۔ اس معنوں پر بہت سی حدیثیں ہیں۔ جن میں سے بعض کو ہم نے عین الجواہر میں لکھی ہیں۔ مختصر یہ کہ تحقیق کی بناء پر ان تمام حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ ان بزرگواروں کی یہ جہت جو قرآن سے اتحاد رکھنے اور اس کے علم حاصل ہونے کی جہت ہے تمام جہتوں سے افضل و بہتر ہے جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَفَضَّلْنَا مُحَمَّدًا عَلَى الْعَالَمِیْنَ۔ (سورہ الجاثیہ آیت ۱۶) ہم نے ان کو (علم کی جہت سے) تمام عالمین پر فضیلت دی ہے۔ اور ان بزرگواروں کے تمام جہات جو مثل ان کے انساب شریف یا ان کے متعلق نصوص وغیرہ کے ہیں اگرچہ ان کو بھی جہات قرآنیت میں داخل کر سکتے ہیں لیکن قرآن کی تمام جہات میں سب سے بہتر جہت علم ہے۔



نہیں کیا۔ اور علماء کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر حدیث کی صحت میں شک ہو تا ہے تو پہلے اسی کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اُس کے بعد اس کی تاویل اور اُس کے معنی میں کلام کرتے ہیں۔ ان کا اس طریقے سے روگردانی کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث کی صحت میں کوئی شک نہیں رکھتے اس کے بعد سید مرتضیٰ لکھتے ہیں کہ آدمی کی عزت لغت میں اس کی نسل ہے مثل لڑکے اور لڑکے کی اولاد اور بعض اہل لغت نے کچھ اور وسیع کر دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ آدمی کی عزت اس کی قوم میں سب سے زیادہ نزدیک واسے ہیں اس کے نسب میں لہذا قول اول کی بنا پر نہایت ظاہر و واضح ہے کہ حقیقت لفظ جناب امام حسن و حسین اور ان کی اولاد پر شامل ہے اور قول ثانی کی بنا پر ان بزرگواروں نیز اس گروہ کے لئے شامل ہو گا جو قرب نسب میں مثل ان کے ہیں۔

**نویں فصل** ائمہ اطہار کے تمام متفرق نصوص کا بیان جو مجملہ مختلف حدیثوں کے ضمن میں وارد ہوئے ہیں۔

کتاب بشارۃ المصطفیٰ میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ تم لوگوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو میرے بعد میرے اہلبیت کے حق میں سب سے بہتر ہو۔

ایضاً جناب رسول خداؐ جابر بن عبد اللہ انصاری نے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا جو لوگ پدری فردمردوں میں ہوتے ہیں باپ کی جانب رشتہ رکھتے ہیں۔ یعنی ہر ایک اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے سوائے میری بیٹی فاطمہؑ کی اولاد کے کہ میں ان کا ولی اور ان کا عقبہ ہوں۔ وہ میری عزت میں میری طینت سے خلق ہوئے ہیں۔ واسے ہو ان پر جو ان کی فضیلت سے انکار کریں جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے۔ خدا اس کو دوست رکھتا ہے اور جو شخص ان کو دشمن رکھتا ہے خدا اس کو دشمن رکھتا ہے۔

ایضاً سند معتبر جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ بے شبہ خداوند عالم نے اپنے بندوں پر پانچ چیزیں واجب قرار دی ہیں اور وہ سب کی سب بہتر اور عمدہ اعمال سے ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج اور ہم اہلبیت کی ولایت۔ تو لوگوں نے چار چیزوں پر عمل کیا اور پانچویں کو حقیر و ذلیل کیا۔ خدا کی قسم ان چاروں چیزوں پر عمل کامل نہیں ہو سکتا جب تک پانچویں پر عمل نہ ہو۔ یعنی ہم اہلبیت کی امامت کا اعتقاد نہ ہو جو ان

چاروں کی قبولیت کے لئے شرط ہے۔

ایضاً۔ حضرت امیرؓ ہی سے روایت ہے کہ ہم میں نجیب و شریف اور ہمارے اولاد پیغمبروں کی اولاد ہے اور ہمارا گروہ خدا کا گروہ ہے اور جو گروہ ہم پر خرچ کرے وہ شیطان کا لشکر ہے اور جو شخص ہم کو غیروں کے برابر بٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

صاحب کتاب مصباح الانوار نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں علم کا ترازو ہوں اور علی اس کے دونوں پلٹے ہیں اور حسن و حسین اس کی رسیاں ہیں۔ اور فاطمہؑ اس کی ڈنڈی ہیں۔ اور ان کے بعد کے ائمہ اس ترازو سے اپنے دوستوں اور دشمنوں کو وزن کریں گے۔ اور جو لوگ ان کے دشمن ہیں خدا کی اور لعنت کرنے والوں کی ان پر لعنت ہے۔

علامہ ابن اثیر نے جامع الاصول میں صحیح ترمذی سے جناب امیرؓ کی زبانی نقل کیا ہے کہ جناب رسول خداؐ نے جناب حسن و جناب حسین علیہما السلام کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جو شخص مجھ کو دوست رکھتا ہو اور ان دونوں فرزندان کو اور ان کے باپ ماں کو تو وہ روز قیامت میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔

ایضاً صحیح ترمذی میں زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ جناب امیرؓ حضرت فاطمہؑ و امام حسن و امام حسین علیہم السلام کے بارے میں فرمایا کہ میں جنگ کرنے والا ہوں جو تم سے جنگ کرے اور صلح رکھنے والا ہوں جو تم سے صلح رکھے۔

دیلمی جو عامہ کے محدثین میں سے ہیں فروس الاخبار میں حضرت علیؑ علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول خداؐ صلعم نے فرمایا کہ ہم وہ اہل بیت ہیں جن سے خدا نے ظاہری و باطنی تمام برائیوں کو دور رکھا ہے۔ نیز روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ صلعم نے فرمایا کہ ہم وہ اہلبیت ہیں کہ خدا نے ہمارے لئے آخرت کو دنیا کے عوض اختیار کیا ہے۔

سید رضیؒ نے نہج البلاغہ میں روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے اس خطبہ میں جس میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا ہے فرمایا کہ وہ پیغمبر کے رازدوں کے محل و مقام ہیں اور امور رسالت کی پناہ گاہ ہیں اور ان کے عسلم کے صندوق ہیں۔

اور ان کے حکم کی بازگشت کے عمل ہیں اور ان کی کتابوں کے مخزن و محل ہیں اور ان کے دین کے ریسماں ہیں انہی کے ذریعہ سے خدا نے دین کی خمیدہ کمر سیدھی کی ہے اور انہی کے ذریعہ سے خدا نے دین کے خوف کو زائل کیا ہے آل محمد کو اس امت کے کسی شخص پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اور کسی گروہ کو کبھی ان کے برابر نہیں کیا جاسکتا کیونکہ انہی کے ذریعہ سے مسلمانوں کو نعمت ملی ہے۔ اور انہی کے ذریعہ سے لوگوں نے ہدایت پائی ہے۔ یہی ہیں دین کی مضبوط بنیاد اور یقین کا ستون انہی کی طرف ہر ایک کو رخ کرنا چاہئے یعنی متمسک رہنا چاہئے۔ اور جس شخص نے ان کے بارے میں غلو کیا اور ان سے آگے بڑھ گیا اس کو چاہئے کہ ان کی طرف پلٹ آئے اور جو شخص کہ ان کے معاملہ میں بھیجے رہ گیا ہے اس کو چاہئے کہ ان سے آکر مل جائے ان کے لئے ہیں حق ولایت کی خصوصیات ہر مخلوق پر ان کی محبت واجب ہے۔ انہی کے حق میں وصیت پیغمبر اور آپ کی وراثت ہے یعنی یہی حضرات اوصیائے پیغمبر اور آپ کے وارث ہیں۔

ابن بابویہ نے امالی میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ مجھے خدا کی جانب سے جبریل نے خبر دی کہ خدا فرماتا ہے کہ علی بن ابی طالب خلق پر میری محبت ہیں اور وہی میرے دین کو قائم رکھیں گے اور ان کے صلب سے کئی امام پیدا کروں گا۔ جو میرے حکم کے ساتھ لوگوں میں زندگی بسر کریں گے اور لوگوں کو میری راہ کی جانب بلائیں گے۔ ان کی برکت سے اپنے بندوں اور کینزوں سے عذاب کو دفع کروں گا اور انہی کے سبب سے اپنی مخلوقات پر رحمت نازل کروں گا۔ ایضاً بسند معتبر روایت کی ہے ام سلمہ سے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول خدا سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ میرے بعد علی بن ابیطالب اور ان کے فرزندوں میں سے ائمہ روئے زمین پر سب سے بزرگ ہیں اور یہی لوگ ان لوگوں کو جنت میں پہنچائیں گے۔ جن کے ہاتھ اور چہرے منور ہوں گے۔

ایضاً بسند قوی جناب رسول خدا سے روایت کی ہے کہ جب شب معراج مجھ کو آسمان ہنغمہ پر اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ اور وہاں سے حجابہائے نور تک لے گئے تو میرے پردہ کاٹنے کے بعد کو ندا دی کہ اے محمد تم میرے بندے ہو اور میں تمہارا پروردگار ہوں لہذا میرے لئے مخصوع کرو اور میری عبادت کرو اور مجھ پر بھروسہ کرو میرے غیر پر بھروسہ مت

کہ اور مجھ پر اعتماد کرو اور بس۔ میں نے تم کو امتیاز کیا ہے۔ اور تم اے بھائی علی کو جو تمہارے خلیفہ جانشین اور تمہارے شہ علم کے ذریعہ میں تودہ رہے بندوں پر حاکم اور زمین و مخلوق پر باداؤ انکے مشاہدین ان سبکی ذریعہ سید و مہمبتوں پہنچانے جائیں گے اور گروہ شیطان میرے گروہ سے الگ تمیز کیا جائے گا اور انہی کے ذریعہ سے میرا دین قائم ہو گا۔ اور میرے دین کے مدد و کی حفاظت ہوگی اور میرے احکام جاری ہوں گے اور ان کے اور ان کے فرزندوں میں سے اماموں کے ذریعہ سے اپنے بندوں اور کینزوں پر رحمت نازل کرونگا۔ اور تمہارے قائم کے ذریعہ سے اپنی زمین کو تسبیح و تقدیس و تکبیر و تہجد کے ساتھ آباد کرونگا۔ اور اسی کے ذریعہ سے زمین کو اپنے دشمنوں سے پاک کرونگا۔ اور اپنی زمین کو اپنے دوستوں کو میراث میں عطا کرونگا۔ اسی کے ذریعہ سے کافروں کے بول بالا کو پست کرونگا اور اپنے کلمہ اور دین کو بلند کرونگا۔ اور اسی کے ذریعہ سے اپنے بندوں اور کینزوں کو زندہ کروں گا۔ اور اپنے علم سے اپنی مشیت سے اس کے لئے خزانے اور دھنیں ظاہر کروں گا۔ اور اس پر اپنے ارادہ سے لوگوں کے دلوں کے پوشیدہ راز ظاہر کروں گا۔ اور اپنے فرشتوں سے اُس کی مدد کروں گا۔ تاکہ وہ فرشتے میرے احکام جاری کرنے میں اور میرے دین کو ظاہر کرنے میں اس کو تقویت پہنچائیں حقیقت میں وہ میرا دوست ہے اور وہ میرے بندوں پر سچائی کے ساتھ میرا مہدی ہے۔

ایضاً بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اے علی تم میرے اہلبیت میں اور میری امت میں میری حیات اور میری وفات کے بعد میرے بھائی، میرے وارث، میرے وصی اور میرے خلیفہ و جانشین ہو۔ تمہارا دوست میرا دوست اور تمہارا دشمن میرا دشمن ہے۔ اے علی میں اور تم اور تمہاری اولاد میں سے ائمہ خلق کے سید و سردار ہیں دنیا میں اور بادشاہ ہیں آخرت میں جس نے ہم کو پہچانا تو اس نے خدا کو پہچانا ہے اور جس نے ہمارا انکار کیا تو یقیناً اس نے خدائے عز و جل کا انکار کیا ہے۔

ایضاً بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ اس انزع یعنی علی کے دامن کو پکڑو (چونکہ آپ کی پیشانی کشادہ تھی اس لئے آپ کو انزع فرمایا) یقیناً وہ صدیق اکبر ہے (یعنی پیغمبر کی تصدیق سب سے پہلے



پھر جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا بلائی جائیں گی اور ان کے شیعوں کی عزتیں اور نیچے بھی  
 بلائے جائیں گے اور ان کو بے حساب بہشت میں داخل کیا جائے گا اس کے بعد منادی  
 عرش کے درمیان افتخار اعلیٰ سے حکم خدا نہ کرے گا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا  
 اچھے باپ ہیں تمہارے ابراہیم (علیہ السلام) اور کیا اچھے بھائی ہیں تمہارے علی بن  
 ابیطالب علیہ السلام اور کیا اچھے تمہارے فرزند ہیں جو تمہاری بیٹی کے بیٹے حسن و حسین ہیں  
 اور کیسا اچھا ہے تمہارا فرزند محسن جو ایام حمل میں ساقط کر دیا گیا تھا جو علی و فاطمہ کا بیٹا ہے  
 اور تمہارے فرزندوں میں سے بہترین اور بزرگ ترین ہدایت یافتہ امہ ہیں۔ پھر ہر ایک  
 کا نام لے لے کر پکارا جائے گا۔ پھر ندا آئے گی کہ بہترین شیعہ ہیں تمہارے شیعہ۔  
 بیشک محمدؐ، ان کے وصیؑ، اور ان کے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ اور ان کے فرزندوں میں  
 سے امہ نجات یافتہ ہیں۔ پھر ان کو حکم دیا جائے گا کہ سب کو بہشت میں لے جائیں یہ ہے  
 مطلب قول حق سبحانہ و تعالیٰ کا فَمَنْ رَضِيَ عَنْ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ  
 آیت ۸۵ آل عمران پکے، یعنی جو شخص آتش جہنم سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا وہ  
 رستگار و کامیاب ہوا۔

صفار نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص میری زندگی جیسی اپنی زندگی گزارنا اور میری موت جیسی اپنی موت چاہے اور اس بہشت میں داخل ہونا چاہے جس کا مجھ سے میرے پروردگار نے وعدہ فرمایا ہے اور وہ جنت عدن ہے وہ میری منزل ہے۔ بہشت میں میرے پروردگار نے ایک درخت اپنے دست قدرت بویا ہے یعنی اس سے کہا کہ ہو جا تو وہ درخت بن گیا تو اس شخص کو چاہئے کہ علی کو دوست رکھے اور میرے بھائی امامت کا اعتقاد رکھے اور میرے فرزندوں کی امامت کا اعتقاد رکھے جن کو خدا نے میرا علم و فہم عطا فرمایا ہے اور وہ میری عزت ہیں۔ میرے گوشت و خون سے پیدا ہوئے ہیں۔ میں اپنی امت میں سے ان کے دشمنوں کی خدا سے شکایت کروں گا کہ ان کی فضیلت کا انکار کیا اور ان کے حق میں میری قربت اور رشتے کو قطع کیا خدا کی قسم وہ میرے فرزند کو قتل کریں گے خدا ان کو میری شفاعت نہ پہنچائے۔ اور دوسری روایت میں حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص میری

جیسی زندگی گذارنا اور میری موت جیسی موت اور جنت عدن میں داخل ہونا پسند کرے تو اس کو چاہئے کہ اپنا حاکم اور امام علی بن ابی طالب اور ان کے اوصیاء کو میرے بعد قرار دے۔ اس لئے کہ وہ تم کو ہرگز کسی بارگاہ منالمت میں داخل کریں گے اور نہ کسی درگاہ ہدایت سے خارج کریں گے اور ان کو کچھ سکھانے پڑھانے کی جرات نہ کرنا کیونکہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں اور میں نے اپنے پروردگار سے خواہش کی ہے کہ ان کے اور قرآن کے درمیان کبھی جدائی نہ ڈالے یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں اور حضرت نے اپنی دونوں انگلیوں کو باہم ملا کر دکھایا اور فرمایا کہ اس حوض کی چوڑائی اتنی ہے جس قدر فاصلہ بصری و شام کے درمیان صنعائے یمن تک ہے اور اس کے کنارے سونے اور چاندی کے پیالے ستارہ ہائے آسمان کی تعداد کے مطابق رکھے ہوئے ہیں۔

ابن بطریق نے ان مضامین کی حدیثوں کو کتاب حلیۃ الاولیاء سے کئی سندوں سے ابن عباس و زید بن ارقم سے روایت کی ہے اور صاحب کشف الغمہ نے مناقب خوارزمی سے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے اور شیخ مفید نے مجالس میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ اے علی خدا نے تم سے امر امامت کی ابتدا کی ہے اور تم ہی پر اس کا خاتمہ کرے گا۔ لہذا غاصبوں کے غضب پر اور دشمنوں کے ظلم پر صبر کرنا۔ اس لئے کہ نیک عاقبت پر ہمیز گاروں کے لئے ہے۔ تم خدا کے گروہ ہو اور تمہارے دشمن خدا کے گروہ نہیں بلکہ شیطان کے گروہ ہیں خوشحال اس کا جو تمہاری اطاعت کے لئے ہو اُس پر جو تمہاری نافرمانی کرے۔ تم ہی خلق پر رحمت خدا ہو اور اُس کی مضبوطی کی جو شخص اس سے متمسک ہو گا ہدایت پائے گا اور جو اس کو ترک کرے گا گمراہ ہوگا اور میں خدا سے تمہارے لئے بہشت کا سوال کرتا ہوں۔ طاعت خدا میں کوئی شخص تم پر سبقت نہیں کرتا بلکہ تم خود طاعت خدا کے دوسروں سے زیادہ حقدار ہو۔

ایضاً۔ جناب امیرؑ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ اے علی خدا ہم پر دین اسی طرح ختم کرے گا جس طرح ہم سے ابتدا کی ہے۔ اور ہمارے سبب سے اے لوگو تمہارے دلوں میں خدا عبادت و کیمنے کے بعد ہماری محبت پیدا کرتا ہے۔

کتاب فضائل میں حضرت صادق اور ائمہ کے آباء علیہم السلام سے جابر

ابن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ فاطمہ میرے قلب کی خوشی ہے۔ اور اُس کے دونوں فرزند (حسن و حسینؑ) میرے دل کے میوے ہیں اور اس کا شوہر (علیؑ) میری آنکھوں کا نور ہے اور اس کے فرزندوں میں اُمّہ میری امانت اور ریسمان کشیدہ ہیں جو آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی ہے جو شخص اُن کو پکڑے رہیگا وہ نجات پائے گا اور جو روگردانی کرے گا فداالت کے دلدل میں غرق ہو جائے گا۔

کتاب روضۃ الفضائل میں ابن عباس سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو مسجد نبویؐ میں آنحضرتؐ کے پاس بیٹھے تھے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ آگاہ ہو کہ حضرت احدیتؐ نے دینداروں پر احسان کیا کہ ان کی میرے ذریعہ سے ہدایت کی اور میں اُن پر احسان کرتا ہوں کہ ان کی ہدایت علیؑ کے ذریعہ سے کرتا ہوں جو میرا ابن عم اور میرے فرزندوں کا پدر ہے جو ان کے ذریعہ سے ہدایت حاصل کرے گا۔ نجات پائے گا اور جو شخص ان سے منہ پھیرے گا گمراہ ہو جائے گا۔ اسے لوگو! میرے اہلبیت کے بارے میں خدا کو یاد رکھو اور اس سے ڈرو کہ بیشک فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے اس کے دونوں فرزند میرے دونوں بازو ہیں اور میں اور اس کے شوہر راہ ہدایت کے دو چراغ ہیں۔ خداوند ارحم کراس پر جو ان پر رحم کرے اور اس کو نہ بخشا جو ان پر ظلم و ستم کرے پھر آپؐ رونے لگے اور فرمایا کہ گریاؤں دیکھ رہا ہوں جو ستم ان پر ہونگے۔ عیون الرضایں بسند معتبر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ یا علیؑ تم اور تمہارے فرزند خدا کی مخلوق میں اس کے برگزیدہ ہو۔

ایضاً انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ جس کا مولا اور حاکم صاحب اختیار میں ہوں علیؑ بھی اس کا مولا اور اس کے نفس پر صاحب اختیار ہے، خداوند دوستی کر اُس سے جو علیؑ سے دوستی کرے اور دشمنی کر اس سے جو علیؑ سے دشمنی کرے اور مدد کر اس کی جو علیؑ کی مدد کرے اور یاری کر اس کی جو علیؑ کی یاری کرے اور اُس کے دشمن کو ذلیل کر۔ اور علیؑ اور اس کے فرزندوں کا مدد گاہہ اور اس کے فرزندوں میں اس کا قائم مقام رہ اور جو کچھ تو نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں برکت عطا فرما۔ اور روح القدس سے ان کی تائید کر۔ یہ لوگ تم میں جس طرف جائیں تو ہر طرف سے ان کی حفاظت فرما۔ اور امامت انہی میں قرار دے اور جو شخص ان کی اطاعت کرے ان کو



زندگی حقیقی عطا فرما۔ اور جو ان کی نافرمانی کرے اُس کو ہلاک کر بیشک تو دعا کرنے والوں سے نزدیک ہے اور اُن کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔

ابن بابویہ نے کتاب فضائل الشیعہ میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ لوگ علیؑ کے حق میں روز غدیر خم پیغمبر کے ارشاد و فرمان سے غافل ہو گئے اسی طرح جیسا کہ آنحضرتؐ نے مادر ابراہیم کے پوشیدہ حجرے میں علیؑ کے حق میں فرمایا تھا جبکہ لوگ آنحضرتؐ کی عبادت کو آتے تھے اور علیؑ بھی داخل حجرہ ہوئے اور چاہتے تھے کہ آنحضرتؐ کے نزدیک بیٹھیں۔ لیکن جبکہ نہ علیؑ جب آنحضرتؐ نے دیکھا کہ لوگوں نے علیؑ کو جگہ نہیں دی تو فرمایا کہ اسے گروہ مردم یہ ہمارے اہلبیت ہیں لہذا تم ان کی شان میں کمی نہ کرو۔ ابھی تو میں تمہارے درمیان زندہ موجود ہوں۔ اگر میں تمہاری نظروں سے غائب ہو جاؤں تو خدا تمہارے ساتھ سے غائب نہ ہوگا۔ یاد رکھو کہ روح و راحت و خوشنودی و بشارت و مدد و محبت اُس شخص کے لئے ہے جو علی بن ابی طالب کی اقتدا کرے اور اس کی امامت کا اعتقاد رکھے اور اس کی اور اس کے بعد اس کے اوصیاء کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اور اُن کو اپنی شفاعت میں داخل کرنا مجھ پر لازم ہوگا جو ان کی اتباع کریں گے کیونکہ وہ درحقیقت میری اتباع کرنے والے ہوں گے۔ اور جو شخص میری اتباع کرے تو وہ مجھ سے ہے اور یہ وہ مثال جو ابراہیمؑ کے بارے میں بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ قَدْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي دوسرہ ابراہیمؑ آیت ۳۶ پ) کیونکہ میں ابراہیمؑ سے ہوں اور ابراہیمؑ مجھ سے ہیں میرا دین اُن کا دین ہے اور میری سنت ان کی سنت ہے اور میرا فضل ان کا فضل ہے اور میں ان سے افضل ہوں اور میری فضیلت ان کی فضیلت ہے میرے پروردگار کی اُس تصدیق کے مطابق جیسا کہ فرمایا ہے۔ كَذَرْتَنِيَّ بَعْضَهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ يَمِيعُ عَلَيْهِمْ ۝ (آیت ۳۳ سورہ آل عمران پ)



تَطْهِيرًا۔

۴۔ صدقہ کے حرام ہونے میں۔

۵۔ محبت میں۔ رسول کے حق میں ہے فَأَتَّبِعُوا فِي يُحِبُّكُمْ اللَّهُ دے آل عمران آیت (۳۱) اور اہلبیت کی شان میں ہے۔ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ یس بن جناب سولہ کا اسم مبارک ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ خدا نے اس کے بعد فرمایا ہے إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ دے سورہ یسین آیت (۳) نیز سلام علی آل یس کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ یس سے مراد آنحضرت ہیں اور آل محمد امہ اطہار علیہم السلام ہیں۔

کتاب امالی و کتاب معانی الاخبار اور تفسیر محمد بن العیاش بن ماہیار میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین نے قول حق تعالیٰ سلام علی آل یس کی تفسیر میں فرمایا کہ یس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آل یس ہم ہیں۔

امالی اور معانی الاخبار میں ابی مالک سے روایت کی ہے کہ یاسین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

انہی دونوں کتابوں میں قول حق تعالیٰ سلام علی آل یس کے بارے میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آل یسین سے آل محمد مراد ہیں

معانی الاخبار میں سلام علی آل یس کی تفسیر میں ابن عباس سے روایت ہے کہ پروردگار عالم کی جانب سے سلام محمد اور ان کی آل پر اور قیامت میں عذاب خدا سے سلامتی اس کے لئے ہے جس نے ان کی ولایت و محبت اختیار کی ہوگی

معانی الاخبار میں عبدالرحمن سلمی سے روایت کی ہے کہ عمر بن الخطاب سلام علی آل یس پڑھا کرتے تھے۔ ابو عبدالرحمن نے کہا کہ آل یسین آل محمد ہیں۔

ابن ماہیار نے اپنی تفسیر میں سلیم بن قیس ہلالی سے روایت کی ہے کہ جناب امیر نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک نام یسین ہے اور ہم ہیں وہ جن کی شان میں خدا نے سلام علی آل یسین فرمایا ہے۔

ابن ماہیار اور عزت نے اپنی اپنی تفسیروں میں بطریق متقدم ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک طولانی حدیث میں جس سے جناب امام رضا علیہ السلام نے عزت کی فضیلت میں

علمائے عامہ سے احتجاج فرمایا مذکور ہے کہ حضرت نے ان سے پوچھا کہ مجھے قول حق تعالیٰ یسین والقرآن العظیم انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم کے متعلق بتلاؤ کہ یسین کون ہیں۔ علمائے جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اس میں کسی کو شک نہیں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ پھر خدا نے محمد و آل محمد کو اس کے سبب سے وہ فضیلت عطا فرمائی ہے کہ کوئی شخص اس کی حقیقی تعریف نہیں کر سکتا سوائے اس کے جو اس میں صحیح و درست غور و فکر کرے۔ اس لئے کہ خدا نے صرف انبیاء پر سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے سلام علی نوح فی العالمین۔ و سلام علی ابراہیم۔ و سلام علی موسیٰ و ہارون اور سلام علی نوح۔ یہ نہیں فرمایا کہ سلام علی آل ابراہیم اور سلام علی آل موسیٰ و ہارون لیکن سلام علی آل یسین فرمایا ہے۔ یعنی آل محمد پر سلام ہو۔

اس بیان میں کہ ذکر سے مراد اہلبیت علیہم السلام ہیں۔ اور یہ کہ دوسری فصل شیعوں پر واجب ہے کہ ان سے دریافت کریں لیکن ان پر جواب دینا واجب نہیں ہے۔

خلاق عالم کا ارشاد ہے مَا قَسَّوْا أَهْلَ الدِّیَارِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ بِالْبَیِّنَاتِ وَ الزُّبُرِ (سورہ نمل آیت ۴۳) یعنی اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے پوچھو۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے مَا هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ یَغَیْرَ حِسَابٍ (آیت ۳۹ سورہ ص)

پھر فرمایا ہے کہ مَا قَسَّوْا لَیْسَ لَکُمْ وَلَیْقَوْمِکُمْ وَ سَوْفَ تُسْأَلُونَ (۲۵ سورہ زمر آیت پہلی اور دوسری آیت کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے ہو۔ مفسروں نے اختلاف کیا ہے کہ اہل ذکر کون ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اہل علم ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ اہل کتاب ہیں۔ لیکن بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ ائمہ اطہار ہیں دو وجہوں سے۔ اول یہ کہ اہلبیت علم قرآن کے جاننے والے ہیں۔ چنانچہ خداوند عالم اس کے بعد سورہ نمل کی آیت میں فرماتا ہے کہ اَنْزَلْنَا لَیْسَ لَکُمُ الدِّیَارَ لَتَبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اَیْہُمْ (سورہ نمل آیت ۴۴) یعنی تمہاری طرف قرآن نازل کیا تاکہ جو احکام لوگوں کے لئے نازل کئے گئے ہیں تم ان سے صاف صاف بیان کر دو۔

دوسری وجہ یہ کہ ائمہ اطہار علیہم السلام رسول کے اہلبیت ہیں جیسا کہ فرمایا ہے۔

۵ قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْنَا سُورَةً مِّنَ الْبُرْجَانِ (سورہ الطلاق آیت ۱۰) اللہ نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے جو ذکر ہے۔

تیسری آیت میں مفسروں کے درمیان مشہور یہ ہے کہ یہ خطاب حضرت سلیمان سے ہے یعنی یہ بادشاہی ہماری طرف سے ایک بخشش ہے جو تم کو دی ہے اگر تم چاہو تو کسی کو دیکر اس پر احسان کرو یا خود رک رکھو اور کسی کو مت دو اس بارے میں تم پر کوئی حد نہیں ہے۔ نہ دینے میں نہ روکنے میں۔ آئندہ مذکور ہونے والی حدیثوں سے معلوم ہوگا۔ کہ عطا سے مراد علم ہے۔

چوتھی آیت میں اکثر مفسرین نے ذکر سے شرف مراد لیا ہے یعنی قرآن مجید تمہارے اور تمہاری قوم کے لئے ایک شرف ہے اور قیامت میں قرآن عطا ہونے کا شکر ادا کرنے کے بارے میں اور اس کے احکام پر عمل کرنے کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ آئندہ حدیثوں میں جو ذکر کی جائیں گی وار د ہوا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم سے قرآن کے علوم و احکام کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

اعلیٰ بن ابراہیم و صفار نے بسند ہائے معتبر باریار وایت کی ہے کہ زرارہ نے حضرت امام محمد باقر سے اہل ذکر کے بارے میں سوال کیا حضرت نے فرمایا کہ وہ ہم ہیں زرارہ نے کہا تو آپ سے دریافت کرنا چاہتے فرمایا ہاں۔ زرارہ نے پوچھا کہ ہم سوال کرنے والے ہیں فرمایا ہاں زرارہ نے کہا تو ہم پر واجب ہے کہ ہم آپ سے سوال کریں۔ فرمایا ہاں۔ کہا تو آپ پر واجب ہے کہ آپ ہمارا جواب دیں فرمایا ہم کو اختیار ہے ہم جواب دیں یا نہ دیں پھر یہی آیت پڑھی هَذَا عَطَاؤُنَا لَہ

لہ مولف فرماتے ہیں کہ گمراہوں کی ہدایت کرنا ہی عن المنکر اور امر بالمعروف بغیر کسی رکاوٹ کے اور شرطیں پائے جانے پر تمام لوگوں پر واجب ہے خاص طور سے ان اماموں اور پیشوایان دیں پر واجب ہے کیونکہ یہ لوگ تو ان امور کے لئے مقرر ہی ہوئے ہیں۔ لہذا یہ حدیثیں اور انہی کے ایسی دوسری حدیثیں یا تو تنبیہ پر محمول ہیں کیونکہ وہ اس امر پر مامور نہیں کہ ترک تقیہ کریں۔ اگر نقصان کا خطرہ ہو تو سچی کا اظہار نہ کریں۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی کہ نقصان کا خوف نہ ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ تاثیر ہونے کا بھی امکان ہو۔ یا یہ قول امام محمول ہے آیتوں کی (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۴ پر)

عیون اخبار الرضا میں عترت طاہرہ کی فضیلت کے ضمن میں مذکور ہے کہ (اگر بقول عامہ) آنحضرت نے فرمایا ہے کہ اہل ذکر یہود و نصاریٰ ہیں تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا یہ جائز ہے کہ ہم ان سے سوال کریں۔ اگر ہم ان سے سوال کریں گے تو وہ ہم کو اپنے دین کی دعوت دیں گے اور کہیں گے کہ ہمارا دین دین اسلام سے بہتر ہے۔ مامون نے امام سے کہا کہ کیا آپ کے پاس ان کے قول کے خلاف کوئی بیان و دلیل ہے حضرت نے فرمایا ہاں رسول خداؐ اور ہم ان کے اہلبیت ذکر ہیں اور یہ مطلب کتاب خدا میں نہایت واضح ہے جہاں سورہ طلاق میں خدا فرماتا ہے اَلَّذِينَ آمَنُوا قَدْ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا سُوْرًا يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ (پہلے سورہ الطلاق آیت ۱۰۱) لہذا ذکر رسول خدا میں اور ہم ان کے اہلبیت ہیں۔

قرب الاسناد و بصائر الدرجات اور کافی میں بسند صحیح روایت کی ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے ابن ابی بصیر کو لکھا کہ پروردگار فرماتا ہے تَسْتَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ نیز فرمایا ہے وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيُتَفَرَّوْا عَنْهَا قُلُوْبًا فَرَقَ مِنْ مِّجْلٍ فَرَقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (پہلے سورہ توبہ آیت ۱۲۲) یعنی مومنین کے لئے مناسب نہیں کہ سب کے سب علم دین سیکھنے کے لئے گھروں سے نکل جائیں۔ ہر گروہ (ہر بستی) سے کچھ لوگ کیوں نہیں دینی مسائل سیکھنے کے لئے نکلتے اور جب واپس آئیں تو اپنی قوم کو خدا کے عذاب سے ڈرائیں تاکہ وہ لوگ بھی (ناظرانی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بعض تاویل پر جو امام نے کسی گروہ کے متعلق فرمایا ہے جنکی عقیدیں اُن کے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں۔ یا معرفت الہی کے بعض باریک نکات یا جناب رسول خداؐ اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے بعض عجیب و غریب حالات پر جن کے سمجھنے سے اکثر مخلوق عاجز ہیں کیونکہ ہمارے ائمہ صلوات اللہ علیہم کہ فہم شیعوں سے زیادہ سنیوں سے تقیہ کرتے تھے۔ اس سبب سے کہ شیعوں میں سے بعض ان کے عجیب معجزات و حالات دیکھنے سے غالی ہو گئے اور ان کی الوہیت کے قائل ہو گئے۔ لیکن اُس آیت سے استدلال جس میں حضرت سلیمان کے قصہ کا ذکر ہے۔ یعنی جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کو امور دُنیا میں اختیار دیا گیا تھا کہ دیں یا نہ دیں اُسی طرح ہم کو علوم و حقائق کے اخذ میں اختیار دیا گیا ہے۔ یا یہ کہ حضرت سلیمان کے قصہ میں بھی علوم و معارف کی خصوصیت ہو یا اس سے بھی امور دُنیا مراد ہوں۔ یا یہ کہ ائمہ کے حق میں بھی ان دونوں امور دین و دنیا عام طور سے مراد ہوں۔ ۱۲

خدا سے) پرہیز کریں۔ امام نے فرمایا کہ اس حکم سے تم پر واجب ہوا کہ ہماری جانب رجوع کرو اور ہم سے سوال کرو۔ لیکن جواب دینا ہم پر واجب نہیں کیا ہے۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّهُمَا يُكَذِّبُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ يُغَيِّرْهُدَىٰ مِّنَ اللَّهِ (پت رکوع ۸ سورہ قصص آیت ۵۰) اسے ہمارے حبیب اگر یہ لوگ تمہاری بات نہ مانیں تو سمجھ لو کہ یہ لوگ اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہیں اور اُس سے بڑھ کے گمراہ کون ہوگا جو خدا کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے لے

بصائر الدرجات میں کئی موثق طریقہ سے امام نے فرمایا کہ تم شیعہ ہو۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ آپ مامور ہیں اس پر کہ ہم آپ سے سوال کریں۔ پھر میں نے سمجھا کہ اس صورت سے جب معلوم ہو جائے گا تو ہم جو چاہیں گے آپ سے سوال کریں گے حضرت جواب دیں گے۔ یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ تم کو حکم ہے کہ ہم سے سوال کرو۔ لیکن ہم جواب دینے پر مامور نہیں ہیں۔ ہم کو اختیار ہے۔ جواب دیں یا نہ دیں۔ اور صفار نے بصائر الدرجات میں تیس معتبر سندوں کے ساتھ اس مضمون کی زراہ سے روایت کی ہے اور علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کتاب کشف المحجوب میں محمد بن موسیٰ شیرازی کی تفسیر سے جو نامہ کے علمائے ہیں بارہ تفسیروں سے استخراج کر کے روایت کی ہے کہ اُس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اہل ذکر محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام ہیں۔ یہی لوگ اہل ذکر و اہل علم و اہل عقل ہیں یہی اہلبیت نبوت اور معدن رسالت ہیں اور فرشتوں کے آنے جانے کے محل و مقام ہیں خدا کی قسم خدا نے مومن کا نام امیر المومنین علیہ السلام کی بزرگی و کرامت کے سبب مومن رکھا ہے۔ سفیان ثوری نے بھی اس روایت کو سدی اور عمارت اعرس روایت کی ہے۔

بصائر الدرجات میں چار صحیح سندوں سے حضرت امام جعفر صادق سے وَارَئِهِ لَذِكْرُ

۱۰ مؤلف فرماتے ہیں کہ امام نے ظاہراً اس آیت کی تاویل یہ فرمائی ہے کہ جب تم یہ جان لو کہ تمہاری بات نہیں قبول کرتے تو سمجھ لو کہ اس امر میں تبلیغ کی ضرورت نہیں ہے اور پھر اس میں مبالغہ نہ کرو تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ان بزرگواروں پر جواب دینا واجب نہیں ہے۔ ۱۲

لَئِكَ وَ لِقَؤُكُمْ وَسَوْفَ تُسْئَلُونَ (پچھ سوہ الزخرف آیت ۲۲) کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ذکر سے مراد قرآن ہے اور ہم آنحضرتؐ کی قوم ہیں جن سے قرآن کے معافی و احکام کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

دوسری صحیح روایت میں حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ اس آیت سے مقصود ہم ہیں اور ہم اہل ذکر ہیں ہم سے سوال کیا جا سکتا ہے اور کرنا چاہیئے۔

دوسری صحیح روایت میں امام محمد باقرؑ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہلبیت اہل ذکر ہیں اور یہی وہ بزرگوار ہیں جن سے سوال کیا جا سکتا ہے۔ اور بسند صحیح و معتبر حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرتؐ کی قوم ہیں۔

ابن ماسیاری نے اپنی تفسیر میں انہی روایتوں کے مانند سلیم بن قیس سے امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ حضرتؑ نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا کہ رسول خداؐ اور ان کے اہلبیت اہل ذکر ہیں وہی ہیں جن سے سوال کیا جا سکتا ہے۔ خدا نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ ان سے سوال کریں۔ (مسائل و احکام دریافت کریں۔)

وہی ہیں لوگوں کے حاکم اور ان کے امور کے والی۔ لہذا کسی کو یہ جائز نہیں کہ یہ حق جو خدا نے ان کے لئے واجب قرار دیا ہے۔ ان سے چھپے۔

ایضاً۔ دوسری معتبر حدیث میں انہی حضرت (علیؑ) سے روایت کی ہے آنحضرتؐ کی قوم سے مراد حضرت علیؑ ہیں اور قیامت میں لوگوں سے ان حضرت کی ولایت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

کانی میں بسند معتبر موسیٰ بن اثیم سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص نے اسی آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے جواب دیا۔ اسی وقت ایک دوسرا شخص حاضر ہوا اور اسی آیت کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت نے دوسری تفسیر بیان فرمائی اس کے علاوہ جو پہلے بیان کی تھی جس کو سنکر مجھ پر وہ کیف طاری ہوئی جس سے بس خداؐ آگاہ ہے معلوم ہوتا تھا کہ میرے دل کو چھری سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں نے شام میں ابو قتادہؓ کو دیکھا کہ اس کا ایک لفظ بھی ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہوتا اور اس شخص کو دیکھو کہ ایسا سخت ظلم کرتا ہے میں اسی خیال میں تھا کہ ایک دوسرا شخص آیا اس نے بھی اسی آیت کے متعلق سوال کیا حضرتؑ



نے اس سے ایک تیسری بات بیان کی ان دونوں کے خلاف جو پہلے بیان کی تھی۔ یہ دیکھ کر مجھے سکون ہو گیا میں نے سمجھا کہ یہ غلطی نہیں بلکہ دیدہ و دانستہ بنظر تفتیہ و مصلحت ایسا فرمایا ہے جب حضرت نے جانا کہ میرے دل میں ایسی باتوں نے خطور کیا ہے تو میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے اثیم کے بیٹے خدا نے تفویض کیا اور فرمایا ہے وَمَا أَلْتَكُمُ التَّسْوُلُ فَخُذُوا مِمَّا نَهَكُمُ عَنْهُ فَأَنْتَهُمْ اَرْبَابُ سُوْرہ شُرَاحِیۃ؎ جو کچھ رسول تمہیں دیدیں وہ لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے باز آ جاؤ۔ اور خدا نے جو کچھ رسول کو تفویض فرمایا تھا وہ سب ہم کو بھی تفویض فرمایا ہے۔ کتاب اختصاص میں بھی اسی حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ جب حاضرین مجلس چلے گئے تو حضرت نے میری جانب رُخ کیا۔ اور فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم دلتنگ ہو گئے ہو میں نے عرض کی ہاں! میں آپ پر خدا ہوں ایک سوال کے جواب میں آپ کے تین مختلف اقوال سے ضرور دل تنگ و پریشان ہوں حضرت نے فرمایا کہ اے پسر اثیم یقیناً خدا نے سیمان علیہ السلام کو سلطنت و حکومت تفویض فرمائی اور فرمایا کہ هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْتَنِ اَوْ اَمْسِكْ رِپۃ سُوْرہ صٰآۃ آیت ۳۹ اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا امر دین تفویض فرمایا ہے اور فرمایا کہ وَمَا أَلْتَكُمُ التَّسْوُلُ اور خدا نے ہم ائمہ کو وہی سب کچھ تفویض فرمایا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تفویض فرمایا تھا۔ لہذا دلتنگ نہ ہو۔

بعض اثر الدرر جات میں بسند حسن مثل صحیح کے روایت کی ہے کہ سفوان نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ امام سے کسی کے حرام و حلال ہونے کے متعلق دریافت کیا جائے اور اس کے پاس اس کا جواب نہ ہو۔ فرمایا کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جواب تو اس کے پاس ہوتا ہے مگر کسی مصلحت کی بنا پر وہ بیان نہیں کرتا۔

حضرت صادق علیہ السلام سے بسند صحیح روایت کی ہے کہ ہم اہل ذکر اور صاحبان علم ہیں اور تمام حلال و حرام کا علم ہم کو حاصل ہے۔

علی بن ابراہیمؒ نے اس آیت اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِکْرِ اللّٰهِ رِپۃ سورہ الرعدیۃ؎ یعنی جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے قلوب کو ذکر خدا کے اطمینان و سکون حاصل ہوتا ہے فرمایا کہ یا خدا امیر المؤمنین اور ائمہ علیہم السلام ہیں۔ یعنی ان کی محبت و ولایت کیونکہ ان کی یاد خدا کی یاد ہے

ابن مہیار نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کی تفسیر میں روایت کی ہے ہم نے بے شک تمہاری طرف وہ کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے کیا تم نہیں سمجھتے ہو۔ (حدیث مسند ابیہ آیت ۱۰) فرمایا کہ ذکر سے مراد امام کی اطاعت ہے پیغمبر کے بعد جو دنیا و آخرت کی عزت و شرف کا باعث ہے۔

**تبصری فصل** اس بیان میں کہ قرآن کے علم کے جاننے والے اور اسخون فی العلم اور قرآن سے ڈرنے والے ائمہ اطہار ہیں۔

ابن مہیار نے بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں قَالَ الَّذِيْنَ اتَّيَهُمُ الْكِتَابُ يَوْمَئِذٍ يَعْنِيْ هُمْ نے جن کو کتاب دی ہے وہ لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں امام نے فرمایا کہ اس آیت میں ”وہ لوگ“ سے مراد جن کو کتاب عطا کی ہے آل محمد علیہم السلام ہیں جن کو علم قرآن عطا کیا ہے وَمِنْهُمْ هُوَ الَّذِيْ مَنَّ عَلَيْنَا مِنْ بَيْنِ مَنْ هُمْ مِنْ بَيْنِ هَؤُلَاءِ وَلَئِنْ كُنْتُمْ اَعْبَادًا لِّلَّذِيْنَ لَا يَرْحَمُونَ النَّاسَ لَنَكُونَنَّ اَنْتُمْ وَآلُكُمْ مِنَ الْمُدْحَكِيْنَ اُولَئِكَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ کہیں وغیرہ نے بسند ہائے بسیار حضرت صادق سے اس آیت کی بدل ہوا آیات بَيِّنَاتٍ فِيْ صُذُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (پہ سورہ حکمت آیت ۴۹) قرآن مجید کھلی ہوئی چند آیتیں ہے۔ ان سینوں میں جبکہ علم عطا کیا گیا ہے کی تفسیر میں حضرت صادق نے فرمایا کہ جن کو علم عطا کیا گیا ہے وہ آل محمد سے ائمہ اطہار ہیں اور ان کے سینوں میں قرآن کے الفاظ و معنی دونوں ہیں۔

بصائر الدرجات میں بسند معتبر ابو بصیر سے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اس آیت کو پڑھا اے بعد فرمایا اپنے کھدائے یہ نہیں فرمایا کہ دو وفیتوں کے درمیان مصحف ہے بلکہ فرمایا ہے کہ اُن کے سینوں میں ہے جن کو اُس کا علم دیا گیا ہے۔ ابو بصیر نے پوچھا کیا وہ لوگ آپ ہیں فرمایا اور کون ہو سکتا ہے تقریباً بیس سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ یہ آیت ان کے شان میں ہے اس سے یہ بھی احتمال ممکن ہے کہ فی صُذُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ سے حضرت کی مراد یہ ہو کہ قرآن مجید کی وضاحت ائمہ کے سینوں میں ہے۔ اور کوئی ان کے سوا اس کے معنی اور رموز نہیں جانتا لہذا قرآن سمجھنے کے لئے ان ہی سے رجوع کرنا چاہئے۔

عیاشی نے اس آیت الَّذِيْنَ اتَّيَهُمُ الْكِتَابُ يُنْكِرُوْنَ حَقَّ رُوحِهِمْ اَوْ لِيْسَتْ

يُؤْمِنُونَ بِهِ (سورہ بقرہ پ آیت ۱۲۱) یعنی وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ تلاوت کا حق ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں کی تفسیر میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ہے وہ ائمہ اطہار ہیں لہ

کلمتی نے بسند ہائے معتبر امام صادق علیہ السلام سے اس آیت وَ اَوْحَىٰ اِلَيْهِ هَذَا الْقُرْآنُ اَنْ لَا تُبْدِيَنَّ كُحْلُهَا وَمَنْ يَكْتُمُ الْاَثَرِ (سورہ الانعام آیت ۱۹) یعنی میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ اُس کے ذریعہ سے میں تم کو ڈراؤں اور وہ جو (اس عہد تک) پہونچے کی تفسیر میں حضرت نے فرمایا کہ مَنْ يَكْتُمُ جو پہونچے سے مطلب یہ ہے کہ وہ جو آل محمد میں سے حد امامت تک پہونچے وہ بھی قرآن کے ذریعہ سے لوگوں کو ڈراتا ہے جس طرح رسول خدا ڈراتے تھے۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ مَنْ يَكْتُمُ سے مراد امام ہے حضرت نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عذاب الہی سے) ڈرایا کرتے تھے اور ہم بھی اسی طرح ڈراتے ہیں لہ

علی بن ابراہیم نے حضرت صادق سے بسند معتبر روایت کی ہے کہ قرآن خبر کرنے والا اور ڈرانے والا ہے جنت کی ترغیب دیتا ہے اور جہنم سے بچنے کی تاکید کرتا ہے اس میں محکم آیتیں ہیں جو معنی مقصود پر واضح دلیل ہیں اور متشابہات ہیں جن میں بہت سے معنی نکل سکتے ہیں اور معنی مقصود کا سمجھنا اور جان لینا مشکل ہے لیکن محکم آیتوں پر عمل کر سکتے ہو اور ایمان

لہ مولف فرماتے ہیں کہ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ کتاب سے مراد توریت ہے اور وہ جن کو اس کا علم دیا گیا ہے وہ یہود و نصاریٰ میں سے وہ لوگ ہیں جو جناب رسول خدا پر ایمان لائے تھے بعضوں کا قول ہے کہ کتاب سے مراد قرآن ہے اور وہ جن کو کتاب دی گئی ہے اس اُمت کے مومنین ہیں اور تفسیر جو حضرت نے فرمائی ہے اس پر مبنی ہے اور سیاق آیت کے موافق ہے کیونکہ تلاوت کا حق موقوف ہے اسکے علم و اسرار و رموز کے ساتھ اور وہ اپنی بزرگواردوں کے ساتھ مخصوص ہے چنانچہ قرآن پر ایمان کامل نہیں ہو سکتا مگر انہی کے ذریعہ لہ مولف فرماتے ہیں کہ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ مَنْ يَكْتُمُ جو پہونچے سے معنی مفعول لا نذہر کہہ کر یعنی اس لئے کہ میں ڈراتا ہوں ہر شخص کو جس تک قرآن تاروز قیامت پہونچے اور احادیث میں جو وارد ہوا ہے اسکی بنا پر اندر کم کی ضمیر فاعل پر عطف ہوگی۔

لاؤ اور متشابہات پر بس ایمان لاؤ مگر اس پر عمل نہیں کر سکتے۔ یہ ہے قول حق تبارک  
 فَاَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ تَرِيغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ  
 تَاْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيلَهُ اِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ اَمْثَلُ  
 كُلِّ مِمَّنْ عِنْدَ رَبِّنَا (آیت، سورہ آل عمران پ)، یعنی جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو  
 متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور اُسی کے فریب سے اپنی خواہش کے مطابق تاویل  
 کر کے فتنے برپا کرتے ہیں حالانکہ ان کی تاویل خدا اور راسخون فی العلم کے سوا کوئی نہیں  
 جانتا اور علم میں راسخ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

ایضاً۔ علی بن ابراہیم اور صاحب اختصاص نے بسند ہائے معتبر امام محمد باقر علیہ السلام  
 سے روایت کی ہے کہ رسول خدا علم میں بہترین راسخین میں سے تھے اور وہ جانتے تھے جو  
 کچھ خدا نے ان پر تنزیل قرآن اور اس کی تاویل بھیجی تھی۔ یعنی قرآن کا ظاہر و باطن جانتے  
 تھے۔ ایسا نہ تھا کہ خدا نے کوئی آیت اُن پر نازل کی ہو اور اس کی تاویل سے آگاہ نہ کیا ہو  
 اور آپ کے اوصیاء جو آپ کے بعد ہوئے سب قرآن کی تنزیل و تاویل جانتے تھے۔  
 کافی اور بصائر میں اس کا تتمہ یہ ہے کہ شیعہ اُس کی تاویل نہیں جانتے مگر جب کوئی  
 راسخون فی العلم میں سے یعنی امام اُن سے بیان کرتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے  
 وہ سب خدا کی جانب سے ہے حالانکہ قرآن میں خاص، عام، محکم، متشابہ، ناسخ و منسوخ  
 سب کچھ ہے اور ان سب کو وہ لوگ جانتے ہیں جو علم میں راسخ ہیں لے

لے مترجم فرماتے ہیں کہ ان آیاتوں کی ابتدا اس طرح ہوئی ہے ہُوَ الَّذِي اَنْزَلَ الْكِتَابَ يَٰۤاٰدِمْ وَه  
 خدا وہ ہے جس نے تم پر قرآن نازل کیا ہے منہ ایات محکمات ہُوَ اَم الْكِتَابِ جِس میں واضح  
 الدلالت آیتیں ہیں اور یہی اصل قرآن ہیں وَاٰخِرُ مَتَشَابِهَاتٍ اور کچھ دوسری آیتیں ہیں جو آپس میں  
 متشابہ ہیں جن کے معنی و مطالب واضح نہیں ہیں وَاَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ تَرِيغٌ وَتَوْجُنٌ كَيْدٍ  
 کی جانب رجحان ہے فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ تُوہ انہی متشابہات کے پیچھے لگے رہتے ہیں ابْتِغَاءَ  
 الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيلِهِ تَاوِیلہ تاکہ لوگوں کو گمراہ کریں اور شبہ میں ڈالیں اور اپنی خواہش کے مطابق تاویل کریں  
 وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيلَهُ اِلَّا اللّٰهُ اور متشابہ کی تاویل نہیں جانتے لیکن خدا جانتا ہے وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ  
 اور وہ لوگ جانتے ہیں جو علم میں مضبوط ہیں اور ان کے علم کی بنیاد یقین پر ہے۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۱ پر)

کیلینی نے بسند صحیح امام سے روایت کی ہے کہ ہم راسخون فی العلم ہیں اور تاویل قرآن کو جانتے ہیں۔ اور دوسری معتبر حدیث میں انہی حضرت (امام جعفر صادق) سے روایت کی ہے کہ راسخون فی العلم امیر المؤمنین اور ان کے بعد ائمہ ہیں صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین۔  
بصائر الدرجات میں بسند صحیح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ قرآن میں کوئی آیت نہیں ہے مگر یہ کہ اس کے لئے ظاہر و باطن ہے اور کوئی حرف اس میں نہیں ہے مگر یہ کہ اشارہ ہے اس امر کی طرف جو حادث ہوتا ہے اور اس کا حدوث و ظهور امام وقت پر وارد ہوتا ہے اور امام موجود و زندہ پر اس کا علم واضح ہوتا ہے اور امام گذشتہ پر بھی جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ اس کی تاویل کوئی نہیں جانتا مگر اللہ اور راسخون فی العلم اور وہ ہم ہیں جو جانتے ہیں۔

علم بن ابراہیم نے جناب صادق علیہ السلام سے اس آیت قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوءَ عَلَى الْكَافِرِينَ (سورہ نحل آیت ۲) یعنی اس جماعت کے لوگ کہیں گے جن کو علم دیا گیا ہے کہ آج کی ذلت و بری حالت کافروں کے لئے ہے۔ کی تفسیر میں حضرت صادق سے روایت ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ جماعت جن کو علم دیا گیا ہے ائمہ علیہم السلام ہیں۔

ایضاً اس آیت وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقُّ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مفسرین کے درمیان اس میں اختلاف اکثر اللہ پر وقف کرتے ہیں اور اس کو کلام کی ابتدا سمجھتے ہیں و یقولون ائمتنا بہ کل من عندنا بنا کو اسکی خبر جانتے ہیں یعنی راسخون فی العلم کہتے ہیں کہ ہم متشابہ پر ایمان لائے یہ سب ہمارے خدا کی جانب سے ہے اگرچہ ہم اسکے معنی نہیں جانتے۔ بعض مفسرین اللہ پر وقف نہیں کرتے والہ راسخون کو اللہ پر عطف کرتے ہیں یعنی راسخون فی العلم سے مراد رسول خدا اور ائمہ ہدی صلوٰۃ اللہ علیہم ہیں اور بعض روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ یقولون استیناف کلام ہے اور اس کے فاعل شیعہ ہیں یعنی جب شیعہ اپنے ائمہ سے جو علم میں راسخ ہیں متشابہ کی تاویل کنتے ہیں تو ان کی تصدیق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب ہمارے پروردگار کی جانب سے

﴿سورہ سیا آیت ۶﴾ یعنی جن کو علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ اسے رسول جو کچھ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے کی تفسیر میں حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد امیر المؤمنین علیہ السلام ہیں جنہوں نے جناب رسول خدا پر جو کچھ خدا نے بھیجا ہے اسکی تصدیق فرمائی۔

لیکنی نے بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے سوائے دروغ گو کے دعوے نہیں کیا ہے کہ تمام قرآن کو جیسا کہ آنحضرت پر نازل ہوا ہے۔ جانتا ہے اور نہ جمع کیا ہے اور نہ حفظ کیا ہے جیسا کہ اُسے خدا نے بھیجا ہے مگر علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے بعد کے ائمہ علیہم السلام نے صحیح دعوے کیا ہے۔ دوسری روایت میں فرمایا کہ کوئی دعوے نہیں کر سکتا کہ اس کے پاس ظاہر و باطنِ مہم قرآن ہے سوائے اوصیائے پیغمبر علیہم السلام کے۔

دوسری حدیث میں فرمایا کہ منجملہ اُن تمام علوم کے جو خدا نے ہم کو دیا ہے قرآن کی تفسیر اور احکام قرآن ہے۔ اور زمانہ کے تغیرات و حوادثات کا علم بھی عطا فرمایا ہے جو واقع ہوتے ہیں پھر فرمایا کہ اگر کسی ضبط کرنے والے کو ہم پاتے جو ہمارے بھیدوں کو ناش نہ کرتا یا ای شخص کو پاتے جس سے راز کہے جاسکتے ہیں تو ہم اُس سے کہتے۔

ایضاً بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں کتاب خدا اول سے آخر تک اس طرح جانتا ہوں۔ جیسے کہ گویا وہ دونوں ہتھیلیاں ہیں قرآن میں آسمان و زمین کی اور گذشتہ و آئندہ کی خبریں ہیں۔ خدا فرماتا ہے فَبِذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الشَّيْءَ الَّذِي كُنْتُمْ تُخْفُونَ

دوسری حدیث میں فرمایا کہ خدا نے آصف بن برخیا و زید بن حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان میں فرمایا ہے کہ اس شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا کہ میں آپ کے لئے تخت بلقیس لاتا ہوں قبل اس کے کہ آپ کی آنکھ جھپکے۔ پھر امام نے اپنا دست مبارک اپنے سینہ حقیقت گنجینہ پر رکھ کر فرمایا کہ خدا کی قسم ہمارے پاس تمام کتاب کا علم ہے۔

بسند صحیح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ معاذیر بن عمار نے اُن حضرت سے اس آیت قُلْ كُنْیَ یَا لَہْ شَہِیدَا اَبِیْنِیْ وَبِیْنَكُمَا وَ مَن عِنْدَا عَلَیْہِ الْكِتَابِ ﴿سورہ الرعد آیت ۴۳﴾ یعنی اے محمد (میری نبوت) کی گواہی کیلئے کہہ دو کہ میرے اور

تمہارے درمیان ایک تو خدا کافی ہے اور ایک وہ شخص جس کے پاس کتاب کا پورا پورا علم ہے امام نے فرمایا کہ پیغمبر کے بعد وہ ہم میں سے ہیں اور ہم سے بہتر ہیں۔ یعنی وہ علی بن ابی طالب ہیں۔

بصائر میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کتاب خدا کی کچھ ایسی تفسیریں کرتے ہیں جن کو ہم نے کسی دوسرے سے نہیں سنا ہے حضرت نے فرمایا کہ قرآن و دوسروں سے پہلے ہمارے پاس آیا اور قبل اس کے کہ اس کی تفسیر دوسروں تک پہنچے ہم کو معلوم ہوئی لہذا ہم قرآن کے حلال و حرام اور ناسخ و منسوخ کو جانتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ کون سی آیت سفر میں نازل ہوئی اور کون سی حضر میں۔ اور کون سی بات کو نازل ہوئی۔ اور کون سی دن میں اور کس کے بارے میں نازل ہوئی۔ اسلئے ہم خدا کی جانب اسکی زمین میں صاحب عقل و حکمت ہیں اور بشر پر خدا کے گواہ ہیں اور حضرت باقر علیہ السلام کے قول کے مطابق ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے سَنَكْتُبُ شَهَادَتَهُمْ وَكَانُوا بِرَبِّهِمْ يَعْتَبِرُونَ یعنی غریب ہم ان کی گواہی کھیں گے اور ان سے پوچھا جائیگا۔ حضرت نے فرمایا کہ شہادت (گواہی) ہمارے لئے ہے اور سوال ان کے لئے ہے جن میں ساری امت داخل ہے۔ لہذا یہ وہ علم ہے جس سے تم کو باخبر کر دیا اور تم پر حجت تمام کر دی جو کچھ مجھ پر لازم تھی۔ تو اگر قبول کرتے ہو تو شکر کرو اور اگر ترک کرتے ہو تو خدا ہر چیز پر گواہ ہے۔

اس بیان میں کہ خدا کی آیات و بینات اور خدا کی کتاب سے مراد قرآن میں حضرات ائمہ اطہار ہیں۔

## چوتھی فصل

علی بن ابراہیم نے بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے اس آیت کی تفسیر میں الَّذِينَ كَفَرُوا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا وَبِغَمٍّ فِي الظُّلُمَاتِ مَنْ يَكْسِي اللَّهُ يُضْلِلْهُ وَمَنْ يَشَأْ يُجْعَلْهُ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ رپ سورہ الانعام آیت ۸۹ جس کے ظاہری لفظ کا ترجمہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی وہ ایسے بہرے ہیں جو آیتوں کو سنتے نہیں جیسا کہ سنا چاہئے تاہم اس سے فائدہ اٹھائیں اور ایسے گونڈے ہیں جو کلمہ حق کے ساتھ تو یا نہیں ہوتے۔ کفر و انصاف کی تائید میں ہیں جس سے وہ گمراہ نہ رہیں۔ بلکہ گمراہ کر لیا جاتا ہے۔ اس کو گمراہ کر دیتا ہے یعنی جو اطفال ہیں کافر نہیں اس کو اسکے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کو راہ راست کی طرف پھیر دیتا ہے امام نے فرمایا کہ یہ آیت اس جماعت کی شان میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے نبیوں کے وصیوں

کی تکذیب کی ہے اور وہی لوگ بہرے اور گونگے ہیں۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ وہ تارکیوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ جو شخص شیطان کی اولاد میں سے ہے وہ اوصیاء کی تصدیق نہیں کرتا اور ان پر ایمان نہیں لاتا یہی ہیں وہ جنہیں خدا گمراہ کرتا ہے اور جو شخص کہ آدم کی اولاد میں سے ہے اور شیطان اس کے نطفہ میں شریک نہیں ہوا ہے اور وہ انبیاء کے اوصیاء پر ایمان لاتا ہے اور راہ مستقیم پر ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت سے سنا آپ فرماتے تھے کہ قرآن میں جس جگہ کَذَّبُوا بِآيَاتِنَا نازل ہوا ہے اس سے مراد تمام اوصیاء کی تکذیب ہے لے  
ایضاً۔ علی بن ابراہیم نے اس آیت وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَفْلُونَ یعنی وہ لوگ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ مراد آیات سے حضرت امیر المومنین اور آئمہ معصومین صلوات اللہ علیہم ہیں اور اس پر حضرت علی کا یہ قول دلیل ہے کہ خدا کی کوئی نشانی مجھ سے بڑی نہیں ہے۔

ایضاً۔ بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے اس آیت وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ یعنی آیتیں اور ڈرانے والے ان گمراہوں کو فائدہ نہیں پہنچاتے جو ایمان نہیں لاتے۔ حضرت نے فرمایا آیات سے مراد آئمہ ہیں اور نذیر سے مراد انبیاء ہیں پھر اس کی تفسیر میں فرمایا کہ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا قُلْ لَكُمْ لَهْؤُا عَذَابٍ مُّهِينٍ۔ (پہلے سورہ الحج آیت) یعنی وہ لوگ جو کافر ہو گئے اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ جس سے مراد وہ گمراہ ہے جو امیر المومنین اور آئمہ اطہار کی ولایت پر ایمان نہیں لایا۔ پھر اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ سَيُزَكُّكُمُ آيَاتِهِ فَتَعْرِفُونَهَا۔ یعنی بہت جلد خدا تم کو اپنی آیتیں دکھائے گا۔ اس وقت تم ان کو پہچان

لے مولف فرماتے ہیں کہ تکذیب آیات کی تاویل اوصیاء کی تکذیب کے ساتھ کرنے کی دو وجہیں ہیں۔ اول یہ کہ مراد آیات سے عظمت و جلالت الہی کی نشانیاں ہیں جیسا کہ اس کے بعد بیان ہوں گی۔ دوسرے یہ کہ وہ آیتیں مراد ہوں گی جو آئمہ کی شان میں قرآن میں وارد ہوئی ہیں ان کی تکذیب تمام قرآن کی تکذیب ہے۔ ۱۲۰



لوگے "ان کو" میرا المومنین اور ائمہ معصومین علیہم السلام مراد ہیں۔ جب وہ رجعت میں واپس آئیں گے تو ان کے دشمن ان کو پہچان لیں گے جب ان کو دیکھیں گے پھر بسند حسن مثل صحیح کے حضرت صادق علیہ السلام سے اس آیت "انْ تَشَاقِقُوا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَمْتُمْ اَخْتَفَاهُمْ" یعنی اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی آیت نازل کر دیں تو ان کی گردنیں اس کے لئے جھک جائیں گی تفسیر میں روایت کی ہے کہ اس سے مراد بنی امیہ کی گردنیں ہیں اس وقت جبکہ آسمان سے حضرت صلح الاثر کا نام لے کر ایک آواز آئے گی۔ (تو ان کو ان کی اطاعت کرنا پڑے گی) ایضاً۔ اس قول حق تعالیٰ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ یعنی انکار نہیں کرتے ہیں ہماری آیتوں سے مگر کفار۔ انکار نہیں کرتے ہیں "سے مراد امیر المومنین ہیں۔

ایضاً۔ بسند معتبر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت "ذَلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ" کی تفسیر میں منقول ہے کہ بَيِّنَات سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں۔

کلینی نے حضرت صادق سے اس آیت "وَإِذَا تَنَالَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٌ" قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا إِنَّتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَذَا أَوْ بَدِّلْهُ رُسُلًا" (آیت ۱۵) جب ان کو ہماری آیتیں پہنچ کر سنائی جاتی ہیں جو واضح اور روشن ہیں تو وہ لوگ ہماری ملاقات کا یقین نہیں رکھتے یعنی آخرت کا یقین نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ اس قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ یا اس کو تبدیل کر دو۔ کی تفسیر میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ بدل دو علی علیہ السلام کو۔ گویا مراد یہ ہوگی کہ وہ لوگ کہتے تھے کہ ایسا قرآن لاؤ جس میں ولایت علی کا ذکر نہ ہو۔ یا اس قرآن میں علی کے بدلے دوسروں کا ذکر درج کر دو۔

بہت سی حدیثوں میں بروایت ابن مایہ اور غیرہ حضرت صادق و امام رضا علیہم السلام سے اس آیت "وَإِنَّ فِي الْكِتَابِ لَذِكْرًا لِّعَلَّٰی حَكِيمٍ" کی تفسیر میں وارد ہوا ہے کہ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ ہمارے پاس قرآن لوح محفوظ ہیں۔ تغیر و تبدل سے محفوظ ہے اور تمام کتب آسمانی میں بلند رتبہ اور حکیم ہے۔ یعنی حکمتوں پر مشتمل ہے یا حکم ہے اور

اپنے سوا کسی اور سے منسوخ نہیں ہوتا۔ ان حضرات نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ جناب امیر سورۃ فاتحہ میں جو ام الکتاب ہے مذکور ہیں جو حکیم و دانائیں۔ اور یہ اس پر مبنی ہے کہ حضرت امیر راہ ولایت و متابعت میں صراط مستقیم ہیں چنانچہ منقول ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ ام الکتاب میں کس جگہ حضرت علی بن ابیطالب کا ذکر ہوا ہے فرمایا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ میں کیونکہ علی علیہ السلام صراط مستقیم ہیں اور روز غدیر کی دعائیں وارد ہوا ہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ علی علیہ السلام ہدایت کرنے والے امام ہیں اور مومنوں کے امیر ہیں جن کا ذکر خدا نے اپنی کتاب میں کیا ہے یعنی فرمایا ہے **وَإِنَّهُ فِي الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلَّ حُكَمَاءَ**

**پانچویں فصل** اس بیان میں کہ تمام بندوں میں اور آل ابراہیم میں برگزیدہ امہ مصدقین علیہم السلام ہیں اور اس میں چند آیتیں ہیں۔

اول۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے **لَقَدْ أَوْزَنَّا الْكَيْفَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ يُادِّينَ اللَّهُ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ جَنَّاتٌ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا الْمُحْسِنُونَ** سورہ فاطر ۱۷ آیت ہے یعنی ہم نے کتاب میراث میں دی جو قرآن ہے یا توریت یا مطلق خدا کی کتابیں **الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا** اور وہ لوگ جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا ہے بعضوں نے کہا کہ برگزیدہ حضرات پیغمبر ان خدا ہیں۔ اور بعضوں نے کہا کہ حضرت رسول خدا کی امت کے علماء ہیں۔ اس کے بعد بہت سی حدیثیں مذکور ہوں گی جن سے معلوم ہو گا کہ یہ حضرات مخصوص اہلبیت ہیں **فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ** تو ان میں سے بعض اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ ضمیر منہم کے مرجع میں مفسروں کے درمیان اختلاف ہے ستید مرتضیٰ رحمہ اللہ اور مفسروں کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ ضمیر راجع ہے۔ عباد کی جانب۔ یعنی ہمارے بندوں میں بعض اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ راجع ہے برگزیدہ لوگوں کی طرف۔ **وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ** یعنی اُن میں سے بعض میانہ رو ہیں۔ **وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ يُادِّينَ اللَّهُ** اور ان میں سے بعض نیکوں کی طرف خدا کی توفیق سے سبقت کرنے والے ہیں۔ **ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ** اور یہ بڑی فضیلت ہے مفسروں نے ان تینوں فرقوں کے بارے میں اختلاف

کیا ہے جن کا ذکر آیت میں ہوا ہے بعض کہتے ہیں وہ سب نجات پائیں گے۔ بعض کا قول ہے کہ جو ظالم ہیں وہ عذاب الہی سے نجات نہ پائیں گے۔ چنانچہ قتادہ نے کہا ہے کہ ظالم اصحاب مشئمہ میں سے ہے اور مقتصد اصحاب مہمینہ میں سے ہیں اور سابق مقررین میں سے ہیں۔ جنات عدن خُلُوْهُمَا عِدْن کی جنتیں ان کے قیام کی جگہ ہیں جن میں وہ داخل ہونگے مفسروں نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ یَتَدَخَلُوْهُمَا کی ضمیر فاعل کس چیز کی طرف راجع ہے بعض نے کہا ہے کہ تینوں کی طرف راجع ہے اور یہ تینوں فرقے بہشت میں داخل ہوں گے اور بعضوں نے کہا ان برگزیدہ لوگوں کی طرف راجع ہے جن کے بارے میں فرمایا ہے اَلَّذِيْنَ اَصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔ اور بعض کا قول ہے کہ مقتصد اور سابق کی طرف راجع ہے ظالم اس میں داخل نہیں ہے کیونکہ وہ حدیثیں اس کا ثبوت ہیں جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں چنانچہ معانی الاخبار میں حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ظالم ہمیشہ اپنے خواہشات نفس کی پیروی کرتا ہے اور مقتصد اپنے دل میں غور و فکر کرتا رہتا ہے یعنی اپنے عقائد کی صحت کی کوشش میں لگا رہتا ہے یا اپنے اصلاح نفس میں مشغول رہتا ہے یا عبادت میں اور غرض دنیویں بھی اسکے پیش نظر دین ہوتا ہے۔ اور سابق الخیرات اپنے پروردگار کے گرد پھرتا ہے اور اپنی مرادوں اور تمناؤں سے خالی الذہن ہو کر اپنے پروردگار کی رضا مندی کے سوا کوئی شغرض نہیں رکھتا۔

ایضاً۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا کی ذریت طاہرہ میں سے ظالم وہ ہے جو حق امام کو نہیں جانتا اور مقتصد وہ ہے جو امام کی امامت کا اعتقاد رکھتا ہے۔ اور اس کے حق کو جانتا ہے۔ اور سابق الخیرات خود امام ہے۔

مجمع البیان میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اس مضمون کے آخر میں فرمایا کہ ان میں سے سب بخشے جائیں گے جنات عدن یدخلوْھا یعنی سابق و مقتصد عدن کی جنتوں میں داخل ہوں گے۔

ایضاً بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے حضرت سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ یہ ہم اہلبیت کی شان میں

نازل ہوئی ہے ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا اپنے نفس پر ظلم کرنے والا آپ میں سے کون ہے فرمایا کہ ہم اہلبیت میں سے وہ ہے یعنی ذریت رسول خدا میں سے جس کا گناہ اور ثواب برابر ہو گا تو وہ اپنی ذات پر ظلم کرنے والا ٹھہرا کہ خدا کی عبادت میں کمی کی۔ میں نے پوچھا مقصد آپ میں سے کون ہے فرمایا وہ ہے جو شدت اور امید کی حالت میں یا غلبہ اہل باطل کے عالم میں عبادت خدا کرتا ہے یہاں تک کہ متعین موت اس کو آئے۔ میں نے پوچھا سابق بالخیرات آپ میں سے کون ہے فرمایا وہ ہے جو خدا کے سیدھے راستہ پر چلنے کا لوگوں کو حکم کرتا ہے اور نیکیوں اور عبادت کی ہدایت کرتا ہے اور برائیوں اور گناہوں سے منع کرتا ہے اور گمراہ کرنے والوں کا مددگار نہیں ہوتا اور خیانت کرنے والوں کی طرف سے کسی پر غصہ نہیں کرتا اور فاسقوں کے حکم پر راضی نہیں ہوتا مگر وہ جس کو اپنی ذات اور دین کے بارے میں خوف ہو اور اس کے ساتھ ایسے مددگار نہ ہوں جو فاسقوں کی مخالفت کریں اس لئے وہ لقیہ کے طور پر ان سے میل جول رکھتا ہے اور علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ الذین اصطفتینا سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں اور ظالم لنفسہ آل محمد سے ائمہ اطہار کے علاوہ وہ لوگ ہیں جو حق امام سے انکار کرتے ہیں لیکن امام کی امامت کا اقرار کرتے ہیں اور سابق بخیرات سے مراد امام ہیں۔

اور کتاب احتجاج میں روایت کی ہے کہ ابو بصیر نے حضرت صادقؑ سے سوال کیا کہ اس آیت کی تفسیر بیان فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو ابو بصیر نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ یہ بنی فاطمہ سے مخصوص ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جو شخص تلوار کھینچے اور لوگوں کو اپنی طرف اور ضلالت و گمراہی کی طرف دعوت دے اور ناحق دعوائے امامت کرے خواہ وہ بنی فاطمہ سے ہو یا ان کے علاوہ دوسروں میں سے ہو اس آیت میں داخل نہیں ہے۔ ابو بصیر نے پوچھا پھر کون اس آیت میں داخل ہے فرمایا کہ ظالم اپنے نفس پر وہ ہے جو لوگوں کو بجائے ہدایت کے گمراہی کی طرف بلائے اور مقصد ہم اہلبیت میں سے وہ ہے کہ حق امام کو پہچانے اور سابق بالخیرات سے امام مراد ہے۔

اور حضرت صادقؑ سے الذین اصطفتینا کے بارے میں روایت ہے کہ وہ

آل محمد ہیں اور سابق بخیرات امام ہے اور حضرت باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور سابق بخیرات امام ہے۔

دوسری سند سے انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ سابق بخیرات امام ہے اور یہ آیت فرزندان علی وفاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہما کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

کشف الغمہ میں دلائل حمیری سے روایت کی ہے کہ ابو ہاشم جعفری نے کہا کہ میں نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی آپ نے فرمایا کہ تینوں فرقے آل محمد میں سے ہیں اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والا (ظالم لنفسہ) وہ ہے کہ امام کا اقرار نہ کرے ابو ہاشم کہتے ہیں کہ یہ شکر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور میرے دل میں گذر کہ یہ کون سی بزرگی ہے جو خدا نے آل محمد کو عطا فرمائی ہے۔ امام باعجاز میرے دل کی بات سمجھ گئے اور میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ امر امامت بلند تر اور رتبہ امام اُس سے بزرگ تر ہے جو کچھ عظمت و شان محمد کے بارے میں تمہارے دل میں گذرا۔ لہذا خدا کی حمد کہ وہ تم کو اُن سے منسلک قرار دیا اور ان کی امامت کا مقصد کیا ہے۔ قیامت کے روز انہی کے ساتھ تم کو طلب کریں گے جس وقت کہ ہرگز وہ کو ان کے مقتدا کے ساتھ بلائیں گے لہذا اے ابو ہاشم خوش ہو کہ تم مذہب حق پر ہو۔

مجمع البیان میں ابوورداسے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلعم سے اس آیت کی تفسیر میں سنا آپ فرماتے تھے کہ سابق بحساب داخل بہشت ہو گا اور مقصد کا آسان حساب کیا جائے گا اور اپنے نفس پر ظلم کر نیوالے کو طویل مدت تک مقام حساب میں روکیں گے پھر وہ داخل بہشت ہو گا الغرض یہی لوگ ہیں جو کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ (پہ سورہ فاطر آیت ۳) یعنی تمام تعریفیں اُس خدا کے لئے زیبا ہیں جس نے ہم سے آخرت کا خوف و رنج و دُکھ کر دیا۔ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا وہ ہے جو نیک اور بُرے اور ناشائستہ دونوں طرح کے اعمال بجا لاتا ہے اور مقصد وہ ہے جو عبادت میں بڑی کوشش کرتا ہے اور سابق بخیرات علی و حسن و حسین علیہم السلام ہیں اور آل محمد میں سے وہ لوگ مراد ہیں جو شہید ہوں۔

سید ابن طاووس نے کتاب سعد السعود میں محمد بن عباس کی تفسیر سے روایت کی ہے اور صاحب تاویل الآیات الباہرہ نے بھی انہی کے سند سے ابی اسحاق بیہقی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حج کو گیا اور محمد بن علی علیہ السلام یعنی محمد بن حنفیہ سے ملاقات کی اور ان سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی انھوں نے فرمایا کہ تمہاری قوم اس آیت کی تفسیر میں کیا کہتی ہے (قوم سے آپ کی مراد اہل کوفہ ہیں) میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد شیعہ ہیں حضرت نے فرمایا جبکہ وہ اہل بہشت سے ہیں تو کیوں ڈرتے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ میں آپ پر فدا ہوں آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ اے ابو اسحاق یہ مخصوص ہم اہلبیت سے ہے۔ لیکن سابق بخیرات علی بن ابی طالب علیہ السلام اور حسن و حسین علیہم السلام ہیں اور ہم میں سے ہر امام جو ہوگا بعض نسخوں میں ہے کہ اس کے بعد فرمایا کہ ہم میں سے ہر شہید بھی ہے اور مقصد وہ ہے جو دنوں کو روزہ رکھتا ہے اور راتوں کو عبادت میں قیام کرتا ہے۔ اور اپنے نفس پر ظالم (ظالم لنفسہ) توبہ کرنے والوں کے حق میں نازل ہوا ہے اور بعض روایتوں میں جو تمام لوگوں کے لئے ہے اور وہ بخشنے ہوئے بیان کئے گئے ہیں تو لے لے ابو اسحاق خداوند کریم ہمارے سبب سے تمہارے عیبوں اور گناہوں کو زائل کرتا ہے اور ہماری وجہ سے تمہاری گردنوں سے ذلت و خواری کی رسیاں کھولتا ہے اور ہمارے سبب سے تمہارے گناہوں کو بخشنا ہے یا تمہارے قرضوں کو ادا کرتا ہے اور ہمارے ذریعہ سے خلافت و امامت کا افتتاح کرتا ہے۔ اور ہمیں پر اس کو ختم کرتا ہے تم پر نہیں۔ اور اصحاب کہف کے مانند ہم ہی تمہارے غار اور پناہ کی جگہ ہیں اور کشتی نوح کی طرح ہم ہی تمہاری کشتی نجات ہیں۔ اور ہم ہی باب حطہ بنی اسرائیل کے مثل تمہارے باب حطہ ہیں۔

سید نے فرمایا کہ محمد بن العیاش نے اس آیت کی تاویل میں بیس طریقوں سے مخطوڑی سی کمی و زیادتی کے ساتھ روایت کی ہے اور فرات بن ابراہیم نے بھی مخطوڑے سے فرق کے ساتھ کتاب تاویل الآیات الباہرہ میں محمد بن عباس کی تفسیر سے روایت کی ہے۔

بسم معتبر سورۃ بن کلیب سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

سے میں نے اس آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ ظالم لنفسہ وہ ہے جو امام کو نہ پہچانے میں نے عرض کی پھر مقصد کون ہے فرمایا وہ ہے جو امام کو پہچانتا ہے میں نے پوچھا کہ سابقین کون ہے فرمایا وہ امام ہے میں نے کہا پھر آپ کے شیعوں کے لئے کیا ہے فرمایا ان کے گناہ بخشے جائیں گے اور ان کے قرضے ادا کئے جائیں گے۔ اور ہم ان کے باب حط ہیں اور ان کے گناہ ہمارے سبب سے بخشے جائیں گے۔

ایضاً بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے الذین اصطفتنا آل محمد ہیں جو خدا کے برگزیدہ ہیں اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہلاک ہونے والا ہے اور مقصد صالح و نیک لوگ ہیں اور سابق بالخیرات علی بن ابی طالب ہیں خداوند علین فرماتا ہے ذلك هو فضل الکبیر یعنی قرآن اور جنات عدن یدخلونها یعنی آل محمد بہشت کے قصروں میں داخل ہوں گے جن میں سے ہر ایک قصر سفید موتی کے ایک دانے کا جسے میں کوئی مشکاف اور کوئی جوڑ نہیں ہے اگر اس میں تمام اہل اسلام جمع ہو جائیں تو اس میں سب کی گنجائش ہوگی۔ ان قصروں میں نہر برد کے کمرے ہیں جن میں دو دو ڈیوڑھیاں ہیں اور ہر ڈیوڑھی کا طول بارہ میل ہوگا جو چار فرسخ کے برابر ہے اس کے بعد خدا فرماتا ہے کہ جب وہ داخل بہشت ہونگے تو کہیں گے حمد و ثنا اس خدا ئے بزرگ و برتر کے لئے جس نے ہم سے رنج و غم برطرف کر دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ حزن وہ ہے جو دنیا میں ان کو برداشت کرنا پڑا تھا۔ یعنی اہل زمانہ کی طرف سے سختیاں اور تکلیفیں لے

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ ان احادیث کا حاصل دو وجہوں میں سے ایک ہو سکتی ہے اقول یہ کہ ضمیر اہلسیئہ کی طرف راجع ہیں اور آنحضرت کی تمام ذریت طاہرہ ہوگی اور ظالم و فاسق سب انہی میں سے ہوں۔ مقصد ان کے نیکو کار اور سابقین بالخیرات امام ہو۔ اس بناء پر اس تقسیم میں وہ داخل نہیں ہوگا جسے ناحق دعوائے امامت کیا یا دوسرے طریقہ سے اس کے عقائد درست نہ ہوں۔ دوسری وجہ یہ کہ ظالم وہ ہے جس کے عقائد درست نہ ہوں اور ایمان کے خلاف کوئی فعل اس سے صادر نہ ہوا ہو لہذا ضمیر یدخلونها راجع ہوگی مقصد اور (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

دوسری آیت اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓ اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهٖمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ  
عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّۃً بَعْضُہَا مِنْ بَعْضٍ وَّ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۸﴾ (پس سورہ آل عمران آیت ۸)  
یعنی خداوند عالم نے نبوت و امامت و خلافت کے لئے آدمؑ، نوحؑ اور آل ابراہیمؑ تمام  
عالمین میں سے چن لیا اور ان کی اولاد سے رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ بھی اسی میں داخل  
ہیں لیکن آل عمران کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ کون ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ  
وہ موسیٰ و ہارون علیہم السلام اور ان کی اولاد ہیں۔ کیونکہ موسیٰؑ و ہارونؑ عمران کے  
رڑ کے ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ مریمؑ و عیسیٰؑ مراد ہیں کیونکہ مریمؑ عمران کی بیٹی تھیں۔  
شیخ طبرسیؒ قول ہے کہ یہ آیت فرات البلیت میں (بجائے آل عمران) ذوال محمد  
علی العالمینؑ ہے اور آئمہ علیہم السلام سے منقول ہے کہ آل ابراہیمؑ سے مراد آل  
محمدؑ ہیں۔

ایضاً۔ طبرسیؒ نے کہا ہے کہ جس جماعت کے افراد کو خدا نے برگزیدہ فرمایا ہے  
واجب ہے کہ وہ لوگ تمام گناہوں اور عیبوں سے مطہر و معصوم ہوں۔ کیونکہ خدا ایسے  
لوگوں کے سوا کسی کو اختیار نہیں کرتا اور نہیں چنتا جن کا ظاہر بھی مثل باطن کے ظاہر ہو  
اور عصمت اصطیفینا کی بناء پر اس سے مخصوص ہوگی جو آل ابراہیمؑ میں سے ہو۔ اور  
آل عمران خواہ پیغمبر ہو یا امام ہو۔ ذُرِّیَّۃً یعنی چند اولاد و اطفال ہیں بَعْضُہَا مِنْ بَعْضٍ  
ان میں سے بعض ہیں بعض سے یعنی ایک دوسرے کی دین میں مدد کرتے ہیں یا ایک دوسرے  
کی نسل سے ہیں کیونکہ وہ ذریت آدمؑ ہیں پھر نوحؑ کی ذریت ہیں پھر ابراہیمؑ کی ذریت  
ہیں۔ چنانچہ جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپؑ نے فرمایا کہ وہ لوگ جن کو  
خدا نے برگزیدہ کیا ہے وہ بعض کی نسل سے ہیں۔ تمام ہوا کلام طبرسیؒ۔

بقیہ حاشیہ گذشتہ) سابقہ تاخیرات کی جانب اس سے ظالم مراد نہیں ہو سکتا اور آیت کے  
ظاہری اور باطنی اعتبار سے یا مختلف باطنی اعتبار سے یہی دونوں مراد ہوں گے اور اصطیفینا  
سے یہ مراد ہوگی کہ حقائق نے اس پاک ذریت کو اس طرح برگزیدہ کیا ہے کہ انہیں اوصیا اور  
ائمہ کو قرار دیا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو علم کتاب عطا فرمایا ہے اور یہ شرف اولاد میں  
سے ہر ایک کے لئے ہو سکتا ہے اگر وہ اس کو ضائع نہ کریں ۱۲۰



علی بن ابراہیمؑ نے تفسیر میں بیان کیا ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی ہے والی ابراہیم والی عمران والی محمد علی العالمین۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن سے خارج کر دیا ہے۔

شیخ طوسیؒ نے مجالس میں بسند مستبر ابراہیم بن عبد الصمد سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ کو اس آیت کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحا والی ابراہیم والی عمران والی محمد علی العالمین لیکن آل محمد کو قرآن سے نکال دیا حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ کتاب تاویل الایات میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ دائے ہوان لوگوں پر کہ جب آل ابراہیم والی عمران کو یاد کرتے ہیں خوش ہوتے ہیں اور جب آل محمدؐ کو یاد کرتے ہیں تو ان کے قلوب مکر ہو جاتے ہیں اسی خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے۔ اگر ان میں سے کسی نے ستر پیغمبروں کے مثل عمل کیا ہوگا تو خدا اس کے عمل کو قبول نہ کرے گا اگر اس کے نام عمل میں میری اور علی بن ابیطالب کی محبت ولایت نہ ہو۔

ایضا۔ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا ابا الحسن مجھ کو اس وصیت سے آگاہ فرمائیے جو آپ کو حضرت رسولؐ نے فرمائی ہے جناب امیرؑ نے فرمایا کہ بیشک خدا نے تمہارے لئے دین حق کو انتخاب کیا اور تمہارے لئے اس کو پسند فرمایا اور تم پر اپنی نعمت تمام کی کیونکہ تم اس کے سب سے زیادہ مستحق اور اہل تھے اور بیشک خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو وحی کی کہ وہ مجھ سے وصیت فرمائیں تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ اے علی میری وصیت یاد رکھو میرے امان کی رعایت کرنا۔ میرے عہد کو وفا کرنا میرے وعدوں کو پورا کرنا میری سنت کو زندہ رکھنا اور لوگوں کو میرے دین کی طرف دعوت دینا کیونکہ خداوند تعالیٰ نے مجھ کو برگزیدہ کیا اور پسند کیا تو مجھے اپنے بھائی موسیٰؑ کی دعا یاد آگئی اور میں نے دعا کی کہ خداوند امیرؑ واسطے میرے اہل سے ایک وزیر قرار دے جس طرح جناب موسیٰؑ کے لئے ہارون کو وزیر قرار دیا تھا تو خدا نے مجھے وحی فرمائی کہ علیؑ کو میں نے تمہارا وزیر اور مددگار اور تمہارے بعد تمہارا خلیفہ

و جانشین قرار دیا اسے علی تم امامان ہدایت میں سے ہو اور تمہاری اولاد میں سے بھی تمہاری طرح امام ہیں تو اسے علی تم لوگ ہدایت و تقویٰ کی طرف لوگوں کو کھینچ لانے والے ہو۔ اور تم لوگ وہ درخت ہو جس کی جڑ میں ہوں اور تم لوگ اس کا تنہ اور شاخیں ہو جو شخص اس درخت کو پکڑ لے گا بیشک نجات پائے گا۔ اور جو شخص اس سے روگردانی کرے گا وہ ہلاک ہو گا اور جہنم کے نیچے طبقے میں جائیگا۔ اور تم وہ لوگ ہو جن کی محبت اور مودت خدا نے واجب قرار دی ہے اور تمہاری امانت کا اقرار فرض کیا ہے اور تم وہ جماعت ہو جن کا ذکر اور وصف اپنے بندوں کے لئے خدا نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور فرمایا ہے ان الله اصطفى آدم ونوحا و ال ابراهيم و آل عمران على العالمين ذرية بعضها من بعض والله سميع عليم۔ تو تم لوگ آدم و نوح و آل ابراہیم و آل عمران میں برگزیدہ خدا ہو اور اسمعیل کے بہترین قبیلہ اور گروہ ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت ہو جو خلق کی ہدایت کرنے والی ہے۔

عیاشی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ان الله اصطفى آدم تا ذریۃ بعضها من بعض کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ہم اُسی ذریت سے اور عزت سے ہیں۔ اور بسند دیگر روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ روح راحت۔ نصرت۔ آسانی اور تو نگری اور خوشنودی اور دشمنوں پر غلبہ اور خدا و رسول کا قرب و محبت اس کے واسطے ہے جو علی کو دوست رکھے اور ان کی اور ان کے بعد ان کے اوصیا کی پیروی کرے مجھ پر واجب و لازم ہے کہ میں ان کی شفاعت کروں اور میرے پروردگار پر لازم ہے کہ میری شفاعت ان کے حق میں قبول کرے اس لئے کہ وہ میرے پیرو ہیں اور جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ مجھ سے میرے متعلق ابراہیم کی مثال جاری ہے جیسا کہ ابراہیم نے کہا تھا کہ فَمَنْ يَتَّبِعْنِي فَيَاتِلْهُ وَفِي رِجِّ سُوْرَةِ اِبْرَاهِيْمَ آيَةً۔ یعنی جس نے میری پیروی کی تو وہ یقیناً مجھ سے ہے کیونکہ ابراہیم مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور ان کا دین میرا دین ہے اور میرا دین ان کا دین ہے اور ان کی سنت میری سنت ہے اور میری سنت ان کی سنت ہے اور میری فضیلت ان کی فضیلت ہے اور میں ان سے افضل ہوں اور اس بات کی تصدیق

میرے پروردگار عالم کا یہ ارشاد ہے جو اس نے فرمایا ہے ذریعہ بعضہا من بعض واللہ سميع علیم۔

ابن بطریق نے کتاب عمدہ میں تفسیر ثعلبی سے ابی وائل سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مسعود کے مصحف میں ان اللہ اصطفیٰ ادم و نوحًا و آل ابراہیم و آل محمد علی العالمین پڑھا ہے۔

تیسری آیت۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ یعنی حمد خدا عالمین کے لئے ہے اور خدا کی سلامتی اس کے ان بندوں پر جن کو اس نے برگزیدہ کیا ہے۔ علی بن ابراہیم نے کہا کہ برگزیدہ بندے آل محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں جو تھی آیت۔ رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ (پہلی آیت سورہ ابراہیم) تا آخر آیت۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب کہ حضرت ابراہیم نے جناب اسمعیلؑ اور ان کی مادر گرامی حضرت ہاجرہؑ کو خدا کے حکم سے مکہ معظمہ کے نزدیک چھوڑا تھا تو خدا سے دعا کی تھی کہ اے ہمارے پروردگار بیشک میں نے اپنی بعض ذریت اور اولاد کو ساکن کر دیا بَوَادِیَ غَیْرِ ذٰلِیْ ذُرَّیْعِ اس وادی میں جہاں کھیتی باڑی نہیں ہوتی اور نہ وہ زمین زراعت کے قابل ہے اس لئے کہ پتھر لی ہے۔ عِنْدَ بَیْتِکَ اَلْحَمْدُ میرے گھر کے نزدیک جو ہمیشہ سے قابل احترام و اکرام ہے رَبَّنَا لِيُقِمْوُا الصَّلٰوۃَ اے ہمارے پروردگار تاکہ وہ نماز کو قائم کریں۔ فَاجْعَلْ اَفْنَدًا مِّنَ النَّاسِ تَهْوٰی اِلَیْہِمُ۔ لہذا کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف پھیر دے کہ شوق و محبت کے ساتھ ان کی جانب سبقت کریں یا ان کے مشتاق اور دوست ہوں۔ وَاذْنُرْہُمْ مِّنَ النِّعَمٰتِ اور ان کو پھلوں کی روزی عطا فرمائے لَعَلَّہُمْ یَشْکُرُوْنَ تاکہ وہ ان نعمتوں پر تیرا شکر ادا کریں۔

عیاشی اور ابن شہر آشوب نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ہم اس عزت کا بقیہ ہیں۔ اور تفسیر فرات بن ابراہیم میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ اَفْنَدًا مِّنَ النَّاسِ سے ہمارے شیعوں کے دل مراد ہیں جو ہماری محبت میں سبقت کرتے اور متوجہ ہوتے ہیں اور دوسری سند کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ خداوند عالم نے فرمایا

فاجعل ائفدة من الناس تهوى اليه کی ضمیر ذریت کی جانب راجع ہے کیونکہ الیہ نہیں فرمایا ہے جس سے ضمیر خانہ کعبہ کی طرف ہوتی لہذا تم یہ گمان کرتے ہو کہ خدا نے تم پر پیغمبروں کی طرف آنا اور اس پر ہاتھ ملنا واجب کیا ہے اور ہماری طرف متوجہ ہونا اور ہم سے مسائل دریافت کرنا اور ہم اہلبیت سے محبت کرنا واجب نہیں کیا ہے۔ خدا کی قسم تم پر خدا نے ہمارے دین کے سوا کسی اور دین کی پیروی واجب نہیں کی ہے۔

پانچویں آیت :- اِنَّ اَوَّلٰى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لِلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ ذٰلِىُّ الْمُوْمِنِيْنَ۔ جناب ابراہیم کی جانب منسوب ہونے کی سب سے زیادہ مستحق وہ جماعت ہے جو انکی پیروی کرتی ہے اور یہ پیغمبر اور وہ لوگ جو اس پیغمبر پر ایمان لائے ہیں۔ اور خدا مومنین کا والی اور مددگار ہے۔

کافی میں بسند مستبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مراد ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں ائمہ علیہم السلام اور ان کی پیروی کرنے والے ہیں مجمع البیان میں عمر بن یزید سے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہم السلام نے فرمایا کہ اے عمر بن یزید تم لوگ آل محمد سے ہو عمر بن یزید نے کہا کہ ہم خود؟ امام نے تین مرتبہ فرمایا کہ ہاں خدا کی قسم خود تم لوگ پھر حضرت نے میری جانب نظر کی اور میں نے حضرت کو دیکھا پھر حضرت نے فرمایا اے عمر حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ ان اولی الناس۔

چھٹی آیت :- اَوَّلٰىكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٰنَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ اَدَمَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرٰءِيْلَ وَ مِنْ هَدٰىنَا وَ اٰخْتَبٰىنَا اِذَا اُنْتَلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا۔ (پہلے آیت سورہ مریم) جس کا ظاہری ترجمہ یہ ہے کہ وہ ایسی جماعت ہیں جن پر خدا نے انعام فرمایا ہے وہ پیغمبروں میں سے ہیں آدم کی اولاد سے اور اس جماعت سے جن کو ہم نے نوح کی کشتی میں سوار کیا۔ اور ابراہیمؑ و اسراہیلؑ یعنی بیوقوف کی ذریت میں سے اور اس جماعت سے جن کی ہم نے ہدایت کی اور جن کو منتخب کیا یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے خدا کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ روتے ہوئے

سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

بسنہ معتبر محمد بن العیاش نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے انہی حضرت سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی فرمایا ہم قرأت ابراہیم ہیں ہم وہ ہیں جو لوح کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے اور ہم خدا کے برگزیدہ ہیں اور اس قول خدا ممن ھدینا و اجتیبنا سے خدا کی قسم ہمارے شیعہ مراد ہیں جن کی خدا نے ہمارے محبت و مروت کی طرف ہدایت کی ہے اور ان کو ہمارے دین کے لئے اختیار فرمایا ہے تو وہ لوگ ہمارے دین پر زندہ رہتے ہیں اور مرتے ہیں خدا نے ان کی تعریف کی ہے عبادت و خشوع و رقت قلب کے ساتھ نبیہا کہ فرمایا ہے۔ اذ انتلی علیہم آیات الرحمن الہ

ساتویں آیت :- وَلَقَدْ اخْتَرْنَا هُوَ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَىٰ الْعَالَمِينَ (پہلے سورہ دخان آیت ۳۲) یعنی ہم نے ان کو سمجھ کر عالمین پر برگزیدہ کیا ہے کہ

محمد بن العیاش کی تفسیر میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی ہم نے اماموں کو غیروں پر فضیلت عطا کی ہے کہ

محبت و مروت اہلبیت علیہم السلام کے واجب ہونے کے بیان میں

پہلی فصل اس لئے کہ ان کی محبت اجر و سالن ہے۔ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ ارْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اٰذًا وَّاجَا وَّذُرِّيَّةً اَوْرَافًا لَّہِ قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰی وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّوْذِلْہَ فِیْہَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پہلے سورہ شوریٰ آیت ۲۳)

۱۰ مؤلف فرماتے ہیں کہ جو تفسیر حضرت نے فرمائی ہے وہ اس پر مبنی ہے کہ مِثْنُ ھَدِیْنَا جملہ متانفہ ہو جیسا کہ مفسرین کی ایک جماعت نے کہا ہے۔ ۱۲

۱۱ مؤلف فرماتے ہیں کہ اگرچہ آیت کی ظاہری تفسیر حضرت موسیٰ اور آپ کی قوم کی طرف راجح ہے لیکن چونکہ بنی اسرائیل کا حکم اس امت سے مشابہ ہے اور چونکہ جو انکی امت میں تھے اور ان کے خلیفہ تھے اس امت میں جناب رسول خدا کے جانشین و خلیفہ ائمہ اطہار ہیں جو تمام امت سے افضل ہیں۔ لہذا ائمہ طاہرین ہی مراد ہیں۔ ۱۳

شیخ طبرسی نے پہلی آیت کی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کافروں نے آنحضرتؐ پر بہت سی عورتوں کا خون طعن کیا اور کہا کہ اگر یہ پیغمبر ہوتے تو عورتوں سے نکاح کرنے کے بجائے کار رسالت میں مشغول ہوتے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اور حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اس آیت کو پڑھا اور اپنے سینہ کی طرف اشارہ فرما کر کہا کہ خدا کی قسم ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت ہیں۔

اور دوسری آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بارے میں چند اقوال کے ساتھ لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔

قول اول :- یہ کہ اے مسلمانوں! میں تم سے تبلیغ رسالت کی اجرت کچھ نہیں چاہتا لیکن دوستی و محبت اس چیز سے چاہتا ہوں جو قرب الہی کا باعث ہو۔

دوسرا قول :- یہ کہ مراد یہ ہو کہ ”لیکن مجھ کو اس قرابت کے سبب سے دوست رکھو جو تم سے رکھتا ہوں۔“

تیسرا قول :- یہ کہ میں تم سے کچھ اجر رسالت نہیں چاہتا سوائے اسکے کہ میرے رشتہ داروں کو جو میری عزت میں دوست رکھو اور ان کے حق میں میرے احترام کی حفاظت کرو۔

اس مطلب کے سلسلہ میں علی بن حسینؑ، سعید بن جبیرؑ، عمرو بن شعیبؑ، امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ اور ایک جماعت سے اور شواہد التنزیل میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں جن کی محبت کا ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام ہیں۔

ایضاً ابو امامہؓ باہلی سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ حضرت عزت نے پیغمبروں کو مختلف درختوں سے خلق فرمایا اور میں اور علیؑ ایک درخت سے مخلوق ہوئے ہیں۔ تو میں اُس درخت کی جڑ ہوں اور علیؑ شاخیں۔ اور حسنؑ و حسینؑ اُسکے پھل اور ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں۔ تو جو شخص اس کی کسی شاخ کو پکڑ لے گا وہ نجات پائے گا اور جو اُس سے منہ پھیرے گا وہ عذاب الہی میں گرفتار ہوگا۔ اور اگر کوئی

رسول خدا کا ارشاد کہ میں اور علیؑ ایک درخت سے مخلوق ہوئے ہیں، اس کی جڑ میں میں ہوں اور علیؑ شاخیں ہیں اور حسنؑ و حسینؑ اُسکے پھل ہیں اور ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں۔

اس کے پتے ہیں۔

بندہ صفا و مروہ کے درمیان ہزار سال تک عبادت کرے یہاں تک کہ مشک کی طرح بوسیدہ ہو جائے اور اس کے دل میں ہماری محبت نہ ہو تو خدا اس کو اوندھے منہ آتش جہنم میں ڈالے گا۔ اس کے بعد اس آیت قُلْ لَا اسْتِغْفَارُ لِيْ کی تلاوت فرمائی۔

نہ ادا ان نے حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے حجت کی سورتوں میں ایک آیت ہماری مودت کے حکم میں ہے جس کو ہر مومن ہی یاد رکھنا ہے پھر اس آیت کو پڑھا تو شیخ طبرسی نے کہا کہ ہر حال میں اس مودت کے سلسلہ میں دو قول ہیں۔ اول یہ کہ استثنا منقطع ہے یعنی یہ محبت اسلام کے سبب سے واجب ہے لہذا پیغمبری کی اجرت نہیں ہوگی۔ دوسرا قول یہ کہ استثنا متصل ہے۔ یعنی میں تم سے سوائے مودت کے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا کیونکہ اسی پر راضی ہوں اور اس مودت کا فائدہ تمہیں کو پہونچے گا۔ گویا میں نے تم سے اپنے لئے کسی اجر کی خواہش نہیں کی ہے۔

حمزہ ثمالی نے اپنی تفسیر میں ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ جب مدینہ میں تشریف لائے اور اسلام مستحکم ہو گیا اور انصار نے آپس میں یہ طے کیا کہ ہم سب آنحضرتؐ کی خدمت میں چل کر کہیں کہ آپ کے ذمہ اخراجات زیادہ ہوتے ہیں۔ ہمارے مال آپ کے لئے ماضی ہیں اپنے تصرف میں جس طرح چاہیں لائیں۔ اس میں آپ کے ذمہ کوئی حساب کتاب نہیں ہے اور نہ آپ کے لئے حرام ہے۔ جب ان لوگوں نے یہ عرض کی تو یہ آیت نازل ہوئی قُلْ لَا اسْتِغْفَارُ لِيْ عَلَيْهِمْ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔ آنحضرتؐ نے ان لوگوں کو سنایا اور فرمایا کہ تم لوگوں کو چاہئے کہ میرے بعد ان کو دوست رکھنا یعنی دشمنی نہ کرنا آزار نہ پہنچانا اس کے بعد آنحضرتؐ کے پاس سے ان کی اطاعت کا اقرار کرتے ہوئے واپس آئے اس وقت منافقوں نے کہا کہ محمدؐ نے اس آیت کا افتر کیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنے بعد اپنے قرابتداروں کا ہم کو فرمانبردار اور ذلیل کر دیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا تَوَّابٌ آنحضرتؐ نے ان منافقوں کو بلا بھیجا اور ان کے سامنے یہ آیت پڑھ کر سنائی تو وہ رونے لگے اور اس آیت کا نازل ہونا ان پر گراں گزرا تو یہ آیت نازل ہوئی هُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ

عَنْ عِبَادٍ ۛ یعنی وہ خدا وہ ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ تو حضرت نے یہ آیت بھی اُن کے پاس مجید دی اور خوشخبری دی اور فرمایا۔ وَيَسْتَجِيبُ الْيَاقِينَ اٰمَنُوْا یعنی خدا اہل ایمان کی دعائیں قبول فرماتا ہے یا ان کو ثواب عطا فرماتا ہے یا وہ لوگ خدا کی دعوت کو قبول و منظور کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا کے حکم کی اطاعت پر پہلے ہی آمادہ ہو گئے۔ وَمَنْ يَّقْنُفْ حَسَنَةً تَّزِدْ لَهُ فِيْهَا حُسْنًا یعنی جو شخص اطاعت کرتا ہے ہم اس کی اس اطاعت میں نیکی کو اور بڑھا دیتے ہیں یا یہ کہ اُس کے لئے ثواب واجب کہ دیتے ہیں یا زیادہ بڑھا دیتے ہیں۔ ابو حمزہ ثمالی نے سدی سے روایت کی ہے کہ اِقْتَرَفَ حَسَنَةً سے مراد آل محمد کی دوستی اور محبت ہے۔

حدیث صحیح میں امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھا اور اس میں فرمایا کہ میں اُن اہل بیت میں سے ہوں جن کی مودت خدا نے ہر مسلمان پر واجب کی ہے اور فرمایا ہے قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰی وَمَنْ يَّقْنُفْ حَسَنَةً تَّزِدْ لَهُ فِيْهَا حُسْنًا اَوْفَرًا حسنہ ہم اہل بیت کی محبت ہے اور حضرت صادق سے منقول ہے کہ یہ آیت ہم اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ ہم اصحاب عبا ہیں۔ یہاں کلام طبرسی تمام ہوا۔

علامہ حلی قدس اللہ سرہ نے کشف الحقائق میں لکھا ہے کہ اہل سنت کی کتاب صحیح بخاری و مسلم و احمد بن حنبل کی مسند اور ثعلبی کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے قرابتدار کون لوگ ہیں جن کی محبت خدا نے ہم پر واجب قرار دی ہے فرمایا کہ وہ علیؑ فاطمہؑ اور اُن کے دونوں فرزند ہیں۔ اور مودت کا واجب ہونا ان کی اطاعت واجب ہونے کو لازم قرار دیتا ہے۔ اس روایت کو علامہ بیضاوی نے بھی اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور فخر رازی نے جو ان کے بڑے عالموں میں سے ہیں اپنی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ موجب مدینہ میں تشریف لائے تو ان پر اخراجات کی زیادتی ہوئی کیونکہ ان کے پاس بہت قبائل عرب آیا کرتے تھے



اور اُنکے حقوق (مہانداری) کی ادائیگی اُن پر لازم تھی اور آپ کی مالی حالت وسیع نہ تھی انصار نے آپس میں مشورہ کیا کہ خدا نے اس بزرگ کے ذریعہ سے ہماری ہدایت کی اور وہ ہمارے خواہر زادہ بھی ہیں اور تمہارے پاس تمہارے شہر میں آئے ہیں لہذا ان کے واسطے اپنے مالوں میں سے بھٹوڑا بھٹوڑا جمع کرو چنانچہ کچھ رقم جمع کر کے آنحضرتؐ کے پاس لائے۔ حضرت نے وہ رقم ان کو واپس کر دی اور قبول نہ فرمائی تو یہ آیت نازل ہوئی **قُلْ لَا اسئلكم علیہ اجراً الا المودة فی القربی**۔ یعنی میں تمہارے ایمان لانے یعنی تمہاری ہدایت کرنے کے عوض میں تم سے کوئی اجرت نہیں چاہتا مگر یہ کہ میرے رشتہ داروں کو دوست رکھو۔ پھر اپنے قرابتداروں کی مودت پر تحریریں و ترغیب فرمائی۔

پھر صاحب تفسیر کشاف سے نقل کیا ہے کہ آنھوں نے جناب رسول خداؐ سے وصیت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے وہ شہید مرتا ہے اور جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے وہ توبہ کئے ہوئے مرتا ہے اور جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے وہ ایمان کامل کے ساتھ مرتا ہے اور جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے۔ اس کو ملک الموت جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ پھر مسند کہ و نکیر اس کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے اس کو جنت میں اس طرح آراستہ کر کے لے جائیں گے جیسے دولہن کو اس کو اس کے شوہر کے گھر لے جاتے ہیں اور جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے وہ سنت اور جماعت کی راہ پر مرتا ہے اور جو شخص آل محمدؐ کی بغض و عداوت پر مرتا ہے وہ کافر مرتا ہے جو شخص آل محمدؐ کی عداوت پر مرتا ہے وہ بوئے بہشت بھی نہ سونگھے گا۔ فخر رازی کہتے ہیں کہ یہ ہیں وہ حدیثیں جن کو صاحب کشاف نے روایت کیا ہے اور میں کہتا ہوں کہ آل محمدؐ وہ لوگ ہیں کہ جن کے معاملات آنحضرتؐ کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور جن کے امور آنحضرتؐ کی طرف بہت شدت کے ساتھ راجع ہوں چاہئے کہ وہ ان کے آل ہوں اور اس میں شک نہیں کہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کے اور آنحضرتؐ کے درمیان تعلق مضبوط ترین تعلقات ہے اور یہ تو اتر سے معلوم ہے لہذا چاہئے کہ یہی حضرات ان کی آل ہوں۔

لوگوں نے آل کے معنی میں اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے اعزا

آل ہیں۔ بعض کہتے ہیں حضرت کی امت آل ہے لہذا اگر اعضاء پر ہم حمل کریں تو وہی آل ہیں اور امت پر حمل کریں جنہوں نے آنحضرت کی دعوت قبول کی تو پھر وہی آل ہیں غرض کہ ہر صورت میں وہی آل ہیں اور ان کے سوا غیروں کے آل ہونے میں اختلاف ہے لہذا یہی بزرگوار ہر صورت میں آل محمد ہیں اور صاحب کشف نے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے وہ کون سے قرابتدار ہیں۔ جن کی محبت ہم پر واجب ہوئی ہے۔ حضرت نے فرمایا علی وفاطمہ اور ان کے دونوں فرزند لہذا ثابِت ہوا کہ یہ چار افراد پیغمبر کے قرابتدار ہیں۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا تو واجب ہے کہ وہی حضرات زیادہ سے زیادہ تقسیم کے لئے مخصوص ہوں اور زیادہ تنصیم و تکریم پر ان حضرات کا مخصوص ہونا چند وجوہ کی بنا پر ہے۔

پہلی وجہ قول خداوند عالم **الْأَلُوَّةُ فِي الْقُرْبَى** جیسا کہ بیان ہو چکا۔ دوسری وجہ۔ جبکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت رسالتآب جناب فاطمہ کو زیادہ دوست رکھتے تھے اور فرمایا کہ **فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي يُوْذِيْنِي مَا يُوْذِيْهَا** یعنی فاطمہ میرا جگر کا ٹکڑا ہے جو اس کو ایذا دیتا ہے وہ مجھ کو ایذا دیتا ہے۔ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کو بہت دوست رکھتے تھے۔ ثواب یہ امر ثابت ہو گیا تو تمام امت پر مثل اس قول حق تعالیٰ کے ثابت ہو گیا کہ **فَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُوْنَ** یعنی رسول کی متابعت کرو تا کہ تم فلاح پاؤ اور خدا نے فرمایا ہے کہ **فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ** امیر و رہبر سورہ نور آیت ۶۳، یعنی جو لوگ پیغمبر کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو کسی فتنے یا عذاب دردناک سے ڈرنا چاہئے۔ اور خدا نے فرمایا ہے۔ **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاَتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ**۔ اے رسول ان سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تا کہ خدا بھی تم کو دوست رکھے۔ پھر فرمایا ہے **لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَسْوَةٌ حَسَنَةٌ** یعنی تمہارے لئے رسول کی ذات گرامی نیک اعمال کا بہترین نمونہ ہے۔

تیسری وجہ۔ آنحضرت کی آل کے لئے دعا کرنا مسلمانوں کا بہترین منصب ہے۔

اسی وجہ سے اس دعا کو ہر نماز میں تشہد کا خاتمہ قرار دیا ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ اور یہ تعظیم سوائے آل کے کسی کے لئے عمل میں نہیں آتی۔ لہذا یہ سب دلائل کرتے ہیں اس پر کہ محبت آل محمد واجب ہے اسی بنا پر شافعی نے چند اشار نظم کئے ہیں جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

اِنَّ كَانَ رَفُضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ فَلَيْسَ هَذَا الثَّقَلَانِ اِنِّیْ رَافِضٌ

یعنی اگر آل محمد کی دوستی رفض ہے تو دونوں جہاں گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں فخر رازی کا کلام ختم ہوا۔ اور صاحب تفسیر کشاف نے اُس پر مزید جو رازی نے نقل کیا ہے حضرت امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کے حسد کرنے کی رسول اللہ سے شکایت کی تو حضرت نے فرمایا کہ یا علی کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ چار افراد میں چوتھے ہو جو بہشت میں داخل ہوں گے میں۔ تم۔ حسن اور حسین علیہم السلام اور ہماری عورتیں ہمارے دائیں اور بائیں اور ہمارے لڑکے عورتوں کے پیچھے ہوں گے۔ اور جناب رسالت سے روایت کی ہے کہ اُس پر بہشت حرام ہے جو میرے اہلبیت پر ظلم کرے اور مجھ کو میری عزت کے بارے میں اذیت پہنچائے۔ اور جو شخص فرزندان علی علیہ السلام میں سے کسی کے ساتھ نیکی کرے اور وہ اس نیکی کا بدلہ اس کو نہ دے تو میں اس کو اس نیکی کا بدلہ دوں گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت قُلْ لَا اسْتُلْکُمْ مِنْ خَیْرِ اَنْفُھُمْ خَیْرٌ لِّکُمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ جناب رسول خدا نے اپنی قوم سے سوال کیا کہ میرے قرابت داروں کو دوست رکھو اور اُن کو اذیت نہ پہنچانا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ جو کچھ میں نے تم سے طلب کیا ہے اس کا ثواب اور نفع تمہیں کو پہنچے گا

کافی، مناقب شہر آشوب۔ قرب الاسناد اور اختصاص میں بسند ہائے صحیح روایت کی ہے کہ حضرت صادق نے مومن الطاق سے پوچھا کہ تم بصرہ گئے ہو عرض کی ہاں پوچھا لوگوں کی شیعیت کی طرف رغبت و سرعت اور ان کا دین حق کی جانب مائل ہونا تم نے کیسا پایا۔ عرض کی خدا کی قسم بہت

کم اہل بصرہ میں سے بعض نے اس طرف توجہ کی لیکن بہت تھوڑے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ جو انوں کی رغبت جس طرف بوڑھوں سے زیادہ ہو اسی لحاظ سے ان کی اصلاح تم کو کرنا چاہئے۔ پھر حضرت نے پوچھا کہ اہل بصرہ اس آیت قل لا اسئلكم علیہ اجرا الا المودة فی القربی کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ عرض کی میں آپ پر فدا ہوں کہتے ہیں کہ یہ آیت رسولؐ کے قریبوں اور ان کے اہلیت کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت صرف ہم اہلیت کے حق میں نازل ہوئی ہے اور وہ علیؑ وفاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ جو اصحاب کسا ہیں۔

قرب الاسناد امور اختصاص میں بسند ہائے معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب آیہ مودت مذکور نازل ہوئی تو آنحضرتؐ اصحاب کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا ایہا الناس حق تعالیٰ نے تمہارے اوپر میرے لئے ایک فرض عائد کیا ہے کیا تم اسے ادا کرو گے۔ یہ سُنکر ان میں سے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تو حضرتؐ واپس چلے آئے۔ دوسرے روز پھر آئے اور اُسی طرح کھڑے ہو کر فرمایا کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ تیسرے روز بھی اسی طرح کہا لیکن کوئی جواب نہ ملا تو حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ فرض سونے چاندی اور کھانے پینے کی قسم سے کوئی چیز نہیں ہے تب اصحاب نے کہا اچھا فرمائیے وہ کیا ہے۔ تو حضرتؐ نے فرمایا کہ خدا نے یہ آیت نازل فرمائی ہے تب ان لوگوں نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو ہم قبول کرتے ہیں اور آپ کے اہلیت کی مودت اپنے اوپر واجب قرار دیتے ہیں یہ بیان کر کے حضرتؐ نے فرمایا خدا کی قسم اس عہد پر وفا نہیں کی مگر صرف سات اشخاص نے اور وہ سلمانؓ - ابوذرؓ - عمارؓ - مقداد بن الاسودؓ - جابر بن عبد اللہ انصاریؓ - شبیبؓ آزاد کردہ رسولؐ خدا اور زید بن ارقمؓ ہیں۔

علی ابن ابراہیمؑ نے اپنی تفسیر میں بسند کا صحیح امام محمد باقرؑ سے الا المودة فی القربی کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ یہ آنحضرتؐ کے اہلیت کے بارے میں ہے امام نے فرمایا کہ جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں انصار نے آکر کہا کہ ہم نے آپ

کو پناہ دی اور آپ کی مدد کی لہذا ہم سے اپنے اغراجات کے لئے کچھ مال قبول کیجئے۔ تو خدا نے آیہ **قُلْ لَا اسئلكم عليه اجرا الا المودة في القربى** نازل کیا یعنی تم سے میں رسالت کا اجر کچھ نہیں چاہتا مگر یہ کہ میرے اہلبیت سے محبت کرو۔ اس کے بعد امام نے فرمایا کیا ایسا نہیں ہے کہ کسی کا کوئی دوست ہوتا ہے اور اس دوست کے دل میں اس کے اہلبیت کی طرف سے عداوت اور کینہ ہوتا ہے تو اس کا دل اس دوست کی طرف سے صاف نہیں ہوتا اسی بنا پر خدا نے چاہا کہ پیغمبر کے دل میں امت کی جانب سے کوئی خدشہ باقی نہ رہے اور ان کے عزیزوں اور اہلبیت کی محبت امت پر واجب قرار دی۔ اگر وہ قبول کریں تو امر واجب کو قبول کیا اور اگر ترک کریں تو امر واجب کو ترک کیا۔ الغرض جب سرور کائنات نے اپنے اصحاب کے سامنے آیت کی تلاوت کی اور وہ لوگ حضرت کے پاس سے اٹھ کر باہر گئے تو ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم نے اپنے مال کی پیش کش کی تو کہتے تھے کہ میرے بعد تم میرے اہلبیت کی دوستی و محبت قائم رکھنا بعضوں نے کہا کہ یہ بات پیغمبر نے اپنی طرف سے کہی ہے اور حضرت کی بات سے انکار کیا یعنی مودت اہلبیت کو نہیں مانا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی **أَمْ يَقُولُونَ اخْتَارَىٰ عَلَىٰ اللَّهِ كَذِبًا** سورہ شوریٰ آیت ۲۴ یعنی کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول نے خدا پر افترا کیا ہے اس کے بعد خدا نے فرمایا **فَإِنَّ اللَّهَ يُخَيِّمُ عَلَىٰ قَلْبِكَ** یعنی اگر اسے رسول تم خدا پر افترا کرے تو ہم تمہارے دل پر مہر لگا دیں تاکہ تم افترا نہ کر سکو۔ **وَيَمُحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ** یعنی خدا باطل کو مٹا دیتا ہے **وَيُخَيِّمُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ** (پ سورہ انعام آیت ۱۹) یعنی اپنے کلمات سے حق کو ثابت کرتا ہے۔ یعنی ائمہ اور قائم آل محمد علیہم السلام کے ذریعہ سے۔ **وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا** (پ سورہ شوریٰ آیت ۲۶) حضرت نے فرمایا کہ جن لوگوں نے تصدیق کی اور کہا کہ رسول کا قول خدا کا قول ہے **وَمَنْ يَقْتُفِ حَسَنَةً** فرمایا کہ حسنہ ائمہ اہلبیت کا اقرار ہے اور ان کے ساتھ احسان کرنا اور صلہ رحم کرنا۔ **نَزِدْ لَهُ فِيهَا حَسَنَاتٍ** یعنی ہم ان کی نیکی میں اور اضافہ کریں گے۔

بصائر میں بسند مستبر امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم بندوں پر خدا کی جانب سے محمد صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے لئے اُن کے اہلیت کے بارے میں محبت واجب ہے اور بڑا بیت  
محاسن امام نے فرمایا کہ قربیٰ سے مراد ائمہ مخصوصین علیہم السلام ہیں جن پر صدقہ حلال  
نہیں ہے۔

ایضاً۔ روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے ابو جعفرؑ سے پوچھا کہ علمائے عامہ  
جو تمہارے نزدیک رہتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں کیا کہتے ہیں اس نے کہا کہ  
حسن بصری کہتے ہیں کہ اس آیت سے آنحضرتؐ کے تمام اعزائے عرب مراد  
ہیں حضرت نے فرمایا کہ قریش کی جماعت میں سے جو لوگ ہمارے قریب رہتے  
ہیں کہتے ہیں کہ اس آیت سے ہم اور تم سب مراد ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ ہم کو یہ  
بتاؤ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی سخت وقت آتا تھا تو اس سے مقابلہ کے لئے کس  
کو مخصوص فرماتے تھے وہ وقت جب کہ نصارائے بحر ان سے باہمی لعنت کا موقع تھا  
علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو لیا اور ان کو محل لعن و عذاب میں پیش فرمایا اور جنگ بدر  
میں سب سے پہلے لڑنے کو جنہیں بھیجا وہ علیؑ اور حمزہؑ اور عبیدہ بن حارث تھے تو  
بیٹھا بیٹھا تو تم لوگوں کے واسطے اور کڑوے اور تلخی کے لئے ہم کو مخصوص کیا ہے

تفسیر فرات میں امام محمد باقرؑ سے بسند معتبر روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ  
ہم ہیں وہ درخت جس کی جڑ پیغمبر اور تنہ علیؑ ہیں اور اس کی شاخ فاطمہؑ اور اس  
پھل حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ لہذا ہم ہیں درخت پیغمبری خانہ رحمت حکمت کی کنجی۔ معدن علم  
مقام رسالت فرشتوں کے آنے جانے کی جگہ، خدائی رازدوں کے محل اور خدا کی وہ  
امانت جس کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا گیا اور خدا کے بزرگ حرم اور  
بیت اللہ عتیق اور ہم کو حاصل ہے لوگوں کی موت اور ان کی بلاؤں کا علم۔ ہم  
خدا کے قضا و قدر اور پیغمبروں کی وصیتیں ہیں اور ہم ہیں فصل الخطاب یعنی حق کو  
باطل سے جدا کرنے والے اور ہم جانتے ہیں کہ کون دین اسلام پر پیدا ہوا ہے  
اور اہل عرب کے نسبوں کو جانتے ہیں۔ بلاشبہ ائمہ عرش خدا کے چاروں طرف  
ایک نور تھے تو خدا نے ان کو حکم دیا کہ وہ خدا کی تنزیہ کریں (یعنی پاکی بیان  
کریں) انہوں نے جب تنزیہ کی تو اہل آسمان نے ان کی تسبیح سے تسبیح کی خدا نے  
جو صافون اور سبحون قرآن میں فرمایا ہے تو یہی لوگ اس سے مراد ہیں جس نے ان

کے عہد کو وفا کیا اس نے خدا کے عہد کو پورا کیا اور جس نے ان کے حق کو پہچانا اس نے خدا کے حق کو پہچانا اور جس نے ان کے حق سے انکار کیا اُس نے خدا کے حق سے انکار کیا۔ یہی لوگ خدا کے امور کے دالی اور خدا کی وحی کے خازن اور کتاب خدا کے وارث ہیں۔ یہی لوگ پیغمبر کی عزت اور رسول خدا کے اہلبیت ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن سے فرشتے اُٹنے میں انس حاصل کرتے ہیں اور یہی وہ بزرگوار ہیں جن کو جبریلؑ نے حکم خدا سے غذا دی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کا آباد گھر ہیں اور جن کو خدا نے اپنے شرف سے گرامی قرار دیا ہے اور انہی کو اپنی کرامت سے مشرف فرمایا ہے۔ اور اپنی ہدایت سے عزیز قرار دیا ہے اور ان کو اپنی وحی کے ذریعہ سے قائم رکھا ہے اور ان کو ہدایت کرنے والے پیشوا اور غفلتوں کی تارکی کا نور بنایا ہے۔ اور اپنے دین کے لئے مخصوص کیا ہے اور اپنے علم میں دوسروں پر فضیلت بخشی ہے اور وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو مخلوقات میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا اور ان کو اپنے دین کا ستودہ (تعریف کیا ہوا) قرار دیا اور ان کو اپنے پوشیدہ راز سپرد کئے ہیں۔ اور ان کو اپنی وحی کے منبروں پر بٹھایا ہے۔ اور اپنی مخلوق پر گواہ قرار دیا ہے۔ اور ان کو برگزیدہ کیا ہے اور ان کو مخصوص کیا ہے اور ان کو زیادتی عطا کی ہے اور ان کو پسند کیا ہے اور ان کو شہروں کے لئے نور بنایا ہے اور بندوں کے لئے ستون قرار دیا اور اپنی بڑی نشانیاں اور اہل نجات اور اپنا مقرب بنایا ہے۔ یہی خدا کے بڑے برگزیدہ اور حق و انصاف کے ساتھ حکم کرنے والے قاضی ہیں اور راستہ دکھانے والے ستارے ہیں یہی صراطِ مستقیم ہیں اور وہ راہ ہیں جو سب سے زیادہ درست ہے۔ جو شخص ان کی راہ سے پھر جائے تو گویا وہ دین سے نکل گیا اور جو ان سے پیچھے رہ گیا وہ باطل ہے اور جو ان کے طریقہ پر گامزن ہوتا ہے وہ ان سے مل جاتا ہے۔ یہی لوگ مومنوں کے دلوں میں خدا کا نور ہیں اور تشنہ کاموں کے لئے دریا ہیں اور اس کے لئے پناہ ہیں جو ان سے ملتی ہو اور اماں کا دروازہ ہیں اس کے لئے جو ان سے متمسک ہو اور لوگوں کو رخصتائے خدا کے لئے خدا کی جانب دعوت دیتے ہیں اور خدا کے مطیع و فرمانبردار رہتے ہیں اور خدا کے حکم پر عمل کرتے ہیں اور خدا کے بیان کے ساتھ حکم کرتے ہیں۔ انہی میں خدا نے اپنے پیغمبر کو مبعوث فرمایا اور

ان پر ملائکہ نازل ہوئے ہیں اور انہی پر خدا کی جانب سے سیکھنا نازل ہوا اور ان کی طرف جبریل بھیجے گئے ہیں۔ یہ خدا کا انعام ہے ان پر کہ ان کو دوسروں پر ان نعمتوں سے مخصوص فرمایا ہے اور ان پر انہیں فضیلت بخشی ہے اور ان کو تقویٰ دیا ہے اور حکمت کے ساتھ قوت دی ہے۔ وہی لوگ ہیں طیب و طاہر فروع اور پاک و پاکیزہ اصول اور علم کے خزینہ دار اور علم کے جاننے والے اور پرہیزگار اور عقل اور نور اور روشنی۔ یہی نبی و انبیاء کے وارث اور بقیۃ اوصیاء ہیں۔ انہی میں سے طیب و طاہر اور برگزیدہ داعی محمد مصطفیٰ جیسے رسول ہیں اور انہی میں سے شیر بیشہ شجاعت حمزہ بن عبدالمطلب ہیں۔ انہی میں سے عباس علم رسول ہیں انہی میں سے جعفر طیار ہیں جن کو خدا نے دو پر عطا فرمائے ہیں اور جنہوں نے دو قبلہ کی طرف نماز پڑھی اور حبشہ اور مدینہ کی طرف دو ہجرتوں سے اور دو بیعتوں سے مشرف ہوئے انہی میں سے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست اور ان کے بھائی اور ان کے بعد ولیوں اور تائیدوں اور محکم تفسیر اور تبلیغ کرنے والے مومنوں کے امیر اور ولی ان کے امر کے والی رسول خدا کے وصی علی بن ابی طالب علیہ السلام۔ یہ لوگ ہیں جن کی محبت اور ولایت خدا نے ہر مسلمان مرد و عورت پر واجب اور فرض قرار دی اس آیت محکم قل لا استلکم علیہ اجراً الا میں۔ حضرت نے فرمایا کہ اقراف حسہ سے ہم اہلبیت کی محبت مراد ہے۔

ایضا حضرت امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ جب جبریل اس آیت کو لائے تو کہا کہ ہر دین کی ایک اصل ایک ستون اور ایک فروع اور ایک بنیاد ہوتی ہے اور اس دین کا ستون لا ایلہ الا اللہ کا اقرار ہے اور اصل و فرع آپ کی اور آپ کے اہلبیت کی محبت ہے اور آپ کی متابعت ہے جو حق کے موافق ہو سلا اور ان آیتوں میں سے جو احادیث معتبرہ کے موافق ہو دت اہلبیت طہارت پر دلالت کرتی ہیں یہ آیت کہ یہ بھی ہے وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ دہشت سورہ تکویر آیت ۹۵) اگرچہ قرأت مشہور مہموز دہمزہ کے ساتھ بروزن مقفول ہے

۱۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ مضامین مذکور بہت سی حدیثوں میں ہیں ہم نے اتنے پر ہی اکتفا کیا۔



لیکن اہلبیت کی قرأت میں بفتح وا اور وال مشدد کے ساتھ ہے اور شیخ طبری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مؤدہ اس لڑکی کو کہتے ہیں جو زندہ دفن کی جاتی ہے اور زمانہ جاہلیت میں ایسا تھا کہ زن حاملہ کا جب وقت ولادت آتا تو وہ ایک گڑھا کھودتی اور اس کے دھانے پر بیٹھ جاتی۔ اگر لڑکی پیدا ہوتی تو اس گڑھے میں ڈال کر مٹی پاٹ دیتی اور اس کو قبر بنا دیتی اور اگر لڑکا جنبتی تو اس کی حفاظت اور پرورش کرتی۔ ترجمہ آیت یہ ہے کہ قیامت میں اس لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تو کس گناہ پر قتل کی گئی اور اس سوال سے مار ڈالنے والے کی تہذیب اور سرنش مقصود ہے کہ کیوں اس کو قتل کیا تھا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ سوال مار ڈالنے والے سے کیا جائیگا۔

حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت ہے کہ وہ حضرات اذا المودة بفتح میم و واو پڑھتے تھے۔ ابن عباس سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ امام فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ صلہ رحم و قربت داری ہمارے لئے ہے اور یہ کہ قطع رحم کرنے والے سے سوال کیا جائے گا کہ کیوں قطع رحم کیا۔ اور ابن عباس سے بھی روایت کی ہے کہ جو شخص محبت اہلبیت میں قتل کیا گیا ہو گا اس کے بارے میں سوال ہو گا۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول کہ اس سے مراد قربت رسول ہے اور وہ شخص جو جہاد میں قتل ہوا ہے۔ اور دوسری روایت میں وہ شخص جو ہم اہلبیت کی مودت و ولایت میں مار ڈالا گیا۔ طبری کا کلام ختم ہوا۔

علی بن ابراہیم نے بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس آیت سے مراد وہ ہے جو ہماری مودت میں کشتہ ہوا اور محمد بن العیاش نے اپنی تفسیر میں زید بن علی بن الحسین علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد خدا کی قسم ہماری محبت ہے اور یہ آیت صرف ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جو ہماری محبت میں مارا جائے اور اس کے قاتل سے سوال کیا جائے گا کہ کیوں اس کو مارا۔ اور حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جو ہماری محبت

میں مارا گیا ہے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ اس سے مراد شیعیان آل محمد ہیں ان سے سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ پر قتل ہوئے۔

بسنہ معتبر انہی حضرت سے منقول ہے کہ مراد اس سے ہماری مودت ہے اور یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور حضرت صادق ؑ سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد امام حسین علیہ السلام ہیں۔

تفسیر قرأت میں محمد بن الحنفیہ سے روایت کی ہے کہ مراد ہماری مودت ہے اور حضرت امام محمد باقر ؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمان اس مودت کے بارے میں جو تم پر فضیلت کے طور پر نازل ہوئی ہے تم سے سوال کیا جائے گا کہ ہماری محبت کرنے والوں کو کس گناہ پر تم نے قتل کیا۔ اور حضرت صادق ؑ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہماری مودت ہے اور وہ ہمارا ایک حق ہے جو لوگوں پر واجب ہے اور ہماری محبت ہے جو خلق پر واجب ہے اور انھوں نے ہماری محبت کو قتل کر ڈالا۔

والدین - ولد - رسول خدا اور آئمہ اطہار کے قرا بتداروں کی تاویل کا بیان۔

۱۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ ان احادیث کی بنیاد قرأت دوم کے لحاظ سے ہے اور میری دانست میں چار وجہوں سے اس کی تاویل کی جاسکتی ہے اول یہ کہ ایک مضاف کلام میں مقدر کریں یعنی اہل مودت سے سوال کریں گے کہ کس گناہ پر ان کو قتل کیا۔ دوسرے یہ کہ قتل کی نسبت مودت کے ساتھ مجازی ہو اور مراد اہل مودت کا قتل ہو۔ تیسرے یہ کہ قتل میں ایک مجاز واقع ہوا ہو اور مودت کے ضائع کرنے کو مجاز ا قتل کہا ہو اور مودت کے قتل سے اس کا باطل کرنا اور اس کے حقوق ادا نہ کرنا مراد ہو۔ چوتھے یہ کہ بعض روایتوں کو ہم قرأت مشورہ پر محمول کریں کہ مودۃ سے مراد وہ نفس جو جو مٹی میں دفن ہو گیا۔ وہ قطعی مردہ دفن ہو یا زندہ اور یہ اشارہ ہو کہ چونکہ وہ راہ خدا میں مارے گئے ہیں مردہ نہیں بلکہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں اور روزی پاتے ہیں جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے لَا تَحْسِبَنَّ الْاَیْمٰنُ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الْاَوْ کُیَادَہِ دَفِنَ ہو گئے ہیں

خلاق عالم فرماتا ہے وَ ذَالِیْدًا مَّا ذَلَّكَ (سورہ بحدت آیت ۴) یعنی میں قسم کھا کر کہتا ہوں باپ اور اس کی اولاد کی۔ بعض مفسروں نے کہا ہے کہ والد سے مراد حضرت آدم ہیں اور وَ ذَالِیْدًا سے اُن کے لڑکے ہیں۔ خود وہ نبی ہوں یا ان کے اوصیا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ والد سے مراد جناب ابراہیمؑ اور ذَلَّكَ اُن کی اولاد ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ ہر باپ اور اس کی اولاد مراد ہے۔

ابن شہر آشوب نے سلیم ابن قیس سے روایت کی ہے کہ والد رسول خداؐ اور و ما ولد سے مراد آپ کے اوصیا اور اولاد ہیں۔ اور تفسیر محمد بن العیاض اور کافی میں بسند ہائے معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ذَالِیْدٌ حضرت علی علیہ السلام ہیں و ما ولد ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔

ایضاً بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس ارشاد ذَاتُ جَلٍّ بِهَذَا الْبَلَدِ آیت ۲ سورہ مائدہ کی تفسیر میں روایت ہے کہ ذَالِیْدٌ سے مراد جناب رسول اللہؐ اور حضرت علیؑ مراد اور ذَلَّكَ سے مراد حضرت علیؑ کی اولاد ہیں۔ اور کافی میں بسند معتبر اصبح بن نباتہ سے روایت ہے کہ انھوں نے جناب امیر المومنینؑ سے اس آیت اِنْ اَشْكُرْ لِيْ ذَا لَوْلَا ذِيْكَ اِلٰی الْعَصِيْرِ (سورہ لقمان آیت ۱۳) کی تفسیر دریافت کی فرمایا وہ والدین جن کا شکریہ ادا کرنا خدا نے واجب قرار دیا ہے۔

دو پدر ہیں جن سے علم پیدا ہوا ہے اور حکمت ان سے میراث میں ملی ہے۔ اور لوگ ان کی اطاعت پر مامور ہوئے ہیں اس کے بعد خدا نے فرمایا اِلٰی الْعَصِيْرِ یعنی بندوں کی بازگشت۔ میری طرف ہے اور اس تاویل کی دلیل لفظ والدین ہے پھر جناب امیر نے کلام کا رُخ اول و دوم کی طرف موڑ کر فرمایا۔ وَ اِنْ جَاهِدَاكَ عَلَىٰ اَنْ تُشْرِكَ بِيْ یعنی اگر یہ لوگ تم سے مجاہدہ کریں کہ تم شرک اختیار کرو یعنی وصیت میں دوسروں کو اس کے ساتھ شریک کر دے خدا نے تمہیں جس کو وصی بنانے کا حکم دیا ہے یعنی علی ابن ابی طالب کے ساتھ تو اے رسول تم ان کی بات مت مانو اور ان کا کہنا نہ سنو۔ پھر حضرت نے کلام کو والدین کی طرف پھیر دیا اور فرمایا وَ صَاحِبٌ هُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْدُوْنَا یعنی ان کی فضیلت سے لوگوں کو آگاہ کر دو اور ان کی اطاعت کا لوگوں کو حکم دو۔ یہ ہے خدا کے اس ارشاد کا مطلب وَ اتَّبِعْ نَبِيَّكَ مَنْ اَتَاكَ مِنْ اَمْرِ لِّدُنِّي

مَرْجِعُكُمْ دِلَّی سورہ لقمان آیت ۱۵) یعنی خدا کی طرف پھر حضرت نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو اور والدین کی نافرمانی اور مخالفت مت کرو کیونکہ ان کی رضامندی خدا کی رضامندی کا سبب ہے اور ان کا غضب خدا کے غضب کا سبب ہے لہ

تفسیر فرات میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے خداوند عالم کے اس قول کی تاویل میں روایت کی ہے وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا يَا أُولَ الدِّينِ إِحْسَانًا (پڑ سورہ النساء آیت ۴) (خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو) حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ رسول خدا اور علی بن ابیطالب دو باپ ہیں اور ذی القربیٰ سے مراد حسن و حسین علیہم السلام ہیں۔

تفسیر امام حسن عسکریؑ میں اس قول حق تعالیٰ کی تفسیر میں مذکور ہے وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَيَأْتُوا الدِّينَ إِحْسَانًا (پڑ سورہ آیت ۸۳) یعنی جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ نیکی کرنا، رسول خداؐ نے فرمایا کہ تمہارے بہترین والدین اور تمہارے شکر و نیکی کے سب سے زیادہ مستحق محمد و علی علیہم السلام ہیں۔

لہ مولف فرماتے ہیں کہ مشکل عبرتوں اور عجیب غریب لڑوئیں سے ہے جس کا خلاصہ یہ ہے جسمانی باپ ماں کا حق اس جہت سے ہے کہ دنیا کی فانی اور جلد حتم ہو جانے والی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ ان کے دنیا کے فانی مال سے کچھ میراث مل جائے جس سے شاید اس فانی زندگی میں کچھ فائدہ حاصل ہو جائے۔ لیکن دور روحانی باپ جو پیغمبر اور امام ہیں اور وہ آخرت کی ابدی اور روحانی زندگی کا سبب ہیں اس لئے کہ ایمان و معرفت و عبادت کا سبب ہوتے ہیں جو بہشت کی ابدی نعمتوں کا باعث ہے۔ اور ان کی جو میراث ہے وہ ربانی حکمتیں ہیں جن کا اثر انسان کی ذات کے ساتھ ابد الابد تک رہتا ہے لہذا ان کا حق بہت بلند اور ان کے حق کی رعایت بہت زیادہ لازم ہوگی کیونکہ لفظ فقط والد کا ذکر کوئی ترجیح کا باعث نہیں اس لئے کہ والدین کا اطلاق باپ اور ماں پر غالب طور سے مجازی ہے اس بنا پر لفظ والد کی تاویل میں اس کا اطلاق روحانی باپ پر تجویز ہوا ہے اور ان دونوں کو ایک دوسرے پر ترجیح نہیں ہو سکتی اس وجہ سے کہ معنوی ترجیحیں جن کا ذکر ہوا والد روحانی کی طرف بھی ہیں۔ اور حدیث کے اشکالات کا دقتیہ ہم نے کتاب بحار الانوار میں کر دیا ہے۔ ۱۲۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول خدا سے سنا کہ میں اور علیؑ اس امت کے دو باپ ہیں اور ان پر ہمارا حق ان کے باپ ماں سے جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں بہت زیادہ ہے اس لئے کہ ہم ان کو آتش جہنم سے رہا کریں گے۔ اگر وہ ہماری اطاعت کریں گے اور جنت میں ان کو لے جائیں گے جو مقام قرار ہے اور ہم ان کو خواہشات کی بندگی سے نکال کر بہترین آزادوں سے ملا دیں گے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ اس امت کے دو باپ محمد و علی علیہم السلام ہیں جو ان کی کجی کو سیدھا کرتے ہیں اور دردناک عذاب سے ان کو نجات دیتے ہیں۔ اگر وہ ان کی اطاعت کریں۔ اور ان پر بہشت کی ابدی نعمتیں مباح کرتے ہیں اگر وہ ان کی موافقت کریں۔ اور جناب حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ محمد و علی علیہما السلام اس امت کے دو باپ ہیں لہذا کیا کہنا ہے اس کا جو ان کے حق کو پہچانے اور ہر حال میں ان کا فرمانبردار رہے۔ خدا اس کو بہترین اہل بہشت قرار دے گا اور اپنی خوشنودی اور نوازشوں سے اس کو سعادت مند کرے گا۔ اور جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ جو اپنے سب سے افضل دو باپ محمد و علیؑ کے حق کو پہچانے اور ان کی اطاعت کرے جیسا کہ اطاعت کا حق ہے تو روز قیامت کہا جائے گا کہ بہشت کی وسعت و نعمتوں میں جس جگہ چاہے ساکن ہو جائے۔ اور امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اولاد کے باپ ماں کا حق اس پر اس لئے بہت زیادہ ہے کہ اس کے ساتھ انھوں نے نیکی کی ہے تو محمد و علی علیہما السلام کے احسانات اس امت پر ان کے باپ ماں سے بھی زیادہ بلند و برتر ہیں لہذا یہ دونوں حضرات امت کے دو باپ ہونے اور حقوق کی رعایت میں بہت زیادہ مستحق ہیں۔ اور امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اپنے پروردگار کی قدر و عزت کو جانے تو اس کو چاہئے کہ غور کرے کہ اس کے سب سے افضل دو باپ محمد و علی علیہما السلام کی اس کے نزدیک کیا قدر و منزلت ہوئی چاہئے یعنی جس قدر ان حضرات کی اس کے نزدیک قدر و منزلت ہوگی اسی لحاظ سے اس کی قدر و عزت پیش خدا ہوگی۔ اور امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جو اپنے افضل باپ محمد و علی علیہما السلام کے حق کی رعایت کرے تو اس نے اگر اپنے ماں باپ اور تمام بندوں کے حقوق ضائع کئے ہوں گے تو

اس کو کچھ نقصان نہ پہونچے گا اس لئے کہ وہ دونوں بزرگوار اس کے باپ ماں اور دیگر بندوں کو روز قیامت اس سے راضی کر لیں گے۔ اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا اسی قدر نماز کا ثواب زیادہ ہوتا ہے جس قدر نماز گزار اپنے افضل دو باپ محمد و علیؑ پر صلوات بھیجتا ہے۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اس بات سے کراہت نہیں کرتا کہ اس کے ماں باپ جن سے وہ پیدا ہوا ہے۔ لوگ ان کی اولاد ہونے سے انکار کریں۔ لوگوں نے عرض کی کیوں نہیں؟ خدا کی قسم ضرور بُرا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسا شخص کوشش کرتا ہے کہ اس کے دونوں باپ محمد و علیؑ نے جو اس کے باپ ماں سے افضل ہیں لوگ اس کے باپ ہونے سے انکار کریں۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں محمد و علی علیہم السلام کو اس قدر دوست رکھتا ہوں کہ اگر میرے اعضا ایک دوسرے سے جدا کر دیں یا ان کو قینچی سے ٹکڑے ٹکڑے کریں تب بھی میں ان کی محبت ترک نہیں کر سکتا۔ حضرت نے فرمایا وہ حضرات تم کو تمہاری محبت کے مطابق جزا دیں گے۔ اور روز قیامت خدا سے تمہارے لئے کرامتوں اور بلند درجوں کی استدعا کریں گے جن کا ایک حصہ تمہاری لاکھ گنا محبت کے درجہ کے مقابلہ میں زیادہ ہوگا۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کے نزدیک اسکے دینی دو باپ محمد و علی علیہم السلامی ماں باپ سے زیادہ محبوب ہونگے خداوند عالم کے نزدیک اسکی کوئی عزت نہ ہوگی اور امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اپنے دونوں بی باپ محمد علی علیہم السلام کی اطاعت اپنے دونوں بی باپ کی اطاعت پر ترجیح دیتا ہے خداوند عالم اس سے خطاب کرتا ہے۔ میں نے تجھ کو اختیار کیا اور تیرے دونوں بی باپ کے روبرو شرف و عزت عطا کی جیسا کہ تو نے اپنے نسب بی باپ ماں کے مقابلہ میں ان کی محبت اختیار کر کے اپنے تئیں شرف و عزت دیا ہے۔ پھر امام نے فرمایا کہ تو ان حقیقتی و ذوی القربی کے مطابق وہ بزرگوار تمہارے دینی اقربا میں خدا نے تم کو حکم دیا ہے کہ ان کے حق کو پہچانو جیسا کہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا ہے اور اسے امت محمدیٰ طرح تم سے عہد لیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبداروں کو پہچانو جو محمد کے بعد ائمہ معصومین ہیں اور جو لوگ دین کے برگزیدہ لوگوں میں سے ان کے مرتبہ کے بدرجہ ہیں یعنی شیخ حضرات:

جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے باپ ماں کے حق کی رعایت کرے خدا بہشت میں اس کو ہزار درجہ کر امت فرمائے گا کہ جس کے دو درجوں کے درمیان تیز دوڑنے والے گھوڑوں کی تواسال کی راہ ہوگی اس میں ایک درجہ چاندی کا دوسرا سونے کا پھر مرادید کا پھر زبرجد کا پھر زمرد کا اور دوسرا مشک کا پھر دوسرا عتر کا اور دوسرا کافور کا اس طرح ہر درجہ مختلف قسم کا ہوگا اور جو شخص محمد و علی علیہم السلام کے حق کی رعایت کرے گا خداوند عالم اس کے ثوابات اور درجات اتنا ہی زیادہ بلند کرے گا جس قدر اس کے نبی باپ ماں پر محمد و علی علیہم السلام کو فضیلت حاصل ہے۔

جناب فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا نے بعض عورتوں سے فرمایا کہ اپنے نبی باپ ماں کی ناراضی و غضب زائل کرنے کے لئے اپنے دو دینی باپ محمد و علی علیہم السلام کو راضی کرو۔ لیکن ان دونوں دینی باپ کو ناراض کر کے اپنے نبی والدین کو رضامند مت کرو کیونکہ اگر تمہارے نبی والدین تم پر غضبناک ہونگے تو ان کو تمہارے دینی دونوں باپ جو ص ہزار میں سے ایک جزو کے ثواب کے جو ایک ساعت کی ان کی اطاعت میں تم کو حاصل ہوں گے تم سے راضی کر لیں گے اور اگر تمہارے دینی دونوں باپ تم پر غضبناک ہونگے تو تمہارے نبی والدین ان کو راضی کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے کیونکہ تمام دنیا کی عبادتوں کے ثواب ان کے غضب کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

جناب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں تم پر اپنے دونوں پدر دینی محمد و علی علیہم السلام کے قرابت داروں کے ساتھ نیکی و احسان کرنا لازم ہے ہر چند اپنے نبی والدین کے قرابت داروں کے حقوق ضائع کرنا پڑیں۔ اپنے دونوں نبی باپ ماں کے عزیزوں کے حقوق کی ادائیگی کے سبب ہرگز اپنے دینی دونوں پدر کے عزیزوں کے حقوق ضائع مت کرو کیونکہ اس جماعت کا تمہارا شکر ادا کرنا یعنی تمہارے دینی دونوں پدر کے عزیزوں کا بہ نسبت تمہارے نبی باپ ماں کے عزیزوں کے شکر ادا کرنے کے زیادہ فائدہ مند ہے۔ کیونکہ جب وہ محمد و علیؑ کے سامنے تمہارا شکر یہ ادا کریں گے تو ان دونوں بزرگوں کی ذرا سی شفقت تمہارے تمام گناہوں کے زائل ہونے کا باعث ہوگی اگر تمہارے گناہ زمین سے عرش تک بھرے ہوئے ہونگے۔

اگر محمد علیؑ کے سامنے تمہارے نبی باپ ماں کے قریب دار تمہارے شکر گزار ہوں جبکہ تم نے اپنے دینی دونوں پدر کے قریب داروں کے حقوق ضائع کئے ہونگے تو ان کا یہ شکر کرنا تمہارے لئے کچھ مفید نہ ہوگا۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ دو پدر دینی محمد علی علیہم السلام کے قریب داروں کے حقوق ہم پر بہ نسبت نسبی والدین کے قریب داروں کے حقوق کی ادائیگی کے زیادہ سزاوار ہیں۔ کیونکہ ہمارے دینی پدر ہمارے نسبی باپ ماں کو ہم سے راضی کر لیں گے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جس شخص کے نزدیک اُس کے دینی دو پدر محمد علی علیہم السلام کے نسبی ماں باپ کے بہ نسبت بہت زیادہ عزت و منزلت والے ہوں اور ان بزرگواروں کے قریب دار اُن کے نسبی مادر و پدر کے قریب داروں سے زیادہ گرامی ہوں تو حق تعالیٰ اس سے خطاب فرماتا ہے کہ سب سے افضل حضرت کو فضیلت دینے اور ان لوگوں کو اختیار کرنے کے سبب جو سب سے اولیٰ و بلند ہیں میں بہشت میں جو بھیگی کا گھر ہے تجھ کو اپنے دوستوں کا ندیم و مصاحب قرار دوں گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس شخص سے ممکن نہ ہو کہ دینی و نسبی دونوں طرح کے والدین کے قریب داروں کے حق کی رعایت کر سکے لہذا اس کو مناسب ہے کہ اپنے دینی دونوں پدر کے قریب داروں کے حقوق کی رعایت کو اپنے نسبی والدین کے عزیزوں کے حقوق پر مقدم کرے تو اس سے خداوند بزرگ و برتر روز قیامت فرمائے گا کہ چونکہ تو نے اپنے دینی دونوں پدر کے قریب داروں کو اپنے نسبی رشتہ داروں پر مقدم کیا۔ لہذا اے میرے فرشتہ تو تم بھی اس کو میری بہشت میں پہنچانے میں مقدم کرو۔ اس وقت وہ اس کے لئے جو کچھ بہشت میں نعمتیں جہتیا ہوں گی ان میں ہزار ہزار گنا اضافہ کر دیں گے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کسی کے سامنے دو چیزیں پیش کی جائیں جن میں سے ہر ایک کی قیمت ہزار درہم ہو اور اس کے پاس صرف ہزار درہم ہوں اور وہ پوچھے کہ ان دونوں چیزوں میں سے کون ایک میرے لئے زیادہ فائدہ مند ہے اور اس سے ایک کے متعلق کہا جائے کہ یہ بہ نسبت دوسرے کے ہزار گونہ رنج



رساں اور تکلیف دہ ہے کیا ایسا نہیں ہے کہ اس کی عقل اس شے کو اختیار کرے گی جو بہتر ہوگی۔ حاضرین مجلس نے کہا کیوں نہیں مزد بہتر شے کو اختیار کرے گا۔ تو حضرت نے فرمایا اسی طرح تمہارے دینی دو پدر محمد و علی علیہم السلام کو اختیار کرنا اس کے ثواب کی بہت زیادتی کا سبب ہے یہ نسبت اس کے اپنے نسب مادر پدر کو اختیار کرنے کے کیونکہ اس کے ثواب کی فضیلت ویسی ہی زیادہ ہے جیسے اس کے باپ ماں پر محمد و علی علیہم السلام کی فضیلت زیادہ ہے۔

ایک شخص نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا میں آپ کو ایسے شخص سے آگاہ کروں جو نہایت نقصان اٹھانے والوں میں ہے حضرت نے پوچھا وہ کون ہے اس نے عرض کی فلاں شخص جس کے پاس دس ہزار اشرفیاں تھیں اس نے ان کے عوض دس ہزار درہم قبول کر لیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جو شخص دس ہزار اشرفیوں کو دس ہزار درہم کے عوض بیچتا ہے کیا وہ زیادہ خسارہ میں نہیں ہے۔ لوگوں نے عرض کی ضرور ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا میں ایسے شخص سے تم کو آگاہ نہ کر دوں جو اس سے زیادہ نقصان اٹھانے والا ہے اور جس کی حسرت و افسوس اس سے زیادہ ہے کہ اگر سونے کے ہزار پہاڑ رکھتا ہو اور وہ ہزار کھوٹی چاندی کے دانوں کے عوض فروخت کر دے اس پہلے شخص کی بد قسمتی اس شخص سے زیادہ نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا بیشک ایسا ہی ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ زیاں کار اور افسوس کے قابل وہ شخص ہے جو اپنے نسب باپ ماں کے قرابتداروں کو اپنے دینی دو پدر محمد و علی علیہم السلام کے قرابتداروں کے عوض نیکی و احسان میں اختیار کرتا ہے۔ کیونکہ محمد و علی علیہما السلام کے قرابتداروں کی فضیلت اُس کے نسب باپ ماں کے عزیزوں کی فضیلت سے بھی زیادہ ہے جو ہزار کو ہزار دانہ نقرہ پر ہے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اپنے نسب باپ ماں کے قرابتداروں پر اپنے دینی دو پدر محمد و علی کے قرابتداروں کو اختیار کرتا ہے خداوند عالم اس کو تمام خلایق کے سامنے روز قیامت اپنے غلعتہائے کرامت سے سرفراز فرمائے گا تاکہ تمام خلایق اس کو دیکھے اور اس کو لوگوں میں مشہور فرمائے گا۔ اور تمام بندوں پر شرف بخشے گا سوائے اُس کے جو اس فضل میں اُس کے مثل ہو یا اس سے

زیادہ ہو۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی عظمت و جلال کو بڑا اور بزرگ سمجھنے کی شرطوں میں ایک شرط یہ ہے کہ تو اپنے دینی و دہرے محمد و علیؑ کو اپنے نسبی پدر و مادر پر اختیار کرے اور اس کی بزرگی و جلال کو حقیر سمجھنا اپنے نسبی باپ ماں کو اپنے دینی دونوں پدر محمد و علیؑ کے مقابلہ میں اختیار کرنا ہے

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص کے بال بچے بھوکے ہوئے وہ گھر سے باہر نکلتا کہ ان کے لئے کچھ کھانے کا انتظام کرے اُس نے ایک درم کمایا اور روٹی و سالن اپنے عیال کے لئے لے کر واپس گھر چلا اٹھتا ہے راہ میں محمد و علیؑ کے قرابتداروں میں سے ایک مرد اور ایک عورت سے ملاقات ہوئی جو بہت بھوکے تھے اس نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دونوں حضرات میرے عیال سے زیادہ سزاوار و مستحق ہیں اور جو کچھ اس نے خریدا تھا ان کو دیدیا اور حیران تھا کہ اپنے عیال کو کیا جواب دے اسی فکر میں تھا اور کچھ آگے بڑھا تھا کہ اس نے ایک قاصد کو دیکھا جو اسی کو تلاش کر رہا تھا جب لوگوں نے اس کا پتہ بتایا تو اس نے اس کو ایک خط اور پانچ سو اشرفیوں کی پھٹی دی اور کہا کہ یہ تمہارے چچا کا بقیہ مال ہے جو مصر میں فوت ہوا ہے اور اس کے ایک لاکھ درم مکہ و مدینہ کے تاجروں کے ہاں باقی ہیں اور اس سے زیادہ مالیت کی اس کی زمینیں اور جائیداد مصر میں ہیں۔ اس شخص نے پانچ سو اشرفیاں لے لیں اور اپنے عیال پر صرف کیں رات کو جب سویا تو محمد و علیؑ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تو نے دیکھا کہ ہم نے تجھ کو کس طرح غنی کر دیا جبکہ تو نے میرے قرابتداروں کو اپنے قرابتداروں کے مقابلہ میں اختیار کیا۔ اس کے بعد ان مکہ و مدینہ کے رہنے والوں میں سے ہر ایک نے جن کے ذمہ اس فوت شدہ شخص کے ایک لاکھ درہم باقی تھے خواب میں محمد و علیؑ کو دیکھا کہ وہ حضرات فرماتے ہیں کہ اگر تم نے فلاں شخص کے چچا کی میراث میں سے جو تمہارے اور واجب الادا ہیں اس کو صبح کے وقت ادا نہیں کیا تو ہم تم کو ہلاک کر دیں گے اور تم کو برباد کر دیں گے اور تمہارے تمام مال و اسباب زائل کر دیں گے اور تمہاری شان و شوکت مٹا دیں گے صبح ہوتے ہی ان میں سے ہر ایک شخص نے جس کے ذمہ اس کے چچا کی رقمیں

باقی بھتیں اُس شخص کو لاکھ ادا کر دیں یہاں تک کہ اُس کے پاس ایک لاکھ درم جمع ہو گئے اور مصر میں جس کے پاس اُس متوفی کا مال باقی تھا اُن میں سے ہر ایک کو محمدؐ و علیؑ علیہم السلام نے خواب میں سختی کے ساتھ حکم دیا کہ جلد سے جلد اس شخص کے میراث کا مال اس کے پاس پہنچا دو۔ پھر اسی شخص کو خواب میں آکر خوشخبری دی کہ تو نے دیکھا خدا کی قدرت کو کہ ہم نے مصر میں ہر شخص کو حکم دے دیا ہے کہ وہ جلد سے جلد تیرے چچا کا سارا مالی جو ان کے ذمہ باقی ہے تیرے پاس پہنچا دیں۔ اور کیا تو یہ بھی چاہتا ہے کہ حاکم مصر کو ہم حکم دیں کہ تیرے چچا کی املاک د زمین فروخت کر کے تیرے پاس بھیج دے تاکہ اُس کے عوض میں تو مدینہ میں املاک خرید لے اُس نے عرض کی ہاں یا رسول اللہؐ اور یا امیر المومنینؑ! پھر حاکم مصر کو اُن حضرات نے خواب میں حکم دیا تو اُنہی کی تمام جائداد اور زمینیں تین لاکھ درم کے عوض فروخت کر کے ساری قیمت اس شخص کے پاس مدینہ میں بھیج دی اور وہ مدینہ کے تمام مالداروں میں سب سے زیادہ مالدار ہو گیا۔ پھر جناب رسالتؐ نے خواب میں اس نے فرمایا کہ اے بندہ خدا! جو کہ تو نے اپنے قربتداروں پر میرے قربتداروں کو ترجیح دی اس لئے دُنیا میں تیرے لئے اس کا عوض یہ تھا جو ہم نے تجھ کو عطا فرمایا اور سختی میں ہر دماغ کے بدلے جو تو نے میرے قربتداروں کو دیا تھا ہزار ہزار قصر تجھ کو عطا کروں گا جس میں سب سے چھوٹا قصر اس تمام دُنیا سے بہت بڑا ہو گا۔ اور اسی کی ہر سوتی ریشمی ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز دینا اور کچھ دُنیا میں ہے۔ سب سے بہتر ہے۔

ایضاً حضرت امام حسن عسکریؑ نے سورہ رحمن کی تفسیر میں فرمایا کہ رحمن مشتق ہے رحمت سے بعض نسخوں میں ہے کہ رحم ہے مشتق ہے اور حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ جناب رسول خداؐ سے میں نے سنا کہ آپؐ نے فرمایا کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ میں ہوں رحمن اور اپنے لئے ایک نام اپنے ناموں میں سے اشتقاق کیا اور اس کا نام رحم رکھا جو شخص میرے رحم سے وصل کرتا ہے میں اس کو اپنی رحمت سے وصل کرتا ہوں اور جو شخص میرے رحم کو قطع کرتا ہے میں اس سے اپنی رحمت منقطع کر دیتا ہوں اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ یہ کون سا رحم ہے۔ اس نے جواب دیا کہ حَسَنائی نے ہر قوم کو ترغیب دی ہے کہ اپنے عزیزوں کے ساتھ صلہ رحم کریں حضرت نے فرمایا کیا ترغیب دی ہے کہ اپنے کافر عزیزوں کے ساتھ صلہ رحم کریں اور اس کی تعظیم کریں جس نے اس یعنی خدا کو حقیر سمجھا ہے کہا نہیں لیکن ان لوگوں نے اپنے مومن عزیزوں کے ساتھ صلہ رحم کی ترغیب دی ہے حضرت نے فرمایا کیا صلہ رحم ان پر واجب قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ ان کا نسب ان کے باپ ماں سے متصل ہوتا

ہے کہا ہاں اے رسول خداؐ کے بھائی حضرت نے فرمایا تو معلوم ہوا کہ صلہ رحم میں مادر و پدر کے حقوق کی رعایت کرتے ہیں اس نے کہا ہاں اے برادر رسول خداؐ۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اُن کے باپ ماں نے دُنیا میں دُنیا کی تکلیفوں اور برائیوں سے ان کی حفاظت کی ہے اور یہ چند نعمتیں ہیں رائل ہونے والی اور چند تکلیفیں ختم ہو جاتے والی اور جناب رسول خداؐ ہمیشہ کی نعمتوں کی جانب لے جا رہے ہیں جو کبھی ختم نہ ہوں گی تو ان دونوں میں کون سی نعمت عظیم تر ہے اس نے کہا رسول صلعم کی نعمت بہت بڑی اور عظیم تر ہے تو حضرت نے فرمایا کہ کیونکہ جاننے ہے کہ آنحضرتؐ اس کے حق کے ادا کرنے کی ترغیب دیں جس کے حق کو خدا نے حقیر شمار کیا ہوا اور ترغیب نہ دیں اس کے حق کے ادا کرنے کی جس کے حق کو خدا نے بزرگ اور برتر قرار دیا ہے اس نے کہا یہ تو جائز نہیں ہے تب حضرت نے فرمایا کہ حق رسول خداؐ عظیم تر ہے باپ ماں کے حق سے اور ان کے قرابتداروں کا حق رحم عظیم تر ہے باپ ماں کے حق سے لہذا رسول خداؐ کا رحم زیادہ بلند ہے ادا کرنے کے لئے اور بہت سخت ہے قطع کرنے میں لہذا عذاب اور کل عذاب اُس شخص کے لئے ہے جو اس کو قطع کرے اور جہنم اور عظیم عذاب ہے اُس کے لئے جو اس کی حرمت کی تعظیم قطع کرے شاید تم کو نہیں معلوم کہ جناب رسول خداؐ کی حرمت خدا کی حرمت ہے اور خدا کا حق عظیم تر ہے اس کے علاوہ تمام ممنوعوں سے کیونکہ ہر منعم جو اُس کا غیر ہے نعمت نہیں دیتا مگر اُسی کی توفیق سے اور خداوند عالم نے جناب موسیٰ علیہ السلام سے خطاب فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میری رحمت کس قدر ہے۔ جناب موسیٰؑ نے عرض کی کہ تیری رحمت مجھ پر میری ماں کی محبت کی طرح ہے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ تمہاری ماں نے تم پر رحم نہیں کیا ہے مگر میری رحمت کی زیادتی کے سبب سے کیونکہ میں نے اس کو تم پر مہربان کیا تھا اور میں نے اس کو ایسا بنایا تھا کہ وہ اپنی میٹھی نیند تم پر قربان کرتی تھی تاکہ تمہاری پرورش ہو۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو وہ اور دوسرے لوگ تمہارے لئے کیساں ہوتے۔ اے موسیٰؑ کیا تم جانتے ہو کہ میرا کوئی بندہ اس قدر گناہ کئے ہوتا ہے جو تمام آسمانوں کے کناروں تک کو گھیر لیتا ہے اور میں اس کے گناہ بخش دیتا ہوں اور پروا نہیں کرتا موسیٰؑ نے عرض کی پالنے والے تو کیوں پروا نہیں کرتا ارشاد ہوا کہ ایک نیک عادت

کے سبب سے جس کو میں دوست رکھتا ہوں اور وہ خصلت دہ ہے کہ وہ اپنے برادرانِ مومن کو دوست رکھتا ہے اور ان کے حالات کو معلوم رکھتا ہے اور ان کو اپنے ذات کے برابر قرار دیتا ہے اور اُن سے غور نہیں کرتا جب وہ ایسا کرتا ہے تو میں اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہوں اور پرواہ نہیں کرتا اسے موسیٰؑ فخر کرنا میری چادر ہے اور (دوسروں کا) غور کرنا میرے آزار کا سبب ہے اور جو شخص ان دونوں صفات میں مجھ سے مقابلہ کرتا ہے اس کو میں اپنے آتش غضب سے معذب کرتا ہوں۔ اے موسیٰؑ منجملہ میری تعظیم کے یہ ہے کہ میں نے دُنیا کے فانی کی دولت اس کو دی ہے تو وہ میرے بندہ مومن کو عزیز رکھے تاکہ اس کا ہاتھ دُنیا کے مالوں سے کوتاہ نہ ہو اور اگر وہ اس مومن سے بکر کرتا ہے تو گویا اس نے میری عظمت و جلالت کو سبک قرار دیا اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ رحم جس کو خدا نے رحم سے مشتق کیا ہے وہ رحم محمدؐ ہے اور خدا کی عظمت کا جاننا محمدؐ کی عظمت کا جاننا ہے اور محمدؐ کو عظیم جاننا آپ کے رشتہ داروں اور عزیزوں کو عظیم جاننے سے ہے بیشک ہمارے شیعوں میں سے ہر مرد مومن اور نرین مومنہ محمدؐ کے رحم میں سے ہے اور ان کی تعظیم محمدؐ کی تعظیم ہے لہذا اس پر افسوس ہے جو رحم محمدؐ کی کچھ بھی تنک کرے اور خوشحال اس کا جو حرمت محمدؐ کو عزیز رکھے اور آپ کے قربت داروں کے ساتھ صلہ رحم کرے۔

کافی اور تمام کتابوں میں بہت سی حدیثوں میں خداوند کریم کے اس ارشاد وَاَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلنَّاسِ سَوِيٌّ وَإِلَى الْقُرْبَىٰ۔ (پہلے سورہ انفال آیت ۴۱) کی تفسیر میں منقول ہے کہ ذی القربی سے مراد ائمہ معصومینؑ ہیں کہ مال خمس کا نصف امام وقت کا حصہ ہے اور نصف سادات کے یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔

ایضاً بہت سی حدیثوں میں آیہ انفال مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرْبَىٰ قِيلَ لِلرَّسُولِ وَلِلَّذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ (پہلے سورہ الحشر آیت ۶) کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ذی القربی سے مراد ائمہ معصومینؑ ہیں۔

ایضاً۔ اخبار کثیر میں وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ (پہلے

سورہ الاحزاب آیت ۶) اولوالارحام اور اعزائان میں سے بعض کتاب خدا میں بعض سے زیادہ مستحق ہیں۔ کے بارے میں روایت ہے کہ یہ آیت حضرت امام حسینؑ کے فرزندوں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور ان کی امامت و امارت و خلافت کے بارے میں ہے کہ یہ عہدہ فرزند کو پہنچتا ہے بھائی یا چچا کو نہیں پہنچتا اور بعض روایتوں میں وارث ہوا ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ پیغمبر کے قریب قرار اور اعزاد و سروں کی بہ نسبت کے زیادہ حقدار ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم اور عیاشی میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں اِنَّ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِہٖ اَنْ یُّوْصَلَ یعنی وہ لوگ جو اس چیز کو وصل کرتے ہیں جس کے وصل کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا آل محمدؑ کا رحم عرش الہی سے لپٹا ہوا ہے اور کہتا ہے کہ اے خدا وصل کر اس سے جو شخص مجھے وصل کرے اور قطع کر اس سے جو مجھے قطع کرے اور یہ آیت دوسرے قریبداروں میں جاری ہے۔

معانی الاخبار میں روایت کی ہے کہ آل محمدؑ میں سے ائمہ علیہم السلام کا رحم اور مومنوں کے رحم بھی قیامت کے روز عرش کو پکڑ کر کہیں گے کہ خداوند اپنی رحمت اس سے وصل کر جس نے ہم کو وصل کیا ہو اور اپنی رحمت کو قطع کر اس شخص سے جس نے ہم کو قطع کیا ہو اس وقت خدا فرمائے گا کہ میں رحمت ہوں اور تو رحم ہے میں نے تیرا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے جس نے تجھ کو وصل کیا ہو گا میں اپنی رحمت اُس سے وصل کر دوں گا۔ اور جس نے تجھ کو قطع کیا ہو گا میں اپنی رحمت اُس سے قطع کر دوں گا۔ اس سبب سے جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ رحم ایک رشتہ ہے جو خدا اور بندوں کے درمیان قائم ہے اور عیاشی نے اس آیت کی تاویل میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں صلہ رحم داخل ہے اور اس کی انتہائی تاویل ہم اہلبیت کے بارے میں تیرا صلہ و احسان ہے۔

ابن شہر آشوب نے اس آیت وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَالُوْنَ بِہٖ وَالْاَسْحَام کی تفسیر میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ارحام سے مراد قرابت و اران پیغمبر ہیں اور ان کے سردار اور بزرگ امیر المؤمنین ہیں خدا نے ان کی

مودت کا حکم فرمایا ہے تو لوگوں نے اس حکم کی مخالفت کی جس پر مامور ہوئے تھے۔ اور تفسیر قرآن میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت جناب رسول خدا اور ان کے قرابت داروں کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ ہر سبب اور نسب قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا سوائے اس کے جس کا سبب اور نسب آنحضرت تک پہنچتا ہے لہ

عیاشی نے اس آیت اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ رک ۱ سورہ اہل آیت ۹ کی تفسیر میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا انصاف کا حکم دیتا ہے یعنی غیاب میں افراط و تفریط کے درمیان درجہ اوسط مثل جبر و تفویض کے درمیان امر بین الامرین (اوسط و معاملات کے وسط میں)۔ اور احسان کا حکم دیتا ہے جس سے مراد عبادات میں غلو یا بندوں کے ساتھ نیکی اور اپنے قرابت داروں کے ساتھ نیکی یعنی اپنے رشتہ داروں کو وہ چیز دینا جس کی ان کو ضرورت ہو اور بُری باتوں سے منع کرنا ہے یعنی خواہشات نفسانی کی پیروی کی زیادتی سے اور منکر یعنی قوت غضبی کی متابعت میں افراط سے اور بغی سے یعنی غلّی خدا پر جبر و تشدد اور غلبہ کرنے سے۔ یہ معنی مفسرین کے ظاہر الفاظ کے مطابق ہیں حضرت نے فرمایا عدل محمد ہیں جنہوں نے عدالت کی بنیاد قائم کی اور احسان علی بن ابی طالب ہیں جنہوں نے شریعتوں اور عبادتوں کو خلائق پر تمام کیا اور فرمایا کہ ایتائے ذی القربی سے ہماری قرابت ہے جس کے ذریعہ سے خدا نے بندوں کو ہماری مودت کا اور ہمارے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کو فحشا اور منکر اور بغی سے منع کیا ہے یعنی اہلیت کے ساتھ بغاوت کرنے یعنی ان کے سوا دوسرے کی طرف لوگوں کو رغبت دینے سے منع کیا ہے۔

محمد بن العیاش وغیرہ نے بسند ہائے معتبر روایت کی ہے کہ جبریل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور عرض کی کہ آپ کے ایک فرزند پیدا ہو گا۔ اس کو اشتیاق آپ کے بعد شہید کریں گے حضرت نے فرمایا مجھے ایسے فرزند کی ضرورت نہیں ہے جبرئیل نے کہا کہ اس سے ائمہ پیدا ہوں گے اور دوسری روایت کے مطابق حضرت کا جواب سن کر آسمان پر چلے گئے پھر واپس آئے اور کہا کہ آپ کا پروردگار

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ اگر قاریوں نے اَنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِتْحًا دُور کے ساتھ پڑھا ہے اور حمزہ نے جوستا قاریوں میں ایک نازی ہے والارحام کم سوزیر کے ساتھ پڑھا ہے لیکن ان دونوں حدیثوں کی بنا قرأت اولیٰ پر ہے یعنی جزم قطع کرنے سے پرہیز کرو۔

آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ کو خوشخبری دیتا ہے کہ اسی کی ذریت میں امامت اور ولایت اور وصیت کو قرار دیا ہے حضرت نے عرض کی میں راضی ہوں۔ اُسکے بعد جناب سالتماہ حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ایک لڑکا تم سے پیدا ہو گا جس کو میری امت میرے بعد قتل کرے گی حضرت فاطمہ نے کہا کہ مجھے ایسے فرزند کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت نے تین بار پیغمبر ہی دی اور ہر مرتبہ یہی جواب سنا۔ آخر میں فرمایا کہ امہ اور اوصیاء اس سے پیدا ہوں گے تب جناب سیدہ نے کہا میں راضی ہوں۔ اس کے بعد امام حسین سے حاملہ ہوئیں تو خدا نے شریطان سے اس کی حفاظت کی جو ان کے بطن مطہر میں تھا۔ چھ مہینے کے بعد امام حسین پیدا ہوئے اور کسی نے سنا بھی نہیں کہ چھ ماہ کے حمل کا بچہ پیدا ہو کہ زندہ رہا ہو سولے امام حسین اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کے۔ جب امام حسین پیدا ہوئے تو جناب رسول خدا نے اپنی زبان مبارک ان کے دہن اقدس میں دیدی وہ چُوسنے لگے اور دودھ اور شہد آپ کو اس سے حاصل ہوتا تھا۔ امام حسین نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا۔ آپ کا خون اور گوشت حضرت رسول کے آب و دہن سے روئیدہ ہوا اسی کا اشارہ خدا کے اس قول وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهُ كُفْرًا وَ وَضَعَتْهُ كُفْرًا وَ حَمَلَهُ وَ فِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا اُذِيتُ سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ آيَتِ ۱۱ یعنی ہم نے انسان کو وصیت کی کہ اپنے باپ ماں کے ساتھ نیکی کرے جس کی ماں نے کراہت کے ساتھ اس کو پیٹ میں رکھا اور کراہت سے جنا اور اس کے حمل سے دودھ بڑھائی تک تین مہینے گزرے۔ یہ آیت حضرت امام حسین علیہ السلام کے مناسب حال چند وجہوں سے ہے اول یہ کہ حمل اور وضع حمل کراہت کے ساتھ ہونا خبر شہادت کے اعتبار سے انہی حضرت سے مخصوص ہے۔ دوسرے یہ کہ حمل اور دودھ بڑھائی کی مدت کا تیس ماہ ہونا۔ اس لئے کہ دوسری آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے۔ لہذا یہ امر اشارہ ہے اس طرف کہ آپ کی مدت حمل چھ مہینے تھی اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس امت میں یہ امر آپ ہی کے لئے مخصوص ہے تیسرے یہ کہ اس کے بعد خداوند عالم فرماتا ہے۔ حَتَّىٰ اِذَا اَشَدُّهُ وَ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَاٰلِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ (آیت مذکورہ بالا) یہاں تک کہ وہ



حد بلوغ کو پہنچا اور چالیس سال کا ہوا تو کہا خداوند مجھ کو الہام کر اور توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کر دوں جو تو نے مجھ اور میرے باپ ماں کو عطا فرمائی ہیں اور یہ کہ میں ایسا عمل کروں جسے تو پسند کرے۔ اور یہ سب انہی حضرت کے مناسب حال ہے کیونکہ حضرت کی امامت چالیس سال کی عمر میں تھی اور اس کے بعد فرمایا ہے وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي یعنی میرے لئے میری بعض ذریت کی اصلاح فرما یعنی ان میں سے اور یہ بھی انہی حضرت کے حال کے مطابق ہے کہ دعا اپنی ذریت میں سے اماموں کے لئے کرے ہے ہیں۔ لہذا دعا ان میں سے بعض کے لئے کی کیونکہ ایسا نہیں ہو سکتا تھا کہ سب کے سب امام ہوں چنانچہ حضرت صادق فرماتے ہیں کہ اگر اَصْلِحْ ذُرِّيَّتِي فَمَا تَوْفِيقُ تمام ذریت امام ہوتی۔

اور آیه ذَاتِ الْقُرْبَىٰ حَقُّهُ وَالْيَسْكِينِ رُحْلٌ سَوْدٌ بَنِي إِسْرَآئِيلَ ایت کی تفسیر میں عامر و خاصہ کے طریقہ سے بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ ذَا الْقُرْبَىٰ سے مراد جناب فاطمہ ہیں اور حق سے مراد فدک ہے اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جناب رسول خدا نے فاطمہ کو طلب فرمایا اور فدک اُن کے حوالے کر دیا اور ان حدیثوں میں سے ہر ایک کے ذکر کے دوسرے مقامات میں جو انشاء اللہ اپنے اپنے مقامات پر بیان کی جائیں گی۔

اس بیان میں کہ قرآن میں امانت سے مراد امامت ہے۔ اور اس آیت میں دو آیتیں ہیں۔

پہلی آیت :- خدا فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُوَدِّعَ الْأَمَانَاتَ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمُ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدَالِ إِنَّ اللَّهَ يَمْلِكُ لَكُمْ بِهٖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا (پڑھ سورہ النساء آیت ۵۸) بے شک خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں کو ادا کرو اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بیشک خدا تم کو جس کی نصیحت کرتا ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور بیشک خدا سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ اس آیت کی شان نزول میں منہروں کے درمیان اختلاف ہے اور ان میں چند اقوال ہیں۔ اول یہ کہ ہر شخص کے بارے میں ہے جس کو لوگ کوئی امانت سپرد کریں۔ اور خدا کی امانتیں اس کے اوامر و نواہی ہیں اور بندوں کی امانتیں وہ چیزیں

ہیں مثل مال وغیرہ کے جس پر ان میں سے بعض کو بعض لوگ امین قرار دیں جیسا کہ متعدد روایتوں میں حضرت امام محمد باقر اور حضرت صادق علیہما السلام سے منقول ہے حتیٰ کہ بعض روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ اگر امیر المؤمنین کا قاتل وہ تلواریں جس سے اس نے ان حضرت کو شہید کیا۔ اگر مجھے سپرد کرے تو مزدور اس کو واپس کر دوں گا۔ دوسرے خلفاء اور والیان امر کے بارے میں ہے شیخ طبرسی نے کہا ہے کہ خدا نے ان کو حکم دیا ہے کہ رعایا کے درمیان حق کے ساتھ قیام کریں اور ان کو احکام دین و شریعت پر قائم رکھیں اور اس کو ہمارے اصحاب نے امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ ان حضرات نے فرمایا کہ خدا نے ہر امام کو حکم دیا ہے کہ اپنے بعد کے امام کو امامت سپرد کریں اور اس قول کا مؤند یہ ہے کہ خدا نے رعایا کو والیان امر کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اماموں نے فرمایا ہے کہ وہ آئین ہیں ایک ہمارے لئے اور ایک تمہارے واسطے۔ ایک تو مذکورہ آیت ہے اور دوسری تَبَايَهْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَآطَعُوا اللَّهَ وَأَطَاعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ طبرسی کہتے ہیں کہ یہ قول بھی قول اول میں داخل ہے کیونکہ یہ بھی اُن چند چیزوں میں سے ہے جن پر خدا نے ائمہ صادقین کو امین قرار دیا ہے۔ اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج کا ادا کرنا بھی امانتوں میں سے ہے۔ اور ان باتوں میں سے ہیں نیز غنیمت اور صدقات کا تقسیم کرنا اور ان کے علاوہ وہ تمام چیزیں جو رعایا کے حق سے تعلق رکھتی ہیں اور خدا نے ان کا حکم والیان امر کو دیا ہے۔ تیسرے یہ کہ رسول خدا سے خطاب ہے کہ عثمان بن طلحہ کو کعبہ کی کبھی واپس کر دیں جسے فتح مکہ کے موقع پر اس سے لی تھی اور عباسؓ کو دینا چاہا تھا۔ بصائر الدرجات میں بسند موثق امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور ہم خدا سے مدد طلب کرتے ہیں۔ پھر صحیح سندوں کے ساتھ انہی حضرات سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ امام کو لازم ہے کہ امامت اپنے بعد کے امام کو سپرد کرے اور نہ چاہئے کہ اس سے واپس لے کر دوسرے کے حوالے کرے اور بسند صحیح دوسری روایت ہے کہ اس سے مراد ہم ائمہ ہیں لازم ہے کہ ہم میں سے سابق امام اپنے بعد کے امام کو وہ کتابیں

جو اس کے پاس میں اور رسول خدا کے اگلے سپرد کرے وَلَا إِذَا أَحْكَمْتُهُ بَيْنَ النَّاسِ  
 أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ یعنی جس وقت تم (عہدہ امامت پر مامور ہو کہ) ظاہر ہو تو ان  
 احکام عدلی کے مطابق فیصلہ کرو جو تمہارے پاس ہیں۔ اور بسند صحیح حضرت صادق علیہ  
 السلام سے اس آیت إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا کی تفسیر میں  
 روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد امام کی جانب امامت و وصیت کی  
 ادائیگی ہے۔ بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے مالک جہنی سے  
 سوال کیا کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ  
 کہ تمام لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو حضرت نے فرمایا کہ پھر سب لوگ  
 لوگوں کے درمیان حکم کر سکتے ہیں کیونکہ اس آیت میں خطاب وَإِذَا أَحْكَمْتُهُ تمام جماعت سے ہو رہا  
 ہے۔ دایسا نہیں ہے بلکہ تم کو معلوم ہونا چاہئے یہ ہماری شان میں نازل ہوئی ہے۔

بسند موثق مثل صحیح کے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ امام کو تین خصلتوں  
 سے پہچانا جاسکتا ہے۔ اول یہ کہ نسب کے اعتبار سے تمام انسانوں سے اولیٰ و بہتر  
 ہو۔ اس امام کی طرح جو اس سے پہلے رہا ہو۔ دوسرے یہ کہ رسول خدا کا اسلحہ جو ذوالفقار  
 ہے اس کے پاس ہو۔ تیسرے یہ کہ امام سابق نے اس کو وصی قرار دیا ہو اسی کے  
 بارے میں خدا نے فرمایا ہے إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ  
 سَلَاحِ هِمَارِے درمیان بنی اسرائیل کے تابوت کے مانند ہے اور امامت اور بادشاہی  
 رسول خدا کی سلاح کے ساتھ ہے جس کے پاس حضرت کی سلاح ہے امامت اُسی سے  
 مخصوص ہے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کے درمیان تابوت تھا کہ جس کے پاس وہ تابوت  
 پہنچتا تھا وہیں بادشاہی ہوتی تھی۔

معانی الاخبار میں امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے اس آیت کی  
 تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ یہ خطاب ہم سے ہے اور بس۔ خدا نے ہم میں  
 سے ہر امام کو حکم دیا ہے کہ امامت اپنے بعد کے امام کو سپرد کریں اور اس کو اپنا وصی  
 قرار دیں پھر یہ آیت لوگوں کی تمام امانتوں میں جاری ہوئی۔ میرے پدر بزرگوار نے اپنے  
 پدر جناب علی بن الحسین علیہ السلام سے سنا کہ ان حضرت نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم پر امانتیں اور لازم ہے  
 اس طرح کہ اگر میرے پدر امام حسین علیہ السلام کا قاتل اُس تلوار کو میرے پاس امانت رکھتا جس

سے اس نے میرے پرورشید کیا تھا۔ اس کے طلب کرنے پر میں بلا تامل اس کو واپس کر دیتا۔  
نعمانی نے بسند صحیح حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ہمساری  
شان میں نازل ہوئی ہے خدا نے ہم میں سے ہر امام کو حکم دیا ہے کہ امامت اپنے بعد  
کے امام کو سپرد کرے اس پر لازم نہیں کہ کسی دوسرے کو دے کیا تم نے نہیں سنا  
ہے کہ خدا اس کے بعد فرماتا ہے **وَإِذَا حَكَمْتُمُو بَيْنَ النَّاسِ** جس سے معلوم ہوا کہ  
خطاب احکام کے بارے میں ہے۔ اور فرات نے شبی کے تفسیر میں روایت کی ہے  
اس نے **إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ** کی تفسیر میں کہا کہ میں کہتا ہوں اور کسی  
غیر خدا سے نہیں ڈرتا خدا کی قسم اس سے ولایت علی بن ابیطالب مراد ہے۔

دوسری آیت **إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ  
فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ ظَلُمًا جَهُولًا** (آیت ۲۷)  
از باب آیت ۲۷) اس آیت کی تاویل میں بہت سے اقوال ہیں۔ اول یہ کہ سابقہ آیت کی  
طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے **وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ** و **رَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا**  
(پچھلے سورہ احزاب آیت ۵۱) اور اطاعت خدا اور رسول کا امانت نام رکھا ہے اس لئے کہ اس کا  
ادا کرنا واجب ہے اور مراد یہ ہے کہ اطاعت کی بلندی شان اس حد پر ہے کہ اگر بڑے  
بڑے جسموں پر زمثل پہاڑوں کے پیش کریں اور وہ شعور والے ہوں تو اس کے اٹھانے  
سے انکار کر دیں گے اور ڈریں گے اور انسان نے باوجود اس اعضا کی کمزوری اور  
طاقت کی کمی کے اس کو اٹھالیا۔ لہذا اس کا ثواب دنیا اور آخرت میں بہت زیادہ ہے  
بیشک وہ اپنی ذات پر ظلم کرنے والا ہے کہ جیسا کہ اس کی رعایت کا حق ادا کرنا چاہیے  
اس نے نہیں ادا کیا اور انجام سے ناواقف اور بے خبر تھا اور یہ صفت نوع انسانی سے  
اس کے افراد کی کثرت اور زیادتی کے اعتبار سے متعلق ہے۔ دوسرے یہ کہ امانت  
سے مراد اطاعت ہے عام اس سے کہ طبعی ہو یا اختیاری اور عرض یعنی پیش کرنے سے  
اس کا طلب کرنا مراد ہے عام اس سے کہ صاحب اختیار سے طلب کریں یا غیر مختار  
سے اس کے صدور کا ارادہ کریں اور حمل سے مراد امانت میں خیانت ہے اور  
اس کے ادا کرنے سے باز رہنا ہے۔ جیسا کہ حامل امانت اس کو لے کر جہاں خیانت کرے اور امانت  
اس کے ذریعہ ادا کرے جس قدر ممکن ہو سکے۔ اس کا بھی ادا نہ کرنا مراد ہے اور ظلم و

جہالت سے خیانت اور تقصیر کرنا مراد ہے۔ تیسرے سے جب خلاق عالم نے ان اجرام کو خلق فرمایا ان میں عقل و شعور بھی پیدا کیا اور فرمایا کہ میں ایک فریضہ واجب قرار دیتا ہوں اور میں نے بہشت خلق کیا ہے اس کے لئے جو اطاعت کرے گا اور جہنم کی آگ پیدا کی ہے اس کے لئے جو میری مصیبت کرے گا ان سب نے کہا ہم اس کے مسخر و تابع فرمان ہیں جس چیز کے لئے تو نے ہم کو پیدا کیا ہے اور ہم فیض کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتے اور ثواب و عذاب کچھ نہیں چاہتے۔ پھر جب آدم کو خلق فرمایا تو یہی باتیں ان سے کہیں تو آدم نے قبول کر لیا اور وہ اپنی ذات پر ظلم کرنے والے تھے کہ اس پر ایسا بوجھ ڈال دیا جس کا اٹھانا اس پر دشوار تھا اور اس کے انجام کی خرابی سے ناواقف و نا بلند تھے۔ چوتھے یہ کہ امانت سے مراد عقل ہے تکلیف کے ساتھ اور ان پر پیش کرنے سے مراد اُس امر کے لئے ان کے استعداد و صلاحیت کی رعایت ہے اور ان کے انکار سے مراد انکار طبعی ہے یعنی عدم لیاقت و استعداد اور انسان کے حمل سے مراد اس کی قابلیت رکھنا ہے اور ظلم و جہول ہونے سے مطلب ہے شہوانی اور غضبی قوتوں کا اُس پر غلبہ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ امانت محبت سے کنایہ ہے اور حضرات صوفیہ نے دوسری وجہیں بیان کی ہیں اور اس کی تاویلیں جو حدیثوں میں وارد ہوئی ہیں چند یہ ہیں کافی وغیرہ میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ امانت سے مراد امیر المومنینؑ کی دلالت ہے۔ اور عیون و معانی الاخبار میں روایت ہے کہ امام رضا علیہ السلام سے لوگوں نے اسی آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ امانت سے مراد ولایت ہے جو بغیر حق کے اس کا دعوئے کرے وہ کافر ہے۔ اور معانی الاخبار میں بسند صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امانت سے ولایت مراد ہے اور انسان ابو الشرور و منافق ہے۔ جس نے بغیر حق کے دعویٰ کیا اور علی بن ابراہیمؑ نے روایت کی ہے کہ امانت سے مراد امامت اور امر و نہی ہے اور اس کا امانت سے مراد ہونے کی یہ دلیل ہے کہ خدا نے آئمہ اطہار سے خطاب فرمایا ہے ان الله يامر كوهان تؤدوا الامانات الى اهلها لئلا مراد یہ ہے کہ امامت کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا ان سب نے انکار کیا اس سے کہ اس کا ناحق دعویٰ کریں یا اس کو اس کے اہل سے ناحق غضب کریں اور اس کے اہل سے ڈرے اور

اس کو انسان نے اٹھالیا یعنی غضب کیا، اس لئے کہ وہ ظالم اور جاہل تھا تاکہ خداوند عالم منافق مردوں اور منافقہ عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرکہ عورتوں پر عذاب کرے اور مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کی توبہ قبول کرے اور خدا بخشنے والا اور مہربان ہے یہ ترجمہ اس کے بعد والی آیت کا ہے۔ اور بصائر اور کافی میں بسند ہائے معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امانت سے مراد ولایت امیر المومنین علی بن ابیطالب ہے۔ نیز بصائر میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امانت کا مطلب ولایت ہے (آسمان اور زمین و پہاڑوں نے) انکار کیا اس سے کہ اس کو اٹھائیں اور اس کے اٹھانے میں کافر ہوں۔ اور جس انسان نے ناحق اس کو اٹھالیا وہ وہی مشہور منافق تھا اور ابن شہر آشوب نے مناقب میں مقابل سے روایت کی ہے کہ محمد بن حنفیہ نے حضرت علیؑ سے سنا کہ آپ نے اس آیت اِنَّا عَدَّ ضُنَااَ اَلْاَمَانَةَ کی تفسیر میں فرمایا کہ حضرت احدیت عز اسمہ نے میری امامت ساتوں آسمانوں پر ثواب و عقاب کے ساتھ پیش کی جو اب دیا کہ خداوند ثواب و عذاب کی شرط کے ساتھ ہم نہیں قبول کرتے لیکن بغیر ثواب و عذاب کے اٹھانے کو تیار ہیں۔ پھر میری امامت اور ولایت کو پرندوں پر پیش کیا تو سب سے پہلے جو پرندے ایمان لائے وہ باز سفید و قرہ بختے اور سب پہلے جن طاؤروں نے انکار کیا وہ اُلو اور عنقا تھے۔ لہذا اُن کو دن کے وقت ظاہر نہیں ہو سکتا اُس بغض کے سبب سے جو تمام پرندے اُس سے رکھتے ہیں اور عنقا دریاؤں میں چھپ گیا کہ کوئی اس کو نہیں دیکھتا۔ اور بیشک میری امامت خدا نے زمینوں پر پیش کی تو جو خطے میری ولایت پر ایمان لائے ان کو خدا نے طیب و طاهر قرار دیا اور ان میں سبزے اور ان کے پھل شیریں و لذیذ قرار دیا اور اُن کے پانی کو صاف اور شیریں بنایا اور جن زمین کے ٹکڑوں نے میری امامت و ولایت سے انکار کیا ان کو شور زار بنا دیا اور ان کے پھلوں کو تلخ و بد مزہ بنا دیا اور اُس کے پانی کو کھاری کر دیا اس کے بعد فرمایا حَتَّمَا الْاَلْسَانَ یعنی اسے محمدؐ تمھاری امامت نے ولایت امیر المومنین اور انکی امامت کو ان تمام ثواب و عقاب کیساتھ جو ہیں بے اٹھالیا بیشک انسان اپنی ذات پر بہت ظلم کرتا والا اُو اپنے پروردگار کے امر سے ناواقف تھا یعنی جس نے حق ولایت کو اس کے مقتضی کے مطابق ادا نہیں کیا ظالم اور اپنے نفس پر زیادتی کرتا تھا۔ بصائر میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ہماری ولایت کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں

اور شہر دوں پر پیش کیا مگر انہوں نے مثل اہل کوفہ کے قبول نہ کیا۔

تفسیر قرأت میں حضرت فاطمہؓ نہ ہر اسے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جب مجھے شب معراج میں آسمان پر لے گئے اور میں سدۃ المنتہیٰ سے گذرا اور قَابِ قَوْسَیْنِ اُوْذُنِیْ کے درجہ تک پہنچا اور خدا کو ان ظاہری آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے دیکھا تو اذان و اقامت کی آواز سنی اور ایک منادی کو یہ ندا کرتے ہوئے سنا کہ اے میرے ملائکہ اور میرے آسمانوں اور زمینوں کے رہنے

والو اور میرے حاکمان عرش تم سب گواہی دو کہ میں خدا کے یگانہ ہوں اور میرا کوئی شریک نہیں ہے سبے کہا جتنے گواہی دی اور اقرار کیا۔ پھر آواز آئی کہ تم سب یہ بھی گواہی دو کہ محمدؐ میرا بندہ اور میرا رسول ہے کہا منے گواہی دی اور اقرار کیا امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ جس وقت ابن عباسؓ اس حدیث کو ذکر کرتے کہتے تھے کہ یہ وہی امانت ہے جس کا ذکر خدا نے قرآن میں بایں الفاظ فرمایا ہے اِنَّا عَزَّضْنَا الْاِمَانَہُ الْاِخْدا کی قسم (امانت میں) ان سب کو کچھ دینا رو در ہم اور نہ زمین کے خزانوں میں سے کوئی خزانہ سپرد کیا خدا نے آسمانوں زمینوں پہاڑوں کو قبل اس کے کہ آدم کو خلق کرے یہ وحی کی کہ میں محمدؐ کی ذریت کو خلیفہ قرار دیتا ہوں تم اس کے ساتھ کیا کرو گے جب وہ تم کو بلائیں تم قبول کرو اور دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی اطاعت اور مدد کرو۔ یہ سنکر آسمان زمین اور پہاڑ سب اس اطاعت سے ڈرے جس کا خدا نے ان کو حکم دیا تھا لیکن اولاد آدم نے قبول نہ کیا۔ اور یہ تکلیف ان کے لئے مقرر کر دی گئی پھر امام باقرؑ نے فرمایا کہ اولاد آدم نے قبول نہ کیا تو لیا لیکن اس کو پورا نہیں کیا۔

۱۔ مترجم فرماتے ہیں کہ ان احادیث اور ان کے مثل دوسری حدیثوں کی تائیدیں چند وجہوں کے ساتھ ہو سکتی ہیں۔

پہلی وجہ یہ کہ امانت سے مراد مطلق تکلیف ہو اور ولایت کی تخصیص اس اعتبار سے ہو کہ ولایت تمام تکلیفوں میں سب سے بڑی شرط ہے اور امت میں اختلاف کا سبب ہے اور حضرت ابوبکر وغیرہ کی تخصیص اس اعتبار سے ہو سکتی ہے کہ ظاہر ان لوگوں نے منافقانہ طور سے بیعت کی اور خود دوسروں سے پہلے بیعت توڑ دی اور دوسروں کی بیعت توڑنے کا سبب بھی ہوئے یعنی ان کی یہ بیعت کرنا اور امیر المومنین کی بیعت توڑنا دوسروں کے لئے بھی بیعت توڑنے کا باعث ہوا۔ لہذا حمل کرنے سے مراد ولایت لایقہ حاشیہ آئمہ صفحہ پر

## نویں فصل | ان آیتوں کے بیان میں جواب اہلبیت کی پیروی کے واجب ہونے پر ولادت کرتی ہیں۔

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا** (پہلی آیت ۵۹ سورہ نساء) پھر فرمایا ہے: **وَقَوْسُ دُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلَّهُمْ** **الَّذِينَ يَسْتَنِيظُونَهُ مِنْهُمْ** (پہلی سورہ نساء آیت ۸۳)

پھر فرمایا ہے: **أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ أَتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مَلَكًا عَظِيمًا فَصَبَّوهُمُ مَنْ أَمْنُ بِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ صَدَّقَهُ عَنْهُ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا** (پہلی سورہ نساء آیت ۷۴)

(بقیہ ماشیہ صفحہ گزشتہ) کا قبول کرنا ہے اور اس کی تائید یہ کہ امانت سے مراد تکالیف ہیں اور حمل سے مراد اس کا قبول کرنا ہے جیسا کہ ابن شہر آشوب اور دوسرے محدثین نے روایت کی ہے کہ جب نماز کا وقت داخل ہوتا تھا تو امیر المومنین کا جسم مبارک کانپنے لگتا تھا اور رنگ چہرہ مبارک کا تغیر ہو جاتا تھا جب لوگ پوچھتے تھے کہ آپ کو یہ کیا ہوتا ہے تو فرماتے تھے کہ اولیٰ امانت کا وقت آپہنچا جس کو آسمانوں اور زمینوں پر پیش کیا اور ان سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور ڈرے لیکن انسان نے اس کو قبول کر لیا اور میں نہیں جانتا کہ یہ بار جس کو میں نے قبول کر لیا درست و ادا کروں گا یا نہیں۔

دوسری وجہ یہ کہ انسان کا الف اور لام عہد کا ہو اور اس سے مراد ابوبکر ہوں اور ولایت کسرہ کے ساتھ جو جس کے معنی خلافت اور امارت ہوں اور عوین (پیش کرنے) سے یہ مراد ہو کہ اُن کو القا کیا کہ کیا یہ تم کو منظور ہے کہ ناحیٰ امامت کا دعویٰ کرو اور خدا کی عفویتوں کو برداشت کرو اور وہ اس عذاب سے ڈرے اور انکار کیا اور عذاب کا علم ہونے کے باوجود اس نے اس بار کو اٹھا لیا۔

تیسری وجہ۔ ان دونوں وجہوں کی بنا پر حمل سے مراد خیانت ہو یعنی قول کرنا جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا۔ لیکن دوسری وجہ زیادہ مناسب ہے۔



پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اے وہ لوگو جو خدا اور رسول پر ایمان لائے خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں صاحبان امر ہیں اور جن کا حکم تم پر جاری ہے تو اگر کسی معاملہ میں تم آپس میں نزاع کرو تو اس کو خدا اور رسول کے سامنے پیش کرو اگر تم لوگ (درحقیقت) خدا اور دروز آخرت پر ایمان لائے ہو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اس کا انجام زیادہ نیک ہے۔

دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر یہ لوگ امن اور خوف کی خبر کو مشہور کرنے سے پہلے رسول اور اولی الامر کے سامنے پیش کر دیا کریں۔ اور روایت مطلقہ کے موافق امر کو رسول اور اولی الامر کی جانب جو ان میں ہیں پیش کریں تو بیشک وہ لوگ سمجھ لیں گے جو کہ استنباط کرنے اور اس کا علم اُس جماعت سے حاصل کرتے ہیں یا ظاہری روایتوں کے مطابق اولی الامر سے اخذ کرتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ مفسروں نے اولی الامر کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے۔ مفسران عامہ میں سے بعض نے کہا ہے کہ وہ امرا اور لشکر کے سردار اور بادشاہ لوگ ہیں۔ اور انہی میں سے بعض کا قول ہے کہ اولی الامر سے مراد امت کے علماء ہیں۔ اور علمائے امامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد آئمہ آل محمد علیہم السلام ہیں ان روایتوں کی بناء پر جن کا ذکر کیا جائے گا اور یہ کہ اولی الامر اس کو کہتے ہیں جو امر میں اختیار رکھتا ہو اور چونکہ کسی قید سے مقید نہیں ہے اس سے تمام دین و دنیا کے معاملات میں اختیار مطلق رکھنے والا ہو اور وہ صرف امام ہو سکتا ہے یا کوئی شخص کسی ایک امر میں اختیار رکھتا ہو تو اس کی اطاعت اسی امر میں واجب ہوگی۔ اور جو شخص تمام امور میں اختیار مطلق رکھتا ہو گا وہی مطلق واجب اطاعت ہو گا۔ اور وہی امام ہے۔

رسول اور اولی الامر کو ایک لفظ اطیعوا سے بیان کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ مرتبہ امامت مثل مرتبہ نبوت کے ہے بلکہ جس طرح نبوت خدا کی جانب سے بواسطہ مکاتبات ہے اسی طرح فی الحقیقت امامت بھی نبی کے واسطہ سے ایک نبوت ہے اسی سبب سے اولی الامر کی اطاعت نبی کی اطاعت کے مانند ہے اسی لئے رسول اور اولی الامر کے درمیان لفظ اطیعوا نہیں استعمال کیا اس کے برخلاف مرتبہ نبوت اگرچہ بہت بڑا مرتبہ ہے لیکن مرتبہ الوہیت کے مانند نہیں ہے اسی کی طرف خدا اور رسول کے درمیان

لفظ اطیعوا سے اشارہ ہے۔

جب خود خداوند تعالیٰ نے اس جماعت کی اطاعت کو اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت سے متصل قرار دیا ہے تو بیشک ایک جماعت اُن (خدا و رسول) کی جانب سے مقرر کی ہوئی ہونی چاہئے جن کا امر اور حکم خدا و رسول کا حکم ہوتا کہ ان کی اطاعت خدا و رسول کی اطاعت سے معقود و متصل ہو ورنہ لازم آئے گا کہ تمام جابر و ظالم بادشاہوں کی اطاعت مثل بادشاہ روم وغیرہ کے اولی الامر کی اطاعت ہو جو مثل خدا و رسول کی اطاعت کے ہے اور اس قول کی قباحت اور شناخت کسی عاقل پر پوشیدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ شیخ طبرسی نے کہا ہے کہ جائز نہیں ہے خداوند حکیم ایسے شخص کی اطاعت مطلق قرار دے سوائے اس شخص کے جس کی اطاعت ثابت ہو اور وہ جانتا ہو کہ اُس کا باطن مثل ظاہر کے ہے اور مطمئن ہو کہ اُس سے کوئی غلطی یا فعل قبیح صادر نہیں ہوگا اور یہ اوصاف سوائے ائمہ معصومین کے علماء اور امر کو حاصل نہیں ہیں اور حق تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے اس سے کہ اس کی اطاعت کا حکم دے جو اس کی نافرمانی کرتا ہو یا اپنی جماعت کی اطاعت کا حکم دے جس کے قول و فعل میں اختلاف ہو کیونکہ جماعت مختلف کی اطاعت محال ہے جس طرح محال ہے اُن کا اس بات پر اجتماع جس پر انہوں نے اختلاف کیا ہے اور منجملہ ان دلیلوں کے جو ہم نے بیان کئے ہیں یہ ہے کہ جناب اقدس الہی نے اپنے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے اس لئے کہ اول الامر تمام خلایق سے بلند ہیں جس طرح رسول اولی الامر سے اور تمام خلق سے بلند ہیں اور یہ صفت آل محمد کے ائمہ میں ہے جن کی امامت اور عصمت ثابت ہو چکی ہے اور اُمت کا ان کی بلندی مرتبہ اور عدالت پر اجماع ہے فَإِنْ تَنَادَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَعَلُوهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَإِلَى الرَّسُولِ تَوَكَّلُوا عَلَى اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ اس نزاع کو پیش کر داور ہم گردہ شیعہ کہتے ہیں کہ رسول خدا کی وفات کے بعد ائمہ کی جانب رجوع کرو جو رسول کے قائم مقام ہیں ان کی طرف رجوع کرنا ایسا ہے جیسے آنحضرت کی حیات میں خود آنحضرت کی جانب رجوع کرنا تھا۔ کیونکہ وہ آنحضرت کی شریعت کے محافظ اور امت میں آپ کے خلیفہ ہیں۔ یہاں تک شیخ طبرسی کا کلام تھا۔ آیت کے پہلے حصہ میں اولی الامر کا ذکر تھا لیکن آیت کے آخر میں قرات مشہورہ کی بنا

پر ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اور جو نکتہ طبری نے بیان کیا وہ مذکور ہوا۔ اور ہو سکتا ہے کہ ان میں یہ نکتہ ہو کہ جو اختلاف اولی الامر کی امامت کے بارے میں ہو اس کو بھی کتاب و سنت کی جانب رجوع کرنا چاہئے۔ لہذا چاہئے کہ امام خدا و رسول کی جانب سے منصوص ہو نہ کہ اس طریقہ سے جس کے مخالفین قائل ہیں کہ امامت کو اجماع پر منحصر سمجھتے ہیں اور امام کا مقرر کرنا امام کی جانب سے سمجھتے ہیں لیکن بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ اہلبیت کی قرأت میں آخر میں بھی **وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ تَخَاجِسُ** کہ علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ اولی الامر سے مراد امیر المومنین ہیں۔ الغرض بسند مثل صحیح کے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی ہے **فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ وَآلَهُ وَآلَ الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ** اور عیاشی نے بھی روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر نے آیت کو اسی طرح تلاوت فرمائی ہے۔ اور کلینی نے بسند کا صحیح روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر نے اس آیت کو اس طرح تلاوت فرمائی **فَاذْكُرُوا اللَّهَ وَآلَهُ وَآلَ الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ** پھر حضرت نے فرمایا کہ کیونکر ان کی اطاعت کا حکم دے گا اور کس طرح ان سے نزاع کی بھی اجازت دے گا۔ یہ خطاب اس جماعت سے فرمایا جو خدا و رسول کی اطاعت پر مامور ہیں لہ

عیاشی نے بسند دیگر روایت کی ہے کہ امام محمد باقر نے آیت کو اس طرح پڑھا **فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ وَآلَهُ وَآلَ الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ** دہ شمس سورہ نساء آیت ۵۹ اور عیون اخبار الرضا میں حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے حضرت علی و امام حسن و امام حسین علیہم السلام سے وصیت کی پھر خدا کے اس قول **فَاذْكُرُوا اللَّهَ وَآلَهُ وَآلَ الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ** کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اولی الامر سے علی و فاطمہ کی اولاد میں سے امام مراد ہیں جو قیامت تک ہوں گے۔ اور اکمال الدین میں یہی مضمون بسند صحیح حضرت امام محمد باقر سے روایت

لہ مؤلف فرماتے ہیں۔ حضرت کی مراد یہ ہے کہ اگر آخر میں ادلی الامر ہو تو اس بات کی دلیل ہوگی کہ امت کو ان سے نزاع کرنا جائز ہو گا اور یہ ان کی اطاعت کے حکم کے خلاف ہے جو آیت کی ابتدا میں ہے

کی ہے اور اعلام الوریٰ اور مناقب ابن شہر آشوب میں تفسیر جعفری سے روایت کی ہے کہ جابر انصاری کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خداؐ سے اسی آیت کے بارے میں دریافت کیا کہ ہم نے خدا و رسولؐ کو تو پہچان لیا لیکن یہ اولی الامر کون لوگ ہیں حضرت نے فرمایا کہ اے جابر وہ میرے خلیفہ ہیں اور میرے بعد مسلمانوں کے امام ہیں۔ ان میں سب سے پہلے علی بن ابی طالبؑ ہیں پھر حسنؑ اس کے بعد حسینؑ پھر علی بن الحسینؑ پھر محمد بن علی جن کو توریت میں باقر کہا گیا ہے اے جابر تم ان سے ملاقات کرو گے ان کو میرا سلام پہونچا دینا۔ ان کے بعد جعفر بن محمد صادق پھر موسیٰ بن جعفر پھر علی بن موسیٰ پھر محمد بن علی پھر علی بن محمد پھر حسن بن علی علیہم السلام ان کا فرزند میرا ہمام دہم کنیت ہو گا یہ سب زمین میں حجت خدا ہوں گے اور اس کے بندوں کے درمیان بعثتہ خلیفہائے خدا ہوں گے۔ اور حسن بن علی کا فرزند وہ ہے کہ مشرق و مغرب زمین کو خدا اُس کے ہاتھ پر فتح کرے گا وہ وہ ہو گا جو اپنے شیعوں کی نظروں سے غائب ہو گا جو غائب ہونے کا حق ہے۔ اسکی امامت کے اعتقاد پر وہی لوگ قائم رہیں گے جن کے دلی ایمان کا خدا نے امتحان کیا ہو گا۔

کلینی اور عیاشی نے زید بن معاویہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے اسی آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے اس کے پہلے کی آیتوں کی تفسیر شروع کی جو یہ ہیں اَلَّذِیْنَ اٰتُوْا فِیْضًا مِّنْ اَلْكِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْحُبِّ وَ الطَّاعُوْنَ (پ سورہ نساء آیت ۵) یعنی کیا تم نے ان کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا ہے کہ وہ حجت اور طاعت پر ایمان لاتے ہیں جو قریش کے دو بُت تھے مفسروں نے کہا ہے کہ اس سے مراد کعب بن الاشرف اور یہودیوں کی ایک جماعت ہے جو مکہ میں گئے اور قریش کے بتوں کو سجدہ کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ مراد حجت و طاعت سے دونوں منافق بُت جو مشہور ہیں وَ یَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا هٰؤُلَاءِ اَهْدٰی مِنْ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِّحْ لٰہِ اٰیٰتِ مٰکُوْرَہِ، مفسروں کے قول کے مطابق یعنی یہ گروہ یہود کہتا تھا کہ کفار جو اہل سفیان کے اصحاب ہیں محمد اور ان کے اصحاب سے دین میں زیادہ ہدایت یافتہ ہیں حضرت نے فرمایا کہ اس سے وہ خلقائے جور و آئمہ مراد ہیں جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ گروہ آل محمد علیہم السلام

سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے۔ اُولَٰئِكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے وَمَنْ یَلْعَنِ اللّٰهُ فَکُنْ لَّهٗ نَصِیْرًا آیت ۵۲ سورہ نساء اور جس پر خدا لعنت کرنا لئے رسول تم اس کا کوئی مددگار نہ پاؤ گے اَمَلَهُمْ نَصِیْبٌ مِّنَ الْمُلْکِ کیا ان کے لئے ملک کی حکومت میں کچھ حصہ ہے ملک سے مراد امامت اور خلافت ہے فَاِذَا الْکَاۤفِرُوۡنَ الثَّامِسَ یَقِیۡنُوۡا آیت ۵۲ سورہ نساء اگر ان کو خلافت سے کچھ حصہ مل جائے تو قلیل و کثیر کا کیا ذکر لوگوں کو ذرہ برابر حصہ نہ دیں حضرت نے فرمایا کہ ناس سے ہم اہمیت مراد ہیں جن کو وہ کچھ نہ دیں گے اور نیکر سے وہ نقطہ مراد ہے جو دائہ مخریہ پر ہوتا ہے اَمَّا یَحْسُدُوۡنَ الثَّامِسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ کیا یہ لوگ حسد کرتے ہیں ان لوگوں پر جن کو خدا نے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد پیغمبر ہیں۔ جن کی پیغمبری پر لوگ حسد کرتے ہیں اور اس پر کہ خدا نے ان کے لئے زوہرہ حلال کی ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ محمدؐ اور آپ کے اصحاب مراد ہیں اور بعضوں کا قول آنحضرتؐ اور آپ کی آل مراد ہیں اور فضل سے مراد آنحضرتؐ کی نبوت اور آپ کے آل کی امامت ہے اور حضرت امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ علیہم السلام سے روایت کی ہے جس کا ذکر عنقریب کیا جائے گا کہ حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد ہم لوگ ہیں کہ لوگ ہم پر حسد کرتے ہیں اس لئے کہ خدا نے امامت ہم سے مخصوص قرار دی ہے اور کسی غیر کو نہیں دی فَقَدْ اٰتٰیْنَا اِلٰہَ اٰبْرٰہِیْمَ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ وَاٰتٰیْنَاہُمْ مُلْکًا عَظِیْمًا آیت ۵۴ سورہ نساء بیشک ہم نے آل ابراہیم کو کتاب و حکمت عطا کی ہے جو پیغمبری ہے اور ان کو ملک عظیم دیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس سے یہ مراد ہے کہ آل ابراہیم میں سے ہم نے پیغمبروں اور اماموں کو قرار دیا تو لوگ آل ابراہیم میں تو یہ شرف تسلیم کرتے ہیں اور آل محمدؐ میں کیوں نہیں مانتے۔ فَمِنْہُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِیَوْمِہِمْ مِّنْ صَدَقَۃِہٖ وَ کَفٰی بِجَہَنَّمَ سَعِیْرًا آیت ۵۵ سورہ نساء تو اُمت ابراہیم میں سے بعض ایمان لائے اور بعضوں نے روگردانی کی اور ایمان نہیں لائے تو جہنم کی آگ اُن کو جلانے اور اُن کے عذاب کے لئے کافی ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ اہل کتاب میں سے بعض محمدؐ پر ایمان لائے۔ اور بعض نہیں لائے راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ وہ ملک عظیم جو خدا نے

آل ابراہیم کو عطا فرمایا کیلئے حضرت نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ خدا نے ان میں ایسے امام بنائے کہ جس شخص نے ان کی اطاعت کی اُس نے درحقیقت خدا کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی یہ ہے بادشاہی عظیم۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ خدا نے اُس کے بعد جو فرمایا ہے اس سے مراد ہم ہیں ہم کو چاہئے کہ ہم میں سے امام سابق اپنے بعد کے امام کو کتابیں اور علم اور رسول کے اسلحے سپرد کرے اِذَا احْكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ یعنی جب لوگوں کے درمیان حکم کرو تو اُس عدالت و انصاف کے ساتھ حکم کرو جو تمہارے پاس ہے اس کے بعد خدا نے تمام لوگوں سے خطاب فرمایا کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اَسْطِيعُوا خُطَابَ مِثْلِ خُطَابِ قِيَامَتِمْ کہ تمام مومنین کو جمع کر دیا ہے اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ اور اولى الامر سے مراد ہم ہیں اس کے بعد آیت -

فَاِنْ تَنَادَحْتُمْ فِي الْاَمْرِ فَادْعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ یوں ہی نازل ہوئی ہے اور کیونکہ خدا اولى الامر کی اطاعت کا حکم دیتا اور اُن سے نزاع کی بھی اجازت دیتا یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جن کو اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے۔

عیاشی نے روایت کی ہے کہ ابان بن تغلب نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ اولى الامر کون ہیں حضرت نے فرمایا علی بن ابی طالب علیہ السلام اور خاموش ہو گئے پھر ابان نے پوچھا کہ ان کے بعد کون تھا فرمایا امام حسنؑ یہ کہہ کر پھر خاموش ہو گئے میں نے پھر سوال کیا تو فرمایا امام حسینؑ اور پھر خاموش ہو گئے میں نے پھر پوچھا تو فرمایا علی بن الحسینؑ اسی طرح ہر ایک کے بارے میں فرما کر خاموش ہو جاتے تھے اور میں دریافت کرتا تھا یہاں تک کہ آخری امام تک کو فرمایا۔

نیز عمران جلی سے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے اُس سے فرمایا کہ تم گروہ شیعہ نے خدا کے ارشاد کے بموجب اپنے دین کی اصل حاصل کر لی ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے کہ اَطِيعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ اور اپنے رسول کی ہدایت کے مطابق کہ آپ نے فرمایا کہ دو گروہ انقدر چیزیں تمہارے درمیان چھوڑتا ہوں جب تک تم ان سے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گئے

کیونکہ تم نے منافقین اور ان کے مثل لوگوں کے کہنے سے دین اختیار نہیں کیا ہے۔  
 نیز حضرت امام محمد باقرؑ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ جناب امیر اور ان کی  
 اولاد میں سے اماموں کی شان میں نازل ہوئی ہے خدا نے ان کو بجائے پیغمبروں  
 کے قرار دیا ہے فرق صرف یہ ہے کہ یہ حضرات کسی چیز کو حلال نہیں کرتے ہیں نہ کسی  
 چیز کو حرام قرار دیتے ہیں بلکہ حضرت رسول خدا کی شریعت لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔  
 نیز مکیم سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے حضرت صادقؑ سے دریافت کیا  
 کہ میں حضرت پر خدا ہوں خدا نے جن اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے وہ کون ہیں فرمایا  
 علی بن ابی طالب حسن حسین و علی بن الحسین محمد بن علی و جعفر بن محمد جو میں ہوں لہذا اس  
 خدا کا شکریہ کرو جس نے تمہارے اماموں اور پیشواؤں کو تمہیں سچنا دیا جب کہ لوگوں نے  
 ان کا انکار کیا۔ اور دوسری روایت کے بموجب حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت  
 کی ہے کہ اولی الامر علی بن ابی طالب اور ان کے بعد چند اصیاء ہیں۔ اور فرات بن ابراہیم  
 نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ اولی الامر کے بارے میں لوگوں نے آپ  
 سے سوال کیا آپ نے فرمایا کہ اولی الامر سے مراد صاحبان علم و دانائی ہیں لوگوں نے پوچھا  
 کہ آپ حضرات سے یہ امر مخصوص ہے یا عام ہے فرمایا کہ ہم اہلبیت سے مخصوص ہے  
 اور حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اولی الامر اس آیت میں آل محمد علیہم السلام ہیں  
 اور کتاب اختصاص میں روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ سے لوگوں نے دریافت  
 کیا کہ آیا وصیاء کی اطاعت واجب ہے فرمایا کہ ہاں وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں  
 خدا نے فرمایا ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم اور  
 وہی لوگ ہیں جن کی شان میں فرمایا ہے اِنَّمَا وَلِیْکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَ الَّذِیْنَ  
 اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ هُمْ دَاٰئِمُوْنَ۔  
 (دہ سمعہ مائدہ آیہ) اور فرات اور کلینی نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ سے لوگوں  
 نے اُن اسلام کے سنوؤں کے بارے میں دریافت کیا جن کی معرفت میں کسی کو تقصیر کرنا  
 جائز نہیں اگر تقصیر کرے گا تو اس کا دین فاسد ہو جائے گا اور اس کے اعمال مقبول  
 نہ ہوں گے۔ اگر لوگوں کو اس کی معرفت حاصل ہو جائے تو دوسرے امور کا نہ جاننا  
 ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا حضرت نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دینا اور رسول خداؐ

پر ایمان رکھنا اور ان چیزوں کا اقرار کرنا جو آنحضرت خدا کی جانب سے لائے ہیں اور مال میں سے وہ حق ادا کرنا جو واجب ہے جس کو زکوٰۃ کہتے ہیں اور اس ولایت کا قبول کرنا جس کا خدا نے حکم دیا ہے اور وہ آل محمد کی ولایت ہے۔ پوچھا کہ کیا ولایت کے بارے میں کوئی دلیل ہے جس سے تمسک کیا جائے اور استدلال کیا جاسکے۔ حضرت نے فرمایا کہ کیوں نہیں؟ اور وہ خدا کا ارشاد اطیعوا اللہ آخر آیت تک ہے۔ حضرت رسالتاً نے فرمایا کہ جو شخص مر جائے اور اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانے تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ تو امام اپنے زمانہ میں خود رسول اللہ تھے۔ اُن حضرت کے بعد حضرت علی تھے لیکن بعض لوگ حضرت علی کے بجائے معاویہ کو امام جانتے ہیں۔ پھر علیؑ کے بعد امام حسنؑ تھے اُن کے بعد امام حسینؑ اپنے زمانہ کے امام تھے۔ دوسروں نے یزید بن معاویہ کو یا معاویہ کو امیر المومنین اور امام حسن علیہم السلام کے برابر قرار دیا ہے یا امام حسینؑ اور یزید علیہ اللعن کو برابر قرار دیا ہے حالانکہ وہ برابر نہیں ہو سکتے۔ پھر حسینؑ کے بعد علی بن الحسین اور امام محمد باقر تھے اور شیعہ حکومت جو ظلم کے سبب حالت تقیہ میں گزارنے کے باعث اپنے مناسک حج اور حلال و حرام نہیں کھانتے تھے یہاں تک کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ان پر ان علوم کا دروازہ کھولا اور ان کے لئے اعمال حج اور حلال و حرام بیان فرمایا یہاں تک کہ علمائے اہلسنت مسائل میں ان شیعوں کے محتاج ہوئے بعد اس کے جبکہ یہ لوگ اُن کے محتاج نہ تھے اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا کہ علمائے اہلبیت کے ہر عالم کے مقابلہ میں خلفائے جور جاہل اور فقی تھے اور آیت اور حدیث کے مطابق چاہئے کہ ہر زمانہ میں ایک امام ہو اور جو شخص اس کو نہ پہچانے جاہلیت اور کفر کی موت مرتا ہے اور ہر زمانہ میں تم دیکھو گے کہ امامان اہلبیت کے مقابلہ میں کچھ لوگ تھے جن کے بارے میں ہر صاحب عقل جو غور کرے اور سوچے تو سمجھ لے گا کہ آئمہ اہلبیت اُن سے امامت کے زیادہ سزاوار تھے اور چاہئے کہ وہی اولوالامرا اور امام ہوں پھر حضرت نے فرمایا کہ تم اس وقت زیادہ تر دین حق کے محتاج ہو گے جبکہ تمہاری جان یہاں تک پہنچے گی اور اشارہ اپنے حلق کی جانب کیا۔ اور فرمایا کہ اُس وقت دنیا تم سے منقطع ہوگی اور دین حق کے آثار تم پر ظاہر ہوں گے اُس وقت تم کہو گے کہ میرا دین بہت بہتر تھا۔



عیاشی نے اس آیت کی تفسیر میں امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے وَكَوْنُكُمْ إِلَىٰ الرَّسُولِ وَالْأُولَىٰ الْأَمْرُ مِنْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ الَّذِينَ يَسْتَسْطِطُونَ مِنْهُ هُوَ کہ حضرت نے فرمایا کہ وہ آل محمد ہیں اور یہی حضرات ہیں جو قرآن مجید کے حلال و حرام کو جانتے ہیں اور یہی بزرگوار خلق پر حجت خدا ہیں۔

میز حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں اولوالامر سے مراد آئمہ معصومین ہیں۔ ابن شہر آشوب نے مناقب میں لکھا ہے کہ اس آیت أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَالْأُولَىٰ الْأَمْرُ مِنْكُمْ کی تفسیر میں امت کے دو اقوال ہیں اول یہ کہ اولوالامر سے مراد آئمہ ہیں دوسرے یہ کہ امراء لشکر ہیں اور جب ایک قول باطل ہوگا تو ایک ثابت ہوگا ورنہ لازم آئے گا کہ حق امت سے خارج ہو گیا۔ اس بات پر دلیل کہ اس سے مراد ہم آئمہ ہیں یہ ہے کہ آیت کے ظاہری الفاظ سے اولی الامر کی عام اطاعت ثابت ہوتی ہے اس صورت سے خداوند عالم نے ان کی اطاعت کے حکم کو اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت پر عطف کیا ہے جیسا کہ خدا و رسول کی اطاعت عام ہے اور ہر شے میں واجب ہے لہذا چاہئے کہ ان کی اطاعت بھی عام ہو اگر خاص ہوتی تو چاہئے تھا کہ مخصوص حکم کے ساتھ بیان فرماتا اور جب ہر امر میں ان کی اطاعت کا واجب ہونا ثابت ہوا تو ان کی امامت بھی ثابت ہوئی اس لئے کہ امامت کے معنی یہی ہیں اور جب یہ آیت اولوالامر کے ہر امر میں اطاعت واجب قرار دیتی ہے تو چاہئے کہ وہ معصوم ہوں ورنہ لازم آئے گا کہ خدا نے امر قبیح کا حکم دیا ہے کیونکہ غیر معصوم امر قبیح کے عمل میں لانے سے محفوظ نہیں ہے اور جب اس سے امر قبیح صادر ہوگا۔ تو اس امر قبیح میں بھی اس کی متابعت کی جائے گی لہذا امراء لشکر مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ بالاتفاق عصمت ان کے لئے شرط نہیں ہے اور خصوصیت کسی امر کی آیت سے ہمیں ظاہر ہوتی۔ بعضوں نے کہا کہ اولوالامر سے مراد علمائے امت ہیں اور یہ بھی باطل ہے کیونکہ آپس میں ان کی رائیں بھی مختلف ہیں اور بعض کی اطاعت بعض کی معصیت کا سبب ہوتی ہے اور خدا ایسی بات کا حکم نہیں دے سکتا۔

ایضاً حق تعالیٰ نے اولوالامر کی اس آیت میں ایسی صفت سے تعریف کی ہے جو

علم و امارت دونوں پر ولایت کرتی ہے جیسا کہ فرماتا ہے وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ۔ امن اور خوف کو امرا کی جانب رجوع کیا ہے اور استنباط کو علماء کی جانب اور یہ دونوں باتیں صرف اس سردار میں جمع ہو سکتی ہیں جو عالم ہو شعبی کہتے ہیں کہ ابن عباس کہتے تھے کہ اس سے مراد امراء لشکر ہیں اور ان میں سب سے اول حضرت علیؑ ہیں۔

حسن بن صالح نے حضرت صادقؑ سے اول الامر کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ اہلبیت رسول کے ائمہ ہیں اور مجاہد نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے جبکہ حضرت رسول خداؐ نے مدینہ میں ان کو اپنا جانشین اور قائم مقام مقرر فرمایا تھا۔ اس وقت جناب امیرؑ نے عرض کیا تھا کہ آپ جنگ کرنے تشریف لے جاتے ہیں اور مجھے عورتوں اور لڑکوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ یا علیؑ کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی جبکہ موسیٰؑ نے ہارونؑ سے کہا تھا اخْلُفْنِي نِي قَوْمِي وَاصْلِحْ رُبِّ سُوْرَةِ اَعْرَافِ آیت ۱۲۲) یعنی میری قوم میں میرے خلیفہ رہو اور ان کی اصلاح کرو۔ جناب امیرؑ نے عرض کی ہاں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ یعنی اولی الامر علی بن ابی طالب ہیں جن کو حق تعالیٰ نے جناب رسول خداؐ کے بعد امت کے امور سپرد کئے اور مدینہ میں ان کو خلیفہ قرار دیا۔ پھر خدا نے بندوں کو یہ حکم دیا کہ ان کی اطاعت واجب سمجھیں اور ان کی مخالفت نہ کریں۔ فلکی نے ابانہ میں روایت کی ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ ابو بردہ نے حضرت علیؑ کی شکایت کی تھی یہاں تک ابن شہر آشوب کا کلام تھا۔

تیسری آیت۔ ابن شہر آشوب و عیاشی وغیرہ نے بسند ہائے معتبر روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ ہم وہ گروہ ہیں کہ خدا نے ہماری اطاعت واجب کی ہے اور انفال اور پاکیزہ مال ہمارے ہی واسطے ہے ہم علم میں راسخ ہیں اور ہم ہی وہ محسود ہیں جن کی شان میں خدا نے فرمایا ہے أَمْ يَخْشَىٰ ذَا النَّاسِ

عَلَى مَا آتَاهُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عِيَّاشِي وَغَيْرُهُ نَسِيَ اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے  
وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا (سورہ النساء آیت ۵۴) یعنی ہم نے آل ابراہیم کو بادشاہی  
بزرگ عطا کی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ملک عظیم یہ ہے کہ ان میں اماموں کو مقرر فرمایا  
جن کی اطاعت جس نے کی اُس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے ان کی معصیت کی اس  
نے خدا کی معصیت کی ہے۔ یہی ملک عظیم ہے

بصائر الدرجات میں حضرت امام محمد باقر سے بسند صحیح آمَّ يَحْسُدُونَ النَّاسَ  
عَلَى مَا آتَاهُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا جن پر  
لوگ حسد کرتے ہیں وہ ہم اہل بیت ہیں۔ اور صحیح کی طرح سند سے حضرت صادق  
سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اپنے سینہ اقدس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا  
کہ ہم وہ لوگ ہیں جن پر لوگ حسد کرتے ہیں۔ بسند صحیح دیگر اسی آیت کی تفسیر میں  
فرمایا کہ ہم ہیں وہ جن پر لوگ حسد کرتے ہیں اس امامت پر جو خدا نے ہم کو عطا کی ہے  
اور اس شرف میں امت میں کوئی دوسرا شخص داخل نہیں ہے اور دوسری بہت  
سی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے ملک عظیم سے مراد اطاعت مفردہ ہے یعنی خدا  
نے ان کی اطاعت خلق پر واجب قرار دی ہے۔ بسند صحیح روایت کی ہے کہ حضرت  
صادق سے لوگوں نے سوال کیا کہ یہ ملک عظیم کیا ہے فرمایا کہ فرض اطاعت ہے  
یہاں تک کہ قیامت میں جہنم بھی ان کی اطاعت کرے گی اس سے جس کے بارے  
میں جو کہیں گے کہ اس کو لے لے تو وہ لے لے گی اور جس کے بارے میں کہیں گے کہ  
چھوڑ دے وہ اس کو چھوڑ دے گی تاکہ وہ صراط سے گزر جائے۔ بسند صحیح دیگر  
حضرت صادق سے اس آیت فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ کی تفسیر میں  
روایت کی ہے حضرت نے فرمایا کتاب سے مراد پیغمبری ہے اور حکمت سمجھنا اور لوگوں  
کے درمیان حکم کرنا ہے وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا فرمایا کہ اس سے مراد وجوب  
اطاعت ہے۔ اور دوسری معتبر حدیث میں فرمایا کہ بخدا ہم ہی وہ لوگ ہیں جن پر لوگ  
حسد کرتے ہیں اور ہم ہی اُس بادشاہی کے سزاوار ہیں جو زمانہ قائم میں ہم کو ملے  
گی۔ اور عیاشی نے حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ کتاب سے مراد پیغمبری  
ہے وَالْحِكْمَةُ سے مراد برگزیدہ حکیمان پیغمبر ہیں اور ملک عظیم سے مراد ہدایت کرنے

والے برگزیدہ ائمہ ہیں۔ ان مضامین سے متعلق بہت زیادہ حدیثیں ہیں میں نے اتنے ہی کے ذکر پر اکتفا کی۔

عیاشی نے روایت کی ہے کہ داؤد بن فرقد نے حضرت صادق سے عرض کی کہ خدا کے ارشاد **لِلّٰہِ مَا لَکَ الْمُلْکُ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ** (یعنی کہو اے اے بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی لے لیتا ہے) کے بموجب بادشاہی خدا نے بنی امیہ کو دی ہے حضرت نے فرمایا ایسا نہیں ہے جیسا لوگوں نے سمجھا ہے خدا نے بادشاہی ہم کو دی ہے اور بنی امیہ نے ہم سے غضب کی ہے اس شخص کے مانند جو لباس رکھتا ہو اور دوسرا اس سے جبراً لے لے نو وہ اس لباس کا مالک نہ ہوگا۔

ایضاً حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ خدا نے اپنے پیغمبر کو اپنی خواہش اور محبت کے موافق ادب سکھایا۔

پھر ان سے فرمایا **اِنَّکَ لَعَلٰی خُلِّیْ عَظِیْمٌ** (سورہ القلم آیت ۴) کہ یقیناً اے رسول تم خلقِ عظیم بر فائز ہو اور تمام اخلاقِ حسنہ میں کامل ہو اس کے بعد لوگوں سے خطاب فرمایا کہ **مَا اَنْتُمْ بِالرَّسُوْلِ فُحِّدُوْہٗ وَاَمَّا نَہٰکُمْ عَنْہُ فَاَنْتَہُوْا** یعنی رسول جو کچھ تم کو عطا کریں لے لو اور اس کو منظور کرو اور جس بات سے تم کو منع کر دیں اس سے باز آ جاؤ اور اس کو ترک کر دو پھر فرماتا ہے **وَمَنْ یُّطِیعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ** (پہ آیت ۸۰) یعنی جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے تو بیشک اس نے خدا کی اطاعت کی ہے اس کے بعد امام نے فرمایا کہ رسول خدا نے امر امت علی کے سپرد کیا ہے اور ان کو دینِ خدا اور احکامِ الہی اور امور امت کا امین قرار دیا ہے اور تم نے قبول و منظور کر لیا لیکن تمام امت نے قبول کرنے سے انکار کر دیا لہذا خدا کی قسم ہم تم لوگوں سے یہ چاہتے ہیں کہ جب ہم کچھ کہیں تو تم ہم کو اور جب ہم ناموش ہیں تو تم ہم ناموش رہو لیکن ہم خدا اور اس کے خلائق کے درمیان واسطہ ہیں اور خدا کی قسم خدا نے کسی کو ہماری مخالفت میں کوئی بہتری عطا نہیں کی ہے۔

ابن شہر آشوب نے قول حق تعالیٰ **وَاللّٰہُ یُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ یَّشَاءُ** (سورہ بقرہ آیت ۲۴۵)

کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی اپنی بادشاہی جس کو چاہتا ہے دیتا ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے۔

فرات ابن ابراہیم نے حضرت صادق کے اپنی تفسیر میں اس آیت مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (سورہ احزاب آیت ۱۷) کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی جو شخص خدا و رسول کی اطاعت کرتا ہے تو وہ کامیابی عظیم سے کامیاب ہوا۔ امام نے فرمایا کہ اطاعت سے مراد امیر المومنین اور آپ کے بعد کے اماموں کی اطاعت ہے اور تفسیر محمد بن العیاش میں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے اس آیت قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَعَلَيْكُمْ مَا حَقَّ عَلَيْكُمْ وَ عَلَىٰ كُم مَّا حَقَّ عَلَيْكُمْ (سورہ نور آیت ۵۴) کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی اے رسول کہہ دو کہ خدا و رسول کی اطاعت کرو اور اگر انکار کر دو گے اور قبول نہ کرو گے تو رسول پر صرف اتنا ہی لازم ہے جس کی ان کو تکلیف دی گئی ہے یعنی رسالت کی تبلیغ اور تم پر لازم ہے اُس امر کی تعمیل جس کی تم کو تکلیف دی گئی ہے یعنی اطاعت کرنا۔ فرمایا کہ عَلَیْکُمْ مَّا حَقَّ عَلَیْکُمْ یعنی رسول پر یہ لازم ہے کہ جو تکلیف ان کو دی گئی ہے اس کو سنیں اور اطاعت کریں اور رسالت میں خیانت نہ کریں اور امت کی آزار دہی پر صبر کریں اور تم پر واجب ہے کہ قبول کرو اور عہد و پیمان کو پورا کرو جو خدا نے تم سے امامت علی کے بارے میں لیا ہے اور جو کچھ قرآن میں ان کی اطاعت کے بارے میں بیان کیا ہے وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا اگر علی کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ اور رسول پر خدا کا پیغام پہنچا دینے کے سوا کچھ لازم نہیں ہے۔

آیت نور کی تفسیر اہلبیت کے ساتھ اور اس امر کا بیان کہ وہی حضرات  
**دسویں فصل** انوار سبحانی ہیں اور مسجدوں اور ان کے مقدس مکانات کی تعریف اور  
 ظلمت کے اُن کے دشمنوں کی تاویل۔

پہلی آیت: اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نُورِ شَمْسٍ مِّنْ مِّصْبَاحٍ أَلَيْسَ بِنُورٍ ذُو جَاوَابٍ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارُ نُورٍ عَلَىٰ نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللَّهُ

الْمَثَالِ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝۳۵ سورہ نور آیت ۳۵ یہ آیہ کریمہ متشابہات آیتوں میں سے ہے اور اس کی تاویل میں بہت سی وجہیں ہیں۔ ظاہری ترجمہ یہ ہے کہ خدا آسمانوں اور زمینوں کو اپنے نور وجود و علم و ہدایت نیز کواکب وغیرہ کے انوار ظاہری سے نور عطا کرنے والا ہے۔ خدا کے نور کی صفت اور مثال مانند مشکوٰۃ کے ہے اور وہ سوراخ ہے جس میں چراغ رکھا جاتا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہا کہ وہ قندیل کے اند ایک گولہ ہے جس میں بتی ہوتی ہے اور اس مشکوٰۃ میں ایک چراغ ہو اور چراغ اس قندیل کے اندر ہو جو شیشہ یعنی بلور کی ہو اور وہ قندیل چمک رہی ہو جیسے کہ ایک بہت ہی روشن ستارہ ہے یا ستارہ نہ ہو ہے اور وہ چراغ اُس درخت بابرکت سے روشن کیا گیا ہو جو درخت زیتون ہے اور وہ درخت زیتون نہ مشرقی ہو نہ مغربی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ مشرقی یا مغربی کی جانب نہ آگاہ ہو جس پر کبھی آفتاب چمکتا ہو اور کبھی نہ چمکتا ہو بلکہ کسی کشادہ صحرا یا کسی پہاڑ کی چوٹی پر ہو جس پر ہمیشہ آفتاب چمکتا ہو تاکہ اس کا پھل بہت پختہ اور اس کا روغن بالکل صاف ہو۔ بعضوں نے کہا ہے آبادی کے مشرقی و مغرب جانب نہ ہو بلکہ آبادی کے درمیان میں ہو جو بلاد شام ہے اور اس کا زیتون تمام دنیا کے زیتونوں سے بہتر ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ کسی ایسی جگہ نہ آگاہ ہو جہاں آفتاب ہمیشہ چمکتا ہے کہ اس کو جلا دے اور نہ ایسی جگہ ہو کہ اس پر کبھی نہ چمکتا ہو اور وہ خام رہ جائے بلکہ کبھی آفتاب کی روشنی اس پر پڑتی ہو اور کبھی نہ پڑتی ہو اور قریب ہے کہ اس کا روغن بغیر آگ کے روشن ہو جائے اور اس کے نور پر نور اور زیادہ ہو کیونکہ روغن زیتون کے صاف ہونے اور قندیل کی چمک اور چراغدان میں روشنی محفوظ رہنے کے سبب سے چراغ کی روشنی زیادہ ہوتی ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے اور لوگوں کیلئے مثال بیان کرتا ہے اور خدا ہر چیز سے واقف ہے۔

اس آیت کی تاویل بہت سی وجہوں کے ساتھ مفسرین نے کی ہے۔ پہلی وجہ یہ کہ خدا نے یہ مثال اپنے پیغمبر کے لئے بیان فرمائی ہے۔ مشکوٰۃ آنحضرتؐ کا سینہ اقدس ہے اور نہ جامہ آپ کا قلب پر حکمت ہے اور مصباح پیغمبری ہے جو نہ مشرقی ہے نہ مغربی یعنی نہ نصرانی اور نہ یہودی کیونکہ نصاریٰ مشرق کی جانب نماز پڑھتے ہیں اور یہودی مغرب کی جانب شجرہ مبارکہ حضرت ابراہیم ہیں اور نور محمدؐ نزدیک ہے

کہ لوگوں کے لئے ظاہر ہوا اگرچہ کلام نہ کرے۔

دوسری وجہ یہ کہ مشکوٰۃ سے مراد ابراہیم علیہ السلام ہیں اور زجاجہ اسمعیلؑ اور مصباح محمدؐ اولہ شجرہ مبارکہ سے مراد ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ اکثر پیغمبر آپ کے سلب سے پیدا ہوئے ہیں اور وہ مشرقی ہیں نہ مغربی ہیں بیکاد یتہا یعنی نزدیک ہے کہ محمدؐ کی خوبیاں ظاہر ہوں قبل اس کے کہ ان کو وحی آئے۔ تَوٰہَا عَلٰی نُوْرٍ یعنی پیغمبری جو ایک نور ہے پیغمبری کے نسل سے ہے۔

تیسری وجہ یہ کہ مشکوٰۃ عبدالمطلب ہیں اور زجاجہ عبداللہؑ اور مصباح جناب رسول خدا ہیں۔ جو مشرقی ہیں نہ مغربی بلکہ مکی ہیں اور مکہ وسط دنیا میں ہے۔ جو چوتھی وجہ یہ ہے کہ یہ مثال خداوند عالم نے مومن کے لئے دی ہے اور مشکوٰۃ اُس کا نفس ہے اور زجاجہ اُس کا سینہ اور مصباح ایمان ہے اور قرآن جو اس کے دل میں ہے اور وہ روشن ہوتا ہے اُس مبارک درخت سے جو خدا کے بارے میں اخلاص ہے لہذا وہ درخت ہمیشہ سرسبز رہتا ہے اُس درخت کے مانند جس کے گرد و دوسرے درخت اُگے ہوں اور آفتاب کی روشنی طلوع ہونے کے وقت اُس درخت تک نہیں پہنچتا اور نہ غروب ہونے کے وقت اور مومن کی یہی مثال ہے کہ کسی فتنہ و فساد کا اثر اُس کو موثر نہیں کرتا اس لئے کہ وہ چار خصلتوں کے درمیان میں ہے اگر خدا اُس کو عطا فرماتا ہے تو وہ شکر کرتا ہے اگر کسی بلا میں مبتلا ہوتا ہے تو سبر کرتا ہے اور اگر وہ حکم کرتا ہے تو انصاف کے ساتھ حکم کرتا ہے۔ اور جب بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے تو تمام انسانوں میں اس کی مثال اُس زندہ کی سی ہے جو مردوں کے قبروں کے درمیان راہ چلے۔ نور پر نور ہے سے مراد یہ کہ اس کا کلام نور ہے اور اس کا عمل نور ہے اس کا ہر امر میں داخل ہونا نور ہے اور اس سے باہر آنا نور ہے اور قیامت میں اس کا نور کی جانب واپس آنا ہے۔

پانچویں وجہ یہ کہ یہ مثال خدا نے قرآن کے بارے میں بیان فرمائی ہے۔ مصباح قرآن ہے زجاجہ مومن کا دل اور مشکوٰۃ اس کی زبان اور اس کا دہن ہے اور شجرہ مبارکہ وحی ہے بیکاد یتہا یعنی نزدیک ہے قرآن کی دلیلیں واضح ہوں خواہ وہ نہ پڑھا جائے یا یہ کہ خدا کی دلیلیں خلافت پر روشن ہوں اس شخص کے لئے جو اُس

میں غور و فکر کرتا ہے اگرچہ قرآن نازل نہ ہو۔ اور نور پر نور ہے یعنی قرآن نور ہے اُن تمام نوروں کے ساتھ جو اس سے پہلے تھے یٰہْدِی اللّٰهُ لِنُورٍ مِّنْ نِّسَاءٍ یعنی خدا جس کی چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اُن کے دین و ایمان کی طرف یا پیغمبری اور امامت کی طرف۔ ان کے علاوہ دوسری تاویلیں بھی اس آیت کی مفسرین نے کی ہے جن کا تذکرہ طوالت کا باعث ہے جو حدیثیں کہ اس آیت کی تاویل میں وارد ہوئی ہیں چند طرح کی ہیں۔

اول یہ کہ علی بن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے اس کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ مشکوٰۃ سے مراد جناب فاطمہ زہراؑ ہیں اور فیہما مصباح سے امام حسن اور المصباح فی نہ جاجتہ میں مصباح امام حسینؑ ہیں اور چونکہ یہ دونوں حضرات ایک نور سے ہیں لہذا دونوں حضرات کی تعبیر مصباح سے کی ہے۔ امام نے فرمایا کہ زجاجہ بھی جناب فاطمہؑ ہیں یعنی جناب فاطمہؑ دنیا کی تمام عورتوں اور بہشت کی عورتوں میں کوکب درخشندہ ہیں اور شجرہ مبارکہ حضرت ابراہیمؑ ہیں لا شرقیہ ولا غربیہ یعنی وہ نہ یہودی ہیں اور نہ نصرانی بکا دن نہ تھا یضیٰ یعنی نزدیک ہے علم اُن سے اور ان کی ذریت سے جو ش مارے نُورٌ عَلٰی نُورٍ یعنی اُن سے ایک کے بعد دوسرے امام پیدا ہونگے یٰہْدِی اللّٰهُ لِنُورٍ مِّنْ نِّسَاءٍ یعنی خدا جس کی چاہتا ہے ائمہ کی جانب ہدایت کرتا ہے۔

کلینی اور فرات بن ابراہیم نے بھی یہ روایت چند طریقہ سے کی ہے اور علامہ حلی نے کشف الحق میں اور ابن بطریق نے عمدہ میں اور سید بن طاووس نے طرائف میں ابن معاذ بن شافعی سے اسی مضمون کے قریب قریب روایت کی ہے اور کہا ہے مشکوٰۃ سے مراد جناب فاطمہؑ ہیں اور مصباح سے حسنؑ اور حسینؑ ہیں اور جناب فاطمہؑ تمام زمان عالمین میں درخشندہ ستارہ (کوکب درّی) ہیں آخر تک۔

(قول مؤلف) مشبہ پر زیادہ توضیح اور تشبیہ اور مطابقت کی جہت سے ہم کہتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیمؑ انبیاء کی اصل اور بہترین فرد تھے اور انبیاء اس کی شاخوں کے مانند ہیں اور اس شاخ سے مختلف شاخیں انبیاء و صلحاء کی حضرت اسحاق کی نسل میں پھوٹیں جو بنی اسرائیل ہیں اور اولاد اسمعیل میں کہ سب سے بہتر جناب رسول خدا اور



ان کے اوصیا ہیں اور ان کے سبب اہل کتاب کے تین فرقوں یہود و نصاریٰ اور مسلمان ہیں انوارِ عظیمہ ساطع ہوئے لہذا جناب ابراہیمؑ اس شاخ اور دونوں کی بنیاد پر شجرہ زیتونہ کے مانند ہیں اور چونکہ اس شجر کے پھلوں کا تحقیق اور اس زیتون کے نوروں کا سرایت کرنا ہمارے پیغمبر اور ان کے اہلبیت میں کامل تر اور زیادہ تر اور تمام تر تھا اس لئے کہ یہ بزرگوار تمام انبیاء اور اوصیا سے افضل تھے اور امت وسط اور ائمہ وسطی یہی حضرات تھے اور ان کی شریعت اور سیرت اور طریقت سب سے زیادہ انصاف والی تھی۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا۔ ان کا وسط ہونا شریعتوں میں وسط ہونا ہے جیسا کہ یہودی مغرب کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور نصاریٰ مشرق کی جانب لیکن اس امت کا قبضہ ان دونوں کے درمیان واقع ہے اسی طرح حکم قصاص اور دیت اور ان کے تمام احکام اوسط قرار دیئے گئے ہیں لہذا خداوند تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی تشبیہ ان انوارِ عظیمہ کی وجہ سے زیتونہ سے دی ہے کہ نہ مشرقی ہے نہ مغربی یعنی اعتدال سے افراط و تفریط کی جانب متوجہ نہ ہو جیسا کہ قوم یہود و نصاریٰ میں پایا جاتا ہے۔ مشرقیہ سے نصاریٰ اور مغربیہ سے یہودیوں کی طرف ان کے قبلوں کے اعتبار سے اشارہ ہے۔ اور ممکن ہے کہ آیہ کریمہ سے مراد زیتونہ ہو جو وسط شجرہ میں ہوتی ہے نہ مشرق میں ہو کہ سورج عصر کے وقت اُس پر نہیں چمکتا اور نہ غرب عالم میں کہ آفتاب وقت طلوع اُس پر چمکتا ہے۔ اس طرح تشبیہ کامل تر اور تمام تر ہو جاتی ہے اور شبہ میں زیتونہ سے مراد مادہ بعید اُس کا علم ہے جو امامت اور خلافت کے لئے ہوتا ہے جس کا منبع و سرچشمہ حضرت ابراہیمؑ ہیں چنانچہ حق تعالیٰ نے ان کو خطاب فرمایا ہے کہ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا طرپ سورہ بقرہ آیت ۱۲۴ جو ان کی طاہر و زہریت میں سرایت کر گیا اور زہریت سے مراد وحی و الہام کے نادر مواد ہیں اور زہریت کی بنیاد اور چمک سے مراد ان مواد سے علم کا جاری ہونا ہے وَکُوْنُ مِّنْ سَاسِہٖ نَادٍ۔ نار سے مراد وحی یا تعلیم بشر یا سوال ہے کیونکہ سوال بھی آتش علم کو روشن کرتا ہے وَ نُوْزِعْ عَلٰی نُوْرٍ کٰی اَیْکَ اِمَامَہٗ کے بعد دوسرے امام سے تاویل فرمائی ہے اس لئے کہ ہر امام جو دوسرے امام کے بعد آتا ہے نور و علم و حکمت الہی کو خلق میں اضافہ کرتا ہے اسی طرح جیسے ہم نے بیان کیا اس تاویل کی مناسبت اور خوبی مثل روز روشن

کے ظاہر و آشکار ہے۔

دوسرے یہ کہ ابن بابویہ نے توحید اور معانی الاخبار میں بسند معتبر فضیل بن یسار سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ سے اَللّٰهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ کے بارے میں دریافت کیا حضرت نے فرمایا کہ ایسا ہے کہ خداوند عزوجل کے نور سے تمام آسمان اور زمین روشن ہیں میں نے عرض کی مثلِ خورشید سے کیا مراد ہے فرمایا کہ اُس کا نور محمد ہیں میں نے کشکوۃ کے بارے میں پوچھا فرمایا کہ مشکوٰۃ سینۃ محمدؐ ہے میں نے عرض کی فیہا مصباح سے کیا مراد ہے فرمایا کہ اُس میں نورِ علم ہے یعنی پیغمبرؐ ہیں نے کہا المصباح فی نہ جاجہ کیا ہے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور امیر المومنین کے دل کی طرف منتقل ہونا میں نے کہا کاتھا امام نے فرمایا کاتھا کیوں پڑھتے ہو میں نے پوچھا پھر کیا پڑھوں فرمایا کاتھا کو کب دہری میں نے کہا یوقد من شجرة مبارکۃ ذیتونۃ لا شرقیہ ولا غربیہ امام نے فرمایا کہ یہ علی بن ابی طالب کے اوصاف ہیں کہ وہ نہ یہودی تھے نہ نصرانی میں نے پوچھا یکاد ذیتھا یضی و لولہ تمسسه الناس سے کیا مراد ہے فرمایا یہ کہ نزدیک ہے کہ آلِ محمدؐ میں سے عالم کے دہن سے علم باہر آئے قبل اس کے کہ اُس سے دریافت کریں یا اس کے قبل ہی کہ بذریعہ البہام اُس پر یہ علم کیا گیا ہو میں نے عرض کی نور علی نور فرمایا کہ اس سے مراد ایک کے بعد دوسرا امام ہے

بصائر اور اختصا ص میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ مثلِ نورہ جناب رسول خدا ہیں فیہا مصباح میں مصباح سے علم مراد ہے المصباح فی نہ جاجہ میں زجاج سے امیر المومنینؑ مراد ہیں اور رسول خدا کا علم انہی حضرت کے پاس ہے۔ ایضا فرات نے تفسیر میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ مثلِ نورہ کشکوۃ فیہا مصباح یعنی علم جناب رسول خدا کے سینہ میں ہے اور نہ جاجہ امیر المومنین کا سینہ ہے یوقد من شجرة مبارکۃ نور سے مراد علم ہے لا شرقیہ ولا غربیہ یعنی آلِ ابراہیمؑ سے (وہ علم) جناب محمد مصطفیٰؐ کی طرف آیا اور اُن سے حضرت علیؑ کو ملا۔ وہ نہ مشرقی ہے

۱۔ مترجم فرماتے ہیں کہ قرأتِ کائنۃ کی قرأتِ شاد میں سے نقل نہیں کی ہے اور ضمیر کا مذکر ہونا خبر کے اعتبار سے ہے یا زجاجہ کی تاویل کے اعتبار سے یا یہ کہ زجاجہ دوم البیت کی قرأت میں نہ رہا ہو گا۔

اور نہ غریبی یعنی نہ یہودی اور نہ نصرانی ہیں۔ یکا دنزیتھا یعنی قریب ہے کہ آل محمد میں سے عالم علم کے ساتھ کلام کرے قبل اس کے کہ اس سے سوال کریں۔

کشف الغمہ میں دلائل حمیری سے روایت ہے کہ لوگوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں مشکوٰۃ کے معنی دریافت کئے حضرت نے جواب میں لکھا کہ مشکوٰۃ دل محمد ہے نیز توحید میں حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح کے بارے میں روایت کی ہے کہ اس سے مراد سینہ پیغمبر میں نور علم ہے۔ المصباح فی نہ جاحلہ زجاء امیر المومنین ہیں۔ پیغمبر کا علم علی کے سینہ میں آیا جناب رسول خداؐ نے سب کچھ ان کو تعلیم فرمادیا یوقد من شجرة مبارکة نور علم ہے لا شقیہ ولا غریبہ نہ وہ یہودی ہیں اور نہ نصرانی یکا دنزیتھا یعنی ولو لم تفسسہ ناس یعنی نزدیک ہے کہ آل محمد کا عالم اپنا علم بیان کرے قبل اس کے کہ اس سے پوچھیں۔ نور علی نور یعنی ایک امام علم نور و حکمت سے تائید یافتہ دوسرے امام کے بعد ہو اور یہ امر ہمیشہ آدم کے زمانہ سے ہے اور ہمیشہ قیامت تک رہے گا اور وہی حضرات اوصیا ہیں جن کو خدا نے زمین میں اپنا خلیفہ قرار دیا ہے اور اپنی مخلوق میں حجت بنایا ہے۔ ان سے دُنیا کسی زمانہ میں خالی نہ رہے گی۔

کافی میں بسند معتبر حضرت امام باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے وہ علم جو ان کے پاس تھا اپنے وصی کو عطا فرمایا حقیقتاً لے کے اس قول اللہ نور المسکوت والارض کا یہی مطلب ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ میں اہل آسمان و زمین کی ہدایت کرنے والا ہوں اس علم کی مثال جو میں نے اسے عطا کی ہے وہ میرا نور ہے جس سے لوگ ہدایت پاتے ہیں اس مشکوٰۃ کے مانند جس میں مصباح ہو۔ مصباح دل محمد ہے اور مصباح نور علم ہے جو ان کے قلب میں ہے۔

اور قول خداوند عالم المصباح فی نہ جاحلہ یعنی محمد کو اپنے پاس بلاؤنگا اور جو علم ان کے پاس ہے ان کے وصی کو عطا کروں گا جس طرح چراغ کو بلور کی تفذیل میں رکھتے ہیں کاتھا کو کب دہری یعنی ان کے وصی علی بن ابی طالب کی فضیلت ہے یوقد من شجرة مبارکة اصل شجرہ مبارکہ حضرت ابراہیمؑ میں جیسا کہ خداوند عالم نے ان کے حق میں فرمایا ہے۔ دَحَّمتُ اللہ وَبَرَکاتُہُ عَلَیْکُمْ اَہْلَ الْبَیْتِ اِنَّہُ خَیْرٌ مِّنْ خَیْرٍ عَلَیْہِ سُبْحَانَہُ

پھر فرمایا ہے إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَالْإِسْمَاعِيلَ عَلَى الْعَالَمِينَ لَا ذَرْبَ لَهَا بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ لَا شَرِيكَ لَهُ وَلَا غَوْثٌ لَهُ رِبِّ  
 سورہ آل عمران آیت ۳۳ یعنی تم یہودی نہیں ہو کہ مغرب کی طرف نماز پڑھو اور نصاریٰ نہیں  
 ہو کہ مشرق کی طرف نماز پڑھو بلکہ تم طریق ابراہیم پر ہو کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ  
 يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ یعنی  
 ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے لیکن باطل دینوں سے کتر اگر دین حق اور فرمانبرداروں کے  
 دین پر چلتے تھے اور نہ کافروں میں سے تھے۔ لیکن قول حق تعالیٰ یکاد نہ یتھایضی اسے مراد  
 یہ ہے کہ تمہاری اولاد کی مثال جو تم سے پیدا ہوں گے زیت کے مانند ہیں جو زیتون سے  
 نچوڑتے ہیں عنقریب وہ علم پیغمبری کے ساتھ کلام کریں گے اگرچہ فرشتہ اُن پر نازل نہ ہو۔  
 تیسرے یہ کہ علی بن ابراہیم اور فرات نے عبداللہ بن جندب سے روایت کی ہے کہ  
 اس نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں لکھا کہ آپ پر فدا ہوں میں پیر اور ضعیف اور  
 کمزور ہو گیا ہوں جن امور کے بجالانے کی پہلے قدرت رکھتا تھا اب اُس سے عاجز ہوں میں  
 آپ پر فدا ہوں آپ مجھے کچھ ایسی چیزیں تعلیم فرمائیں کہ جو مجھ کو میرے پروردگار سے قریب  
 کر دیں اور میری عقل اور میرا علم زیادہ کر دے۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ میں تم کو  
 خط بھیجتا ہوں جس کو پڑھو اور اچھی طرح سمجھو اس میں شفا ہے اس کے لئے جس کو خدا  
 چاہے اور اس میں ہدایت ہے اس کے لئے جس کو خدا دینا چاہے تم اس کو بہت پڑھا  
 کرو۔ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ پھر  
 علی بن الحسین نے فرمایا کہ بیشک محمد زین پر امین خدا تھے جب ان کو دنیا سے اٹھایا  
 اس وقت سے ہم اہلبیت میں ہیں امین ہیں۔ ہمارے پاس لوگوں کی بلاؤں اور موت اور  
 لوگوں کے نسب کا علم ہے اور اُس کا جو اسلام پر پیدا ہوا ہے اور جس شخص کو دیکھتے ہیں  
 اس کو پہچان لیتے ہیں کہ وہ مومن ہے یا منافق اور ہمارے شیعوں کے اور ان کے آباد  
 اجداد کے نام ہمارے پاس لکھے ہوئے ہیں خدا نے ہم سے اور ان سے عہد و اقرار  
 لے لیا ہے کہ جس جگہ ہم جائیں گے وہ بھی جائیں گے اور جس جگہ ہم داخل ہوں گے۔  
 وہ بھی داخل ہوں گے ہمارے اور ان کے سوا امت ابراہیم پر اور کوئی نہیں ہے۔  
 اور ہم قیامت کے روز اپنے پیغمبر کے نور سے استفادہ کریں اور ہمارے رسول خدا

پیر کا اور کمزوری میں شفا ہو جائے اُسے اٹھائے کہ یہاں رہے۔

شیعوں کے نام کے اندر کے پاس لکھے ہوئے ہیں۔

کے نور سے۔ اور ہمارے شیعہ ہمارے نور سے متسک ہوں گے جو ہم سے جدا رہے گا ہلاک ہوگا اور جو ہماری متابعت کرے گا نجات پائے گا۔ اور جو شخص ہماری ولایت سے انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص ہماری متابعت کرتا ہے تو بیشک ہم اس کی ہدایت کرتے ہیں اور وہ بھی ہدایت پاتا ہے جو ہم کو نہیں چاہتا۔ اور جو ہم کو نہیں چاہتا وہ ہم سے نہیں ہے اور اس کو اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ خدا نے ہم سے دین کی ابتدا کی ہے اور ہم ہی پر ختم کیا ہے۔ ہماری برکت سے خداوند عالم ہماری روزی زمین سے اگاتا ہے اور ہماری برکت سے خدا پانی آسمان سے برساتا ہے اور ہماری برکت سے خداوند تعالیٰ تم کو دریا میں غرق ہونے سے اور زمین میں دھنسنے سے محفوظ رکھتا ہے اور ہماری وجہ سے خدا تم کو تمھاری زندگی میں۔ قبر میں۔ میدان حشر میں۔ صراط پر۔ میزان کے نزدیک اور جنت میں داخل ہونے کا فائدہ پہنچائیگا۔ کتاب خدا میں ہماری مثال شکوۃ کی سی ہے اور وہ مشکوۃ تبدیل میں ہے لہذا ہم ہیں وہ مشکوۃ جس میں مصباح ہے اور مصباح حضرت محمد ہیں اور مصباح زجاجہ میں ہے جس کی ظاہری عرض آنحضرت ہیں اور قرأت کی روایت کے مطابق ہم زجاجہ لا شرقیہ ولا غربیہ ہیں یعنی آپ کے نسب مبارک میں کسی طرح کی خرابی نہیں ہے جس کی کبھی مشرق سے نسبت دیں اور کبھی مغرب سے یکاد نہ تھایضی و لولہ تمسستہ تاہنا سے مراد قرآن مجید نور علی نور یعنی امام ایک امام کے بعد یدھی اللہ لنورہ من یشاء سے مراد نور علی بن ابی طالب ہے خدا ہماری ولایت کی طرف اس کی ہدایت کرتا ہے جس کو دوست رکھتا ہے اور خدا پر لازم ہے کہ ہمارے ولی اور ہمارے شیعہ کو مبعوث کرے ایسی حالت میں کہ اُس کا چہرہ منور اور اسکی برہان واضح اور اس کی حجت خدا کے نزدیک عظیم ہو۔ روز قیامت ہمارا دشمن سیاہ چہرے کے ساتھ آئے گا۔ اس کی دلیلیں باطل ہوں گی۔ اور خدا پر لازم ہے کہ ہمارے دوستوں کو پیغمبروں۔ صدیقوں۔ شہیدوں اور صالحوں کا رفیق قرار دے اور کہنے

ع (ما شید صفحہ ہذا) قرآن کا استعارہ نار یعنی آگ سے اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آگ کے مناسب استعمال سے فائدہ حاصل ہوتا ہے اور غلط صورت میں نقصان اور ہلاکت کا باعث ہے اسی طرح قرآن ہے جس کے معنی و مطالب فحشہ دہی کے مطابق اس کے اہل سے حاصل کئے جائیں تو فلاح و نجات اخروی کا سبب ہے اور ربقہ حاشیہ ص ۱۸۳ پر

اچھے ہیں۔ ان کے رفیق۔ اور خدا پر لازم ہے کہ ہمارے دشمنوں کو شیطانوں اور کافروں کا رفیق قرار دے اور سید برے ہیں ان کے رفیق۔ ہمارے شہید کو تمام شہیدوں پر دس درجہ فضیلت حاصل ہے اور ہمارے شیعوں میں سے شہیدوں کو تمام شہیدوں پر سات حصہ فضیلت ہے۔ لہذا ہم ہیں نجیب اور ہم ہیں اولاد انبیاء و اوصیاء اور ہم کتاب خدا میں مخصوص ہیں اور ہم تمام لوگوں میں پیغمبر خدا کے ساتھ سب سے افضل و اولیٰ ہیں اور ہم ہی وہ ہیں کہ خدا نے اپنا دین ہمارے لئے مقرر کیا ہے اس آیت میں شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ (پہلا سورہ شوریٰ آیت ۱۳) یعنی خدا نے ہمارے لئے دین مقرر کیا ہے جس کی وصیت ہم نے نوح کو کی تھی اور جس کی وصیت ابراہیم، موسیٰ، اور عیسیٰ کے کی تھی کہ دین کو قائم کریں وَلَا تَتَّبِعُوا فِئَةً اور اس میں متفرق نہ ہوں۔ یعنی محمد کے دین پر قائم رہو۔ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ فرمایا کہ ان لوگوں پر جو مشرک ہیں یعنی ولایت علی سے انکار کرتے ہیں جس کی تم ان کو دعوت دیتے ہو یعنی ولایت علی کا قبول کرنا ان پر دشوار ہے اللَّهُ يَجْلِبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ امام نے فرمایا کہ خدا جس کو چاہتا ہے اپنی طرف برگزیدہ کرتا ہے اور جس کی پابندی اپنی طرف ہدایت کرتا ہے یعنی رسول خدا سے۔ کہتا ہے جو ولایت کو تاراج نہ کرے۔ ایسا محمد بن عیاش نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ ہماری مثال کتاب خدا میں مشکوٰۃ کے مانند ہے لہذا ہم ہیں مشکوٰۃ اور مشکوٰۃ وہ سورہ اخ ہے جہاں چراغ رکھا جاتا ہے اور چراغ نہ جاہ میں ہے اور زجاہ محمدؐ میں اور كَانَتْهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ علی بن ابی طالبؑ ہیں۔ نور علی نور قرآن ہے یہودی اللہ لنورہ من یشاء۔ خدا ہر اس شخص کی ہماری ولایت کی طرف ہدایت کرتا ہے جس کو دوست رکھتا ہے۔

پوچھتے۔ علی بن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) اگرناہل لوگوں سے حاصل کئے جائیں تو ابدی ہلاکت کا سبب ہے اور امام کی ذات سراپا نور اس لئے کہ اُس سے دنیا و آخرت دونوں جگہ فلاح ہی فلاح ہے (من ترجم)

نے اس آیت اللہ نور السموات والارض کی تفسیر میں فرمایا کہ خدا نے اپنے نور سے ابتدا کی جس طرح اس کی ہدایت مومن کے دل میں ہوتی ہے کمشکوۃ فیہا مصباح مشکوۃ مومن کا سینہ ہے اور قندیل اُس کا دل ہے اور مصباح وہ نور ہے جس کو خدا نے اُس کے دل میں قرار دیا ہے یوقد من شجرة مبارکہ شجرہ مومن ہے۔ لا شرقیہ ولا غربیہ یعنی وہ پہاڑ کے درمیان ہونہ شرقی ہو کہ آفتاب غروب کے وقت اس پر نہ چمکے اور نہ غریبی ہو کہ طلوع کے وقت اس کی روشنی اس پر نہ پڑے بلکہ طلوع و غروب کے موقعوں پر ہر وقت آفتاب اُس پر چمکے یکاد نہ یتھایضی یعنی نزدیک ہے کہ وہ نور جس کو خدا نے اس کے دل میں قرار دیا ہے روشنی بخشے اگرچہ وہ کلام نہ کرے نور علی نور یعنی فریضہ بالائے فریضہ اور سنت بالائے سنت یہودی اللہ لنورہ من یشاء یعنی نیر جس کی چاہتا ہے اپنے فرائض اور سنت کی طرف ہدایت کرتا ہے یضرب اللہ الامثال للناس فرمایا کہ خدا نے مومن کے لئے یہ مثال دی ہے۔ مومن کا ہر کام میں پانچ نوروں میں گردش کرنا ہے۔ ہر کام میں اس کا داخل ہونا نور ہے ہر کام سے باہر آنا نور ہے اس کا کلام نور ہے اس کا علم نور ہے۔ قیامت میں بہشت کی طرف اس کی بازگشت نور ہے۔ حضرت نے فرمایا سبحان اللہ خدا کی مثال نہیں۔ فلا تضيوا اللہ الامثال دیکھ سورہ نمل آیت ۴۲) لہذا خدا کے لئے مثالیں نہ بیان کرو۔

دوسری آیت بِرَقِیُّوْتِ اِذْنَ اللّٰہِ اَنْ تَرْفَعُوْا وِیْدَکُمْ فِیْہَا اَسْمُکُمْ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْہَا بِالْغَدُوِّ وَالْاَصَالِ ۝۱۶ جَالٌ لَا تُلْہِیْہُمْ تِجَارَۃٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاَقَامِ الصَّلٰوۃَ وَاِتْلَآءِ الزَّکٰوۃَ لَیَخَافُوْنَ یَوْمَآ تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَاَلَا بُصٰرًا ۝۱۷ لَیَجْزِیْہُمْ اللّٰہُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَاَیْزِیْدُہُمْ فَضْلَہٗ ۝۱۸ اللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝۱۹ (سورہ نور آیت ۳۷ تا ۴۰) یہ آیت کہ میرا آیت سابقہ کا تم ہے جو مذکور ہوئی یعنی یہ چراغ ہائے ہدایت اور انوار امامت و خلافت چند مکانوں یا چند خانداؤں میں روشن ہوتے ہیں جن کو خدا نے اجازت دی ہے اور مقدر فرمایا ہے کہ ان کو بنانے اور تعظیم و تکریم کرنے کے سبب سے ان کو بلند کریں یا ان خانداؤں کی بلندی شان پہچاننے اور ان کی امامت و خلافت کا اعتقاد رکھنے کا حکم دیا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ ان گھروں سے مسجدیں مراد ہیں بسبب کہ منقول ہے کہ مسجدیں زمین میں خدا کا گھر

ہیں جو اہل آسمان کو روشنی بخشتی ہیں جس طرح ستارے اہل زمین کو روشنی دیتے ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ پیغمبروں کے گھر ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ اور فرمایا ہے رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اور شیخ طبرسی نے کہا ہے کہ اذن اللہ ان ترفع وہ مکانات انبیاء و اوصیائے مطلق کے ہیں اور رفع سے مراد تعظیم ہے اور ان سے نجاسات کا دور کرنا ہے اور نافرمانیوں اور گناہوں سے پاک رکھنا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے رفع سے مراد ان میں اپنی حاجتیں خدا سے طلب کرنا ہے وینا کہ فیہا اسمہ یعنی ان میں خدا کا نام لیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان میں قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے یا اللہ کے اسمائے حسنیٰ ان میں بیان کئے جاتے ہیں یسبح فیہا بالعدو و الاصل یعنی ان میں صبح و شام خدا کی تشریف یہ یعنی خدا کی پاکی بیان کی جاتی ہے بعضوں نے کہا ہے کہ نماز پڑھنا مراد ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ان چیزوں سے خدا کا پاک ہونا بیان کرنا ہے جو خدا کے لئے جائز نہیں اور ان صفوں سے خدا کو متصف کرنا ہے جن کا وہ مستحق ہے اور وہ سب حکمت اور صواب سے مقرون ہیں۔ پھر بیان کیا کہ تسبیح کرنے والے کون لوگ ہیں تو خدا فرماتا ہے کہ رجال لا تلهیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ یعنی وہ لوگ ہیں جن کو تجارت اور بیع ذکر خدا سے غافل اور اپنی طرف مشغول نہیں کرے اور نہ نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے باز رکھتے ہیں یمخاضون یوما یتقلب فیہ القلوب والا بصار اور ان عبادتوں کے ذریعہ سے اس روز سے ڈرتے ہیں جس کا ہول دلوں اور آنکھوں کو متغیر کر دیتا ہے تاکہ خدا ان کے عمل کا بہترین بدلہ دے اور ان کی توفیق اپنے فضل سے زیادہ کرے اور خدا جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔ اس آیت کا یہ لفظی ترجمہ ہے اور اب اس کے ضمن میں حدیثیں بیان کی جاتی ہیں۔ عامہ و خاصہ نے انس اور بریدہ سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسول خدا نے اس آیت کی تلاوت فرمائی ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ مکانات کون ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ پیغمبروں کے مکانات ہیں اس کے بعد حضرت ابو بکر نے کھڑے ہو کر اور خانہ علی و فاطمہ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ مکان بھی ان ہی میں داخل ہے حضرت نے فرمایا ہاں بلکہ ان سب میں بہتر ہے۔ شاذان نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ میں مسجد نبویؐ میں تھا کسی نے



اس آیت کی تلاوت کی تو میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کون سے مکانات ہیں فرمایا کہ پیغمبروں کے مکانات ہیں اور اپنے ہاتھ سے جناب فاطمہؑ کے بیت الشرف کی طرف اشارہ کیا۔

محمد بن العیاش نے بسند معتبر محمد بن الفضیل سے روایت کی ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں جناب امام موسیٰ کاظمؑ سے سوال کیا امام نے فرمایا کہ بیت سے مراد خانہائے محمدؐ رسول اللہؐ ہیں اور حضرت علیؑ کا مکان بھی انہی میں داخل ہے بسند دیگر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ بیت سے مراد خانہائے آل محمدؐ ہیں جو علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام اور جناب حمزہؑ اور حضرت جعفرؑ کے مکانات ہیں۔ بالغدو والاصال فرمایا کہ اس سے مراد نماز ہے جو فضیلت کے اوقات میں ادا کی جائے پھر ان کی تعریف میں فرماتا ہے کہ رجال لا تلهیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ یعنی وہ چند مرد ہیں اور ان کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں فرمایا اس کے بعد فرمایا ہے لیجزیہما اللہ احسن ما عملوا ویزیدہما من فضلہ اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے ان حضرات کو مخصوص فرمایا ہے۔ مثل ان کی مودت و اطاعت کے واجب ہونے کے اور ان کا مسکن بہشت قرار دیا ہے۔

کلینی نے ابو حمزہ ثمالی سے روایت کی ہے کہ قتادہ بصری امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے اس سے پوچھا کہ تم ہی فقیہ اہل بصرہ ہو اس نے کہا ہاں حضرت نے فرمایا وائے ہو تجھ پر اسے قتادہ بیشک خلاق عالم نے ایک گروہ کو پیدا کیا اور ان کو اپنی مخلوق پر حجت قرار دیا تو وہ لوگ زمین کی میخیں ہیں مثل پہاڑوں کے خدا کے حکم کے مطابق قیام کرتے ہیں۔ علم خدا کے سبب نجیب ہیں خدا نے ان کو برگزیدہ کیا قبل اس کے کہ خلاق کو پیدا کرے۔ وہ لطیف اجسام عرش کی داہنی جانب تھے یہ سن کر قتادہ دیر تک خاموش رہا۔ پھر اس نے کہا کہ خدا کی قسم فقیہوں کی صحبت میں رہا ہوں اور ابن عباس کے پاس بھی بیٹھا ہوں ان میں سے کسی کے سامنے میرے دل میں ایسا اضطراب پیدا نہیں ہوا جو آپ کی خدمت میں پیدا ہو رہا ہے حضرت نے فرمایا جانتے ہو کہ کس کے پاس بیٹھے ہو اس آباد مکان والوں کے سامنے بیٹھے ہو جن کی شان میں خدا نے فرمایا ہے اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیہا اسمہ الا تم وہاں بیٹھے ہو اور وہ اس جماعت میں سے ہیں جن کا ذکر خدا نے

اس آیت میں کیا ہے۔ قتادہ نے کہا آپ نے سچ فرمایا خدا کی قسم۔ خدا مجھ کو آپ پر فدا کرے۔ خدا کی قسم یہ مکان اینٹ اور گارے کا نہیں بلکہ یہ عزت و شرف و بندی کا گھر ہے۔

کلینی نے حضرت صادق سے فی بیوت اذن اللہ ان ترفع کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ اس سے مراد پیغمبر کے مکانات ہیں۔ اور خصال میں حضرت امام موسیٰ کاظم سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ خدا نے تمام خاندانوں سے چار خاندانوں کو بلند و بزرگ کر دیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَ نُوْحًا وَ اٰلَ اِبْرٰہِیْمَ وَ اٰلَ عِمرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ۔ اور احتجاج میں روایت کی ہے کہ ابن کو انے حضرت امیر المومنین سے روایت کی ہے اس آیت کی تفسیر میں لَیْسَ الْبَرُّ اَنْ تَأْتُوْا الْبُیُوْتَ مِنْ طَهْرٍ وَّ یٰہَا الْاٰیْمٰنِیْنَ اَتَقُوْا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِہَا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ نیکی نہیں ہے کہ لوگ مکانوں میں ان کے پشت سے (چھاند کر) آئیں نیکی اس کی ہے جو خدا سے دُور ہے اور مکانوں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو حضرت نے فرمایا کہ ہم ہیں وہ مکانات جن کے بارے میں خدا نے حکم دیا ہے کہ ان کے دروازوں سے آؤ۔ اور ہم ہیں درگاہ خدا اور اس کے مکانات جن کے دروازوں اور مکانوں سے خدا کی طرف جانا چاہئے تو جس شخص نے ہماری متابعت کی اور ہماری ولایت اور امامت کا اقرار کیا۔ مکانوں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوا اور جو شخص کہ ہماری مخالفت کرتا ہے اور دوسروں کو ہم پر فضیلت دیتا ہے مکانوں میں ان کی پشت سے داخل ہوتا ہے لے

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ ان آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ خدا نے نور ہدایت و نبوت و امامت و خلافت کو ان خاندانوں میں قرار دیا ہے جو آدم کے زمانہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک دست بدست پہنچتا رہا ہے اور پھر ان سے حضرت رسالت مآبؐ کے آباء طہرین تک پہنچی ہوا اور ان سے آنحضرتؐ تک پہنچا اور اُن حضرت سے ان کے اوصیائے کرام تک منتقل ہوا اور خدا نے مقدر فرمایا کہ ہمیشہ یہ خاندان بلند و مشہور رہے اور امامت و خلافت کا محل و مقام رہے اور نور علم سے عالم روشن و منور ہوتا رہے اور ان کے مکانات اور ان کے مساکن کی ان کی حیات میں تعلیم و تکریم ہوتی رہے اور ان کے پاس معارف ربانی اور دین مبین کی شریعتیں حاصل کرتے کے لئے لوگوں کو آنا چاہئے اور ان کی وفات کے بعد ان کے مقدس صلیحوں کی تعلیم اور ان کو بخارات سے (بقیہ حاشیہ ص ۱۸۹ پر)

تیسری اور چوتھی آیت، وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ  
الظَّمَانُ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ فَوَقَّاهُ حِسَابَهُ  
وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ اَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي تَحْرِ لُحِيِّ يَغْشَاةٍ مَّوْجٍ مِّنْ فَوْقِهِ  
مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ  
يَكْدِرْ لَهَا مَن لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ ۝ (پہلے سورہ نور آیت ۴۰)

چونکہ سابقہ آیتوں میں ایمان و علم و نبوت و امامت اور کامل مومنوں کی مثال نور سے فرمائی ہے۔ اور  
یہ دونوں آیتیں کافروں کی مثال میں بیان کی ہیں جو ان فوات مقدسہ کی ضد ہیں کہ وہ لوگ جو خدا و رسول  
سے انکار کرتے ہیں اور ان کے اعمال مہراب کے مانند ہیں جو میدانوں میں ظاہر ہوتے ہیں جس کو پیاسا  
پانی لگان کر تا ہے جب اس کے نزدیک پہنچتا ہے تو وہاں کچھ نہیں پاتا اور خدا کے عذاب کے  
اس کی طرف اس کے اعمال کی جزا کو اس کے پاس پاتا ہے اور خدا بہت جلد خلافت کا حساب  
کرنے والا ہے۔ یا ان کافروں کی مثال ان تاریکیوں کے مانند ہے جو گہرے دریا میں ہو اور  
اس دریا کو ایک موج ڈھانپ لے پھر اس پر دوسری موج پھر اس موج پر بادل چھائے ہوئے  
ہوں اندھیرے کے اوپر اندھیرا ہو اور جب وہ اپنا ہاتھ جو اعضا میں سب سے زیادہ ظاہر  
عضو ہے باہر نکالتا ہے تو ممکن نہیں کہ دیکھ سکے اور جس کے لئے خدا نور نہ قرار دے تو اس کے  
لئے کوئی روشنی نہیں ہے۔

ابن مایہ نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ الَّذِينَ كَفَرُوا  
سے مراد بنی امیہ ہیں اور مراد ظلمان سے پیاسا منافق سوم ہے جو بنی امیہ کو مہراب کی جانب  
لے جاتا ہے کہ یہ پانی ہے جب وہ اس جگہ پہنچتے ہیں تو عذاب الہی کے سوا کچھ نہیں پاتے۔  
تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ ظلمان سے اشارہ ہے فتنہ  
اول و دوم کی جانب یغشاہ موج سے مراد فتنہ سوم ہے من فوقہ موج سے اشارہ  
ہے طلحہ و زبیر کی طرف۔ ظلمات بعضها فوق بعض سے اشارہ ہے فتنہ مہادیہ اور  
تمام بنی امیہ کی جانب۔ جب مومن اپنا ہاتھ ان کے فتنوں کی تاجیکی میں نکالتا ہے تو ممکن

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) پاک رکھنا چاہئے اور ان کے گھروالوں کی تعظیم و احترام کرنا چاہئے اور ان  
کی متابعت کو واجب سمجھنا چاہئے اور ان کی پیروی سے انحراف نہ کرنا چاہئے - ۱۲

نہیں کہ دیکھ سکے لہٰذا یجعل اللہ لہ نوراً فدا لہ من نور یعنی جس شخص کا بنی فاطمہ کے اماموں میں سے کوئی امام خدا نے قرار نہیں دیا ہے تو اس کے لئے قیامت میں کوئی امام نہ ہوگا کہ اس کے نور میں راستہ چلے اور جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے وَذُرْخُفُّهُ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ وَبِاَیْمَانِہِمْ رُجُتٌ سُوْرہ مدیدہ آیت ۱۲ امام نے فرمایا کہ اُمّہ قیامت میں مومنین کے نور ہونگے۔ جو ان کے سامنے اور داہنی طرف سے چلیں گے تاکہ شیعوں کو بہشت کے قصروں میں پہنچا دیں۔ اور کلینی نے اس حدیث کو بسند صحیح و موثق تھوڑے اختلاف سے روایت کی ہے اور ابن مہیار نے بسند معتبر حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ کظلمات فی بحر لجمی اشارہ ہے اول و دوم کی جانب اور من فوقہ موج سے اصحاب جمل و صفین و نہرواں کی جانب اشارہ ہے من فوقہ اصحاب ظلمات بعضا من فوق بعض سے مراد بنی امیہ ہیں اذ اخرج یدہ لہ یکلد یر لہا یعنی جب امیر المومنین اپنا ہاتھ باہر نکالتے ہیں ان کے ہاتھوں اور تارکیوں میں ممکن نہیں کہ دیکھ سکیں یعنی ان کو اچھی باتیں اور نیک مشورے دیتے تھے تو وہ لوگ نہیں مانتے تھے سوائے اس شخص کے جس کو آپ کی امامت اور ولایت کا اقرار تھا و من لہ یجعل اللہ نوراً فدا لہ من نور یعنی جس شخص کے لئے خدا نے دنیا میں کوئی امام نہ قرار دیا ہو تو اس کے لئے آخرت میں کوئی نور نہ ہوگا یعنی اس کا کوئی امام نہ ہوگا جو اس کی بہشت کی جانب رہنمائی کرے۔

پانچویں آیت قَامُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّوْمِ الَّذِیْ اَنْزَلْنَا رُحْ سُوْرہ تغابن آیت یعنی خدا و رسول پر ایمان لاؤ اور اس نور پر جسے ہم نے نازل کیا ہے۔ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد قرآن مجید ہے۔ اور کلینی و غیر ہم نے بسند ہائے معتبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم نور سے مراد اس آیت میں روز قیامت تک آل محمد کے امّہ ہیں اور خدا کی قسم وہی نور خدا ہیں جن کو خدا نے بھیجا ہے اور بخدا وہی نور خدا ہیں آسمانوں اور زمینوں میں۔ اور خدا کی قسم مومنوں کے دلوں میں نور امام آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور واللہ وہ بزرگوار مومنوں کے دلوں کو منور رکھتے ہیں اور خدا انکے نوروں کو جس شخص سے چاہتا ہے پھیلائے رکھتا ہے اس لئے ان کے قلوب تاریک نہ رہتے ہیں اور کوئی بندہ ہم کو دوست نہیں

رکھنا اور ہماری ولایت کا اقرار نہیں کرتا مگر یہ کہ خدا اس کے دل کو پاک کر دیتا ہے اور خدا کسی کے دل کو پاک نہیں کرتا جب تک وہ ہمارا فرمانبردار نہ ہو جائے اور مقام سلامتی میں ہمارے ساتھ نہ ہو جائے۔ جب وہ ہمارا مطیع ہو جاتا ہے تو خدا اس کو شہداء سے محفوظ رکھتا ہے اور اُس کو روز قیامت کے ہول سخت سے مامون قرار دیتا ہے۔

مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمُ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ  
عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ  
إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَإِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَرَضُوا  
وَنَصَرُوا وَاتَّبَعُوا التَّوْرَ الَّذِي أَنْزَلْنَا مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ٥

(پہلے سورہ الاعراف آیت ۱۵۱)

خداوند عالم مومنین متقین کے اوصاف میں جن کے لئے اپنی رحمت مخصوص فرمائی ہے فرماتا ہے کہ :-

جو لوگ پیغمبر اُمّی کی پیروی کرتے ہیں یعنی وہ پیغمبر جو لکھتا پڑھتا نہ تھا یا امامِ اُمّی

ملہ مؤلف فرماتے ہیں کہ اس تاویل کی بناء پر ان کا نازل کرنا اور ان کو زمین پر بھیجنا انکی ارواح مقدسہ کو ان کے اجسام پاک کی طرف بھیجنے کے اعتبار سے کہ روحانیت اور نورانیت کے انتہائی مرتبہ قرب حاصل کرنے کے بعد ان کو تبلیغ رسالات اور خلق کو دعوت دینے کا حکم ہے۔ تو خلق سے ان کی معاشرت مقام بند سے پستی کی جانب نازل ہونے کے مثل ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ وَكَرَّ اَرْسُوْلًا یَا اس اعتبار سے کہ بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کے نور مقدس کو صلب آدم میں ساکن کیا یا اس اعتبار سے کہ ان کی محبت و ولایت جناب رسول خدا پر نازل کی اور ممکن ہے کہ نور قرآن مراد ہوا اور اس کا اطلاق اس اعتبار سے ہو جیسا کہ سابق میں تحقیق ہو چکا کہ کتاب اللہ ناطق اور قرآن حقیقی یہی لوگ ہیں اور اس کے حافظ اور حامل اور مفسر یہی حضرات ہیں اور قرآن کا زیادہ حصہ باعتبار باطن انہی کی شان میں نازل ہوا ہے لہذا اس سبب نور کی تاویل اُن سے کی ہے اور یہ تمام وجوہوں میں سب سے زیادہ واضح ہے اور اس وجہ کے بارے میں آیت کی تاویل میں بہت سی حدیثیں ہیں جو اسکے بعد مذکور ہوں گی۔ ۱۲۔

رکتہ کے رہنے والا تھا تو ریت اور انجیل میں اس پیغمبر کے اوصاف اور اس کی پیغمبری کا ذکر اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں جو ان کو نیکیوں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے منع کرتا ہے اور ان کے لئے پاک و طاہر چیزیں حلال قرار دیتا ہے اور خبیث اور بری چیزیں ان پر حرام کرتا ہے اور دشوار امور یا عہد و پیمان کا بوجھ جو ان پر پڑا ہوا تھا کم کرتا ہے تو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کی تعظیم کی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس رسول کے ساتھ نازل ہوا ہے تو وہی لوگ کامیاب اور فلاح یافتہ ہیں۔

اکثر مفسروں نے نور سے قرآن مراد لیا ہے اور کلینی نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد امیر المومنین ہیں اور آئمہ معصومین ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ نور سے مراد امیر المومنین ہیں۔ تو خدا نے پیغمبر کے بارے میں پیغمبروں سے عہد لیا کہ وہ اپنی امتوں کو آنحضرت کے متعلق خبر دیں اور اس کی مدد کریں تو انبیائے قول سے مدد کی اور اپنی امتوں کو وہ عہد دیا اور عنقریب رجعت میں رسول خداؐ اور تمام انبیاء دنیا میں واپس آئیں گے اور ان حضرت کی دنیا میں مدد کریں گے۔

کلینی نے بھی دوسری حدیث میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ قَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّكَ اَنْتَ نُوْرٌ بِلَیْسَ بِیْنِیْ وَ اَمَامٍ عَلَیْهِ اَمَانٌ لَّا تُؤْمِنُ بِیْ وَ عَذْرَتُکَ اَخْرَ اَیْتٍ تَمُکَ۔ یعنی حجت اور طاغوت سے پرہیز نہیں کیا جو اول و دوم ہیں اور ان کی عبادت سے مراد ان کی اطاعت ہے۔ عیاشی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ نور سے مراد اس آیت میں علی بن ابی طالبؑ ہیں لہ

ساتویں آیت ۛ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفَؤْا نُوْرًا ۛ اَللّٰہُ یَا فَوْاْہِہُمْ وَاَللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہُمْ وَاَللّٰہُ اَلْکَافِرُوْنَ دِیْہُ سُوْرہ الصف آیت ۛ یعنی کفار و منافقین چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ سے پھونک کر بجھا دیں اور اپنے باطل دینوں سے دین کو بوا دیں۔ اس شخص

لہ مولف فرماتے ہیں کہ جو وہ ہیں کہ نور کے نزول کی توجیہ میں۔ پانچویں وجہ میں مذکور ہوئی ہیں وہ سب اس جگہ بھی بیان کی جا سکتی ہیں اور اس آیت کی شان نزول سے بہت مناسبت رکھتی ہیں۔ اور تیسری وجہ پانچویں وجہ بھی اس اعتبار سے بھی مناسب ہے کہ ابتدا میں نبوت نازل ہوئی ولایت امیر المومنین بھی اُسی کے ساتھ نازل ہوئی ۛ ۛ۔

کے مانند جو آفتاب کے نور کو اپنے منہ سے پھونک کر بجھانا چاہے اور خدا اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کفار ناپسند کریں۔

کلمینی وغیرہ نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے اس آیت کی تفسیر ان حضرت سے دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ لوگوں نے چاہا کہ ولایت امیر المومنین کو اپنی باتوں سے مٹا دیں اور خدا امامت کو کامل کرتا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْثَوْرَ الَّذِي أَنزَلْنَاهُ ۚ اس جگہ نور سے مراد امامت۔ لوگوں نے اس کے بعد کی آیت هُوَ الَّذِي أَنزَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ رَأًیت و سورہ مذکور کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ وہ خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ان کے وصی علی بن ابی طالبؑ کی ولایت کے لئے حکم دیا کہ ولایت دین حق ہے تاکہ اس کو حضرت قائم آل محمدؑ کے سبب تمام دینوں پر غالب کر دے جیسا کہ فرمایا ہے کہ خدا اپنے نور کو ولایت قائم آل محمدؑ کے ساتھ پورا کرے گا۔ وَ لَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۚ یٰوَلَّیْہِ عَلیؑ۔ ہر چند کہ کفار ولایت علیؑ کو پسند نہ کریں۔ لوگوں نے پوچھا کیا آیت اس طرح نازل ہوئی ہے فرمایا ہاں۔ علی بن ابراہیم نے وَاللَّهِ مُتَعَدِّتُہٗ میں روایت کی ہے کہ خدا اپنے نور کو قائم آل محمدؑ کے ذریعہ سے کامل کرے گا جب وہ ظاہر ہوں گے تو خدا اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کرے گا یہاں تک کہ خدا کے سوا کسی مقام پر غیر خدا کی عبادت نہ ہوگی جیسا کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ وہ (قائم آل محمدؑ) زمین کو اسی طرح عدل و انصاف سے بھر دیں گے جیسے کہ وہ پہلے ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

الکمال الدین میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے زمین کبھی ایسے حجت خدا سے خالی نہیں رہتی جو دانا ہوتا ہے اور وہ زمین پر امور حق سے اس چیز کو زندہ اور قائم کرتا ہے جس کو لوگ خائن اور برباد کر دیتے ہیں۔ پھر اس آیت یریدون لیطفوا نوحاً اللہ کی آخر تک تلاوت کی۔

محمد بن العیاش نے روایت کی ہے کہ امام محمد باقرؑ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ خدا کی قسم اگر تم لوگ دین حق اور ولایت ابیہیتؑ کو دست بردار ہو جاؤ تو خدا

دست بردار نہیں ہو گا۔ یعنی بلاشبہ ایسے گروہ کو پیدا کرے گا کہ جو اس دین کو اختیار کرینگے یا قائم آل محمد کو ظاہر فرمائے گا جو تمام خلق کو اس دین میں داخل کرینگے۔

ایضاً حضرت امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا صلعم ممبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ خدا نے اہل زمین پر نظر کی جیسا کہ چاہئے اور سب میں سے مجھ کو اختیار کیا پھر دوسری بار نگاہ ڈالی تو علی کو اختیار کیا جو میرے بھائی میرے وارث میرے وصی اور میری امت میں میرے خلیفہ ہیں اور میرے بعد ہر مومن کے ولی اور امام ہیں۔

جو شخص اُن سے دوستی کرتا ہے اس نے خدا سے دوستی کی اور جو شخص ان سے دشمنی کرتا ہے اس نے خدا سے دشمنی کی ہے اور جو ان کو دوست رکھتا ہے وہ خدا کو دوست رکھتا اور جو شخص ان کو دشمن رکھتا ہے خدا اس کو دشمن رکھتا ہے خدا کی قسم اس کو مومن کے سوا کوئی غیر مومن دوست نہیں رکھتا اور کافر کے سوا اس کو کوئی دشمن نہیں رکھتا۔ وہ میرے بعد زمین کا نور ہیں اور رکن زمین ہیں۔ وہی کلمہ تقدی اور عروۃ الوثقی ہیں جس کو خدا نے قرآن میں فرمایا ہے اس کے بعد حضرت نے اس آیت یریدون لیطفئوا نورا اللہ کی آخر تک تلاوت کی۔

اس کے بعد فرمایا ایہا الناس میرا کلام وہ لوگ جو موجود ہیں ان تک پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں خداوند میں تجھ کو اس امر پر گواہ کرتا ہوں دیکھ حدیث کا سلسلہ اپنے بیان میں شمع کرتے ہیں) اس کے بعد خدا نے تیسری مرتبہ زمین پر نگاہ کی اور میرے اور میرے بھائی

علی کے بعد اور گیارہ اماموں کو ایک کے بعد دوسرے کو جو اس کا قائم مقام ہو گا اختیار کیا ان کی مثال آسمان کے ستاروں کی سی ہے کہ جو ستارہ غروب ہو جاتا ہے اس کے بجائے دوسرا ستارہ طلوع ہوتا ہے۔ وہ لوگ ہادی اور ہدایت یافتہ ہیں کوئی شخص ان کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ مگر اس کے سوا جو ان کے ساتھ مکر و فریب کرے اور ان کی مدد نہ کرے۔ وہ

ائمہ سب زمین میں حجت خدا ہیں اور خلافت پر اس کے گواہ ہیں جس شخص نے ان کی اطاعت کی۔ اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی۔ اس نے خدا کی معصیت کی۔ وہ قرآن کے ساتھ ہیں۔ اور قرآن ان کے ساتھ ہے وہ قرآن سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں

تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس دار ہوں

آٹھویں آیت: - يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كَيْفَ تَ رَ حِمَّتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ



(آیت ۲۸ سورہ حدید ۲۱)

مفسرین نے یوں ترجمہ کیا ہے۔

یعنی اے وہ گروہ جو خدا کی یگانگت پر ایمان لائے ہو اور موسیٰ اور عیسیٰ کی تصدیق کرتے ہو خدا کے عذاب سے پرہیز کرو اور رسول خدا پر ایمان لاؤ یا یہ کہ (وہ لوگو جو) خدا و رسول پر ظاہر میں ایمان لائے ہو رسول پر دل سے ایمان لاؤ تاکہ خدا تم کو اپنی رحمت سے دو حصہ اس نور کا عطا فرمائے جس کی روشنی میں قیامت کے روز راستہ چلو اور خدا تم کو بخش دے اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ نور سے مراد قرآن ہے۔

کلیفی اور ماہیار وغیرہم نے بسند ہائے بسیار روایت کی ہے کہ کفیلین سے مراد جناب امام حسن اور جناب امام حسین علیہم السلام ہیں و یجعل لکم نوراً قاضی بہ یعنی تمہارے واسطے وہ امام مقرر کرے جن کی تم پر وادی کرو۔ ابن ماہیار نے دوسری سند سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ کفیلین سے مراد حسین علیہم السلام ہیں و یجعل لکم نوراً قاضی بہ۔ یعنی ایسا امام عادل جس کی اقتدا کریں اور وہ علی علیہ السلام ہیں۔ ایضاً جابر بن عبد اللہ انصاری سے بسند معتبر روایت ہے کہ کفیلین سے حسین اور نور سے حضرت علی علیہم السلام مراد ہیں اور فرات نے بھی انہی ابن عباس سے اسی مضمون کی روایت کی ہے۔ ایضاً حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ کفیلین سے مراد حسین ہیں اس کے بعد فرمایا کہ جس کو خدا گرامی کرتا ہے یا جس کو ہمارے شیعوں میں سے قرار دیتا ہے کوئی بلا بھی جو اس کو دنیا میں پہنچتی ہے اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتی اگرچہ وہ زمین کی گھاس کھاتے کے علاوہ کسی چیز پر قادر نہ ہو۔

۱۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ رحمت سے مراد رحمت اخروی ہے یا رحمت دینی اور چونکہ امام خدا کی رحمتوں اور نعمتوں میں سب سے بڑی رحمت اور نعمت اس کے بندوں پر ہے ان حدیثوں میں دونوں رحمتوں کے مصداق عظم کو بیان فرمایا ہے اور احتمال ہے کہ امام مطلق اور امام صامت ہر زمانہ میں دونوں مراد ہوں اور ان دونوں مصموں کا ذکر مثال کے طور پر ہر جو آیت کے نازل ہونے کے وقت موجود تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ کفیلین سے مراد دینی اور اخروی دونوں نعمتیں مراد ہوں اور چونکہ حضرت امام حسنؑ نعمت دینی کے سب سے بڑے مصداق تھے اس اعتبار سے کہ معاویہ سے صلح کیا اور شیعوں کی جانیں محفوظ کر لیں اور حضرت امام حسینؑ سب سے بڑے مصداق نعمت اخروی کے تھے جن کے اصحاب شہادت کے سب سے بلند درجے پر فائز ہوئے اس سبب سے ان دونوں بزرگوں کی تخصیص فرمائی اور آیت میں جو (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۶ پر)

نور اور دوسری آیت پر یَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ  
وَبِأَنْبَاءِهِمْ بَشِّرْ لَكُمْ الْيَوْمَ بَعَثْتُ نَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا إِلَّا نَهْرًا خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ  
النُّورُ الْعَظِيمُ ۚ يَوْمَ يَقُولُ الْمُسَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُوا  
نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِهِمْ كَقِيْلٍ اِرْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ بَيْنَهُم  
بِسُورٍ لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۚ يَتَنَادَوْنَهُمْ  
أَلَوْ كُنَّا مَعَكُمْ قَالُوا بَلَىٰ وَكَذَلِكَ كُنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبِصْتُمْ وَ  
عَرَّيْتُمْ الْأُمَاقِيَ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَعَزَّكَوْا بِاللَّهِ الْعَزَّوْا ۚ فَإِلْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ  
مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مَا وَلَكُمْ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۚ

دہم سورہ حدیث آیت ۱۵ تا ۱۲، جس روز تم دیکھو گے مومنین و مومنات ہر ایک کا نور جو تیزی سے  
ان کے سامنے اور واپسی جانب چلے گا اور فرشتے ان سے کہیں گے کہ تم کو خوشخبری ہو بہشت  
کی جن کے نیچے نہریں جاری ہیں تم ہمیشہ اس میں رہو گے یہ عظیم کامیابی ہے اور اس روز منافق  
مرد منافقہ عورتیں اُن ایمان والوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرو یا ہماری جانب نگاہ کرو تاکہ  
تمہارے نور سے ہم بھی کچھ فائدہ اٹھائیں ان کے جواب میں کہا جائے گا کہ اپنے پیچھے دنیا میں واپس  
جاؤ اور ایمان اور اعمال صالحہ سے نور حاصل کرو یا صحرائے عیش میں واپس جاؤ یا جس جگہ چاہو  
جاؤ کیونکہ ہم سے تم کو کچھ حصہ نہیں ملے گا پھر ان مومنین اور منافقین کے درمیان ایک دیوار چھین  
دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہو گا کہ جس میں سے مومنین اندر داخل ہونگے یا وہ رحمت  
خدا کا دروازہ ہو گا جو بہشت ہے اور اس کے باہر مذاب الہی ہو گا جس کو جہنم کہتے ہیں منافقین  
مومنین سے کہیں گے کہ کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نہ تھے مومنین کہیں گے بیشک تھے لیکن  
تم نفاق میں مبتلا اور مومنوں پر بلاؤں کا انتظار کیا کرتے تھے اور دین میں شک کرتے تھے  
اور تم کو آرزوؤں نے فریب دے رکھا تھا یہاں تک کہ خدا کا حکم یعنی موت تم کو آئی اور شیطان  
نے تم کو خدا سے غافل کر دیا تھا لہذا تم سے خدا کوئی فدیہ نہ لے گا اور نہ کافروں سے تمہارا  
ٹھکانا جہنم ہے اور وہی تمہارے لئے زیادہ سزاوار ہے اور وہ تمہارے واسطے واپس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تعشون وار و ہوا ہے اس کی بناء پر ممکن ہے روحانی مشی (چلنا) مراد ہو جس سے عقلی  
کمالات کے درجے اور اخروی مراتب حاصل ہوتے ہیں اور ممکن ہے مشی سے اروا قیامت ہو جیسا کہ بعضی فہم کی تاویل پر مکتور

ہونے کا مقام بہت بڑا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً تَصَوحًا عَلَىٰ رَبِّكُمْ أَنْ يَغْفِرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَا يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا آتِنَا نُورَنَا وَاعْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وہ رپا سود تحریر آیت یعنی اسے ایمان والوں خدا کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے خلوص دل سے توبہ کر یعنی ایسا توبہ کہ پھر ان گناہوں کا اعادہ نہ کر و امید ہے کہ تمہارا پروردگار تم پر نگاہ کرے اور تمہارے گناہوں کو بخش دے اور تم کو بہشتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ اس روز خدا اپنے پیغمبر کو اور اہل ایمان کو روانہ کرے گا۔ ان کا نور اس روز ان کے آگے آگے اور واپسی جانب چلتا ہوگا۔ اور وہ کہتے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے نور کو ہمارے لئے پورا کر دے اور ہم کو بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

علی بن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ نور ہوا یسعی بین ایدیہم و بایمانہم کے بارے میں حضرت نے فرمایا مومنوں کے امام انکے نور ہوں گے جو ان کے آگے آگے اور واپسی جانب سے چلتے ہوں گے یہاں تک کہ ان کو بہشت میں ان کے مقامات تک پہنچا دیں۔

تفسیر فرات میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ میں نے یَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ یَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ کی تفسیر حضرت سے دریافت کی امام نے فرمایا کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ وہ نور مومنین کے امام کا ہوگا جو روز قیامت ان کے آگے آگے چلے گا جبکہ خدا امام کو اجازت دے گا کہ جنات عدن میں اپنی منزلوں کو جاوے اور مومنین ان کے پیچھے ہونگے یہاں تک کہ ان کے ساتھ بہشت میں داخل ہوں اور قول حق تعالیٰ بایمانہم کے بارے میں فرمایا کہ تم لوگ قیامت کے روز دامن آل محمد پکڑ کر ان کا وسیلہ اختیار کرو گے اور وہ حضرات حسن و حسینؑ کا دامن پکڑیں گے اور وہ امیر المومنینؑ کا دامن پکڑیں گے اور وہ بخاست رسول خداؐ کا دامن پکڑیں گے یہاں تک کہ ان حضرات کے ساتھ جنت عدن میں داخل ہوں۔ خدا کے اس قول بَشِّرْ لَكُمْ أَلْيَوْمَ جَنَّاتٍ کی تفسیر ہے ابن شہر آشوب نے مناقب میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ہمارے لئے

ہمارے نور کو کامل کر دے کا مطلب ہے کہ ہمارے شیعوں کو ہم سے ملحق کر دے اور حضرت صادقؑ نے اس آیت اُنْظُرُوا نَفْسَکُمْ مِنْ نُوْرٍ کَعُوْدِکُمْ تَفْسِیْرٌ مِیْنِ فَرْمَیَا کہ خداوند عالم منافقین کے لئے نور تقسیم کریگا اور ان کے بائیں پر کے انگوٹھے میں ظاہر ہوگا اور جلد برہنہ ہو جائے گا اس وجہ سے مومنین کہیں گے کہ ہمارا نور پورا کر دے۔

علی بن ابراہیم نے حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جس شخص کے لئے قیامت میں نور ہوگا وہ نجات پائے گا اور ہر مومن کے لئے ضرور نور ہوگا۔

ایضاً تفسیر نور میں یہ بھی بیان آیا ہے کہ بارے میں روایت کی ہے کہ خدا روز قیامت لوگوں کے ایمان کے مطابق اور منافقوں کے ایمان کے مطابق ان میں نور تقسیم کرے گا تو منافقوں کے لئے نور ان کے بائیں پاؤں میں ظاہر ہوگا اور جلد زائل ہو جائیگا۔ اس وقت منافقین مومنین سے کہیں گے کہ اپنی جگہ پر بٹھہرے رہو تا کہ تمہارے نور سے ہم بھی کچھ فائدہ حاصل کریں۔ مومنین کہیں گے کہ اپنے پیچھے واپس جاؤ اور نور طلب کرو تو واپس پلٹ جائیں گے اور ان کے درمیان ایک دیوار قائم ہو جائے گی اور منافقین دیوار کے پیچھے سے مومنین کو آواز دیں گے کہ کیا تم ہمارے ساتھ دنیا میں نہیں تھے وہ کہیں گے ہاں تھے تو لیکن تمہارا نفسوں نے گناہوں کی جانب فریب دیا اور دین میں تم نے شک کیا اور مومنوں کے لئے بلاؤں کا انتظار کیا کرتے تھے۔ فالیومرلا یوخذ منکو خدیقہ۔ امام نے فرمایا کہ خدا کی قسم اس آیت سے مقصود یہودی و نصاریٰ نہیں ہیں اور خدا نے کسی کو سوائے اہل قبۃ کے مراد نہیں لیا ہے ہی موللکھ یعنی آتش جہنم تمہارے لئے زیادہ نزاوار ہے۔ اور جناب امیر علیہ السلام کے خطبہ غدیر میں مذکور ہے کہ سبقت کرنا اس امر کی جانب جو تمہارے پروردگار کی خوشنودی کا باعث ہے قبل اس کے کہ کوئی دیوار تمہارے درمیان کھینچ دی جائے جس کے اندر رحمت اور بار غدا ہو اس وقت تمہاری فریاد پر توجہ نہ کی جائے گی اور تم نالہ و زاری کرو گے اور اس کی پردہ اندہ کی جائے گی۔

کتاب خصال میں حدیث طویل میں روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ روز قیامت میری امت کے لئے پانچ علم ہوں گے۔

پہلا علم اس امت کے فرعون کے ساتھ آئے گا جو منافق اول ہے۔ دوسرا علم اس امت کے سامری کے ساتھ ہوگا جو منافق دوم ہے۔ تیسرا علم اس امت کے بائیں پاؤں کا جو منافق سوم ہے۔ چوتھا

علم معاویہ کا ہوگا اور پانچواں علم اسے علیؑ تھا راہوگا جس کے سایہ میں مومنین ہوں گے اور تم ان کے امام ہو گے۔ پھر ان چار علم والوں سے خطاب ہوگا کہ واپس جاؤ اور نور طلب کرو پھر ان کے درمیان ایک دیوار کھینچ دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اسکے اندر کی جانب رحمت ہوگی جس میں میرے شیعہ اور موالی ہوں گے۔ اور جو لوگ میرے ساتھ ہوں گے ان لوگوں نے میرے ساتھ رہ کر باغیہ فرقتے اور راہ راست سے منحرف ہو جانے والوں کے ساتھ جنگ کی ہوگی۔ دروازہ رحمت سے مراد میرے شیعہ ہیں۔ گروہ باغیہ وغیرہ منافقین میرے شیعوں کو نڈا دیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ دنیا میں نہ تھے آخر تک جیسا کہ گذرا۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ پھر میرے شیعہ اور میری امت کے مومنین جو عرض کوثر پر وارد ہوں گے اور درخت عود سج کا ایک عصا میرے ہاتھ میں ہوگا جس سے میں اپنے دشمنوں کو عرض کوثر سے اس طرح ہٹکاؤں گا جس طرح اونٹ ہٹکائے جاتے ہیں۔

خصال میں جابر انصاری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں جناب رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت نے امیر المومنینؑ سے فرمایا کہ خدا نے تمہارے شیعوں اور محبتوں کو سات خصلتیں عطا فرمائی ہیں۔ مرنے کے وقت نرمی۔ (قبر کی) وحشت کے وقت اطمینان۔ تاریکی میں نور۔ قیامت کے خوف و پریشانی سے اطمینان و سکون۔ ترازوئے اعمال کے نزدیک انصاف مراٹھ پر ہے باسانی گذرنا۔ اور بہشت میں سب سے پہلے داخل ہونا۔ اس کے بعد اس آیت نور اھو یسعی بین یدہما و بایمانھما کی تلاوت فرمائی۔

گیارھویں آیت۔ اَللّٰهُ وَرَیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُوْهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۚ وَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اُولٰٓئِہُمُ الطَّاغُوْتُ لَا یُخْرِجُوْهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ ۚ سُوْرۃ البقرہ آیت ۲۵۰ یعنی خدا ولی یا ولی امر ان لوگوں کا ہے جو ایمان لائے ہیں۔ وہ ان کو تاریکی کفر و ضلالت و جہالت سے نکال کر ایمان و ہدایت اور علم کی روشنی میں لاتا ہے۔ اور جو لوگ کافر ہو گئے ہیں یعنی علم الہی میں گذرا ہے کہ وہ لوگ کافر ہوں گے ان کا دوست و مددگار طاغوت یعنی شیطان ہے جو اہل کفر و ضلالت کا پیشوا ہے اور پیشوایان کفر و ضلالت ان کو نور ایمان و علم و ہدایت سے یا ان امور کی قابلیت سے نکال کر کفر و فسق کے ارتکاب کی تاریکی میں لے جاتے ہیں۔ یا نور و لائل و براہین سے نکال کر شکوک و شبہات کی تاریکی میں لے جاتے ہیں

خلاف امیر المومنینؑ کے شیعہ کو سات خصلتیں عطا فرمائی ہیں۔ قیامت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے۔ تاریکی میں نور۔



آیت کو مَعْمُودِہَا خَالِدُہُنَّ تک تلاوت فرمائی تو لوگوں نے پوچھا کہ اصحابِ نار (یعنی دوزخی) کون لوگ ہیں حضرت نے فرمایا کہ جو لوگ میرے بعد علی سے جنگ کریں گے وہی کفار کے ساتھ جہنم میں ہوں گے۔ اس لئے کہ ان لوگوں نے حق کا انکار کیا۔ اس کے بعد جبکہ حجت اُن پر تمام ہو گئی۔

بارہویں آیت: یَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا (سورہ نساء آیت ۴، ۵) یعنی اسے لوگوں سے پروردگار کی جانب سے تمہاری طرف (حق کی) دلیل آپکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف (حق) ظاہر کرنے والا نور نازل کیا تو جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور اس نور سے متمسک ہوئے تو خدا ان لوگوں کو عنقریب اپنی رحمت میں داخل کرے گا جس کا اُن سے وعدہ کیا ہے اور مزید برآں فضل و کرم فرمائے گا اور اُس راہ مستقیم کی طرف ان کی ہدایت فرمائے گا جس کا ان سے وعدہ فرمایا ہے یعنی وہ راہ راست جو دنیا میں اسلام اور ایمان اور اطاعت ہے اور آخرت میں بہشت کا راستہ ہے۔ بعض مفسرین نے برہاں (دلیل) سے معجزہ مراد لیا ہے۔ بعض نے دین اور بعض نے خود ذاتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مراد لیا ہے اور بعض نے کہا ہے نور سے مراد قرآن ہے۔

کتاب تاویل الایات میں دیلمی سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ برہاں سے مراد جنابِ رسالتِ نبی ہیں اور نور میں سے مراد حضرت امیر المومنین ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ نور امامت امیر المومنین سے مراد ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے امیر المومنین اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی ولایت اختیار کی ہے۔ اور مجمع البیان میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ برہاں سے مراد محمد ہیں۔ اور نور اور صراطِ مستقیم سے علی بن ابی طالب مراد ہیں۔

تیرھویں آیت: أَوْ مَن كَانَ مِيتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (پہ سورہ انعام آیت ۱۲۲) یعنی جو شخص کہ مردہ تھا (یعنی کافر تھا) تو ہم نے اسے زندہ کیا تاکہ اس کی ایمان کی طرف ہدایت کریں اور اس کے لئے ایک نور مقرر کیا جس میں وہ

لوگوں کے درمیان راستہ چلتا ہے۔ بعضوں نے نور کی علم و حکمت سے تفسیر کی ہے بعضوں نے قرآن سے اور بعضوں نے ایمان سے کیا وہ اس شخص کے مانند ہو سکتا ہے جس کی صفت یہ ہے کہ وہ کفر و ضلالت اور جہالت کی تاریکی میں پڑا ہوا ہے اور اس میں سے ہرگز باہر نہیں نکل سکتا اسی طرح کافروں کے لئے اعمال کی زینت دینی گئی ہے۔

لیکن نے بسند معتبر حضرت صادق سے وجعلنا لہ نورا کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ اس سے مراد نور امامت ہے کہ امام جس کی اقتدا کرتا ہے اور کمین مثله فی الظلمات سے مراد وہ شخص ہے جو امام کو نہ پہچانے۔ اور دوسری معتبر سند سے روایت کی ہے کہ جب خدا نے چاہا کہ حضرت آدم کو خلق کرے۔ روز جمعہ کی پہلی ساعت میں حضرت جبریلؑ کو بھیجا انھوں نے ایک مٹھی واسٹے ہاتھ کی ساتویں آسمان سے پہلے آسمان تک میں سے اور بائیں ہاتھ کی ایک مٹھی زمین ادل سے ساتویں طبقہ زمین تک سے لی تو خدا نے اس کی طرف خطاب کیا جو کچھ جبریلؑ کے واسٹے ہاتھ میں تھا کہ تجھ سے پیغمبروں اور ان کے اوصیاء، صدیقیوں، مومنوں اور سادات مندوں کو پیدا کروں گا۔ اور جو کچھ ان کے بائیں ہاتھ میں تھا اس سے خطاب کیا کہ تجھ سے جباروں، مشرکوں، کافروں اور اشیاء کو پیدا کروں گا۔ پھر ان دونوں طینتوں کو آپس میں مخلوط کیا تو ولایت میں ایک دوسرے سے جدا ہو سکے جیسا کہ فرماتا ہے يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ یعنی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ حضرت نے فرمایا وہ زندہ جو مردہ سے نکالا جاتا ہے وہ مومن ہے جس کو کافر کی طینت سے باہر لاتا ہے اور مردہ جو زندہ سے باہر آتا ہے وہ کافر ہے جو مومن کی طینت سے نکلتا ہے لہذا زندہ مومن ہے اور مردہ کافر۔ یہ ہیں قول حق تعالیٰ اَوَمَنْ كَانَ مِيتًا فَاحْيَيْنَاهُ كَمَنْ كَانَ هَيَاتًا فَجَعَلْنَاهُ سَابِقًا لِلْآخِرِينَ سے اختلاف ہے اور اس کی زندگی اس وقت ہوتی ہے جبکہ خدا اپنی قدرت سے اس کی طینت کو کافر کی طینت سے جدا کرتا ہے۔ اسی طرح حضرت رب العزت مومن کو ولادت میں کافر کی تاریک طینت سے نور کی جانب باہر لاتا ہے اس کے بعد جبکہ وہ اس میں داخل ہو چکا ہوتا ہے اور کافر کو نور سے ظلمت کفر کی جانب نکالتا ہے

جو مومن کی طینت ہے جیسا کہ فرماتا ہے لِيُنْفِذَ مَا مَنَّا كَانْ حَيًّا وَمُيْتًا عَلَى الْكَافِرِينَ یعنی پیغمبر کو بھیجا کہ وہ اس کو ڈرائے جو زندہ مومن ہوتا ہے اور کافروں پر عذاب کا وعدہ



صحیح ہو جائے یا ان پر حجت تمام کرے۔

عیاشی بنے حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت کی روایت کی ہے کہ بیت سے مراد وہ شخص ہے جو ہمارے امامت کی معرفت نہیں رکھتا اور اسی حیات کے معنی یہ ہیں کہ اس کو امامت کی معرفت حاصل ہو گئی۔ اور نور سے مراد حضرت علی بن ابی طالب ہیں اور جو کچھ ظلمات ہیں ہے اس کی مثال خلق کے وہ لوگ ہیں جو کچھ نہیں جانتے اور اپنے امام کو نہیں پہچانتے اور ان لوگوں کی طرف اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا۔ اور ابن شہر آشوب نے اسی مضمون کے قریب روایت کی ہے اور علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ اومن کان مبتائینی وہ حق سے جاہل ہوتا ہے۔

فاحیینا کہ یعنی ہم حق کی طرف اس کی ہدایت کرتے ہیں وجعلنا لہ نورا اور نور سے مراد ولایت ہے کہن مثله فی الظلمت یعنی ائمہ کی ولایت کے بارے میں حق سے بے بہرہ ہیں۔

چودھویں آیت :- وَلَیْسَ دَخَلَ بَیْتِیْ مُؤْمِنًا وَّلَیْسَ مُؤْمِنِیْنَ وَاَلْمُؤْمِنَاتُ وَاَلَا تَرٰ اَنَّہٗ لَا یَدْخُلُ الْغَیْلِیْنَ (پہلے سورہ نوح آیت ۲۸) یعنی اسے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے پدر کو بخش دے اور جو میرے گھر میں صاحب ایمان داخل ہوا اس کو اور مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو اور ظالموں کے لئے ہلاکت کے سوا اور کوئی چیز منت بڑھا۔

علی بن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ بیت سے مراد ولایت ہے کہ جو شخص ولایت قبول کرتا ہے گویا کہ وہ پیغمبروں کے گھروں میں داخل ہوا ہے شیخ طبرسی نے کہا ہے کہ بیت سے مراد یا آنحضرت کا گھر ہے یا کشتی اور بعضوں نے کہا ہے کہ خانہ محمدؐ مراد ہے اور مومنین سے مراد یا تمام مومنین ہیں یا اُمت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔

کلینی اور ابن ماہیار نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے خداوند عالم کے قول ذَا الَّذِیْ الْمَسَاجِدَ اَللّٰہُ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا ط کی تاویل میں روایت کی ہے یعنی مسجدیں اللہ کی ہیں بندہ راہیں خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے حضرت نے فرمایا کہ مسجدوں سے مراد

۱۔ مولف فرماتے ہیں کہ بیت سے بیت معنوی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا یعنی عزت و کرامت و اسلام و ایمان کا خاندان تو جو شخص ان کی ولایت اختیار کرتا ہے تو وہ اسی خاندان میں داخل ہو گیا اور ان سے ملحق ہو گیا لہذا شیعیان علی و اہل ولایت ہیں اس گھر میں داخل ہیں اور دُعائے نوح میں شامل ہیں۔ ۱۲

خدا کے اوصیاء ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مساجد سے ائمہ مراد ہیں۔ ایضاً ابن مہیار نے امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار سے سنا کہ مساجد سے مراد اوصیاء اور ائمہ ہیں جو ایک کے بعد دوسرے امام ہیں۔ لہذا مراد یہ ہے کہ تم ان کے سوا کسی اور کی طرف لوگوں کی دعوت و ہدایت مت کرو ورنہ تم اس شخص کے مانند ہو جاؤ گے جس نے کسی غیر خدا کو پکارا ہے سہ عیاشی نے حضرت صادقؑ سے اس آیت **وَأَقِيمُوا وَجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ** کی تفسیر میں روایت کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اپنے چہروں کو ہر مسجد یعنی ہر نماز کی جگہ یا نماز کے وقت بھکاؤ۔ امام نے فرمایا کہ مسجد سے مراد ائمہ ہیں سہ

عیاشی نے حضرت صادقؑ سے خدا کے اس قول **خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ**

لفظ متوقف فرماتے ہیں کہ مفسرین نے مسجد کی تاویل میں اختلاف کیا ہے جو اس آیت کریمہ میں وارد ہوئی ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ مقامات ہیں جو عبادت کے لئے بنائے گئے ہیں اور بعض حدیثوں میں بھی ایسا ہی وارد ہوا ہے۔ اور بہت سی حدیثوں میں جناب امیر اور حضرت صادق اور امام محمد تقی علیہم السلام سے منقول ہے کہ مساجد سے مراد سات اعضاء انسانی ہیں جن کو سجدہ میں رکھنا چاہئے پیشانی۔ ہاتھوں کی دونوں پٹیلیاں دونوں گھٹنے اور پاؤں کے دونوں انگوٹھے۔ لیکن جو تاویل ان حدیثوں میں وارد ہوئی ہے اس کی چند چیزیں ہیں۔ اول یہ کہ ان معصومینؑ کے خانہائے مقدس ان کی حیات ہیں اور ان کی وفات کے بعد ان کے مشاہد مقدس مراد ہوں لہذا ان حدیثوں میں ایک مضاف مقدر کرنا چاہیئے۔ اس بناء پر ممکن ہے کہ تمام مقامات متبرکہ مراد ہوں۔ اور ایک فرد کا خصوصیت سے ذکر کرنا اس لئے ہو کہ وہ سب میں افضل و اشرف ہو۔ دوسرے یہ کہ معنوی مکانات سے مراد ہو جیسا کہ سابق میں مذکور ہوا۔ تیسرے یہ کہ اصناف تقدیر جی ہوں اس لئے کہ اصل میں یہی حضرات اہل مساجد ہیں

سہ ممکن ہے کہ مراد یہ ہو کہ مسجد ائمہ منصوبین کے گھر ہیں یعنی چاہئے کہ ان بزرگواروں کی حیات میں ان کے خانہائے مقدسہ کی طرف ان سے علوم دین حاصل کرنے اور ان کی اطاعت و پیروی کرنے کے لئے رجوع کرو اور ان کی وفات کے بعد ان کے مشاہد مشرف کی زیارت کے لئے رجوع ہو۔ یا مسجد سے مراد اہل مسجد ہوں اس لئے کہ یہی حضرات مسجودوں کی تعمیر اور ان کے آباد کرنے والے ہیں یا ان بزرگواروں کو مجازاً مسجد اس لئے کہا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ان کے نزدیک بقیہ حاشیہ صفحہ آٹھ

کی تفسیر میں روایت کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر مسجد کے نزدیک اپنی زینت کر و حضرت نے فرمایا کہ مسجد سے مراد ائمہ ہیں اور اس حدیث کی چند طریقوں سے توجیہ کی جاسکتی ہے۔ اول یہ کہ مسجد سے مراد ان حضرات کے مقامات اور مشاہد مقصد ہوں۔ جیسا کہ بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ دوسرے یہ کہ مراد یہ ہو کہ خطاب اس آیت میں انہی بزرگواروں سے ہو چنانچہ حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ یہ آیت نماز جمعہ و نماز عیدین کے لئے مخصوص ہے اور جبکہ یہ حاضر و موجود ہوں تو یہ دوسروں پر مقدم ہیں۔ تیسرے یہ کہ زینت کی تاویل دلائل کے ساتھ ہو جیسا کہ بعض حدیثوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے لیکن حدیثوں میں ہر نماز کے وقت لباس فاخرہ پہننا مراد ہے بعض میں خوشبو لگانا اور بعض میں ہر نماز کے وقت لکھی کرنا لے جس میں بیان ہے کہ یہی حضرات خلق پر گواہ ہیں اور بندہ ان کے اعمال ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور اس سلسلہ میں

## گیارہویں فصل

حسب ذیل آیتیں ہیں

پہلی آیت :- وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (سورہ بقرہ آیت ۱۴۳)

دوسری آیت :- فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (سورہ الناز آیت ۴۱)

تیسری آیت :- قُلْ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (سورہ توبہ آیت ۱۰۵)

چوتھی آیت :- يَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ

(بقیہ ماثریہ صفحہ گزشتہ) خضرع اور ان کی تنظیم کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ کس سے مسجدوں میں نماز کے وقت یا مطلقاً قبلہ کی طرف رخ کرنا مراد ہے۔

لہٰذا مؤلف فرماتے ہیں کہ حدیثوں میں باہم ارتباط اس طرح میرے خیال میں ممکن ہے کہ زینت سے مراد عام رومانی و جہانی زینتیں ہوں۔ اور ولایت الہیہ تمام زینتوں میں افضل و اشرف رومانی زینت ہے اور ہر حدیث میں جو راوی کے عقل اور اس کے حال کے مناسب تھا بیان فرمایا ہے۔

شَهِيدًا عَلَىٰ هَؤُلَاءِ ۚ شَهِيدًا ۚ اِنْ رَپَّ سُوْرَةُ النُّعْلِ اَيَّتِ ۱۹

پانچویں آیت :- وَ جَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِّلَّةَ اَبِيكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شَهِدَآءَ عَلَى النَّاسِ

رپا سوره الحج آیت ۸۰

چھٹی آیت :- وَ تَرْغَبُوْا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَآؤُلَآءُ بُرْهَانُكُمْ فَعَلِمُوْا اَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (رپا سوره النمل آیت ۲۵)

ساتویں آیت :- وَ اَسْمٰتُ الْاِمْرَآءِ يَنْوِيْرَتُهَا وَ وُضِعَ الْكِتَابُ وَ جِئْتُ بِالْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ وَ قَضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (رپا سوره الزمر آیت ۱۸) آٹھویں آیت :- وَ يَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هَؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ (رپا سوره ہود آیت ۱۸)

نویں آیت :- اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ وَيَتْلُوْهُ شَآهِدٌ مِّنْهُ ؕ (رپا سوره ہود آیت ۱۴)

دسویں آیت :- وَ جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَ شَهِيدٌ ؕ (رپا سوره ق آیت ۲۱) پہلی آیت کا ترجمہ :- ہم نے اسی طرح تم کو امت وسط قرار دیا یعنی امت عادل یا افراد و تفریط کے درمیان قائم رہنے والی امت جیسا کہ سابق میں مذکور ہو چکا یا امتوں میں سب سے بہتر تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ ہوں۔

شیخ طوسی نے کہا کہ ان کے شاہد ہونے میں تین اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ کہ وہ لوگوں پر ان کے ان اعمال کے دنیا و آخرت میں گواہ ہیں جو حق کی مخالفت میں کئے گئے ہوں جیسا کہ فرمایا جَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَ شَهِيدٌ دوسرا قول یہ کہ مراد یہ ہوگی کہ تم لوگوں پر حجت ہو اور ان کے لئے حق و دین بیان کرو اور رسول تم پر گواہ ہوں اور تمہارے لئے حق و دین بیان کریں۔ تیسرا قول یہ کہ یہ حضرات انبیاء کے بارے میں گواہی دیں گے کہ انہوں نے احکام الہی کی تبلیغ کی اور ان کی امتوں نے ان کو بھٹلایا۔ اور ان پر رسول کے گواہ ہونے کا یہ مطلب ہو کہ ان کے اعمال کے گواہ ہونگے یا ان پر حجت ہونگے یا قیامت میں ان کے بارے میں گواہی دیں گے کہ انہوں نے سچ گواہی دی ہے اس صورت میں علیٰ معنی لام ہوگا یعنی علیکم

کے معنی لکھ ہوں گے لہ

مکین صغار ابن شہر آشوب اور عیاشی نے بسند ہائے معتبر حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ہم امت وسط ہیں۔ اور ہم مخلوق پر خدا کے گواہ ہیں اور زمین میں حجت خدا ہیں۔

فرات نے بسند معتبر حضرت امام باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ہر زمانہ میں ہم اہلبیتؑ میں سے ایک گواہ ہے۔ حضرت علیؑ اپنے زمانہ میں امام حسنؑ اپنے زمانہ میں اور امام حسینؑ اپنے زمانہ میں اور ہر امام جو اپنے زمانہ میں خدا کی جانب لوگوں کی ہدایت کرے اپنے زمانہ کا گواہ ہے۔

ایضاً بصائر میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اُمّۃ وسطا یعنی عدلاً تکتونوا شہداً علی الناس یعنی ائمہ جو لوگوں پر گواہ ہیں دیکھو الرسول علیکم شہیداً یعنی رسول تم پر گواہ ہوں گے۔ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ ہم لوگوں پر ان کے حلال و حرام کے بارے میں اور جو کچھ احکام الہی کو ضامع کیا ہے ان سب پر گواہ ہیں۔ کافی اور بصائر میں امیر المؤمنین سے روایت کی ہے کہ خدا نے ہم کو برائیوں سے پاک اور گناہوں سے معصوم قرار دیا ہے اور اپنی مخلوق پر گواہ بنایا ہے اور اپنی زمین پر حجت قرار دیا ہے اور قرآن کے ساتھ ہم کو اور ہمارے ساتھ قرآن کو تون کیا ہے۔ ہم اس سے جدا نہ ہوں گے اور نہ وہ ہم سے جدا ہو گا۔

عیاشی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ہم تمام سطوں سے اوسط اور

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ آیت میں یہ خطاب ائمہ کی طرف ہے اور وہ خلق پر گواہ ہیں اور یہ حدیثیں دو وجہوں پر معمول کی جاسکتی ہیں اذّٰلٰی کہ خطاب مخصوص انہی حضرات سے ہوا اور امت سے مراد وہی حضرات ہوں جیسا کہ بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ آیت اس طرح نازل ہوئی ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَ سَطًا و مرے یہ کہ خطاب تمام امت سے ہو اس اعتبار سے کہ ائمہ علیہم السلام بھی امت میں داخل ہیں لہذا ائمہ کا یہ ارشاد کہ ہم امت وسط ہیں اس کا یہ مطلب یہ ہو گا کہ ہمارے سبب سے یہ امت اس صفت سے موصوف

بہتر ہیں یعنی فرشتوں اور مندوں سے جن کو صدر مجلس میں بچاتے ہیں۔ اصنافِ خلاق کے ساتھ جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وکذلك جعلناكم امة وسطا چاہیے کہ غلو کرنے والا ہماری طرف رجوع کرے اور حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کیا تم گمان کرتے ہو کہ اس آیت میں گواہوں سے مراد تمام اہل قبلہ ہیں خدا کی وحدانیت کے قائل ہیں۔ ایسا نہیں ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ جس شخص کی گواہی دنیا میں ایک صانعِ خسرے پر قبول نہیں کی جاتی حق تعالیٰ قیامت میں اُس سے گواہی طلب کرے گا اور تمام گذشتہ امتوں کے سامنے قبول کرے گا ایسا نہیں ہے خدا نے ایسا ارادہ نہیں کیا ہے مگر اُسی جماعت کا جن کے حق میں جناب ابراہیمؑ کی دُعا قبول ہوئی ہے اور وہ لوگ مراد ہیں جن سے خدا نے یہ خطاب فرمایا ہے کہ کنتہ خبیث امة اخرجت للناس یعنی تم بہترین امت ہو کہ لوگوں کے لئے مقرر کئے گئے ہو اس کے بعد ان کے اوصاف فرماتا ہے کہ یہ لوگ نیک کاموں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے منع کرتے ہیں اور اس سے مراد ائمہ ہیں اور وہی حضراتِ اُمت وسط اور تمام امتوں میں سب سے بہتر ہیں نیز انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ پیغمبروں اور اماموں کے سوا لوگوں کے گواہ اور نہیں ہیں کیونکہ جائز نہیں ہے کہ خدا تمام امت سے گواہی طلب کرے حالانکہ ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کی گواہی ایک ٹہنی سبزی پر بھی نہیں قبول کی جاتی ابوالقاسم حکافی نے شواہد التنزیل میں حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے اس ارشاد میں لتکونوا شهداء علی الناس میں ہمارا ارادہ کیا اور ہم سے خطاب فرمایا ہے لہذا رسول خداؐ ہم پر گواہ ہیں اور ہم خدا کی جانب سے خلق پر گواہ ہیں اور زمین میں خدا کی حجت ہیں اور ہم ہی وہ ہیں جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے وکذلك جعلناكم امة وسطا۔

دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اس وقت کا فرد کا حال کیا ہو گا جس وقت ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام ہیں جو اپنی اپنی امت کے گواہ ہیں اور اے محمدؐ تم کو ان سب پر گواہ قرار دیں گے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اے رسولؐ تم اپنی امت پر گواہ ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ تم ان لوگوں پر گواہ ہو۔ چنانچہ کلینی نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اُمت محمدؐ کے بارے میں

امت وسط اور امت پر گواہ ائمہ معصومین ہیں اور ان پر رسول خدا گواہ ہیں۔

نازل ہوئی ہے اور بس اور ہر قرن اور ہر عہد میں ہم میں سے ایک امام اس امت پر ایک گواہ ہے۔ اور محمد ہم پر گواہ ہیں

کتاب احتجاج میں حدیث طولانی میں حضرت امیر المومنین سے روایت ہے کہ آپ نے اہل موقف کی صفت میں فرمایا کہ رسولوں کو روکیں گے اور ان سے سوال کیا جائے گا کہ کیا تم نے میری رسالت اپنی اُمتوں کو پہنچائی جس پر میں نے تم کو مامور کیا تھا۔ وہ تمام انبیاء کہیں گے کہ ہم نے پہنچایا تو ان کی اُمتوں سے سوال کیا جائے گا کہ کیا پیغمبروں نے میری رسالتیں تم لوگوں کو پہنچائیں۔ تو امت کے کافر لوگ انکار کریں گے جیسا کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْتَدْلِي

الْمُتَّسِلِينَ ۚ كَفَّارُكُمْ كُفَّارُ ۚ کفار کہیں گے مَا جَاءَ مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ اس وقت انبیاء جناب رسول خدا سے گواہی طلب کریں گے اور آنحضرت گواہی دیں گے کہ انبیاء علیہم السلام سچ کہتے ہیں اور ان کی امت سے وہ جھوٹ بولتے ہیں جنہوں نے تبلیغ رسالت کا انکار کیا ہے پھر ہر رسول کی امت سے خطاب فرمائیں گے کہ بَلَىٰ قَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ یعنی بلاشبہ تمہاری طرف جنت کی خوشخبری دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا آیا ہے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ قادر ہے اس بات پر کہ تمہارے اعضا و جوارح کو گویا کر دے کہ وہ تمہارے لئے گواہی دیں کہ رسولان خدا نے اس کی رسالت تم کو پہنچا دی ہے اور یہ اشارہ ہے خدا کے اس قول کی طرف فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْكُمْ أَفْجَاءً اس وقت آنحضرت کی گواہی کو اس خوف سے رو نہ کر سکیں گے کہ ایسا نہ ہو کہ ان کے لبوں پر مہر لگا دی جائے اور ان کے اعضا و جوارح ان کے افعال پر گواہی دیں۔ اس کے بعد جناب رسول خدا اپنی امت کے منافقوں اور کافروں کے متعلق گواہی دیں گے کہ یہ ملحد ہو گئے تھے اور دین سے برگشتہ ہو گئے تھے اور آنحضرت کے وصیوں سے عداوت کی اور ان عہد و پیمان کو توڑ ڈالا تھا اور ان کی سختی کو بدل ڈالا اور ان کے اہلبیت پر ظلم کیا اور دین سے اُلٹے پاؤں پھر گئے اور مرتد ہو گئے تھے اور اُن اُمتوں کی پیروی کی جنہوں نے پہلے اپنے پیغمبروں سے خیانت کی اور ان کے اوصیاء پر ظلم کئے اس وقت سب اپنے کفر و ضلالت کا اقرار کریں گے اور کہیں گے۔ سَاءَ مَا غَلَبْتَ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ۚ یعنی خداوند ہم پر شقاوت

غالب ہو گئی تھی اور ہم گمراہوں کے گروہ میں تھے۔ اس کے بعد جُنَّانِکَ عَلٰی هٰؤُلَاءِ شَهِدًا  
خدا فرماتا ہے کہ یَوْمَیْذِ یَوْمَئِذٍ الَّذِیْنَ کَفَرُوا وَعَصَوُا التَّوْحِیْدَ لَوْ تَسْوٰی بِهٖمْ  
اَلَا تَرٰ حَقَّ ذٰلَکَ لَا یُکْتَمُوْنَ اللّٰهُ حَیْثُ نَارُہِ سورہ نسا آیت ۴۲) یعنی جس روز کہ سب گواہ  
ان کے خلاف گواہی دیں گے تو وہ گنہگار لوگ اس بات کو دوست رکھیں گے اور  
آرزو کریں گے کہ مر جائیں اور زمین میں دھنس جائیں اور کوئی بات خدا سے نہ چھپے گی۔  
علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے جناب  
امیر کا حق غضب کیا ہے جب کہ آرزو کریں گے کہ جس مقام پر وہ جمع ہوئے تھے اور  
حق امیر المؤمنین غضب کیا تھا کاش زمین ان کو نگل لیتی۔ اور جناب رسول خدا نے امیر المؤمنین  
کے حق میں اعلان کو کوئی ضلالت کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا۔ خدا سے چھپا نہ سکیں گے۔  
تیسری اور چوتھی آیتوں کا مضمون آپس میں ایک دوسرے سے نزدیک ہے۔

تیسری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ (اے رسول) کہہ دو کہ جس امر پر تم مامور ہوئے اس کو  
بجالاؤ۔ یا یہ حکم تہدید کے طور پر ہے۔ تو بہت جلد خدا اور رسول اور مومنین تمہارے اعمال  
کو دیکھیں گے! اور تم لوگ بہت جلد ظاہر و پوشیدہ باتوں کے جاننے والے کی طرف  
پٹائے جاؤ گے تو وہ تم کو وہ سب کچھ بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

مفسرین نے مومنین کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا ہے کہ مومنین سے مراد  
شہداء ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ اعمال لکھنے والے فرشتے ہیں۔ اور بہت سی حدیثیں  
خاصہ و عامہ کے طریقہ سے وارد ہوئی ہیں کہ مومنین سے مراد ائمہ اطہار ہیں۔ چنانچہ صفار و  
ابن شہر آشوب اور عیاشی اور کلینی وغیرہم نے بسند ہائے بسیار روایت کی ہے کہ  
جناب امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام نے فرمایا کہ ہر جگہ مومن سے مراد ہم ائمہ  
ہیں۔ اور مجالس میں شیخ طوسی اور بصائر الدرجات اور تفسیر عیاشی میں حضرت باقرؑ سے  
روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا اصحاب کے مجمع میں بیٹھے تھے اور فرمایا کہ  
تمہارے درمیان میرا ہونا تمہارے لئے بہتری ہے اور تم سے میرا جدا ہونا بھی بہتری  
ہے یہ سن کر جابر بن عبد اللہ انصاری اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ تمہارے درمیان  
آپ کا ہونا تو معلوم ہے کہ بہتر ہے لیکن آپ کی جدائی کس طرح ہمارے لئے بہتر  
ہے حضرت نے فرمایا کہ میرا تمہارے درمیان رہنا اس طرح بہتر ہے کہ خدا نے فرمایا



ہے مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ  
یعنی ایسا نہیں ہے کہ خدا ان پر عذاب کرے جبکہ تم ان کے درمیان ہو۔ اور ایسا بھی نہیں  
ہے کہ خدا ان پر عذاب کرے حالانکہ وہ اس سے مغفرت کی دعا کرتے ہوں حضرت  
نے فرمایا کہ اُن پر عذاب تلوار کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور ہماری مزارقت تمہارے لئے  
اس طرح بہتر ہے کہ تمہارے اعمال ہر دو شنبہ اور پنجشنبہ کو میرے سامنے پیش ہوتے  
ہیں اگر تمہارے نیک اعمال دیکھتا ہوں تو خدا کا شکر بجالاتا ہوں اور اگر بُرے اعمال  
پاتا ہوں تو تمہارے لئے خدا سے آمرزش طلب کرتا ہوں۔

مجالس شیخ اور بصائر الدرجات میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ ابن اذنیہ نے  
حضرت صادقؑ سے خدا کے اس قول قُلْ اَعْمَلُوا قِسْیَی اللّٰہِ عَلَکُمْ وَتَمَسُّوْهُ وَ  
الْمُؤْمِنُوْنَ کے بارے میں دریافت کیا حضرت نے فرمایا کہ مومنین سے مراد ہم ہیں  
شیخ نے مجالس میں اور دوسرے حضرات نے بسند معتبر داؤد ابن کثیر سے روایت  
کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا حضرت نے  
خود بیان کرنا شروع کیا بغیر اس کے کہ میں کچھ پوچھوں کہ اسے داؤد تمہارے اعمال  
میرے سامنے روز پنجشنبہ پیش ہوئے تو میں نے دیکھا وہ صلہ رحم اور احسان جو تم نے  
اپنے فلاں چپا کے بیٹے کے ساتھ کئے تو میں شاد و مسرور ہوا اور میں نے سمجھا کہ یہ صلہ  
رحم اس کا سبب ہو گا کہ بہت جلد اس کی عمر فنا ہو جائے گی اور اس کی اجل آجائیگی۔  
داؤد کہتے ہیں کہ میرا ایک چچا زاد بھائی میرا نہایت دشمن اور رنجیٹ تھا مجھے اطلاع  
ملی کہ وہ اور اس کے اہل و عیال نہایت پریشان حال ہیں تو میں نے اس پر ثنائی سے ان  
کو دُور کرنے کے لئے اپنے مکہ معظمہ جانے سے پہلے کچھ انتظام کر دیا۔ جب میں مدینہ  
پہونچا تو حضرت نے مجھ کو اس کی خبر دی۔

علی بن ابراہیم نے بسند صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی کہ اس آیت کریمہ میں مومنون  
سے مراد ائمہ اطہار ہیں۔ نیز انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ نیک اور بد بندوں  
کے اعمال ہر صبح رسول خداؐ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں لہذا تم میں سے ہر ایک کو  
پرہیز کرنا چاہئے اس سے کہ اُس کے بُرے اعمال اس کے پیغمبر کے سامنے پیش ہوں  
انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ کسی مومن اور کسی کافر کو قبر میں نہیں دفن کرتے ہیں

مگر یہ کہ اس کے اعمال جناب رسول خدا اور امیر المومنین اور تمام ائمہ اطہار علیہم السلام کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں جن کی اطاعت خدا نے خلق پر واجب قرار دی ہے اور خدائے عزوجل کے قول وقل اعلموا الکما یہی مطلب ہے۔

معانی الاخبار اور تفسیر معاشی میں ابو بصیر سے منقول ہے کہ اُس نے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ ابو الخطاب کہتے تھے کہ ہر روز پنجشنبہ امت کے اعمال جناب رسول خدا کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ہر صبح امت کے نیک و بد اعمال حضرت رسول کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں لہذا درویشوں سے پوچھ کر وہ پھر حضرت یہ آیت تلاوت فرما کہ خاموش ہو گئے ابو بصیر نے کہا کہ مومنین سے مراد ائمہ ہیں

بصائر میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ بندوں کے نیک و بد اعمال جناب رسول خدا کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ لہذا ارگنا ہوں سے) پر ہمیز کرو۔ دوسری روایت کے مطابق محمد بن مسلم نے انہی حضرت سے دریافت کیا کہ کیا (امت کے) اعمال جناب رسول خدا کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں پھر اس آیت کی تفسیر دریافت کی فرمایا کہ مومنین ائمہ ہیں جو خدا کی طرف سے اہل زمین پر گواہ ہیں۔

ایضاً انہی حضرت سے روایت ہے کہ بندوں کے اعمال ہر روز پنجشنبہ کو آنحضرت کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اور دوسری روایت کے مطابق فرمایا کہ ہر روز پنجشنبہ کو آنحضرت اور ائمہ ہدئے کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور دوسری روایت کے مطابق فرمایا کہ ہر پنجشنبہ کے روز بندوں کے اعمال رسول خدا کے سامنے پیش ہوتے ہیں اور جب عرفہ کا دن آتا ہے تو خدا ہمارے اور ہمارے شیعوں کے دشمنوں کے اعمال کو باطل فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے کہ قدما لنا الی ما عبدوا من عبد فبعلنا ہما۔ منثوراً یعنی ہم ان کے اعمال کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو ہم نے مثل ذروں کے چور کر دیا جو ہوا میں منتشر ہو گئے اور ان میں سے کچھ نہیں بچا تھے ہیں اور ان کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اور دوسری روایت کے مطابق فرمایا کہ مومنین سے مراد ائمہ ہیں جن کے سامنے بندوں کے اعمال ہر روز قیامت تک پیش کئے جائیں گے۔ ایضاً روایت ہے کہ جناب امام رضا

جو ایک کے اعمال ہر روز اور ائمہ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔

علیہ السلام کے ایک خاص صحابی نے آپ سے التجا کی کہ میرے اور میرے اہل و عیال کے لئے دعا فرمائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا کیا میں دعا نہیں کرتا ہوں خدا کی قسم تمہارے اعمال ہر شب و روز میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ وہ صحابی کہتے ہیں کہ میں نے حضرتؑ کے اس ارشاد کو بہت عظیم سمجھا۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ شاید تم نے یہ آیت قل اعلیٰ نہیں پڑھی۔

فیروز روایت ہے کہ حضرت صادقؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کیوں جناب رسول خداؐ کو رنجیدہ کرتے ہو ایک شخص نے عرض کی کہ میں آپ پر فدا ہوں ہم کس طرح آنحضرتؐ کو رنجیدہ کرتے ہیں فرمایا شاید تم نہیں جانتے کہ تمہارے اعمال آنحضرتؐ کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ جب آنحضرتؐ تمہارے اعمال میں نافرمانی اور کوئی گناہ دیکھتے ہیں تو آزرہ ہوتے ہیں لہذا ان کو اپنے گناہوں سے رنجیدہ مت کیا کرو۔ بلکہ اپنے صالح عملوں سے ان کو خوش و مسرور کیا کرو۔

سکینی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت صادقؑ کے سامنے یہ آیت پڑھی حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نہیں ہے بلکہ بجائے المومنون کے والمامونون ہے اور ہم ائمہ ہیں مامونون یعنی خدا کے دین اور اس کے علوم و شرائع و احکام کے امین ہیں سید ابن طاووس نے اپنے رسالہ محاسبۃ النفس میں ابن مہیار کی تفسیر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمار یا سر نے جناب رسول خداؐ سے عرض کی کہ میری آرزو ہے اور میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان عمر نوحؑ کے برابر زندگی گذاریں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اے عمار تمہارے واسطے میری زندگی بھی بہتر ہے اور میری وفات بھی۔ زندگی اس لئے بہتر ہے کہ تم بڑے عمل کرنے ہو تو میں تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں مگر میری وفات کے بعد خدا سے ڈرتے رہو اور مجھ پر اور اہلیت پر کثرت سے صلوٰۃ بھیجتے رہو یقیناً تمہارے نامہ اعمال تمہارے اور تمہارے آباء و اجداد کے نام کے ساتھ میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر تمہارے نیک اعمال دیکھنا ہوں تو خدا کی حمد کرتا ہوں اور بڑے اعمال دیکھتا ہوں تو تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں یہ سنکر منافقین اور حضرت کی رسالت میں جو لوگ شک رکھتے تھے اور جن کے دلوں میں کفر و نفاق کا مرض تھا کہنے لگے کہ کیا تم لوگ گمان کرتے ہو کہ ان کی وفات کے بعد بندوں کے

نام مع ان کے باپ دادا اور ان کے کنبے والوں کے نام کے ساتھ ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں ہرگز نہیں یہ جھوٹ ہے اس وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی قل اعملوا - آخر تک۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ مومنین سے مراد کون لوگ ہیں۔ فرمایا آل محمد ہیں پھر فرمایا سَتَرْدُ وَنْ اِلَى عَالِی الْعِیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيَسْئَلُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ حضرت نے فرمایا کہ جو کچھ تم نیکی یا بدی یا خدا کی فرمانبرداری یا نافرمانی کرتے ہو خدا وہ سب تم کو بتا دے گا۔ اور ان ہر مضمون کے بارے میں حدیثیں بہت ہیں ہم مضمون ہونے کے سبب میں نے انہی مذکورہ حدیثوں کے ذکر پر اکتفا کی۔ جو حقیقی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ یاد کرو اس روز کو جبکہ ہم ہر امت میں سے ان کے گواہوں کو مبعوث کرینگے تاکہ وہ نیکوں اور بدوں کے بارے میں گواہی دیں پھر کافروں کو ہمت نہ دی جائیگی کہ وہ کوئی عذر کریں اور دنیا میں واپس آنے کی اجازت طلب کریں اور نہ توبہ کر سکیں کہ خدا ان سے راضی ہو جائے۔

شیخ طبرسی اور علی بن ابراہیم نے حضرت صادق سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ہر زمانے کے لئے ایک امت اور ایک امام ہوگا اور ہر امت اپنے امام کے ساتھ مبعوث ہوگی۔

مناقب ابن شہر آشوب میں حضرت امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے حضرت نے فرمایا کہ اس امت کے گواہ ہم ہیں۔

علی ابن ابراہیم نے کہا ہے کہ گواہ ائمہ ہیں اور کہا کہ پھر اپنے پیغمبر سے خدا نے فرمایا کہ پھر اے محمد تم کو ہم ان پر گواہ قرار دیں گے۔ یعنی حضرت رسول ائمہ پر گواہ ہوں گے اور ائمہ اطہار تمام لوگوں پر ہوں گے۔

پانچویں آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا کی راہ میں جہاد کرو جو جہاد کرنے کا حق ہے اس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور دین میں تمہارے لئے کوئی سختی و تنگی نہیں ہے دین تمہارے پر ابراہیم کا ہے انھوں نے قرآن نازل ہونے سے قبل تمہارا نام مسلم رکھا ہے اور اس قرآن میں بھی یہی نام ہے تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم تمام لوگوں پر گواہ ہو۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ یہ آیت آل محمد سے مخصوص ہے اور جناب رسول خدا

آل محمد پر گواہ ہیں۔ اور آل محمد تمام امت پر گواہ ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ خدا سے کہیں گے کہ میں اپنی امت پر گواہ تھا جب تک کہ ان کے درمیان رہا ہوں اور جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھالیا تو پھر تو خود ان پر گواہ تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے اور خدا نے اس امت پر رسول اللہ کے بعد ان کے اہلیت اور عزت کو گواہ قرار دیا ہے جب تک کہ دنیا میں ان میں سے ایک بھی موجود ہو گا جب وہ دنیا سے چلے جائیں گے تو تمام اہل زمین فنا ہو جائیں گے اور جناب رسول خدا نے فرمایا کہ خدا نے ستاروں کو اہل آسمان کے لئے امان قرار دیا ہے اور میرے اہلیت کو اہل زمین کے لئے قرار دیا ہے۔

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ہوسمکم المسلمین من قبل دعائے جناب ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ میں جو حرم خدا کے خد متکذرا تھے محمدؐ و آل محمدؑ کی طرف اشارہ ہے جب رسول خدا پر ایمان لائے۔ حضرت رسالتؐ آل محمدؑ پر گواہ ہیں اور وہ حضرت ان کے بعد لوگوں پر گواہ ہیں۔

تفسیر قرأت میں روایت کی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے لوگوں نے ان آیتوں کی تفسیر دریافت کی تو حضرت نے فرمایا کہ ہم ان آیتوں سے مراد ہیں اور ہم برگزیدگان خدا ہیں اور ہمارے سبب سے خدا نے دین میں حرج قرار نہیں دیا ہے اور شدید ترین حرج سختیاں ہیں۔

ملکہ ابیکو ابراہیم سے مراد ہم ہیں اور بس۔ خدا نے ہمارا نام مسلمین رکھا من قبلہ یعنی گذشتہ کتابوں میں و فی هذا یعنی اس قرآن میں لیکن الرسول علیک شہیداً ابدا رسول گواہ ہیں ہم پر ان امور کے بارے میں جو ہم نے خدا کی جانب سے پہونچایا اور ہم گواہ ہیں لوگوں پر تو قیامت کے روز جو سچ کہے گا ہم اس کی تصدیق کریں گے اور جو جھوٹ کہے گا ہم اس کی تکذیب کریں گے۔

قرب الاسناد میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ خلاق عالم نے میری امت کو جو عز و شرف بخشا ہے سابقہ امتوں میں سے کسی کو نہیں عطا فرمایا سوائے ان کے پیغمبروں کے۔

پہلا شرف یہ کہ خلاق عالم جس پیغمبر کو بھیتا تھا اُس سے فرماتا تھا کہ دین میں کوشش

کرو ہم پر کوئی حرج نہیں اور میری امت سے خطاب فرمایا کہ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ۔ حرج سے مراد شک ہے۔

دوسرا شرف یہ کہ خدا جس پیغمبر کو بھیجتا تھا اس پر وحی فرماتا تھا کہ جب تم کو کوئی امر  
دے پیش ہو جو تم کو ناپسند ہو تو مجھ سے دعا کرو تاکہ میں تمہاری قبول کروں۔ اور میری  
امت کو یہی شرف عطا فرمایا جس جگہ کہ فرمایا ہے اَدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ یعنی دعا کرو اور مجھ  
کو یکارو تاکہ میں تمہاری دعا مستجاب کروں۔

تیسرا اشرف یہ کہ جب خدا کسی پیغمبر کو بھیجتا تھا اُس کو اس کی قوم پر گواہ قرار دیتا تھا اور میری امت کو تمام خلق پر گواہ کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے یَتَذَكَّرُونَ الَّذِينَ يَتَذَكَّرُونَ اللَّهُ شَهِيدًا ۱ عَلَيَّكُمْ وَتَكُونُوا شَهِدًا عَلَيَّ النَّاسِ اور ابن بابویہ نے اکمال الدین میں روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین نے عثمان کی خلافت کے زمانہ میں مہاجر و انصار کے ایک مجمع میں فرمایا کہ تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ خدا نے سورہ حج میں یہ آیتیں یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْكُنُوا أَسْجِدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۲ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۳ (پہلا سورہ الحج آیت ۷۷) سے آخر سورہ تک بھیجیں تو سلمانؓ نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں جن پر آپ گواہ ہیں اور وہ لوگوں پر گواہ ہیں اور خدا نے ان کو برگزیدہ کیا اور دین میں اُن پر کوئی حرج نہیں ہے اور ان کے باپ ابراہیمؑ کی امت ان کو دی ہے۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ اس امت سے مخصوص نیرہ افراد ہیں اور تمام امت ان آیات سے مراد نہیں ہے۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ ہمیں آگاہ فرمائیے۔ فرمایا کہ میں اور میرا بھائی علیؑ اور اُن کی اولاد سے گیارہ افراد ہیں۔ (مہاجر و انصار حاضرین مجلس عثمان) سب نے کہا ہاں ہم نے سنا ہے۔

چھٹی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم ہر امت کے گواہ لائینگے اور امتوں سے کہیں گے کہ اس دین کی صحت پر جسے تم نے اختیار کیا تھا دلیل پیش کرو۔ تو اس وقت وہ جانیں گے کہ حق خدا کے ساتھ ہے اس وقت وہ چیزیں ان سے گم اور برطرف ہو جائیں گی جن سے افزا کرتے تھے۔ اس آیت کی تفسیر میں علی بن ابراہیمؑ نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اس امت کے ہر فرقہ سے ان کے امام کو حاضر کریں گے تاکہ ان پر گواہی دیں۔

ساتویں آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ روز قیامت زمین اپنے پروردگار کے نور سے عدالت کے ساتھ روشن ہو جائے گی جیسا کہ مفسروں نے کہا ہے اور علی بن ابراہیم نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ رب زمین امام زمین ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ امام جو آئے گا کیسا ہو گا فرمایا کہ اس وقت لوگ امام کے نور کے سبب آفتاب و مانتاب کی روشنی سے بے نیاز ہو جائیں گے اور ارشاد مفید میں انہی حضرت سے منقول ہے کہ جس وقت قائم منتظر (عجل اللہ فرجہ) ظاہر ہوں گے زمین اپنے پروردگار کے نور سے روشن ہو جائے گی اور بندگان خدا نور آفتاب و مانتاب سے مستغنی ہو جائیں گے اور تاریکی دور ہو جائیگی اور دُضُجُ الْکِیْسَاتِ یعنی کتاب کھولی جائیگی اور نامہ اعمال رکھا جائے گا اور انبیاء اور گواہ بلائے جائیں گے۔ مفسروں نے کہا کہ گواہ فرشتے ہیں یا مومنین۔ اور علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ گواہ ائمہ ہیں۔ وَ قَصَصَ بَيْنَهُمُ بِالْحَقِّ یعنی ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائیگا۔ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُونَ اور ان لوگوں پر ظلم نہ کیا جائیگا۔

آٹھویں آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر اقرار کیا اور ظالموں پر لعنت ہے علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ گواہوں سے مراد ائمہ (علیہم السلام) ہیں اور ظالموں سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے آل محمد علیہم السلام پر مظالم کئے اور ان کے حقوق غصب کئے۔

نویں آیت کا ترجمہ اکثر مفسروں کی تفسیر کے مطابق یہ ہے کہ وہ شخص جو اپنے خدا کی جانب سے بینہ اور برہان پر ہو اور اس کے پیچھے خدا کی جانب سے ایک گواہ آئے کیا اس شخص کے مانند ہے جو ایسا نہ ہو بلکہ دنیا اور اس کی لذتوں کا تابع ہو۔ بعضوں نے کہا ہے کہ بینہ سے قرآن اور گواہ سے مراد جبریل ہیں جو قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ شاید محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ شاید ایک فرشتہ ہے جو ان کی (محمد کی) حفاظت کرتا ہے اور صحیح راستہ پر قائم رکھتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ شاید علی بن ابی طالب ہیں جو جناب رسول خدا کی حقیقت پر گواہی دیتے ہیں اور انہی حضرت سے ہیں اس بارے میں زیادہ سے زیادہ حدیثیں ہیں چنانچہ شیخ طبری نے امام رضا و امام محمد تقی علیہما السلام سے اور کلینی نے

امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ شاہد ہیں رسول خداؐ پر اور رسول خداؐ اپنے پروردگار کی جانب سے بینہ و برہان پر ہیں۔ بصائر الدرجات میں روایت ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم کوئی آیت نہیں کتاب خدا میں جو دن یارات کے وقت نہیں نازل ہوئی لیکن میں اس کو جانتا ہوں اور اصحاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کے سر پر تلوار لگی ہو۔ مگر یہ کہ کوئی آیت اس کی شان میں نازل ہوئی ہو۔ جو اس کو بہشت میں جانے کے یا جہنم میں جانے کے بارے میں ہے یہ سن کر ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یا امیر المومنینؑ وہ کونسی آیت ہے جو آپ کی شان میں نازل ہوئی ہے حضرت نے فرمایا کیا تو نے نہیں سنا ہے کہ خدا فرماتا ہے اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ يَتِيمَةٍ مِّنْ تَرَبُّطٍ وَيَلْكُوهُ شَاهِدًا مِّنْهُ رسول خداؐ اپنے پروردگار کی جانب سے بینہ پر ہیں اور میں ان کا گواہ ہوں اور میں انہی سے ہوں۔ شیخ طوسی نے بھی مجالس میں اس مصنف کی روایت کی ہے اور تفسیر عیاشی میں حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جو اپنے پروردگار کی جانب سے بینہ پر ہے وہ رسول خداؐ ہیں اور جو ان کے ممالی (پچھپے آنے والے) اور ان کے شاہد ہیں اور انہی حضرت سے ہیں۔ وہ حضرت امیر المومنینؑ ہیں اس کے بعد ان کے اوصیا یکے بعد دیگرے ہیں۔ اور اس باب میں حدیثیں بہت ہیں جن میں سے بعض آئندہ مجلد میں امیر المومنین علیہ السلام کے حالات میں مذکور ہونگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

دستوں آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر نفس قیامت میں آئے گا۔ جس کے ساتھ کھینچنے والا اور گواہ ہو گا۔ علی بن ابراہیم کی تفسیر اور نہج البلاغہ میں امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ کھینچنے والا اس کو مشرک کی جانب کھینچے گا اور شاہد اس کے اعمال کی گواہی دے گا۔ اور کتاب تاویل الایات میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ کھینچنے والے امیر المومنینؑ اور شاہد جناب رسول خداؐ ہیں

ان روایتوں کا بیان جو مومنین و ایمان اور مسلمین و اسلام اور اہلبیت بارہویں فصل اور ان کی ولایت کے بارے میں آیتوں کی تاویل میں وارد ہوئی ہیں اور ان حدیثوں کا بیان جو کفار و مشرکین اور کفر و شرک اور بتوں اور ان کے دشمنوں اور ان کی ولایت ترک کرنے والوں کے متعلق آیتوں کی تاویل سے تعلق رکھتی ہیں ابن شہر آشوب نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے اس قول خدا یُسْمَا



اَشْرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ  
عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادٍ ۝۴ (پ سورہ بقرہ آیت ۹۰) کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی لوگوں نے  
بہت بُری چیز اپنے جانوں کے عوض خرید کی ہے کہ جو خدا نے بھیجا ہے اس سے انکار  
کرتے ہیں اس حسد سے جو خدا اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔  
وحی بھیجتا ہے حضرت نے فرمایا کہ امیر المومنین اور ان کے فرزندوں میں سے اوصیا  
کی ولایت سے حسد کو مراد ہے۔

علی بن ابراہیم نے اس قول حق تعالیٰ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ الْغٰلِیْنَ  
اَتَيْنَهُمُ الْكِتٰبَ الْیُوسُفٰی وَیٰۤهٗ وَیٰۤهٗ وَیٰۤهٗ اَلْکٰفِرُوْنَ (پ سورہ عنکبوت آیت ۴۷) کی تفسیر میں روایت کی ہے (ترجمہ) یعنی اس طرح ہم  
نے تم پر کتاب نازل کی۔ اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا کی ہے وہ اس پر ایمان لاتے  
ہیں اور اس جماعت سے بھی بعض ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیتوں سے انکار تو کفار ہی کرتے  
ہیں۔ علی بن ابراہیم نے لکھا ہے کہ مراد ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی ہے آل محمد  
علیہم السلام ہیں کیونکہ اس کے لفظ و معنی انہی کے پاس ہیں اور اس جماعت سے تمام مومنین  
اہل قبلہ مراد ہیں اس آیه کریمہ فَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُعِثُّ فِیْهِمْ دَسُوْلًا وَّیَنْزِلُ  
اَنْفُسَهُمْ یعنی خدا نے مومنین پر احسان کیا ہے کہ انہیں میں سے ان کے پاس ایک رسول  
بھیجا۔ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ مومنین سے مراد آل محمد ہیں اور یہ تفسیر بہتر ہے جو  
کچھ مفسروں نے تکلف کیا ہے کہ ان کے نفسوں سے مراد ان کی جنس ہے جو عرب ہیں  
نیز اس آیت وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ  
وَمَا اَلْتَنَاهُمْ مِنْ عَدٰیهِمْ مِّنْ شَیْءٍ (پ سورہ طور آیت ۲۱) یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں  
اور ہم نے ان کی اولاد کو ان کا تابع بنایا ہے اور بہشت میں داخل ہونے میں بھی ان کے  
اجداد کے درجہ میں ان کو ملحق کیا ہے۔ اور اس الحاق کے سبب سے ان کے اجداد کے  
اعمال اور ثواب میں سے کچھ کمی نہیں کی ہے۔ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ مفسروں کے  
درمیان مشہور یہ ہے کہ یہ آیت مومنین کے اطفال کے بارے میں ہے کہ خدا ان کے باپ دادا  
کے ساتھ ان کو بہشت میں ملحق فرمائے گا اور ہماری حدیثوں میں بھی یہ تفسیر وارد ہوئی ہے  
اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مراد رسول خدا اور امیر المومنین ہیں

اور ان کی ذریعات ان کے فرزندوں میں سے آئمہ و اوصیا ہیں جن کو خلافت و امامت میں امیر المومنین کے ساتھ خدا نے ملحق کیا ہے اور جو نص جناب رسول خدا نے امیر المومنین کے حق میں بیان کی ان کی ذریت کے حق کچھ کم نہیں کی۔ اور ان کی حجت اور امامت ایک ہے اور ان سب کی اطاعت ایک ہے اور ان سب کی پیروی واجب ہے۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لِلَّهِ مُسْلِمُونَ فَإِنِ امَّنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا تَشْقَىٰ فَنُكَفِّيْكُمْ عَنْهُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پ سورہ بقرہ آیت ۱۳۶) یعنی کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اس پر جو کچھ اس نے ہم پر نازل کیا ہے یعنی قرآن پر اور جو کچھ جناب ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب علیہم السلام اور جو کچھ ان کی اولادوں پر نازل ہوا سب پر اور جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو خدا کی جانب سے دیا گیا ہے یا دوسرے انبیاء کو دیا گیا ہے۔ ہم ان میں سے کسی کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم خدا کے فرمانبردار ہیں۔ تو اگر وہ لوگ بھی ایمان لائیں جیسے کہ تم ایمان لائے ہو تو بیشک وہ ہدایت یافتہ ہیں اور اگر روگردانی کریں اور ایمان نہ لائیں تو وہ مقام عداوت و دشمنی میں ہیں پھر اے رسول خدا تم کو ان کے شر سے محفوظ رکھے گا اور وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ کلینی اور عیاشی وغیرہ نے حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں قُولُوا سے آل محمد سے خطاب ہے یعنی علی و فاطمہ و حسین اور ان کے بعد کے ائمہ سے اور فَإِنِ امَّنُوا کی شرط یعنی اگر ایمان لائیں سے مراد دوسرے تمام لوگ ہیں چاہے کہ ان کا ایمان ائمہ کے ایمان کے مانند ہو اور عقائد و اعمال میں ان کی پیروی کریں۔ اکثر مفسروں نے خطاب قولوا تمام مومنین کی جانب راجع کیا ہے فَإِنِ امَّنُوا یعنی اگر وہ لوگ ایمان لائیں سے کہتے ہیں کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ اور جو تاویل حدیث میں ہے بہت واضح ہے ان کی تاویل سے اس سبب سے کہ مَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا اس تفسیر سے زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ پہلے رسول خدا اور ان کے اہلبیت پر جو خانہ وحی میں حاضر تھے نازل قرآن ہوا اس کے بعد دوسرے تمام لوگوں تک پہنچا اور اسی سے ابراہیم و اسماعیل اور دوسرے پیغمبروں پر نازل شدہ اشیاء کو ملا

دیا ہے لہذا جیسے ان دو فقرہوں میں سپنمبروں اور رسولوں کا ذکر ہوا ہے اس فقرہ (الینا) میں بھی مناسب یہی ہے کہ منزل الیہد انبیاء و اوصیاء کے مثل و مانسب ہوں۔ کلینی و نعمانی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ رپ سورہ بقرہ آیت ۱۶۵ کی تفسیر دریافت کی (ترجمہ) یعنی لوگوں میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے سوا بتوں کو اختیار کرتے ہیں اور مثل خدا کے ان کو دوست رکھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا وہ اول و دوم ہیں جن کو لوگوں نے امام بنا لیا ہے اس امام کے علاوہ جس کو خدا نے لوگوں کے لئے قرار دیا ہے۔ اور ان آیات وَ لَوِ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرُونَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ إِذْ تَبَرَأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا رَبَّكَ الْعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ وَ قَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأُ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا لَكِنَّا لَا نَبْرَأُ إِلَهُهُمُ اللَّهُ أَعْمَالُهُمْ خَسَرَاتٍ عَلَيْهِمُ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ رپ سورہ بقرہ آیت ۱۶۷ وہ لوگ جنہوں نے خدا کا شریک قرار دینے کے سبب ظلم کیا ہے جب قیامت میں عذاب کو دیکھیں گے اور یہ کہ ہر طرح کی قوت اللہ ہی کے لئے ہے اور بیشک خدا کا عذاب سخت ہے اس وقت وہ لوگ ان لوگوں سے علیحدگی اختیار کریں گے۔ جنہوں نے (دُنیا میں) ان کی پیروی کی تھی اور اُن کے باہمی تعلقات قطع ہو جائیں گے۔ تو پیروی کرنے والے کہیں گے کاش ہم پھر (دُنیا میں) بھیج دیئے جاتے تو ان سے اسی طرح علیحدگی اختیار کرتے جس طرح (آج) انہوں نے ہم سے علیحدگی اختیار کی ہے۔ خدا یوں اُن کے اعمال کو حسرت ہی حسرت دکھائے گا اور وہ سب جہنم سے نہیں بچ سکیں گے کی تفسیر میں فرمایا کہ خدا کی قسم وہ لوگ پیشوا یا ان ظلم ہیں جنہوں نے حق اہلبیت غضب کیا ہے اور ان کے تابع۔

کتاب تاویل الایات میں خدا کے اس قول ءَاللّٰهُ مَعَ الَّذِیۡنَ لَا یُکْفِرُوۡنَ رپ سورہ النمل آیت ۱۱ یعنی کیا خدا سے عالمین کے ساتھ کوئی اور خدا ہے بلکہ ان میں سے بیشتر حق کو نہیں جانتے۔ کی تاویل میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کیا امام ہدایت امام خلافت کے ساتھ شریک ہو سکتا ہے جو باہم متصل ہوں۔ نیز تفسیر ابن مایار میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ جناب رسول خداؐ

نے مجھ سے فرمایا کہ یا علی جو شخص تم کو دوست رکھے اس کے اور اس کے درمیان جس کو وہ دیکھے جس سے اس کی آنکھیں روشن ہوں کوئی فاصلہ نہیں۔ مگر یہ کہ اس کو موت آ جائے (یعنی تمام عمر کوئی فاصلہ نہ ہوگا) اُس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی دَبَّيْنَا أَخْرَجْنَا نَعْمَلُ مَا لَنَا حَيْثُ أَلَدْنَاهُ كُنَّا نَعْمَلُ فرمایا کہ جب ہمارے دشمن جہنم میں داخل ہوں گے کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو جہنم سے نکال دے تو ہم علی کی ولایت کے ساتھ عمل صالح بجالائیں گے اس کے خلاف جو دنیا میں ہم انکی عداوت میں کرتے تھے اس وقت اس کے جواب میں کہیں گے کہ أَدَلَّ نَعْمَلُكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَ شَكُّهُ الشَّيْطَانُ۔ (پہلے سورہ فاطر آیت ۳) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں عطا کی تھی جس میں جو شخص نصیحت حاصل کرنا چاہے نصیحت حاصل کرے اور نتھاری طرف ڈرانے والا بھی آیا تھا حضرت نے فرمایا کہ ظالمان آل محمد کا کوئی مددگار نہ ہوگا جو ان کی مدد کرے اور عذاب الہی سے ان کو بچائے۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَالَّذِينَ ابْتَغَتْ الطَّاغُوتُ أَنْ يَبْعِدُوهَا وَأَنَّا بَوَّأْنَا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ یعنی جن لوگوں نے بتوں اور پیشوایان باطل سے اجتناب کیا کہ ان کی عبادت کریں اور خدا کی جانب بازگشت کی انہی کے لئے خوشخبری و بشارت ہے۔ ابن مابیار نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ شیعوں سے خطاب فرمایا کہ تم لوگ جو جنھوں نے عبادت طاغوت سے اجتناب کیا کہ خلفائے جور کی اطاعت نہیں کی اور جس نے کسی جبار کی اطاعت کی تو بیشک اس نے اس کی پرستش کی ہے۔

نیز ابن مابیار نے روایت کی ہے کہ حضرت صادق سے حقائق کے اس قول کی تِلْكَ آيَاتُ كُنْتَ لِيَعْبُدَنَّكَ وَكَتُوبًا مِّنَ الْخَامِسِينَ تفسیر دریافت کی۔ مفسروں نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر خدا کے ساتھ کسی کو تو نے شریک قرار دیا تو یقیناً تیرا عمل حبط و باطل ہو جائے گا اور بلاشبہ تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ ظاہری خطاب آنحضرت سے ہے لیکن مقصود دوسروں کی تنبیہ ہے جیسے کہ کہتے ہیں کہ تجھ سے ہم کہتے ہیں تاکہ ہمسایہ سنے۔ اس حدیث میں حضرت نے فرمایا کہ مراد وہ نہیں ہے جو تم نے گمان کیا ہے اور سمجھا ہے جس وقت کہ خداوند عالم نے اپنے پیغمبر کو وحی فرمائی کہ امیر المؤمنین کو لوگوں کے لئے علم اور ہدایت کا نشان قرار

دیں اور اپنا وصی بنائیں تاکہ لوگ آپ کے قول کو مانیں اور آپ کی تصدیق کریں۔ اس وقت خدا نے حضرت امیر المومنین کو مقرر کرنے کے بارے میں یہ آیت یا آیتھا الرِّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ نازل فرمائی یعنی اے رسول وہ حکم پہنچا دو (امت کو) جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے اس وقت آپ نے حضرت اے جبریل سے شکایت کی اور کہا کہ لوگ خلافت علیؑ کے بارے میں میری تکذیب کرتے ہیں اور میرا قول نہیں قبول کرتے۔ تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی کہ علیؑ کے ساتھ اگر کسی دوسرے کو شریک کر دو گے تو تمہارے اعمال حبط و ضبط کر لئے جائیں گے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ خدا کسی پیغمبر کو اہل عالم کی طرف بھیجے اور وہ ان گنہگاروں کا شیخ ہو پھر خوف کرے کہ وہ خدا کا شریک قرار دیں گے۔ خدا کے نزدیک رسول اس سے زیادہ قابل اعتبار اور این ہوتا ہے کہ خدا اس سے کہے کہ ”اگر تم میرے ساتھ شرک کر دو گے“ حالانکہ وہ شرک کو مٹانے اور بتوں اور ہر باطل معبود کے ترک کرانے کے لئے آتا ہے لہذا مراد یہ ہے کہ اگر علیؑ کی ولایت میں کسی کو شریک قرار دو گے (تو اعمال حبط و ضبط ہو جائیں گے۔

نیز بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ان آیات و کذالک حَقَّتْ کَلِمَةُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ (پہلے سورہ مومن آیت ۶) کی تائید کے بارے میں فرمایا یعنی اسی طرح خدا کا حکم ان پر واجب و لازم ہو گیا ہے جو کافر ہو گئے ہیں کہ وہ اصحاب جہنم ہیں۔ یعنی وہ بنی امیہ ہیں جو کافر ہو گئے اور وہی جہنمی ہیں اس کے بعد خدا نے فرمایا کہ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ یعنی وہ لوگ جو عرش اٹھائے ہوئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ رسول خدا اور ان کے اوصیا علم الہی کے عرش یعنی بلندی و رفعت کے حامل ہیں۔ خدا نے فرمایا کہ مَلَائِكَةٌ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا یعنی فرشتے اپنے پروردگار کی پاکیزگی کی تحریف کرتے اور مومنین کے لئے استغفار (طلب آمرزش) کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ شیعیان آل محمدؐ ہیں رَبَّتَّابًا وَسِعَتْ كُلُّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا یعنی وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو اپنے علم و رحمت سے تمام شئی کو گھیرے ہوئے ہے لہذا توبہ کرنے والوں کو بخش دے۔ یعنی انکو کبھیوں نے محبت و ولایت خلفائے جو رو بنی امیہ سے توبہ کی و

اتَّبِعُوا سَبِيلَكَ اَوْ نِيرِي رَاہ کی پیروی کی حضرت نے فرمایا کہ علی مرتضیٰ کی پیروی کی ہے  
 کیونکہ وہ سبیل خدا ہیں۔ وَفِيهِمْ عَذَابُ الْجَحِيمِ سَرَبَاتٌ وَاَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي  
 وَعَدْنَاهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ ابْنَائِهِمْ وَاَدْخَلْنَاهُمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ  
 الْحَكِيمُ وَفِيهِمُ السَّيِّئَاتِ دیکھئے سورہ المؤمن آیت ۹، یعنی ان کو عذاب جہنم سے محفوظ رکھ  
 اے ہمارے پروردگار اور ان کو باغہائے اقامت میں داخل کر جن میں سے (کبھی)  
 نہ نکلیں اور وہ باغ جن کا ان سے تو نے وعدہ کیا ہے اور ان کو بھی (داخل کر) جو ان کے  
 باپ داد اور بیوی بچوں میں نیک ہوں۔ بیشک تو غالب اور حکیم ہے اور ان کو برائیوں  
 سے محفوظ رکھ حضرت نے فرمایا کہ برائیوں سے مراد بنی امیہ اور ان کے تمام خلفائے جور  
 ہیں اور ان کے ماننے والے ہیں۔ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَاحِمْتَهُ وَ  
 ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَذَكَّرْنَ لَمَقَّتْ اللّٰهُ اَعْبَدُوْ  
 مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ قَالُوْا سَرَبَاتٌ  
 اَمْتَنَا اِثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْنَا اِثْنَتَيْنِ فَاَعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ  
 سَبِيلٍ ۝ دیکھئے سورہ المؤمن آیت ۹ تا ۱۱ اور جس کو تو نے روز قیامت برائیوں سے محفوظ  
 رکھا تو اس پر تو نے بیشک رحم کیا ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو لوگ کافر  
 ہو گئے یقیناً ان کو آواز دی جائے گی کہ بلاشبہ خدا کی دشمنی تمہاری اپنے نفسوں کے ساتھ  
 دشمنی سے بہت بڑی ہے جس وقت کہ تم کو ایمان کی دعوت دی گئی تو تم کافر ہو گئے اور  
 اس کی طرف مائل نہ ہوئے۔ تو وہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہم کو  
 دومرتبہ موت دی ایک بار دنیا میں اور ایک دفعہ قبر میں سوال کے بعد۔ اور دومرتبہ  
 تو نے زندہ کیا ایک مرتبہ دنیا میں اور ایک بار قیامت میں یا قبر میں تو ہم نے گناہوں کا  
 اقرار و اعتراف کیا تو کیا جہنم سے نکلنے کی کوئی صورت ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ ان لوگوں  
 سے مراد بنی امیہ ہیں جو کافر ہوئے اور ایمان سے مراد علی بن ابی طالب ہیں۔ ذَلِكَ  
 بِاَنَّهُ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَاِنْ يُشْرِكْ بِهِ تُؤْمِنُوْا فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ  
 الْكَبِيْرِ ۝ سورہ مومن مذکور یعنی تمہارے لئے عذاب کا یہ لازم ہونا اس سبب سے ہے  
 کہ دنیا میں جب اہل ایمان خدا کو اس کی وحدانیت کے ساتھ یاد کرتے تھے تو تم اس  
 سے انکار کرتے تھے اور اگر مشرکین خدا کے ساتھ شریک کرتے تھے تو تم اس پر ایمان

لاتے تھے۔ لہذا آج تو خلائے بلند و برتر کا ہی حکم ہے۔ حضرت نے فرمایا یہ خطاب اہل خلاف سے ہے۔ یعنی جب کہ خدا کا ذکر تنہا علی کی ولایت کے ساتھ کرتے تھے تو تم انکار کرتے تھے۔ اور اگر خلافت میں علی کے ساتھ دوسروں کو شریک قرار دیتے تھے اور علی کے سوا کسی اور امام کا نام لیتے تھے تو تم ایمان لاتے اور اس کی امامت قبول کرتے تھے۔

ایضاً حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے خدا کے اس قول فَلَئِنْ يَخْتَرُوا الْقَوْمَ لَيَسْجُنَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَيَجْزِيَنَّهُمْ أَشْرَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۚ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْعَدَاۤءِ ۚ اللَّهُ الشَّامِرُ لَهُمْ فِيهَا ذَاكِرُ الْخُلْدِ ۚ جَزَاءُ ۙ بِمَا كَانُوا يَأْتِيَانَا يَجْحَدُونَ (پہلا سورہ حم سجدہ آیت ۲۴ و ۲۵) کی تفسیر میں فرمایا کہ بیشک اُن لوگوں کو جو ولایت امیر المومنین ترک کرنے کے سبب کافر ہو گئے ہم دُنیا میں عذاب سخت کا مزہ چکھائیں گے اور یقیناً ان کو آخرت میں ان کاموں کی بدتر جزا دیں گے جو دُنیا میں وہ کرتے تھے۔ خدا کے دشمنوں کی جزا اور ان کے ہمیشہ رہنے کا مقام جہنم ہے۔ یعنی وہ ہرگز اس سے باہر نہ نکلیں گے۔ یہ جزا ان لوگوں کی ہے جو دُنیا میں ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ آیات خدا آئمہ اطہار ہیں۔

ابن مہیار نے امام زین العابدین علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہم ہیں لوگوں کے ولی اور تمام لوگوں سے زیادہ ہم دین کے اہل ہیں جن کے لئے دین ظاہر کیا گیا اور بیان کیا گیا ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ اَسْآءَ آلِ مُحَمَّدٍ تَهَارِے لئے بیان کیا اور ظاہر کیا دین کو۔ مَا وَصَّيْ بِہِ نُوْحًا جس کی توح کو ہم نے وصیت کی تھی۔ عَمَلٍ مِّنْ لَّا تُحِبُّ اور اس کی حفاظت کریں نوحؑ نے ہم کو بھی وہی وصیت کی جو نوحؑ کو کی تھی۔ وَآلِیْہِمْ اَوْ حَبِیْبًا اَلَيْکَ اور اے محمدؐ جس کی تم کو وحی کی ہے۔ یہ وہی ہے مَا وَصَّيْنَا بِہِ اِبْرٰہِیْمَ وَ مُوسٰی وَ عِیْسٰی جس کی ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو وصیت کی تھی۔ امام نے فرمایا کہ ہم ان کے علم سے واقف ہیں اور جو کچھ ہم جانتے ہیں ہم نے پہنچا دیا اور ہم کو ان کا علم سپرد کیا گیا ہے۔ لٰہٰذَا ہُمْ اَنْبِیَاکَ اور اولوالعزم پیغمبروں کے وارث ہیں۔ اَقِمْوْا الدِّیْنَ اے آل محمدؐ دین کو قائم کرو وَلَا تَتَّبِعُوْا فِیْہِ اور دین حق میں متفرق نہ ہونا چاہئے بلکہ متحد و مطمئن رہو کَبِّرْ عَلٰی الْمُشْرِکِیْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَیْہِ جس کی طرف تم اے رسول ان کو بلا تے ہو مشرکین

پر وہ سخت و دشوار ہے۔ امام نے فرمایا وہ ولایت علی علیہ السلام ہے۔ اَللّٰهُ يَجْعَلِيْكَ اِلٰهًا مِّنْ تَشَاءُ وَيَهْدِيْكَ اِلَيْهِ مَنِ يُّتِنَبُ دِثَ سُوْرَةُ ثُوْرَى آیت ۱۳) خدا جس کو چاہتا ہے اس کو اختیار کرتا اور اپنی طرف اس کی ہدایت کرتا ہے جو اس کی بارگاہ میں انکساری اور عاجزی کرتا ہے۔ یعنی جو شخص ولایت علی بن ابی طالب کے بارے میں لے رسولِ تمہاری بات کو مانتا ہے اور قبول کرتا ہے۔

ایضاً۔ ابن مایار نے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے محمد بن حنفیہ سے فرمایا کہ ہم اہلبیت کی محبت وہ چیز ہے۔ جسے خداوندِ عالم مومن کے دل کی داہنی جانب لکھتا ہے اور جس کے دل پر خدا نے یہ محبت لکھ دی اُسے کوئی مٹا نہیں سکتا کیا تم نے نہیں سنا ہے کہ خدا نے عز و جل فرماتا ہے۔ اُولَئِكَ كُتِبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانُ اور ہم اہلبیت کی محبت ایمان ہے۔

ایضاً بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت صادق و امام رضا علیہما السلام سے اس آیت اَمَّا يَنْتَ اَلَيْسَ اِيْكَذَا بِالَّذِيْنَ دِثَ سُوْرَةُ مَوْنِ آیت ۱) کی تفسیر میں روایت ہے یعنی کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے دین کی تکذیب کی اور اس کو جھوٹ سے نسبت دی۔ ان حضرات نے فرمایا کہ دین سے مراد ولایت علیؑ ہے۔

فراٹ ابن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے اس آیت صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِّنْ اللّٰهِ صِبْغَةً کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ خدا کا رنگ کرنا طلب کرو اور دینِ ایمان کے بارے میں رنگ کرنے میں خدا سے بہتر کون ہے۔ یہ گہر و زرا اپنے فرزندوں پر رنگ آمیزی نہیں کر سکتے کہ اپنے بچوں کو پانی میں غوطہ دے کر کہتے ہیں کہ ہم ان کو نصرانیت میں رنگتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ رنگ کرنے سے مراد مومنین کو ولایتِ اہلبیت میں رنگنا اور انکی امامت کا اقرار کرنا ہے کہ روز الست ان سے ولایت علیؑ کا عہد لیا گیا ہے۔

ایضاً۔ ابان بن تغلب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت اَمِنُوا وَيَلِيسُوا لَا يَمَانَهُمْ يَطْلُبُ اُولَئِكَ اَلَا مَنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ کی تفسیر دریافت کی یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو انھوں نے ظلم سے غلوٹ نہیں کیا ان کے لئے امن و اطمینان ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں حضرت نے فرمایا۔ اسے ابان تم کہتے ہو کہ اس آیت میں خدا کے ساتھ شرک ہے اور ہم کہتے ہیں کہ یہ



آیت علی بن ابی طالب اور ان کے اہلبیت کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے ایک ایک جھپکنے تک کے لئے بھی شرک نہیں کیا ہے اور کبھی لات و عزہ کی پرستش نہیں کی جیسا کہ ان تین خلفاء نے ناحق کیا اور جناب امیر پہلے وہ شخص تھے جنہوں نے بجا رسول خدا کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور ان کی تصدیق کی۔ لہذا یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور کلینی نے حضرت صادق علیہ السلام سے اسی آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں ان باتوں پر کچھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امیر المومنین اور آپ کی ذریت کی ولایت و امامت کے بارے میں لائے ہیں اور محبت خلفائے ہور کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے وہ مراد ہیں لہذا ظلم سے طوٹ ایمان وہ ہے جس میں ظالموں کی محبت شامل ہو۔

ایضاً۔ تفسیر فرات میں حضرت صادق سے اس آیت اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَیْنُ قُلُوْبُهُمْ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کَرِهُوا اللّٰہَ تَطْمَیْنُ الْقُلُوْبِ کی تفسیر میں روایت ہے یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ان کے قلوب خدا کے ذکر سے مطمئن ہوئے آگاہ ہو کہ خدا کے ذکر سے دلوں کو آرام اور سکون ملتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جناب رسول خدا نے جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا جانتے ہو کہ یہ آیت کس شان میں نازل ہوئی۔ عرض کی خدا اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا کہ اس کے شان میں نازل ہوئی ہے جو میری تصدیق کرتا ہے اور مجھ پر ایمان لاتا ہے اور تم کو اور تمہارے بعد تمہارے فرزندوں کو دوست رکھتا ہے اور تمہاری اور تمہارے بعد تمہارے فرزندوں کی امامت کو تسلیم کرتا ہے۔ اور عیاشی نے اسی آیت کی تفسیر میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ ذکر خدا سے مراد جناب رسول خدا ہیں آپ ہی سے قلوب مطمئن ہوتے ہیں۔ اور وہی حضرت ذکر خدا اور حجاب خدا ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مراد شیعیہ ہیں اور ذکر خدا امیر المومنین اور ائمہ اطہار ہیں۔

ایضاً۔ فرات نے حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ ہماری محبت ایمان ہے اور ہماری عداوت و دشمنی کفر ہے پھر یہ آیت پڑھی لَیْکَ اللّٰہُ حَبِیْبُ الْاِیْمَانِ وَ زَیْنُکَ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَ کَرَّہَ الْاِیْمَانُ الْکُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْفَیْسَانَ اُولَٰئِکَ هُمُ الزَّائِدُیْنَ یعنی لیکن خدا نے تم کو ایمان کی محبت اور اس کو زینت دی ہے تمہارے دلوں میں اور

کفر و فسق اور گناہ کو تمہارے لئے مکروہ قرار دیا ہے اور ایسے ہی لوگ ہدایت و صلاح یافتہ اور مستکار ہیں۔ اور کلینی اور علی بن ابراہیم نے اسی آیت کی تاویل میں روایت کی ہے ایمان سے مراد امیر المومنین کفر سے مراد ظالم اول اور فسق سے مراد ظالم دوم اور عصیان سے مراد ظالم سوم ہے۔

کلینی نے حضرت صادق سے اس آیت وَ هُذِّدُوا إِلَى الْمَقْلَبِ مِنَ الْقَوْلِ وَ هُذِّدُوا إِلَى صِرَاطِ الْحَمِيدِ کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی مومنین خدا سے مستحقِ حمد و ستائش کی راہ کی جانب ہدایت یافتہ ہیں حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت حمزہ و جعفر و عبیدہ و سلمان و ابوذر و مقداد و عمار کی شان میں نازل ہوئی ہے جو ولایت امیر المومنین کی جانب ہدایت یافتہ ہیں علی بن ابراہیم نے حضرت صادق سے اس قول رب العزت اِنَّهُمْ يَكِيدُ كَيْدًا (سورہ طلاق آیت ۱۵) کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی کفار بہت مکروہ و فریب کرتے ہیں حضرت نے فرمایا مراد اول و دوم اور تمام منافقین ہیں جنہوں نے جناب رسول خداؐ، جناب امیر المومنین اور حضرت فاطمہؑ نہ ہر اکے ساتھ مکروہ کیا وَ اَكِيدُ كَيْدًا (سورہ مذکور) اور میں ان کے ساتھ تدبیر کرتا ہوں یعنی دنیا میں ان پر حکم اسلام جاری کرتا ہوں اور آخرت میں کافروں کے ساتھ جہنم واصل کرونگا۔ یا یہ کہ میں ان کے مکروہ کا بدلہ دیتا ہوں۔ فَهَلْ اَنْكَرُ فِرْيَنَ اَمْ هَلْ هُوَ رِيبٌ (سورہ مذکور) تو کافروں کو مہلت دے دو پس ان کو محض مہلت دے دو حضرت نے فرمایا کہ جب حضرت قائمؑ ظاہر ہوں گے تو جباروں اور قریش کے باطل پیشواؤں اور بنی امیہ اور تمام دشمنوں سے ہمارا انتقام لیں گے۔

ابن مہیار نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالنَّسْرٰنِ فِيْ نَارٍ جَهَنَّمَ کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی اہل کتاب سے وہ لوگ جو کافر ہو گئے اور مشرکین اہل جہنم سے ہیں حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ گروہ ہے کہ جن پر قرآن نازل ہوا پھر بھی وہ جناب رسول خداؐ کے بعد مرتد ہو گئے اور امیر المومنین کی نافرمانی کی۔ اور دوسری روایت کے مطابق الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ سے مراد وہ لوگ ہیں جو شیعوں کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور مشرکین وہ ہیں جو خلافت میں امیر المومنین کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں یہی شیعوں کی تکذیب کو پہلے اور علیؑ کی خلافت کے منکر ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے امیر المومنین کو خلافت کے مرتبہ اول سے بڑھ

چہارم پر قرار دیا ہے کفر و شرک سے الگ نہیں یہاں تک کہ ان کی طرف تینے آئے یعنی ان پر حق واضح ہو۔ سَؤْلٌ مِّنَ اللّٰهِ سے مراد حضرت محمد ہیں یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً یعنی صحیفہ پائیزہ کی تلاوت کرتے ہیں یعنی اپنے بعد اولو الامر کی جانب لوگوں کی رہنمائی کرنے میں جو آئمہ اطہار میں سے ہیں اور وہی صحف مطہرہ ہیں۔ رَفِیْہَا کُتُبٌ قִیَمَۃٌ فرمایا کہ ان کے پاس واضح حق ہے وَ مَا تَفَرَّقَیْ الدِّیْنُ اَوْ تَوَالَّفَ کُتُبٌ بَیْنِ شَیْعُوْنَ کِی تَفَرَّقَ کرنے والے متفرق نہیں ہوئے اِلَّا مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْہُمْ الْبَیِّنَاتُ مگر اس کے بعد جبکہ ان کے پاس حق آگیا تھا۔ وَ مَا اَمْرٌ وَّ لَا لَیْعَبُدُوْا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لِّہٖ الدِّیْنُ فرمایا کہ اس قسم کے مسلمان مامور نہیں ہوئے ہیں لیکن اس لئے کہ خدا کی عبادت کم میں ایسی حالت میں کہ دین کو خالص خدا کے لئے کیا ہو اس کے ساتھ کہ خدا اور رسول اور ائمہ طاہرین پر ایمان لائے ہوں۔ وَ ذٰلِکَ دِیْنُ الْفَیْقَیۃِ اور یہی دین محکم ہے۔ فرمایا کہ دین سے مراد فاطمہ زہرا ہیں اور دوسری روایت کے مطابق قائم آل محمد ہیں۔ اِنَّ الدِّیْنَ اَمَّنُوْا وَّ عَمِلُوْا الصَّالِحٰتِ فرمایا کہ یعنی وہ لوگ جو خدا و رسول پر ایمان لائے ہیں اور انھوں نے اولو الامر کی اطاعت کی ہے ان امور میں جن کا ان کو حکم دیا گیا ہے اُولَیْکَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیِّیۡہِ د پ ۳ سورہ البیۃ آیت ۱۱) یعنی وہ لوگ بہترین خلایق ہیں۔ دوسری روایت کے مطابق فرمایا کہ یہ آیت آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

امامی شیخ میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم لوگ جناب رسول خدا کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت امیر المومنین تشریف لائے۔ پیغمبر نے فرمایا کہ تمہارے پاس میرا بھائی آیا پھر فرمایا کہ اسی خدا سے برتر کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ اور اس کے شیعہ روز قیامت نجات یافتہ ہیں بلاشبہ یہ سب سے زیادہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے والا ہے اور سب سے زیادہ ہر ایک کے حق کی رعایت کرنے والا ہے اور خدا کے نزدیک اس کی عزت و فضیلت سب سے زیادہ ہے اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی اُولَیْکَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیِّیۡہِ اس کے بعد جب اصحاب پیغمبر حضرت علیؑ کو آتے ہوئے دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ خیر البریہ آگیا۔

ایضاً جناب امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ ہر ہر ہر کے

پروں پر سریانی حرفوں میں لکھا ہوا ہے کہ آل محمد خیر البریہ ہیں۔

ایضاً۔ یعقوب پسر ششم تمار سے روایت ہے کہ میں حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے فرزند رسولؐ میں آپ پر خدا ہوں میں اپنے پدر بزرگوار کی تحریروں میں پاتا ہوں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے میرے پدر ششم سے فرمایا کہ آل محمد کے دوست کو دوست رکھو اگرچہ وہ فاسق اور زنا کار ہو اور آل محمد کے دشمن کو دشمن رکھو اگرچہ وہ بڑا روزه دار اور بڑا نماز گزار ہو میں نے جناب رسول خداؐ سے سنا ہے کہ یہ آیت اِنَّ الدِّیْنِ اَمْنًا وَاَعْمَلُوا الصَّالِحَاتِ اَوْ لَسْتُمْ مِنْ عِبَادِ الرَّحْمٰنِ اَلَمْ یَکُنْ یَکْفُرْ بِہِمْ مَیْمَنَیْ جَانِبِ رُخْ کَیَا اور فرمایا اے علیؑ خدا کی قسم یہ تمہارے شیعہ ہیں اے علیؑ تم اور تمہارے دوستوں کی وعدہ گاہ حوض کوثر ہے جہاں نورانی چہروں کے ساتھ سروں پر تاج رکھے ہوئے آئیں گے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ کتاب علیؑ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں اس آیت کے نازل ہونے کے سلسلہ میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض ہم آنحضرتؐ کے حالات میں ذکر کریں گے اس کے بعد حق تعالیٰ نے فرمایا ہے رَاحِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَاَسْأَلُوْا عِنْدَ اللّٰہِ رَاضِیَ ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے خدا مومن سے دنیا و آخرت میں راضی ہے اور مومن اگرچہ دنیا میں خدا سے راضی ہے لیکن اس کے دل میں ابتداء امتحان اور مصائب کے سبب سے کچھ غلش ہوتی ہے مگر قیامت کے روز اُن ثواب کو دیکھے گا جو اس کے لئے مقرر ہے تو اس وقت وہ خدا سے جو اس کی رضا و خوشنودی کے سزاوار اور جیسا کہ حق ہے راضی ہو جائے گا۔

ایضاً۔ ابان ابن تغلب سے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے اس آیت وَبِیْلِ الْمُنْشَرِکِیْنَ الدِّیْنِ لَا یَأْتُوْنَ الذَّکُوۡۃَ وَہُمْ بِالْاٰخِرَةِ کَافِرُوۡنَ کی تلاوت فرمائی۔ یعنی افسوس ہے ان مشرکوں پر جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ پھر فرمایا کہ اے ابان کیا تم گمان کرتے ہو کہ خدا مشرکوں اور بت پرستوں سے ان کے مالوں کی زکوٰۃ طلب کریگا؟ حالانکہ وہ خدا کے ساتھ

دوسرے خدا کی بھی پرستش کرتے ہیں۔ ابان نے پوچھا پھر وہ کون لوگ ہیں امام نے فرمایا وہ ان کی خرابی ہو وہ ہیں جو امام اول کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں اور امام

ایمیر المومنین کے دوست کو دوست رکھو اگرچہ فاسق اور ان کے دشمن کو دشمن رکھو اگرچہ بدیہیز گار ہو۔

آخر کے بارے میں ویر کے متعلق امام اول نے اُن سے جو کچھ کہا اس سے انھوں نے انکار کیا۔

علی بن ابراہیم نے خدا کے اس قول **وَإِذْ كُودَا فَعَنَّا اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا** پر آیت، سورہ مائدہ کی تفسیر کے بارے میں روایت کی ہے یعنی اپنے لئے خدا کی نعمت کو اور اُس عہد کو یاد کرو جو تم سے مضبوطی سے اس نے لیا ہے جبکہ تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی جبکہ رسول خدا نے اُن سے ولایت و امامت علی کے بارے میں عہد و پیمان لیا تو انھوں نے کہا ہم نے سنا اور اطاعت کی پھر آنحضرت کے بعد انہوں نے اس عہد کو توڑ ڈالا۔

کلینی نے حضرت صادق علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس ارشاد **هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ** کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی وہ خدا وہ ہے جس نے تم کو خلق کیا۔ تم میں بعض کافر اور بعض مومن ہیں حضرت نے فرمایا کہ خدا نے اُسی روز جس دن تم سے عہد لیا تھا جبکہ تم آدم کے صُلب میں مانند ذرہ کے تھے ہماری ولایت کے بارے میں تمہارا ایمان اور کفر جانتا تھا۔ نیز روایت کی ہے حضرت باقر علیہ السلام سے کہ خدا نے امیر المومنین سے خطاب فرمایا ہے جس جگہ ارشاد کیا ہے **وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذَا ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا تَرِيحِمًا** فَلَا وَهَيْكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُخْلِكَوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا سورہ نساء آیت ۶۴ و ۶۵ یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر جب ظلم کیا اگر تمہارے پاس آتے اور طلب مغفرت کرتے اور رسول بھی ان کے لئے طلب آمرزش کرتے تو بیشک خدا کو تو یہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے۔ لیکن ایسا نہیں ہے تمہارے پروردگار کی قسم وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم کو ان باتوں میں جن میں ان کے درمیان اختلاف و نزاع واقع ہوتی ہے تم کو حکم نہ بنائیں اور جو حکم تم جاری کرو اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی شک و شبہ نہ کریں اور تمہارے حکم کی اطاعت کریں جو اطاعت کرنے کا حق ہے۔ امام نے فرمایا کہ یہ خطاب صحیفہ ملعونہ کے بارے میں امیر المومنین سے ہے جس کو اول و دوم اور منافقوں کے ایک گروہ نے لکھ کر آپس میں عہد کیا تھا کہ

اگر دنیا سے خداوند عالم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھالے گا تو خلافت بنی ہاشم تک نہ پہنچنے دیں گے۔ (امام نے فرمایا کہ) مَا شَجَرَ بَيْنَهُمُ سے یہی مراد ہے کہ ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا یعنی اس عمل کے سبب کافر ہو گئے اور ان کا ایمان درست نہیں ہو گا یہاں تک کہ امیر المومنین کے پاس آئیں اور خدا سے طلب مغفرت کریں اور یہ قریب ہے اس پر کہ اس خطاب کے مخاطب جناب رسول خدا نہیں ہیں ورنہ چاہئے تھا اِسْتَغْفَرْتُ لَهُمْ خدا فرماتا ان کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ پھر اس کے بعد ان کے توبہ کی کیفیت بیان فرمائی کہ مقبول نہیں ہے۔ اور اُن کا ایمان درست نہیں لیکن امیر المومنین کی خدمت میں آئیں اور اپنے گناہوں کا اقرار کریں اور اُن حضرت کو حکم بنائیں کہ اگر آپ چاہیں تو ہماری اس خطا کے بدلے ہم کو قتل کر دیں یا معاف کریں اور بخش دیں الغرض اس موقع پر جو حکم اُن کے حق میں فرمائیں وہ اس پر راضی رہیں گے اور دل تنگ نہ ہوں گے۔ جب اس طرح توبہ کریں گے تو ان کی توبہ مقبول ہوگی۔ پھر اس کے بعد فرمایا لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ يَهْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ حضرت نے فرمایا کہ جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی ہے علی کے بارے میں اس پر عمل کریں جیسا کہ سابقہ آیت میں مذکور ہوا تو بیشک ان کے لئے بہتر ہوگا۔

ایضاً حضرت صادقؑ سے اس آیت بَلْ تُوْثِرُوْنَ الدُّنْيَا دُنَّ الْآٰخِرَةِ سورہ اعلیٰ آیت ۱۶ کی تفسیر میں وارد ہوا ہے کہ یعنی بلکہ وہ لوگ دنیا کی زندگی اختیار کرتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اول و دوم و سوم اور تمام خلفائے جور کی جن کے ساتھ دنیا ہی محبت و ولایت اختیار کرتے ہیں۔ وَالْآٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّآٰتِیْ رَآیَتْ سورہ مذکور اور عالم آخرت بہتر اور باقی رہنے والا ہے حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد ولایت امیر المومنین ہے جس سے ثواب آخرت حاصل ہوتا ہے۔

ایضاً حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت فَاَقْبَحَ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی اپنے چہرہ کو دین حق کے لئے سیدھا کرو۔ ایسی حالت میں جبکہ دنیائے باطل سے (دین کی طرف) مائل ہو فطرتہ اللہ الّٰتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہَا یعنی وہ جس پر خدا نے لوگوں کو خلق کیا ہے۔ علی بن ابراہیم و صفار اور ابن بابویہ نے بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت امام رضا اور حضرت صادق علیہما السلام سے روایت

کی ہے کہ خدا نے لوگوں کو روز الست اپنی معرفت پر پیدا کیا ہے اور توحید لا الہ الا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَ عَلٰی اَمْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ دَلٰی اللّٰہ پر یہاں تک داخل توحید ہے اور اگر امامت امیر المؤمنین کا اقرار نہیں کیا ہے خدا کی وحدانیت کا اس کا اقرار درست نہیں ہے اور وہ مشرک ہے۔

ایضاً بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس ارشاد اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا اَدُوْ کُفْرًا لَّہُمْ یٰ کُن اللّٰہُ لَیَغْفِرَ لَہُمْ وَلَا یَتَّخِذَ لَہُمْ سَبِیْلًا کی تفسیر میں روایت ہے یعنی جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ان کا کفر زیادہ ہوا تو ممکن نہیں کہ خدا ان کو بخشے اور نہ ان کی راہ خیر و نجات کی جانب ہدایت فرمائے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت اول و دوم و سوم کے حق میں نازل ہوئی ہے جو ابتدا میں ربانی ایمان لائے پھر کافر ہو گئے یعنی اپنے کفر کو ظاہر کیا جس وقت کہ پیغمبر خدا نے ان پر ولایت امیر المؤمنین پیش کیا اور فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْکَلًا فَعَلٰی مَوْکَلًا یعنی جس کا میں مولا اور حاکم ہوں اُس کے علی مولا اور پیشوا ہیں۔ پھر جب حضرت نے ان کو بیعت کرنے کے لئے فرمایا تو مجبوراً زبان سے اقرار کیا اور بیعت بھی کی۔ اس کے بعد جبکہ پیغمبر نے رحلت فرمائی تو بیعت سے مکر گئے اور کفر میں ترقی حاصل کی اور ان لوگوں پر جنہوں نے غدیر خم میں امیر المؤمنین سے بیعت کی تھی سختی کی کہ فلاں کی بیعت کریں، یا امیر المؤمنین پر بیعت کے لئے سختی کی لہذا اس گروہ کے لئے قطعی خیر و نیکی اور ایمان کا کچھ حصہ باقی نہیں رہا اور اس آیت اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی اَذْوَاۤیْہِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَہُمْ الْہُدٰی الشَّیْطٰنُ سَوَّآءٌ لَّہُمْ وَاَمَلٰی لَہُمْ دِیْکَ سورہ محمد آیت ۵ کی تفسیر میں فرمایا کہ بیشک جو لوگ دین سے برگشتہ ہو گئے اپنے پیچھے لوٹ گئے یعنی اسی حالت کفر پر جس پر کہ تھے اس کے بعد جبکہ ہدایت ان پر ظاہر ہو چکی تھی شیطان نے ان کے لئے ضلالت کو زینت دی اور ان کی آرزو میں دراز کر دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ اول و دوم و سوم ہیں۔ امیر المؤمنین کی ولایت اختیار کر کے ایمان سے برگشتہ ہو گئے ایضاً انہی حضرت نے اس ارشاد رب العزت وَ مَنْ یُّرِذْ فِیْہِ بِالْجَبَادِ یُظْلَمُوْا تَذِیْقُہٗ مِنْ عَذَابِ اَلِیْمٍ دِیْکَ سورہ الحج آیت ۵ کی تفسیر میں فرمایا یعنی جو شخص امر حرام کا

ارادہ کرے کہ ظلم و ستم کے ساتھ حق سے روگردانی کرے اس کو ہم درونماک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت فلاں فلاں اور ابو عبیدہ کے بارے میں نازل ہوئی جو اس عہد نامہ کے کاتب تھے جس وقت کہ کعبہ میں داخل ہو کر اپنے کفر پر اور جو کچھ امیر المومنین کی شان میں نازل ہوا تھا اس کے انکار پر عہد و پیمان کیا تھا۔ کعبہ کے اندر محمد ہو گئے اس ظلم کے سبب سے جو جناب رسول خدا اور ان کے ولی علی بن ابیطالب پر کیا تھا تو پھر ستمگاریوں کا گروہ رحمت خدا سے دور ہو گیا۔

ایضاً حضرت صادق سے قول حق تعالیٰ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ يُؤَفِّكُ عَنْهُ مِنْ اَفْئِكَ کی تفسیر میں روایت ہے کہ بیشک تم اپنے قول میں مختلف ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ ان کی گفتگو ولایت حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں تھی۔ وہ شخص جنت سے پھیر دیا جاتا ہے جو علی کی ولایت سے پھرتا ہے۔

ایضاً کلینی اور ابن مہیار نے حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی قَابِیْ اَکْثَرُ النَّاسِ یُکَلِّمُ عَلِیًّا اِلَّا کَفُوْا اَیْسَی اِنْکَارِ کیا اکثر لوگوں نے ولایت علی سے اور فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی ہے قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّکُمْ فِیْ ذٰلِکَ عَلِیٌّ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُکْفُرْ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْظَّالِمِیْنَ اَنْ یُّحْمَدَ تَارًا اِحْاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا یعنی (اے رسول) کہہ دو کہ حق اور قول درست ولایت علی کے بارے میں تمہارے پروردگار کی جانب سے ہے تو جو شخص چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر ہو جائے۔ اور ہم نے آل محمد کے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے جس کے پردوں نے ان کا احاطہ کر لیا ہے۔

کتاب تاویل الاحادیث میں اخطب غوازمی جو علمائے عامہ سے ہے روایت کی ہے کہ اس نے ابن عباس سے روایت کی ہے ایک جماعت کے لوگوں نے رسول اللہ سے پوچھا کہ یہ آیت کس کے حق میں نازل ہوئی ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا یعنی خدا نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ ان لوگوں سے کیا ہے جو ایمان لائے اور اچھے اعمال بجالائے حضرت نے فرمایا کہ قیامت کے روز ایک علم نور سفید درست کیا جائے گا اور منادی ندا دے گا کہ مومنوں کا سردار اٹھے اور اس کے ساتھ وہ لوگ بھی اٹھیں جو محمد کے مبعوث



ہونے پر ایمان لائے ہیں۔ اُس وقت علی بن ابیطالب انھیں گئے اور نور کا ایک سفید علم ان کے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس علم کے نیچے (سایہ میں) تمام سابقین و لاحقین و مہاجر و انصار جمع ہوں گے۔ ان میں کوئی غیر شامل نہ ہوگا۔ پھر علی بن ابیطالب نور کے ایک منبر پر رونق افروز ہوں گے اور اُن حضرت کے سامنے ان میں سے سب لوگ ایک ایک کر کے پیش کئے جائیں گے اور وہ حضرت ہر ایک کو اس کا اجر اور اس کا نور عطا فرمائیں گے جب آخری شخص کو بھی یہ مل جائیگا۔ تو اُن سے کہا جائیگا کہ تم نے اپنے مرتبہ کو اور بہشت میں اپنی جگہ کو دیکھ لیا۔ اور پہچان لیا۔ پروردگار عالم فرماتا ہے کہ میرے نزدیک بخشش ہے اور اجر عظیم ہے۔ پھر حضرت ان لوگوں کو جو زیر علم ہوں گے کہ بہشت میں پہنچا ہیں گے اور غیروں کو جہنم میں داخل کریں گے اس قول حق تعالیٰ وَالَّذِينَ اصْطَوٰا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِۦٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُصَدِّقُونَ وَالشَّهَادَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرٌ هُمْ ذَوُوْا فَاُولٰٓئِكَ سُوْرۃ الحديد آیت ۱۹ کے بھی یہی معنی ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہوا کہ جو لوگ خدا و رسول پر ایمان لائے ہیں یہی لوگ بیوں کی تصدیق کرنے والے اور ان کے گواہ ہیں خدا کے نزدیک بیشک انہی کے لئے اجر نور ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ سابقین اور اقلین اور وہ مومنین جن کے دلوں میں ولایت امیر المومنین ہوگی وَالَّذِينَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّجْمِ یعنی جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہی لوگ جہنمی ہیں۔ امام نے فرمایا کہ وہ لوگ کافر ہو گئے اور ولایت علی کو چھوٹ سمجھا اور حضرت امیر المومنین کے حق سے انکار کیا۔

۱۔ مولف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کی آیتوں کی تاویل میں حدیثیں بہت ہیں جو کتاب بحار الانوار میں مذکور ہو چکیں۔ ان میں سے بعض کا ذکر امیر المومنین علیہ السلام کے حالات میں انشاء اللہ کیا جائیگا۔ آیات ایمان کی تاویل جو ولایت اہلبیت علیہم السلام سے کی گئی ہے ظاہر ہے کہ ایمان کا بہترین جزو ان ذوات مقدسہ کی ولایت ہے اور یہی ولایت تمام اجزائے ایمان کے لئے بھی لازم ہے کیونکہ ایمان کے اصول فروغ انہی حضرات کے بیان سے معلوم ہوتے ہیں اور ایمان کی تاویل ولایت سے کرنا اسی سلب سے ہے۔ کیونکہ ان ذوات میں ایمان کا کمال محتاج بیان نہیں اور کفر کی تاویل انکار ولایت سے بھی کرنا واضح ہے اس لئے کہ ایمان کے عمدہ جزو ولایت (بقیہ حاشیہ ص ۲۳۵ پر دیکھیں)

## تیرھویں فصل

ان حدیثوں کے بیان میں جو ائمہ اطہار کے اہل راسخین اور متقی اور سابقین و مقربان الہی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ اور ان کے شیعہ اصحاب یمن ہیں۔ اور ان کے دشمن اشترار و فجار اور اصحاب شمال ہیں۔

ابن مہیار نے اس قول خدا کے عزوجل وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ اُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۚ فَبِمَا كَسَبَتْ الْيُحٰیثُ رِبًّا سُوًّا مَّا قَدْ آتٰہِمْ ۚ (۱۲۷) کے متعلق بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے ایمان و اطاعت خالق کی طرف سبقت کی ہے۔ وہ آخرت میں بہشت کی جانب سبقت کریں گے یہی لوگ جنات نعیم میں مقرب ہیں۔

امیر المؤمنین علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ خدا و رسول کی جانب تمام سبقت کرنے والوں میں سب سے زیادہ سبقت کرنے والا میں ہوں اور سب سے زیادہ مقرب میں ہوں۔

(حاشیہ سابقہ) اہلیت کا سلب کرنا کفر ہی ہوا۔ نیز جو کچھ پیغمبر خدا کی جانب سے لائے ہیں ان سے انکار عین کفر ہے۔ اور مشرک کی تاویل ان کی ولایت کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ولایت سے انکار کرنا ہے۔ اس کی چند وجہیں ہیں۔

۱۔ اس امام کے مقابلہ میں جس کو خدا نے مقرر فرمایا ہے کسی دوسرے کو مقرر کرنا خدا کے ساتھ شریک ہونا ہے۔

۲۔ اس شخص کی فرمانبرداری کرنا۔ جس کی اطاعت کا حکم خدا نے نہیں دیا اس کی پرستش کرنا ہے جیسا کہ خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کہ شیطان کی عبادت مت کرو۔ خدا نے اپنی اطاعت کو عبادت قرار دیا ہے۔ اور خدا نے فرمایا ہے کہ اہل کتاب کے علماء اور راہبوں نے اپنے کو خدا قرار دے لیا ہے اور خدا کے سوا ان کی کسی کی اطاعت باطل پرستی میں شمار کیا ہے۔

۳۔ خدا نے بہت سی باتوں کو جو اس کے دوستوں کی نسبت واقع ہوئی ہیں اپنی جانب نسبت دی ہے جیسا کہ ان پر ظلم کیا جانا اپنے اوپر ظلم ہونا شمار کیا ہے اور ان کی اطاعت و بیعت اپنی اطاعت و بیعت قرار دیا ہے لہذا ہو سکتا ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار دینے کو اپنے ساتھ شریک کرنا قرار دیا ہو۔

ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سبقت کرنے والے تین ہیں۔ خزیفہ مومن آل فرعون۔ جو حضرت موسیٰ پر سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ اور حبیب صاحب یسین جو حضرت عیسیٰؑ پر سب سے پہلے ایمان لائے۔ اور علی بن ابی طالب علیہ السلام جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لائے اور ان دونوں سے افضل ہیں ابن شہر آشوب نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ ہم سابقون ہیں۔ ہم نے تمام امتوں پر تمام کمالات میں سبقت کی ہے اور ہم ہیں آخرین کہ ہماری سلطنت و حکومت سب کے آخر میں ہوگی۔

ابن مہیار نے شیخ طوسی سے انہی کی سند سے ابو عباس سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے کہ میں نے رسول اللہ سے قول حق تعالیٰ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ جبریلؑ نے کہا کہ وہ علیؑ اور ان کے شیعہ ہیں جو بہشت کی جانب سبقت کرتے ہیں اور خدا کے گرامی رکھنے کے سبب خدا کے مقرب ہیں۔

ایضاً۔ حضرت امام محمد باقرؑ سے قول خداوند عالم فَأَمَّا آتٍ تَكَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ قَدْ وُفِّعَ وَتَمَيَّحَانِ وَجَنَّتْ تَعْبِيرُ رُكْبَ سُوْرَةِ وَاقِعِ آیت ۸۸ و ۸۹ کی تفسیر میں روایت کی۔ اگر مرنے والا مقربوں میں سے ہے تو اس کے لئے روح یعنی استراحت (آرام) یا تسیم بہشت ہے اور رجحان یعنی پاک رزق یا بہشت کے پھول ہیں جو مرنے کے وقت لائے ہیں کہ وہ سونگھے اور وہ بہشت جن میں نعمتیں پائیں گے حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت امیر المومنینؑ اور وہ ان کے بعد کے اماموں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

عیون اخبار الرضا میں حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا یہ آیت وَالسَّابِقُونَ امیری شان میں نازل ہوئی ہے اور کتاب سلیم بن قیس ہلالی میں روایت کی ہے کہ یہ آیت امیر المومنینؑ کی شان میں ہے ان حجوتوں کے بارے میں جو مہاجرین اور انصار پر آپ نے تمام کی تھیں اور فرمایا تھا کہ میں تم کو قسم دیتا ہوں خدا کی آیاتم جانتے ہو جس وقت کہ یہ آیت وَالسَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ وَالْأَنْصَارُ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ نازل ہوئی۔ لوگوں نے ان دونوں آیتوں کی تفسیر جناب رسول خداؐ سے دریافت کی آپ نے فرمایا کہ خدا نے ان آیتوں کو پیغمبروں

اور ان کے ادھیاک کی شان میں نازل فرمایا ہے تو میں خدا کے تمام پیغمبروں میں سب سے بہتر ہوں اور علی بن ابی طالب میرے وصی تمام وصیتوں سے بہتر ہیں۔ لوگوں نے کہا بیشک ہم نے سنا ہے۔

شیخ طبری نے مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ سابقین چار اشخاص ہیں۔ اول آدم کے بیٹے ہابیل جو مار ڈالے گئے دوسرے سابق امت موسیٰ میں مومن آل فرعون ہیں۔ تیسرے امت عیسیٰ میں حبیب نجار ہیں۔ چوتھے امت محمد علیہ السلام میں علی بن ابی طالب ہیں۔

کلینی نے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے شیعوں کی ایک جماعت سے خطاب فرمایا کہ تم شیعیان خدا ہو تم یاوران خدا ہو اور تم سابقوں اولوں اور سابقوں آخروں اور سابقوں دنیا ہو اور آخرت میں بہشت میں جانے والوں میں سابقوں ہو ہم تمہارے لئے خدا کی ضمانت اور رسول کی ضمانت کے ساتھ بہشت کے صامن ہوئے ہیں علی بن ابراہیمؑ نے روایت کی ہے کہ اصحاب میمنہ مومنین ہیں جنہوں نے گناہ کئے ہیں اور وہ موقف حساب پر روکے جائیں گے اور ان میں سے سابقوں وہ ہیں جو بے حساب بہشت کی جانب سبقت کریں گے۔

کلینی نے ابن بنیہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت امیر المومنینؑ کی محبت میں آیا اور کہا یا امیر المومنینؑ ایک گروہ کہتا ہے کہ بندہ زنا نہیں کرتا اس حالت میں جبکہ مومن ہوتا ہے اور خون حرام نہیں بہاتا جبکہ مومن ہوتا ہے اور چوری وغیرہ نہیں کرتا جبکہ مومن ہوتا ہے۔ اور یہ باتیں میرے لئے سخت ہیں اور مجھے تکلیف ہوتی ہے کہ میں یہ کہوں کہ یہ بندہ میری طرح نماز پڑھتا ہے اور میری طرح لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہے مجھ کو اپنی دختر دیتا ہے اور میں اپنی دختر اس کو دیتا ہوں۔ وہ مجھ سے میراث پاتا ہے اور میں اس سے میراث پاتا ہوں تھوڑے گناہ کے سبب جو وہ کرتا ہے ایمان سے خارج ہو جاتا ہے حضرت نے فرمایا کہ جو کچھ تم نے کہا سچ ہے۔ اور میں نے جناب رسول خداؐ سے سنا ہے آپ ایسا ہی فرماتے تھے اور اس پر کتاب خدا دلیل ہے۔ خداوند عالم نے لوگوں کو تین قسم پر پیدا کیا ہے اور ان کے لئے تین درجے قرار دیے ہیں۔ اور قرآن میں اصحاب میمنہ و واصحاب مشئمہ اور سابقوں فرمایا ہے۔ سابقین خدا کے پیغمبر ہیں۔ بعض مرسل اور بعض

غیر مرسل ہیں اور ان میں پانچ روحیں قرار دی ہیں۔ روح القدس۔ روح الایمان۔ روح القوت۔ روح الشهوة اور روح البدن۔ روح القدس پر پیغمبر مبعوث ہوئے بعض مرسل اور بعض غیر مرسل اور اس روح کے سبب سے خبریں جانتے ہیں۔ روح الایمان کے باعث خدا کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ اور روح القوت سے اپنے دشمن سے جہاد کرتے ہیں اور اپنے معاش کی تحصیل کرتے ہیں۔ اور روح الشهوة کے سبب لذیذ کھانوں کی طرف رغبت کرتے ہیں اور جو ان و حلال عورتوں سے نکاح کرتے ہیں اور روح بدن کے ذریعہ راستہ چلتے ہیں۔ اس جماعت کی بخشش ہے ان میں بعض معصوم ہیں اور اگر کسی سے شاذ و ناوہر ترک ادلی اور کوئی مکر وہ امر کر گزرتے ہیں تو خدا ان کو معاف کر دیتا ہے اور ان پر اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ خدا فرماتا ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَاتَّبَعْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْيَتِيمَ وَ آيَاتُ مَا يُدْرِكُ الْقُلُوبَ ۚ مِنْ رُبِّهِ ۚ وَبَعْضُهُمْ أَعْيُنُنَا وَبَعْضُهُمْ نَسْنَأُ فِيهِمْ لَعَلَّ يُهْتَدُ ۚ وَمِنْهُمْ كَلِمَاتٌ لَقَدْ نَعْلَمُ ۚ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْنَتٍ رَبَّنَا ۚ وَلَقَدْ نَعْلَمُ ۚ اَلَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ ۚ وَلَهُمْ فِي السَّعَةِ كَفْرٌ ۚ وَلَقَدْ نَعْلَمُ ۚ اَلَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ ۚ وَلَهُمْ فِي السَّعَةِ كَفْرٌ ۚ وَلَقَدْ نَعْلَمُ ۚ اَلَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ ۚ وَلَهُمْ فِي السَّعَةِ كَفْرٌ ۚ

کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ پیغمبروں میں سے بعض فضائل کے لحاظ سے وہ تھے کہ خدا نے جس سے گنگو کی جیسے حضرت موسیٰ اور محمد صلوات اللہ علیہا اور ان میں سے بعض کے درجے بہت بلند کئے جو محمد ہیں اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح معجزے عطا کئے اور ان کو روح القدس کے ذریعہ قوت بخشی اور تمام پیغمبروں کے بارے میں فرمایا وَ آيَاتُ مَا يُدْرِكُ الْقُلُوبَ ۚ اور تقویت دی ان کو اپنی خاص روح یعنی جو اسکی بزرگوار ہے یا اس کی عطاوں میں سے ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ یعنی ان کو گرامی کیا اس روح کے ذریعہ سے پھر ان کو ان کے غیر پر فضیلت بخشی۔ پھر اصحاب میمنہ کا ذکر کیا اور وہ مومنین ہیں جیسا ایمان کا تقاضا ہے۔ اور ان میں چار روحیں ودیعت فرمائی ہیں۔ روح ایمان۔ روح قوت۔ روح شہوت اور روح بدن اور ہمیشہ ان چار روحوں کو کامل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اس پر چند حالتیں گذرتی ہیں یہ سن کر اس مرد نے کہا یا امیر المومنین علیہ السلام وہ حالتیں کیا ہیں؟ حضرت نے فرمایا۔ ان میں سے پہلی ویسی ہے جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے وَ مَنكُم مَّن يُّدْرِكُ إِلَىٰ آسَٰءِ ذَٰلِكَ الْغُيُورِ لِيُكْمِلَ اللَّهُ بَعْدَ عِلْمِهِ شَيْئًا ۚ یعنی تم میں سے بعض بہت زیادہ عمر کو پہنچتے ہیں جو ناتوانی ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ بعد جاننے کے کسی چیز کو نہیں جانتے۔ حضرت نے فرمایا

ایسے آدمی سے تمام روحیں کم ہو جاتی ہیں لیکن دین خدا سے باہر نہیں جاتا کیونکہ خدا نے اس کو اس عمر نادانی کو پہنچایا ہے۔ لہذا وہ نہیں جانتا وقت نماز اور شب و روز میں نماز کیلئے نہیں اٹھ سکتا اور جماعت کی صف میں لوگوں کے ساتھ کھڑا نہیں ہو سکتا لہذا یہ روح ایمان کی کمی کا باعث ہے اور اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔

ان میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جن کی روح قوت کم ہو جاتی ہے تو وہ دشمنوں سے جہاد نہیں کر سکتے اور طلب معاش پر قوت و قدرت نہیں رکھتے اور بعض میں روح شہوت کم ہو جاتی ہے اس طرح کہ اگر خوبصورت ترین عورتوں کو اس کے پاس بھیجیں تو وہ ان کی طرف راغب نہیں ہوتا اور آمادہ نہیں ہوتا۔ روح بدن اُس میں ہوتی ہے جس سے وہ حرکت کرتا ہے اور راستہ چلتا ہے۔ یہاں تک کہ ملک الموت اس کے پاس پہنچتے ہیں۔ اس مرد کا حال بہتر ہے کیونکہ خدا نے اس کا حال اس کے یہ نسبت بہتر کیا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک حالت اُس کو اس کی قوت و جوانی کے دنوں میں عارض ہوتی ہے اور وہ گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو روح قوت اس کو دلیہ کرتی ہے اور وہ روح شہوت اس کے لئے زینت دیتی ہے اور روح بدن اس کو آمادہ کرتی ہے اور وہ زنا کا مرتکب ہوتا ہے تو چونکہ اس نے حرام کا ارتکاب کیا روح ایمان اس سے جدا ہو جاتی ہے اور جب تک وہ توبہ نہیں کرتا واپس نہیں آتی اگر وہ توبہ کرتا ہے تو خدا اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اگر توبہ نہیں کرتا تو پھر اس گناہ کا اعادہ کرتا ہے اور داخل جہنم ہوتا ہے۔

اصحاب مشتمہ یہود و نصاریٰ ہیں اُن کے بارے میں خدا فرماتا ہے اَلَّذِينَ اتَّخَذُوا  
الْكِتَابَ يَحْسَبُونَ كَلِمَتَهُمْ كَلِمَةً يَتَوَدَّعُونَ اٰیٰتِنَا تَهْتَفُ بِهَا عَمَّالٌ يٰۤاٰمَنُ  
کی ولایت کو توریت و انجیل میں پڑھ چکے ہیں وہ جس طرح اپنے گھروں میں اپنے لوگوں  
کو پہچانتے ہیں۔ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَبَتَكْفُرُوْنَ الْحَقُّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ یعنی ان کی ایک جماعت  
حق کو چھپاتی ہے حالانکہ وہ لوگ جانتے ہیں الْحَقُّ مِنْ تَرٰثِیْكَ فرمایا کہ حق تمہارے پروردگار  
کی جانب سے ہے کہ تم ان کی جانب خدا کے رسول ہو قُلْ لَا تَكْفُرُوْنَ مِنَ الْمُفْتَزِّیْنَ تو  
تم شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔ الغرض جبکہ وہ لوگ جو کچھ جانتے تھے اس سے جان  
بوجھ کر انکار کیا تو خدا نے ان کو آپس میں مبتلا کیا پھر ان سے روح ایمان سلب کر لیا

مومنین کے لئے چار درجیں

اصحاب مشتمہ سے روح ایمان سلب ہو گئی ہے۔

اور ان کے بدن میں تین روحوں کو ساکن کیا روح قوت روح شہوت اور روح بدن پھر اضافہ کیا اور ان کو چوپایوں سے نسبت دی اور فرمایا اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ يَعْنِي وَهِيَ ہیں مگر چوپائے۔ کیونکہ چوپایہ روح قوت کے ذریعے بوجھ اٹھاتا ہے اور روح شہوت کے سبب سے چارہ کھاتا ہے اور روح بدن سے راہ چلتا ہے۔ یہ سکر اس سائل نے کہا یا امیر المؤمنین آپ نے خدا کے حکم اور توفیق سے میرے دل کو زندہ کر دیا۔

ابن مہیار نے حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر میں قَامَا اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِينِ فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِينِ۔ اگر یہ میت اصحاب یمن سے ہے تو اسے اصحاب یمن میں تم پر سلام ہو اور اصحاب یمن کی جانب سے بھی تم پر سلام ہو جو تمہارے بھائی ہیں۔ جیسا کہ اکثر مفسرین نے کہا ہے اور حضرت نے اس حدیث میں فرمایا کہ اصحاب الیمین شیخیان علی ہیں۔ حقیقتاً اپنے پیغمبر سے فرماتا ہے کہ اصحاب یمن کی جانب سے تم پر سلام ہو یعنی تم محفوظ ہو ان سے جو تمہاری اولاد کو قتل کرتے ہیں۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ وہ ہمارے شیعہ اور دوست ہیں۔

کتاب تاویل الاحادیث میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ میری مخلوق میں سے کوئی شخص میری جانب متوجہ نہ ہو جو دعا کرنے والوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو جو مجھ کو پکارے اور مجھ سے سوال کرے بحق محمد و آل محمد بیشک ان کلمات کے ذریعہ سے جو آدمؑ نے اپنے پروردگار سے کہتے تھے اور اس کے ذریعہ سے اُن کی توبہ قبول ہوئی یہ تھے یعنی آدمؑ نے کہا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَابْنُ نِعْمَتِي وَالْقَادِرُ عَلٰی طَلِبَتِي وَفَقَدْ تَعَلَّمْتُ حَاجَتِي فَاَسْأَلُكَ بِمَحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ اَلَا مَا سَأَلْتَنِي فَعَفَرْتَ لِيْ مَا سَأَلْتَنِيْ عَنِ اَسْمَاءِ خَدَا تو میری نعمتوں میں میرا ولی ہے اور تو ہی قادر ہے میری حاجت برآری پر جو میں تجھ سے طلب کرتا ہوں اور بیشک تو میری حاجت سے واقف ہے تو میں تجھ سے بحق محمد و آل محمد سوال کرتا ہوں کہ تو مجھ پر رحم کر اور میری لغزشوں کو بخش دے۔ خدا نے ان پر وحی فرمائی کہ اے آدمؑ میں تمہارا ولی نعمت ہوں اور تمہاری حاجت بر لانے پر قادر ہوں اور یقیناً تمہاری حاجت سے آگاہ ہوں تب تو کہ اس جماعت کے وسیلہ سے تم نے کیوں مجھ سے سوال کیا۔ آدمؑ نے عرض کی اے میرے پالنے والے جب تو نے میرے جسم

میں روح پھونکی میں نے سرائٹھا کر عرش کی جانب دیکھا تو اس پر لکھا تھا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ میں نے سمجھا کہ محمد خلق میں تیرے نزدیک سب سے گرامی ہیں پھر تو تے ناموں کو مجھے بتلایا ان میں سے جو میرے سامنے گزرے اصحابِ مہین میں سے آلِ محمد اور اُن کے شیعہ تھے تو میں نے سمجھا کہ وہ لوگ تیری مخلوق میں سب سے زیادہ تیرے مقرب ہیں خدا نے فرمایا اے آدم تم نے سچ کہا۔

ایضاً روایت کی ہے جناب رسولِ خدا سے کہ آپ نے امیر المومنینؑ سے فرمایا کہ تم وہ ہو کہ خدا نے تمہارے ذریعہ سے امتِ دائیٰ آفرینش میں حجت تمام کی اپنی مخلوق پر جبکہ ان کو اپنے نزدیک کھڑا کیا اور وہ چند شبہ تھے تو ان سے فرمایا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں ان سب نے جواب دیا کیوں نہیں؟ پھر خدا نے فرمایا کیا محمد میرے رسول نہیں ہیں۔ ان سب نے جواب دیا ہاں بیشک ہیں۔ فرمایا کیا علیؑ مومنین کے امیر اور بادشاہ نہیں ہیں تو تمام مخلوق نے تمہاری ولایت سے انکار کیا غور کیا اور سرکشی کی سوائے چند قلیل افراد کے اور وہ بہت ہی کم ہیں اور وہی اصحابِ مہین ہیں۔

ایضاً روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے لوگوں نے اس قولِ خدا وَامَّا اَنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِبِيْنَ کی تفسیر دریافت کی۔ حضرت نے فرمایا کہ مقرب وہ لوگ ہیں جو امام کے نزدیک مقرب اور منزلت رکھتے ہیں۔ لوگوں نے اصحابِ مہین کو پوچھا فرمایا جو امام حق کی امامت کا اقرار رکھتے ہیں وہ سب اصحابِ مہین میں داخل ہیں۔ پھر وَامَّا اَنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِبِيْنَ الصَّالِحِيْنَ یعنی اگر مرنے والا پیغمبروں کی تکذیب کرنے والا اور گمراہوں میں سے ہو تو اس کی مہمانی جہنم کے کھولتے ہوئے پانی اور جہنم کی جلانے والی آگ سے ہوگی۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے امام کی تکذیب کی ہوگی۔

کلینی نے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام سے خدا نے علیؑ و عظیم کے اس قول دَاٰدِلُكُمْ فِي سَفَرٍ قَالُوْا اَلَا نَدْعُكَ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ۔ یعنی گنہگاروں اور کافروں سے اصحابِ مہین پوچھیں گے کہ کس سبب سے تم کو جہنم میں داخل ہونا پڑا تو جیسا کہ مشہور ہے وہ کہیں گے کہ ہم مصلین یعنی نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے۔ اس روایت میں حضرت نے فرمایا کہ اس آیت میں مصلیٰ نماز گزار کے معنی میں نہیں ہے



بلکہ سابق کے مقابلہ میں ہے۔ گھوڑے ددڑانے کی شرط میں دس گھوڑے ہوتے ہیں جن میں ہر ایک کے نام ہوتے ہیں جو گھوڑا سب سے پہلے ہے اس کو سابق کہتے ہیں اور مٹی بھی کہتے ہیں اس کے بعد مٹی ہے جس کا سر سابق کے دائیں اور بائیں دونوں استخوان کے مقابل رہتا ہے۔ الغرض سابق ائمہ ہیں جو تمام اُمت پر سبقت لے گئے ہیں۔

عقائد و اعمال میں شیعہ وہ ہیں جو چاہتے ہیں کہ اپنے تئیں ان سے ملحق کر دیں اور ان کی پیروی کریں اور یہ معنی اسلوبِ آیت کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ مجرموں اور مشرکوں کے حالات کے ساتھ مخالفت اصولِ دین میں فروغِ دین سے انسب ہے یعنی نماز۔ اسی طرح ذَلَّكَ نَطَعُ الْمَسَاكِينِ یعنی ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ یہ بھی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اس سے مراد خمس کا دینا ہے جو آلِ محمد کا حق ہے تو اس کو بھی اصولِ دین کی جانب پھیر سکتے ہیں۔

ابن مہیار نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اس آیت کُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ اِلَّا اَصْحَابُ الْيَمِينِ یعنی ہر نفس اپنے اعمال میں رہن ہے سوائے اصحاب یمن کے کیونکہ اصحاب یمن ہم اہلبیت کے شیعہ ہیں اور آیت کے تتمہ یعنی فِي جَنَّتٍ يَكْسَا ثَلَوْنِ عَيْنِ الْحِجْرِ مِثْلُ كُنْزٍ تَنْفِيسٍ فرمایا کہ جناب رسول خدا نے امیر المومنین سے فرمایا کہ یا علی مجرمین وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمہاری ولایت سے انکار کیا ہے اور فرمایا کہ جب اس سے پوچھیں گے کہ کون سی چیز تم کو جہنم میں لائی تو وہ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے اور امور باطل میں اہل باطل کے ساتھ مشغول رہتے تھے جب یہ باتیں وہ اصحاب بیان کیاں تو اصحاب یمن ان سے کہیں گے کہ یہ باتیں جہنم میں داخل ہونے اور اس میں ہمیشہ رہنے کا سبب نہیں ہو سکتیں صحیح بناؤ کہ کیا کرتے تھے تب وہ کہیں گے کہ وَكُنَّا نَكْذِبُ يَوْمَ الْقِيَامِ حَتَّىٰ آتَيْنَا الْيَقِيْنَ یعنی قیامت کو ہم جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی حضرت نے فرمایا کہ جب وہ یہ بیان کریں گے تو اصحاب یمن ان سے کہیں گے کہ اے اشتہاد بہ سبب ہے جو تم کو جہنم میں لایا ہے۔ اور فرمایا کہ يَوْمَ الْقِيَامِ روزِ قیامت ہے جب کہ ان سے تمہاری ولایت کا عہد و پیمان لیا اور ان سب نے تکذیب کیا اور اعتبار نہیں کیا اور غور کیا۔

علی بن ابراہیم نے امام محمد باقر سے اس آیت **كَلَّا إِنَّ الْفُجَارَ لَیْفِیْ سَجَیْنِ** کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی ایسا نہیں ہے کہ تم گمان کرتے ہو کہ قیامت نہ ہوگی۔ بیشک مجھ کرنے والوں کے اعمال سچین میں ہیں یا یہ ان کے نامہ عمل میں لکھا ہوا ہے کہ ان کی روح وہاں ہے اور وہ زمین کا سا تو ان طبقہ ہے یا جہنم میں ایک کنواں ہے یا یہ کہ سچین ان کے نامہ عمل کا نام ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھار سے مراد جو اس آیت میں نازل ہوا ہے اول و دوم اور ان کے پیرو ہیں۔ اس کے بعد فرمایا ہے **وَلَیْلٌ یُّتَوَمَّسِبُهَا لِلْمُكَذِّبِیْنَ الَّذِیْنَ یُكْذِبُوْنَ بَیْوَمِ الدِّیْنِ** یعنی وائے ہو اُس روز جھٹلانے والوں پر جو کہ روز قیامت کی تکذیب کرتے اور جھوٹ سمجھتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد اول و دوم ہیں۔ **وَمَا یُكْذِبُ بِہِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَیْمٍ إِذَا تُلِیْ عَلَیْہِ آيَاتُنَا قَالِ اٰسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ** یعنی روز جزا کی تکذیب نہیں کرتے ہیں لیکن حد سے بڑھ جانے والے اور گنہگار لوگ جب ان کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں، تو کہتے ہیں یہ تو اگلے لوگوں کے افسانے ہیں یہاں تک کہ فرمایا **ثُمَّ اَنْهَضُوْا لَصَالُوْا الْجَحِیْمِ** یعنی بیشک وہ جہنم کی آگ بھڑکانے والے ہیں حضرت نے فرمایا کہ یہ آیتیں سب اول و دوم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ جناب رسول خدا کی تکذیب کرتے تھے اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی **عَیْنَا یَشْرَبُ بِہَا الْمُكَذِّبُوْنَ**۔ حضرت نے فرمایا کہ مقربوں سے مراد جناب امیر و معصومہ عالم و امام حسن و امام حسین علیہم السلام ہیں ایضاً۔ بسند معتبر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ خدا نے ہم کو بلند ترین مراتب علیین سے خلق فرمایا اور ہمارے شیعوں کے دل اُسی سے خلق فرمائے یا جس سے ہمارے بدن خلق فرمائے تھے اس کے بعد اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔ **كَلَّا اِنْ كُنَّا لَآلِیْبَارِیْنَ لَیْفِیْ عِلِّیْنَ وَ مَا اَدْرٰیكَ مَا عِلِّیُّوْنَ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ یَشْہَدُ بِالْمُكَذِّبُوْنَ** ایسا نہیں ہے یقیناً نیک لوگوں کے نامہ اعمال عِلِّیِّین میں ہیں اور تم کو کیا معلوم کہ علیوں کیا ہے لکھی ہوئی اور واضح ایک کتاب ہے اور اس کے پاس موجود ہیں اس کے پڑھنے والے اور وہ اس کو حفظ کرتے ہیں یا روز قیامت اس پر مقررین گواہی دیں گے یا کہ علیوں اس کتاب کے مقام کا نام ہے جو سا تو ان آسمان ہے یا **سَدْرۃ الْمُنْتَهٰی** یا بہشت۔ پھر فرمایا **یُسْقَوْنَ مِنْ تَحْتِیْ تَخْتُوْمِ خِتَامُہٗ وَ سَلَطٰ**

یعنی پیتے ہیں وہ لوگ شراب خالص جس پر مہر لگی ہوتی ہے اور وہ مہر مشک کی ہے حضرت نے فرمایا کہ وہ شراب وہ پانی ہے کہ جب اس کو مومن پئے گا تو اس سے مشک کی بو آئے گی۔ وَیَقُولُ ذَٰلِكَ خَلِیْقَتَا هَٰذِهِنَّ التَّنَازِلُ یعنی اس میں رغبت کرنے والے ثابت کرتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ ان آیتوں میں جن کو ہم نے ذکر کیا ثواب ہے جس کو مومنین طلب کرتے ہیں۔ وَیَذَٰلِجُہُ مِنَ التَّسْنِیْمِ یعنی اس میں جو مخلوط کرتے ہیں۔ وہ چشمہ تسنیم سے ہے حضرت نے فرمایا تسنیم اہل بہشت کی بہترین شراب ہے۔ اور اس کو تسنیم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ان کے مکانات میں مقام بلند سے ٹپکتی ہے عِیْنًا بِشَرَابٍ بِہَا الْمُقَرَّبُونَ۔ حضرت نے فرمایا کہ تسنیم وہ چشمہ ہے جس میں سے مقربان خالص پیتے ہیں اور کسی چیز سے مخلوط نہیں کرتے اور مقربون آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے السَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ یعنی جناب رسول خدا اور خدیجہ الکبریٰ علی بن ابی طالب اور ان کی ذریت سے ائمہ بھی ان سے ملحق ہونگے خدا نے تعالیٰ فرماتا ہے اَلْحَقْنَا بِہُمْ ذُرِّیَّتَہُمْ یعنی ان کی ذریت کو ان سے ملحق کر دیا گا اور مقربین خالص تسنیم سے پئیں گے اور تمام مومنین تسنیم ملی ہوئی شراب پئیں گے۔ علی ابن ابراہیم نے کہا کہ خدا نے اس صورت سے اُن مجرموں کا تذکرہ فرمایا ہے جو مومنین کا مذاق اڑاتے اور اُن پر ہنستے اور چٹشک کرتے ہیں۔ پھر فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا کَا نُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَکُوْنَ۔ یعنی وہ لوگ جو مجرم ہیں اور شرک کرتے رہے ہیں اور ان لوگوں پر ہنستے رہے جو ایمان لائے ہیں۔ وَ اِذَا مَرُّوا بِہُمْ یَتَغَامَزُوْنَ اور جب مومنین ان کے پاس سے گزرتے تھے تو آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے وَ اِذَا اَنْقَلَبُوْا اِلٰی اٰہْلِہُمْ اَنْقَلَبُوْا فِیْہِیْنَ اور جب اپنے اہل و عیال کی طرف واپس آتے تھے تو ان کی مذمت کرنے میں بہت لطف حاصل کرتے تھے۔ وَ اِذَا سَاوَوْہُمْ قَالُوْا اِنَّ کَہُوْدًا لَّہُمْ لَصَٰثُوْنَ اور جب مومنوں کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ لوگ گمراہ ہیں۔ وَ مَا اُسْرِیْلُوْا عَلَیْہُمْ حَٰفِظِیْنَ خدا فرماتا ہے کہ یہ لوگ اس لئے نہیں نہیں بھیجے گئے تھے کہ مومنوں کے اعمال کی حفاظت کریں۔ قَالِیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْکُفَّٰرِ یَضْحَکُوْنَ لَہٰذَا اَیْ جِی قِیَامَتِ کَہُوْدًا لَّہُمْ لَصَٰثُوْنَ اور اہل ایمان کافروں پر ہنسیں گے

وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ عَلَىٰ ابْنِ طَالِبٍ هُمْ۔

محمد بن حسن بن علی بن ابی طالب

جاتے ہیں لیکن کافروں کے اعمال اور ان کے روجوں کو اوپر لے جاتے ہیں تاکہ آسمان پر پہنچے تو ایک منادی ندا کرتا ہے کہ اس کو سچین میں لے جاؤ جو ایک وادی حضرت موت میں ہے جس کو برہوت کہتے ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے حضرت امام باقر سے روایت کی ہے کہ سچین ساتویں زمین ہے اور علیوں ساتواں آسمان ہے اور امام حسن علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ لوگ بیت المقدس کے صخرہ (بڑے پتھر) کے پاس محشور ہونگے پھر اہل بہشت صخرہ کی داہنی جانب محشور ہوں گے اور جہنم کو صخرہ کے بائیں جانب زمین کے ساتویں آخری طبقہ میں قرار دیں گے اور فال اور سچین وہیں ہیں۔

کلینی نے بسند معتبر حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ فرشتہ بندہ کا عمل شاد و مخرم اوپر لے جاتا ہے۔ جب اس کے اچھے اعمال اوپر لے جاتے ہیں خداوند عالم فرماتا ہے کہ اس کے عمل کو سچین کی جانب لے جاؤ اس کی عرض اس عمل سے میری خوشنودی نہیں بلکہ دوسروں کو دکھانا تھا۔

ابن مایہ نے بسند معتبر حضرت محمد باقر سے خدا کے اس قول **إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفَجَّارَ لَفِي دَجِيمٍ** یعنی بیشک ابراہر اور نیک اشخاص بہشت کی نعمتوں میں ہیں اور فاجر اور کفار جہنم کی دوزخ میں ہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ ابراہیم ہیں اور قجار ہمارے دشمن ہیں۔ ایضاً تفسیر و مآذ **لَكَ مَا عَمِلُونَ كِتَابَ مَرْحُومٍ** میں روایت کی ہے یعنی مرقوم ہے نیکی سے محمد و آل محمد کی محبت۔ ایضاً ابن عباس سے خدا کے بزرگ و بزرگے اس قول کی تفسیر میں روایت کی ہے **أَمْرٌ تَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي**

**الْأَرْضِ** جن اُم تَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفَجَّارِ کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے زمین میں فساد کرنے والوں کے برابر کر دیں گے یا پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کر دیں گے۔ ابن عباس نے کہا کہ علی و حمزہ و عیڈہ ایمان لائے اور انہی لوگوں نے عمل صالح کیا اور فساد کرنے والے عقبہ و شیبہ اور ولید ہیں جو ان کے ہاتھ سے مارے گئے اور پرہیزگار علی اور ان کے اصحاب ہیں اور قجار معاویہ اور اس ساتھی ہیں۔

## چودھویں فصل

صراط و سبیل و مثل ان کے الفاظ کی تاویل کے بارے میں حدیثوں کا بیان جو اللہ علیہم السلام کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام اور معانی الاخبار میں مذکور ہے کہ حضرت نے خداوند عالم کے اس قول اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی تفسیر میں فرمایا یعنی توفیق ہمارے لئے دائمی قرار دے جس سے ہم نے ایام گزشتہ میں تیری اطاعت کی ہے تاکہ آئندہ عمر میں وہ اطاعت کریں۔ اور صراط مستقیم یعنی سیدھی راہ دو ہیں ایک دنیا میں صراط اور دوسری صراط آخرت میں دنیا کی صراط مستقیم وہ ہے جو بلند درجہ سے بہت زیادہ پست ہوتی ہے تقصیر و کمی سے زیادہ بلند اور سیدھی کہ کسی باطل کی طرف رغبت نہ کرے۔ اور دوسری صراط آخرت میں بہشت کی جانب مومنوں کی راہ ہے جو سیدھی ہے اور بہشت سے جہنم اور نہ کسی اور طرف رخ کرے۔ حضرت نے فرمایا یعنی ہماری راہنمائی فرما راہ راست کی جانب اور اس راہ کی پیروی کی طرف جو پیروی کرنے والے کو تیری محبت کی جانب اور تیرے دین کی طرف پہنچاتی ہے اور روکتی ہے اس سے کہ ہم اپنی خواہش نفسانی کی پیروی کریں یا اپنی رائے کے مطابق عمل کریں اور ہلاک ہوں صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ کہو کہ (اے خدا) ہماری ہدایت کر اس جماعت کی طرف جن پر تُو نے اپنے دین اور اپنی اطاعت کی توفیق دینے کے سبب انعام فرمایا ہے۔ یہ وہ گروہ ہے جس کی شان میں خدا نے فرمایا ہے۔ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَوْثِقْكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا یعنی جو شخص خدا و رسول کی اطاعت کرتا ہے تو ایسے لوگ اُن لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر خدا نے انعام فرمایا ہے اور وہ پیغمبر ان خدا، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں حضرت امیر المومنینؑ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ جماعت وہ نہیں ہے جن کو خدا نے نعمت مال و صحت بدن عطا فرمائی ہے اگرچہ یہ لوگ بھی ظاہری نعمتیں رکھتے ہیں ان میں بعض کا قر اور بعض فاسق ہوتے ہیں اور خدا تم کو یہ حکم نہیں دیتا ہے کہ خدا سے اس گروہ کی راہ کی طرف رہنمائی کرنے کی دعا کرو بلکہ اُس گروہ کی راہ کی جانب رہنمائی کرنے کے لئے دعا کرنے کا حکم دیتا ہے جن پر خدا نے انعام کیا ہے ان کے خدا پر ایمان لانے اور اُس کے رسولوں کی تصدیق کرنے اور محمد و آل محمد علیہم السلام اور ان کے نیک اور برگزیدہ اصحاب کی

ولایت اختیار کرنے کی وجہ سے۔ اور ان کی مناسب متابعت کے سبب سے جس سے  
 بسندگانِ خدا کے شر سے اور دشمنانِ خدا کے گناہوں اور کفر میں زیادتی ہونے سے محفوظ رہو  
 اس طرح کہ ان کے ساتھ مدارا کروان کو اپنے اور دوسرے مومنوں کے آزار کی تحریص نہ  
 کرو اور اپنے براور ان ایمانی کے حقوق پہنچاؤ کیونکہ کوئی بندہ خدا کے بندوں اور کوئی کینز  
 خدا کی کینزوں میں سے نہیں ہے جو محمد و آل محمد سے دوستی کرے اور ان کے دشمنوں سے  
 دشمنی کرے مگر یہ کہ اس نے مذابِ خدا سے بچنے کے لئے ایک مضبوط قلعہ حاصل کر لیا ہے  
 اور ہر بندہ اور کینز جو بندگانِ خدا کے ساتھ ایسی ہمدردی کرے جو بہت نیک اور بہتر  
 ہو یعنی اس کے سبب باطل میں داخل اور کسی حق سے خارج نہ ہو تو خدا اس کی ہر سانس پر بیج  
 کا ثواب عطا فرماتا ہے اور اس کے عمل کو قبول کرتا ہے اور اسے اُس صبر کے عوض جو اس  
 نے ہمارے اسرارِ پوشیدہ رکھنے کے سبب اور اس عہدہ کو روکنے کے بدلے جس  
 کو ہمارے دشمنوں سے کلمات نامناسب سننے کے بعد ضبط کیا ہے اس شخص کا ثواب  
 عطا فرماتا ہے جو کہ راہِ خدا میں اپنے خون میں لوٹا ہو اور جو بندہ اپنی طاقت کے مطابق براور  
 ایمانی کے حقوق ادا کرے اور جس قدر اس سے ممکن ہو ان کی مدد کرے اور ان سے راضی  
 رہے اس طرح کہ ان کی برائیوں اور لغزشوں کو جو ان سے سرزد ہوں معاف کر دے اور ان کے  
 بدلے میں مبالغہ نہ کرے اور ان کی برائیوں کو بخش دے تو بیشک خداوندِ تعالیٰ روز قیامت اس  
 سے کہے گا کہ اے میرے بندے تو نے اپنے براور ان مومن کے حقوق ادا کئے اور  
 ان پر جو تیرے حقوق تھے ان کے ادا کرنے پر ان کو مجبور نہ کیا میں اس سے زیادہ بخشش  
 والا اور زیادہ کرم کرنے والا ہوں جو تو نے ان کے لئے آسانی اور ہر بانی کی ہے لہذا آج  
 میں تجھ کو وہ سب عطا کرونگا جس کا تجھ سے وعدہ کیا تھا بلکہ اپنے وسیع فضل سے اس سے  
 زیادہ دوں گا اور میرے حقوق کی ادائیگی میں جو تو نے کمی کی ہے اس کے سبب میں اپنی عطائیں  
 کچھ کمی نہ کرونگا اس کے بعد خدا اس کو محمد و آل محمد سے ملحق کر دے گا اور اس کو ان کے  
 مقرب شیعوں میں قرار دے گا۔

معانی الاخبار میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت صادق سے صراط کے بارے  
 میں لوگوں نے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ وہ خدا کی معرفت کا راستہ ہے اور دو صراط  
 ہے۔ صراطِ دنیا اور صراطِ آخرت۔ صراطِ دنیا وہ امام ہے جس کی اطاعت واجب ہوتی

ہے اس پر جو اسے دنیا میں پہچانتا ہے اور اس کی ہدایت پر چلتا ہے تو وہ آخرت میں اس صراط پر سے گذر جائے گا جو جہنم کے اوپر پل ہے اور جو شخص دنیا میں اس کو نہیں پہچانتا تو اس کا پیر آخرت کی صراط پر ڈگمگائے گا اور وہ جہنم کی آگ میں گر جائے گا۔

ایضاً بے سند حسن حضرت صادقؑ سے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی تفسیر میں روایت کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ راہ راست کی ہم کو ہدایت فرما۔ حضرت نے فرمایا کہ صراط مستقیم جناب امیر علیہ السلام ہیں۔ اور ان کے پہچاننے کی دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَ اِنَّہٗ فِیْ اَوَّلِ الْکِتَابِ لَدَیْنَا لَعَلَّیْ حَکِیْمٌ یعنی امیر المؤمنین علیہ السلام ام کتاب ہیں جو سورہ حمد ہے اسکی آیت اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ میں مذکور ہیں اور صراط مستقیم علی ہیں جو عالم احکام و معارف ربانی ہیں مفسرین نے تفسیر کو قرآن کی طرف راجع کیا ہے اور ام کتاب سے کوح محفوظ مراد لیا ہے جو ہمارے پاس ہے جو بلند مرتبہ اور محکم ہے یا حکمت ظاہر کرنے والی ہے اس بنا پر جو ہم نے پہلے تحقیق کیا کہ امیر المؤمنین کتاب اللہ ناطق ہیں۔ ظاہری آیت کے ساتھ بھی منطبق کیا جاسکتا ہے۔

ایضاً بے سند معتبر امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ خدا اور اس کی حجت کے درمیان جو امام زمانہ ہوتا ہے کوئی حجاب اور پردہ نہیں ہوتا ہم علم الہی کے دروازہ ہیں۔ اور ہم صراط مستقیم ہیں اور ہم علم خدا کے صندوق اور وحی خدا کے بیان کرنے والے ہیں اور ہم ہیں توحید خدا کے ارکان۔ اور ہم ہیں راز ہائے خدا کے محل و مقام۔

ایضاً بے سند معتبر حضرت امام صادقؑ سے صِرَاطُ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ کی تفسیر میں روایت کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اُن لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام فرمایا ہے حضرت نے فرمایا اس سے مراد محمدؐ اور ان کی ذریت ہیں۔

علی بن ابراہیم نے بے سند کاصحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ جن کی اطاعت کا خدا نے حکم دیا ہے اور جو چاہے کہ اس راہ کو اختیار کرے خدا کی قسم وہ ہماری طرف بازگشت کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رکھتا خدا کی قسم وہ سبیل اور راستہ جس کو اختیار کرنے کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے وہ ہم ہیں اور خدا کی قسم ہم صراط مستقیم ہیں۔

ایضاً انہی حضرت سے بے سند کاصحیح روایت کی ہے کہ آخر سورہ حمد کو اس طرح پڑھتے

صراط مستقیم سے مراد امیر المؤمنین ہیں اور راہ محمد علیہ السلام



تَحْتِ اِهْدَانَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ یعنی اے خدا ہمارے رہنمائی کی سیدھی راہ کی طرف۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام فرمایا ہے نہ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے غضب ڈھایا ہے اور نہ گمراہوں کی راہ کی۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا نے جن پر غضب فرمایا وہ ناصبی ہیں یعنی تمام مخالفین ان لوگوں کے سوا جو اعتقاد میں کمزور ہیں جو اہلبیت سے عداوت رکھتے ہیں۔ اور گمراہ یہود و نصاریٰ ہیں۔

ایضاً بسند کا صحیح دیگر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ مغضوب علیہم ناصبین ہیں اور ضالین شک کرنے والے ہیں جو امام کو نہیں پہچانتے۔ اور ابن شہر آشوب نے تفسیر وکیع سے جو مفسرین عامہ میں سے ہیں۔ اس آیت اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے یعنی اے گمراہ عباد کہو کہ پیغمبر اور ان کے اہلبیت علیہم السلام کی محبت کی جانب ہماری رہنمائی و ہدایت فرما۔ اور تفسیر تعلیٰ میں ابو ربیع سے روایت کی ہے کہ صراط المستقیم محمد و آل محمد علیہم السلام کا راستہ ہے اور کشف النہ میں محدث حسکی نے غیروں سے روایت کی ہے کہ انس نے بریدہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

علی بن ابراہیم نے قول حق تعالیٰ وَانْ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ کی تفسیر میں روایت کی ہے (ترجمہ) بیشک یہ میری راہ ہے جو سیدھی ہے لہذا اسی کی متابعت کرو اور کسی دوسری راہ کو اختیار مت کرو کیونکہ دوسری راہیں حق کے راستہ سے تم کو الگ کر دیں گی۔ خدا نے تم کو اس راہ کی پیروی کی وصیت کی ہے تاکہ تم گمراہی سے بچو۔ حضرت نے فرمایا کہ اس آیت میں صراط مستقیم امام ہے اور مختلف راہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے اور ان کی متابعت کرنے سے منع کیا ہے وہ امام کے سوا اور راہیں ہیں فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ یعنی امام کے بارے میں متفرق نہ ہو اور اختلاف مت کرو! اور امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ہم ہیں سبیل خدا یعنی خدا کا راستہ جو اس کو ناپسند کرے تو وہ دوسری راہوں یعنی سبیل میں ہے جن کی پیروی سے خدا نے منع کیا ہے۔

ایضاً۔ اس قول خدا وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِي الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ کی تفسیر میں روایت کی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بیشک خدا ان لوگوں کی جو ایمان لائے ہیں صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔ فرمایا کہ امام کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ کتاب تاویل الایات میں بسند کا صحیح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اس آیت کی تاویل میں روایت کی ہے کہ وَإِنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ سے مراد راہ امامت ہے لہذا اس کی پیروی کرو۔ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ سے مراد امامت کے سوا دوسری راہیں ہیں کتاب بیچ الایمان میں بریدہ اسلمی سے روایت ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر رسول خدا نے فرمایا کہ میں نے خدا سے سوال کیا کہ اس آیت کو علی بن ابی طالب کی شان میں قرار فرماتو اُس نے ایسا ہی کیا۔ اور تفسیر ثرات میں امام محمد باقر سے وَإِنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ کی تاویل میں روایت ہے کہ اس سے مراد علی بن ابی طالب اور امام اطہار ہیں جو جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا کی اولاد سے ہیں۔ یہی صراط خدا ہیں۔ جو ان کو چاہتا ہے وہ دوسری راہوں پر نہیں چلتا اور ابن شہر آشوب نے حضرت صادق سے قول حق تبارک وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ہم ہیں راہ خدا اس کے لئے جو ہماری افتداکر سے اور ہم ہیں بہشت کی جانب ہدایت کرنے والے اور ہم اسلام کی زنجیریں اور رسبیاں ہیں۔

ایضاً۔ انہی حضرت سے خدائے تبارک کے اس قول وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِيهَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کی تفسیر میں روایت کی ہے (ترجمہ) جن لوگوں نے ہمارے دین کی راہ میں جہاد کیا یقیناً ان کی ہدایت ہم اپنی راہوں کی طرف کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت آل محمد اور ان کے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ایضاً انہی حضرت سے خداوند عالم کے اس قول وَآتَيْنَا سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ کی تفسیر میں روایت کی ہے (ترجمہ) یعنی مینامت کرو اُس شخص کے راستہ کی جو ہماری بازگشت کرتا ہے۔ فرمایا کہ یعنی پیروی کرو محمد و علی کی راہ کی۔

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے خدا کے اس قول وَلَئِكَ لَتَعُدُّهُمُ إِلَى صِرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ کی تفسیر میں کہ بیشک تم ان کو صراط مستقیم کی جانب بلا تے ہو۔ فرمایا کہ ولایت امیر المومنین کی جانب۔ ایضاً خدا کے اس قول وَإِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

يَا أَيُّهَا خِدْقَةُ عَيْنِ الصِّرَاطِ لَنَّا كَيُؤَنَّ دَكِ تَفْسِيرٍ مِّنْ رَّوَايَتِ كِي هَيَّ كَبَشِيكَ وَه لُوكِ  
روزِ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہیں وہ راہِ راست سے انحراف کرنے والے ہیں۔ فرمایا  
کہ امام سے انحراف کرنے ہیں۔ اور مناقب میں حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ مراد  
صراط سے ولایت اہلبیت علیہم السلام ہے۔ ایضاً مناقب میں ابن عباس سے روایت کی ہے  
خدا کے اس قول کی تفسیر میں فَسْتَغْلِبُونَ مِّنْ أَصْحَابِ الصِّرَاطِ التَّوْحِيدِ وَ مَسِينِ  
اَهْتَدَىٰ یعنی عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کون راہِ راست والے ہیں اور کون  
شخص حق کی طرف راہ یافتہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ واللہ اصحابِ راست محمدؐ  
اور ان کے اہلبیتؑ ہیں اور ہدایت یافتہ اصحابِ محمدؐ ہیں

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ خدا کے  
بندوں میں سے ہر بندہ اور خدا کی کیزوں میں سے ہر کیزہ جس نے امیر المومنینؑ سے بظاہر  
بیعت کی اور باطن میں بیعت کو توڑ دیا اور اپنے نفاق پر قائم رہا تو جب ملک الموت  
اس کی روح کو قبض کرنے آئیں گے تو اس وقت شیطان اور اس کے مددگار اس کے  
سامنے مشکل ہوں گے اور اس کو جہنم کی آگ اور اس کے طرح طرح کے عذاب کو دکھائیں  
گے اور بہشتوں کو اور اس کے درجوں کو بھی دکھائیں گے جو اس کے لئے مقرر کیا تھا۔  
اس حالت میں جب کہ وہ بیعت پر اور اپنے ایمان پر قائم رہتا تو اس میں ساکن ہوتا  
اس وقت ملک الموت اس سے کہیں گے کہ ان بہشتوں اور اس کے آرام و آسائش اور  
اور نعمتوں کو دیکھ جن کی قدر خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا تیرے لئے مہیا تھیں اگر تو  
برادر محمدؐ کی ولایت کے ساتھ اپنی بیعت پر باقی رہتا تو تیری بازگشت قیامت کے  
روزان درجوں اور نعمتوں کی جانب ہوتی لیکن تو نے بیعت کو توڑا اور مخالفت کی لہذا  
یہ آگ اور اس کے عذاب اور منہ کھولے ہوئے سانپ اور ڈنک اٹھائے ہوئے  
بچھو اور دانت نکالے ہوئے ورنہ اس کے تمام قسم کے عذاب تیرے لئے  
ہیں اور تیری بازگشت ان کی طرف ہے اس وقت وہ کہے گا یَا كَيْدِي اتَّخَذْتُ مَعَ  
الرَّسُولِ سَبِيلًا یعنی کاش میں رسول کے ساتھ راہ اختیار کئے ہوتا کاش میں ان  
کے حکم کو جو انہوں نے دیا تھا قبول کئے ہوتا اور علی کی ولایت اپنے اوپر لازم کئے  
ہوتا جس کا پیغمبر نے امر فرمایا تھا۔

ابن ماریار نے بندہ معتبر حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اس آیت کی تلاوت فرمائی یَوْمَ يَعْصِي الْقَوْمُ لَكَ بِدَايِهِ وَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فَلَانًا خَلِيلًا یعنی جس روز ظالم پشیمانی کے سبب سے اپنا ہاتھ (اپنے دانتوں سے) کاٹے گا اور کہے گا اے کاش میں بھی رسول خداؐ کے ساتھ اس راہ کو اختیار کرتا جو حضرت نے فرمایا تھا افسوس ہے میرے حال پر کاش میں فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بنائے ہوتا بھرت نے فرمایا ظالم اول دوسرے ظالم سے یہ بات کہے گا۔ دوسری حدیث میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ خدا کی قسم خدا نے قرآن میں فلاں کے عنوان سے کنایہ نہیں کیا بلکہ اس طرح ہے کہ يَا لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ النَّثَايَ خَلِيلًا یعنی بجائے فلاں کے دوم کا نام ہے۔ اور عنقریب وہ قرآن ظاہر ہوگا تو لوگ اسی طرح پڑھیں گے۔

کلینی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے خطبہ پڑھا اور اس میں فرمایا کہ ان دوستی ترین مردم نے لباس خلافت میرے جسم سے اتار کر خود پہنا اور مجھ سے منازعہ کیا اس امر میں جس میں ان کو کوئی حق نہیں تھا اور گمراہی اور نادانی کے سبب سے اس کے مرتکب ہوئے۔ لہذا بہت بری جگہ اپنے لئے قرار دی اور ایک عذاب اپنے واسطے مہیا کیا۔ ایک دوسرے پر لعنت کرینگے اور ایک دوسرے سے بیزاری اختیار کرینگے دوم اپنے قرین اور ہم نشین اول سے کہے گا جب کہ ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے کہ لَيْتَنِي بَيَّعْتُكَ وَبَيْتَكَ بَعْدَ الْبَيْعِ قَبْلَ فَيْتَسُ الْقَرِينَ ط اے کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا تو کیا برا میرا رفیق تھا یہ سنکر وہ شقی نہایت بد حالی کے ساتھ جواب دے گا يَا لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْكَ خَلِيلًا لَقَدْ أَضَلَّنِي بَعْدَ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ذِكْرَانِ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُلًا ط اے کاش میں تجھ کو اپنا دوست نہ بنائے ہوتا کیونکہ یقیناً مجھ کو تو نے ذکر خدا سے گمراہ کیا اس کے بعد جبکہ میرے پاس وہ ذکر آیا تھا۔ اور شیطان انسان کے لئے ذلت و خواری میں ڈالنے والا ہے۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ میں وہ یاد خدا ہوں جس سے وہ گمراہ ہوئے۔ اور میں ہوں وہ سبیل در راہ خدا جس سے انحراف کیا اور میں ہوں وہ ایمان جس سے وہ کافر ہوئے

روزِ حشر ناصیانِ حق و ابرارِ زمین کی مذمت

اور میں ہوں وہ قرآن جس سے وہ دور ہوئے اور میں ہوں وہ دین جس کی انھوں نے  
نے تکذیب کی اور میں ہوں وہ راہ راست جس سے وہ پھرے۔

مناقب میں حضرت صادق علیہ السلام سے خدا کے اس قول اَقَمْنَ يَمِشِي مَكْبًا  
عَلَى وَجْهِهِ اَهْدَى اَمَّنْ يَمِشِي سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ جس کا ترجمہ یہ ہے  
کہ آیا جو شخص کہ منہ کے بھل گرا ہو زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ شخص جو سیدھا کھڑا ہوا  
راہ راست پر چلتا ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ جو لوگ کورانہ اور سرنگوں چلتے ہیں۔ ہمارے  
دشمن ہیں اور جو لوگ کہ سیدھے چلتے ہیں وہ سلمان، ابو ذر، مقداد، عمار اور خواص  
اصحاب امیر المومنین ہیں۔ اور محمد بن العباس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے  
روایت کی ہے کہ جو شخص رات کے وقت راہ راست پر چلتا ہے خدا کی قسم وہ علی بن  
ابیطالب ہیں اور ان کے اوصیاء علیہم السلام ہیں۔

علی بن ابراہیم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت وَقَالَ الظَّالِمُونَ  
اِنْ تَتَّبِعُونَ اِلَّا تَرَجُلًا مَّسْحُورًا اَنْظُرْ كَيْفَ صَبَّأُكَ الْاَكْمَثَانِ فَصَلُّوْا فَلَآ  
يَسْتَطِيعُوْنَ سَبِيْلًا یعنی ظالموں نے کہا کہ تم متابعت نہیں کرتے مگر اس کی جس پر  
جادو کیا ہے دیکھو تمہارے واسطے کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں۔ تو وہ گمراہ ہوئے پھر  
تمہاری طرف طعن کی کوئی راہ اور سبیل نہیں حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نازل  
ہوئی ہے وَقَالَ الظَّالِمُونَ اِلَ مُحَمَّدٍ حَقَّهُ لِيْنِ اُنْ لَّوْكَوْنَ لَہَا جَنُوْنَ لَہَا جَنُوْنَ لَہَا جَنُوْنَ  
پڑ علم کیا ہے۔ اور اُن کا حق غضب کیا ہے۔ اور فرمایا کہ آخر آیہ دوم اس طرح ہے۔  
فَلَآ يَسْتَطِيعُوْنَ وَ لَا يَتَّوْعِلُوْنَ سَبِيْلًا یعنی علی کی ولایت کی طرف کوئی سبیل نہیں  
پاتے اور علی سبیل و راہ خدا ہیں لہ

لہ مولف فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ یہ آیت اس معنی میں نازل ہوئی ہے نہ یہ کہ آیت  
کے الفاظ اس طرح رہے ہوں یہ مولف علیہ الرحمہ کا ذاتی قول ہے ورنہ روایات سے پتہ چلتا  
ہے کہ قرآن سے آل محمد و علی علیہم السلام کے نام نکال دیئے گئے ہیں امیر المومنین نے جو قرآن جمع فرمایا  
تھا مخالفوں نے اسی لئے اس کو قبول نہیں کیا کہ اس میں نام کے ساتھ آل محمد علیہم السلام کی مدح موجود تھی  
اور ان کے مخالفوں کی نام بنام مذمت درج تھی۔ (مترجم)

کلینی نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے خدائے تعالیٰ کی اس آیت **قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلَى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِ** (پت سورہ یوسف آیت ۱۰۸) کی تفسیر میں روایت کی ہے (ترجمہ) اے محمدؐ کہہ دو کہ یہی میرا راستہ ہے کہ میں خدا کی راہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں میں اور جو میری پیروی کرتا ہے سب سمجھدار اور اہل بصیرت ہیں حضرت نے فرمایا کہ اس شخص سے مراد وہ لوگ ہیں جو آنحضرتؐ کی متابعت کرتے ہیں اور جناب رسول خداؐ کی نیابت میں لوگوں کو دین حق کی طرف دعوت دیتے ہیں (اور وہ ہم اہلبیت ہیں) تفسیر قرأت میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں سبیل سے مراد ولایت اہلبیت علیہم السلام ہے اس سے سوائے گمراہ کے کوئی انکار نہیں کرتا اور علیؑ کی مذمت بھی سوائے گمراہ کے کوئی نہیں کرتا۔

دوسری سند کے ساتھ اس قول خدا کی تفسیر میں **فَاَسْمِعْ سِكِّتًا يَّالْتَّحِيَّ اَدْعِيْ اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ** (اے رسول) اس سے متمسک ہو جس کے پاس میں وحی تمہاری طرف کی گئی ہے بیشک تم راہ راست پر ہو۔ حضرت نے فرمایا وہ ولایت علی بن ابی طالبؑ ہے اور علیؑ صراط مستقیم ہیں۔ اور سورہ حجر میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے **هٰذَا صِرَاطٌ عَلٰى مُّسْتَقِيْمٍ** اکثر قرأت میں علی بفتح لام ویا مشدود ہے۔ کہتے ہیں کہ توحید خدا وہ راہ ہے جس کی رعایت مجھ پر لازم ہے اور بعض شاذ قرأت میں علی کو بکسر لام ورف یا تنوین کے ساتھ پڑھا ہے یعنی بند راہ ہے۔ اور طرائف میں حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ وہ بکسر لام و تشدید یا مکسورہ پڑھا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ راہ علی بن ابی طالبؑ ہے اور ان کی راہ اور ان کا دین سیدھا اور واضح ہے اس میں کجی نہیں ہے لہذا اس کی متابعت کرو اور اس سے متمسک ہو۔ اور کلینی نے بھی یہی قرأت اختیار کی ہے اور حضرت صادقؑ سے (اس قرأت کی) روایت کی ہے۔

اور سورہ حم سجدہ میں خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَّبِعُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَتَخَفُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِيَآءُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا سَشْتٰهُمُ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدْعُوْنَ** (پ ۲۲ سورہ حمد سجدہ آیت ۳) یعنی جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا پروردگار ہے اور توحید یا

عبادت پر قائم رہے تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں نہ ڈرو اور غمگین نہ ہو اور اس بہشت کے لئے شاد ہو جس کا تم سے پیغمبروں کے ذریعہ سے وعدہ کیا گیا ہے اور ہم تمہاری دنیاوی زندگی میں تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں جو کچھ تمہاری حاجتیں اور تمنا لیں ہیں وہ تم کو حاصل ہوں گی اور اس میں جو کچھ تم چاہتے ہو سب تمہارے لئے موجود ہے لہ

ایضاً ابن مہیار اور کلینی نے بسند معتبر حضرت صادق سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ استقامت سے مراد ائمہ اطہار کی یکے بعد دیگرے ولایت ہے۔ یعنی تمام ائمہ کا اعتقاد کرے۔

ابن مہیار نے بسند معتبر دیگر حضرت امام باقر سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا خدا کی قسم اس سے مراد مذہب حق ہے جس پر تم شیعہ ہو۔ اور فرشتوں کا نزول اور ان

لے مولف فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کی تاویل میں مختلف حدیثیں نازل ہوئی ہیں یعنی حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت الہدیت کی شان میں اور ان سے فرشتوں کا خطاب دینا میں ہے چنانچہ بصائر الدرجات میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ عمران نے حضرت صادق سے پوچھا میں آپ پر فدا ہوں ہم کو خبر ملی ہے کہ آپ پر فرشتے نازل ہوتے ہیں حضرت نے فرمایا خدا کی قسم نازل ہوتے ہیں اور ہمارے فرشتوں پر چلتے ہیں شاید تم نے کتاب خدا کو نہیں پڑھا ہے کہ وہ فرماتا ہے إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۖ اُولَٰئِكَ فِي رَحْمَتِنَا ان پر نزول ملا کہ کے بارے میں اس باب میں لکھی جائیں گی انشاء اللہ۔ اس بنا پر استقامت وقائم رہنے سے مراد عصمت ہوگی اور بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور فرشتوں کا ان سے خطاب موت کے وقت ہے یا قیامت میں یا موت کے وقت اور قبر اور قیامت میں۔ جیسا کہ ابن مہیار نے حضرت باقر سے اسی آیت إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۖ اُولَٰئِكَ فِي رَحْمَتِنَا کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی جن لوگوں نے اطاعت خدا و رسول اور ولایت آل محمد کو کامل کیا تو وہی لوگ اس پر ثوابت وقائم رہے۔ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ ۖ حُضْرَت نے فرمایا کہ یہ لوگ جب کہ قیامت میں مبعوث ہونگے اور قبروں سے باہر آئیں گے تو فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور کہیں گے کہ مت ڈرو اور غمگین نہ ہو۔ ہم وہ ہیں جو دنیا میں تمہارے ساتھ رہتے تھے اور اب تم سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ بہشت میں داخل ہو جاؤ اور تم کو بہشت کی خوشخبری ہو کہ تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ۱۲

کا خوشخبری دینا موت کے وقت اور قیامت کے دن واقع ہوگا اور مجمع البیان میں حضرت امام رضا سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد شیعہ ہیں۔ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ملائکہ کا خوشخبری دینا موت کے وقت ہے۔

ایضاً حضرت امام محمد باقرؑ سے نَحْنُ أَوْلَیَاؤُكُمْ فِی الْحَیْوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْآخِرَةِ یعنی ہم تمہاری حواس اور محافظت دنیا میں موت کے وقت تک اور آخرت میں کرتے ہیں۔

تفسیر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام میں رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ ہمیشہ مومنین عاقبت کے لئے ڈرتے ہیں اور جس وقت ان کی روح قبض کرنے کے لئے ملک الموت آتے ہیں وہ خدا کی خوشنودی تک پہنچنے کا یقین نہیں رکھتے تھے کیونکہ ملک الموت مومن کے پاس اُس وقت آتے ہیں جبکہ اس کی تکلیف میں بہت شدت ہوتی ہے اور اپنے مال و عیال کی جدائی کے سبب بہت دل تنگ ہوتا ہے اور جو لوگ اس سے معاملہ رکھتے تھے ان کے بارے میں اس کو پریشانی اور اضطراب ہوتا اور اس کے دل میں عیال کی حسرت اور وہ تمنائیں باقی رہ جاتی ہیں جو دل میں بھتیں اور اہل میں نہیں آئی تھیں اس وقت ملک الموت اس سے کہتے ہیں کہ یہ رنج و غم تم کو کس لئے ہے؟ وہ کہتا ہے کہ اپنے اضطراب و انتشار اور آرزوؤں کے ٹوٹ جانے کے سبب سے۔ ملک الموت کہتے ہیں کہ کیا کوئی مائل ایک کھوٹے درہم کے ضائع ہونے کا غم کرتا ہے جبکہ اُس کے عوض لاکھوں دینار اس کو دیں تو وہ کہتا ہے نہیں ملک الموت کہتے ہیں اُوپر نگاہ کرو۔ جب وہ اوپر کی جانب دیکھتا ہے تو بہشت کے محل اور درجے نظر آتے ہیں جو آرزو کرنے والوں کی آرزوؤں سے بلند و بہتر ہیں۔ اس وقت ملک الموت اس سے کہتے ہیں کہ یہ منزلیں اور نعمتیں اور مال اور زن و فرزند سب تیرے ہیں اور جو تیری صالح اور نیک عورتیں اور اولادیں ہیں انہی منزلوں، اور نعمتوں میں تیرے ساتھ ہوں گی کیا تو راضی ہے کہ جو کچھ تو دنیا میں چھوڑے ان کے بدلے ان سب کو لے۔ وہ کہتا ہے ہاں راضی ہوں۔ اس وقت ملک الموت اس سے کہتے ہیں کہ دوبارہ پھر اوپر دیکھو۔ جب وہ نظر کرتا ہے تو جناب رسول خدا اور علی المرتضیٰؑ اور ان کی آل اطہار کو اعلائے علیین میں مشاہدہ کرتا ہے تو ملک الموت اس



سے کہتے ہیں کہ یہی حضرات تیرے آقا و پیغمبر ہیں اور ان بہشتوں میں تیرے ہمنشین اور ان میں ہونگے تو کیا راضی نہیں ہے کہ یہ حضرات تیرے دنیا کے ساتھیوں کے عوض تیرے مصاحب ہوں۔ وہ کہتا ہے بیشک خدا کی قسم میں راضی ہوں۔ یہ ہے قول حق تعالیٰ تَتَذَكَّرُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخْذُلُوا يَعْنِي ہول و خوف جو تم کو درپیش ہے اس سے مت ڈرو کیونکہ اس کا شتر تم سے دفع ہو چکا ہے۔ وَلَا تَخْذُلُوا يَعْنِي اس پر غمگین نہ ہو جو دنیا میں اولاد و عیال اور اموال تم نے چھوڑا ہے کیونکہ جو کچھ تم نے بہشتوں میں دیکھا ہے تمہارے لئے ان سب کا بدل ہے۔ لہذا تم خوش ہو اس بہشت پر جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے جس کو تم نے دیکھا اور وہ بزرگوار سب تمہارے انیس و چالیس ہوں گے۔ حق تعالیٰ سورہ جن میں فرماتا ہے وَجَاءَكَ الْمَلَائِكَةُ لَا يَرَوْنَ فِيكَ غَدَاةً لَتَنْفِتَنَّهُمْ فَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (پہلے سورہ جن آیت ۱۶ و ۱۷) یعنی اگر وہ ایمان پر باقی و قائم رہیں گے تو یقیناً ہم ان کو پلائیں گے یعنی آسمان سے ان کے لئے کثرت سے پانی نازل کریں گے تاکہ اس سے ان کا امتحان لیں۔

اس آیت کی تاویل میں اہلبیت کی حدیثوں میں وارد ہوا ہے آؤں یہ کہ ابن مہیار نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ اگر انھوں نے عالم ارواح میں جبکہ خداوند عالم نے ان سے اپنی وحدانیت اور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی امامت پر عہد و پیمان لیا تھا تو اگر وہ ولایت پر ثابت قدم رہے تو بیشک ہم ان کی طینت میں آب شیریں کثرت سے ڈالیں گے آب شور و تلخ نہیں جو کافروں اور منافقوں کی طینت میں ہم ڈالتے ہیں۔ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اسی مضمون کی روایت کی ہے۔ اس کے آخر میں فرمایا ہے کہ آزمائش و امتحان ولایت علی بن ابی طالب میں ہے۔ دوسرے آب سے کنایہ علم کا ہے کیونکہ علم حیات روح کا باعث ہے جس طرح آب حیات بدن کا باعث ہے چنانچہ کئی معتبر روایت میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے یعنی اگر وہ ولایت اہلبیت پر قائم رہیں بیشک ہم ان پر کثرت سے علم کی بارش کریں گے کہ ائمہ علیہم السلام سے سیکھیں۔ اور بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ ضمیر لَنْفَتَتْهُ رَاجِعٌ ہے منافقین کی طرف یعنی اس لئے کہ ہم منافقوں کا امتحان لیں۔

## پندرھویں فصل

اُن آیتوں کی تاویل جو صدق اور صدیق پر مشتمل ہیں۔ اور وہ بہت سی آیتیں ہیں۔

پہلی آیت :- **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ**۔  
یعنی اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو خدا سے ڈرو۔ اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

(پہلے سورہ توبہ آیت ۱۱۹)۔

شیخ طبرسی نے کہا ہے کہ صف ابن مسعود و قرأت ابن عباس میں **وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ** ہے یعنی سچوں میں سے ہو جاؤ یعنی اس کے مذہب پر رہو جو اپنے ہر قول و فعل میں سچائی کا کام میں لاتا ہو اور انہی کی مصاحبت و رفاقت اختیار کرو اور ابن عباس سے روایت کی ہے کہ علیؑ اور ان کے اصحاب کے ساتھ ہو جاؤ اور حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آل محمد علیہم السلام کے ساتھ ہو جاؤ۔ اور بصائر میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ صادقین سے مراد ہم ہیں اور حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ صادقون ائمہ علیہم السلام ہیں کہ جو اپنی اطاعت کے ساتھ خدا و رسول کی کامل تصدیق کرنے والے ہیں اور مناقب میں مخالفوں کے طریقہ سے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ محمدؐ اور ان کے اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ ہو جاؤ۔

کتاب کمال الدین میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہؐ یہ آیت عام ہے یا خاص۔ فرمایا کہ مالمومنین عام ہیں اور تمام مومنین اس پر مامور ہوئے ہیں۔ اور صادقین مخصوص میرے بھائی علیؑ اور قیامت تک اُن کے بعد کے اوصیاء ہیں۔

شیخ طوسی نے مجالس میں حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ **وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ** کا مطلب ہے کہ علی بن ابیطالب کے ساتھ ہو جاؤ۔ اور علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ صادقین ائمہ علیہم السلام ہیں۔

۱۔ مولف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت بھی ان آیتوں میں سے ہے جن سے علمائے اطاعت ائمہ معصومینؑ پر استدلال کیا ہے اور وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت عزت نے تمام مومنین کو صادقین کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے اور ظاہر ہے صادقین کے ساتھ ہونے کے (بقیہ ما فیہ ص ۲۸۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

دوسری آیت :- وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشَّاهِدَةِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ سَرِيقًا اور جو شخص خدا اور رسول کی اطاعت کرتا ہے ایسے لوگ ان لوگوں کے یسنی پیغمبروں، صدیقوں، شہیدوں، گواہوں اور صالحوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے انعام فرمایا ہے اور یہ لوگ کیسے اچھے رفیق ہیں۔ (پہلے سورہ نساء آیت ۶۹)

کتاب مصباح الانوار میں آیت سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز ہمارے ساتھ نماز صبح ادا فرمائی اس کے بعد اپنا روئے مبارک ہماری طرف پھیرا تو میں نے اس آیت کی تفسیر آنحضرتؐ سے دریافت کی فرمایا کہ نبیوں سے مراد میں صدیقوں سے مراد میرے بھائی علیؑ بن ابیطالب اور شہیدوں سے میرے چچا حمزہ اور صالحوں سے میری بیٹی فاطمہؑ اور اس کے دونوں فرزند حسن و حسین علیہم السلام مراد ہیں۔

تکلفی نے فرات بن ابراہیم سے انہوں نے حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ جس وقت کہ خداوند عالم لگھے اور پچھلے لوگوں کو جمع کرے گا تو ان میں سب سے بہتر ہم سات افراد ہوں گے جو اولاد عبدالمطلب ہیں۔ پیغمبران خدا خلق میں خدا کے نزدیک سب سے بلند مرتبہ ہیں اور ہمارے پیغمبران سب سے بہتر ہیں۔ اس کے بعد پیغمبروں کے اوصیاء امتوں میں سب سے بہتر ہیں اور ہمارے پیغمبر کے اوصیاء تمام اوصیاء سے بہتر

(بقیہ حاشیہ ص ۲۶۱) یہ معنی نہیں ہیں کہ ان کے ساتھ جسم و بدن سے ہو جائے بلکہ عقائد و اعمال و افعال و اقوال میں ان کے طریقہ پر چلنا اور ان کی پیروی کرنا مراد ہے۔ اور معلوم ہے کہ خداوند عالم اس شخص کی اطاعت و پیروی کا عموماً حکم نہیں دیتا جس کے بارے میں جانتا ہے کہ فسق و گناہ اس سے صادر ہوتا ہے کیونکہ فسق و نافرمانی سے اس نے منع کیا ہے لہذا لازم ہے کہ وہ فسق و معاصی سے معصوم ہوں اور افعال و اقوال میں مطلقاً خطا نہ کریں یہاں تک کہ ان کی متابعت تمام امور میں واجب ہو۔ ایضاً امت نے اجماع کیا ہے اس پر کہ قرآن میں خطاب عام ہے اور تمام زمانہ کے لئے ہے کسی ایک زمانہ سے مخصوص نہیں ہے لہذا لازم ہے کہ کوئی امام معصوم ہر زمانہ میں ہو جس کی اطاعت پر اس زمانہ کے مومنین مامور ہوں کتاب احوال امیر المومنینؑ میں اس سے زیادہ واضح مذکور ہوگا انشاء اللہ۔ ۱۲

ہیں۔ پھر اوصیاء کے بعد ہمارے شہید تمام شہیدوں سے بہتر ہیں اور حضرت حمزہؓ شہیدوں کے سردار و بزرگ ہیں اور حضرت جعفرؓ جنکو خدا نے دو پر عطا کئے ہیں جن سے وہ فرشتوں کے ساتھ بیشت میں پرواز کرتے ہیں خدا نے ان سے پہلے کسی کو یہ نعمت عطا نہیں کیا ہے اور یہ وہ امر ہے کہ حقتعالیٰ نے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو جس سے سرفراز فرمایا ہے پھر دونوں سبط رسول خدا کے نواسے حسن و حسینؑ ہیں۔ پھر اس امت کا مہدی ہے اور خداوند عالم ہم اہلبیت میں سے جس کو چاہے گا مہدی قرار دے گا۔ پھر یہ آیت پڑھی اُولَئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ

ایضاً سلیمان و یحییٰ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا ناگاہ ابو بصیر جو آپ کے اکابر اصحاب میں سے تھے داخل ہوئے ان کی سانس چڑھی ہوئی تھی جب وہ بیٹھے تو حضرت نے فرمایا کہ اے ابو محمد تمہاری سانس کیوں چڑھی ہوئی ہے عرض کی آپ پر فدا ہوں اسے فرزند رسول میری سانس اور چڑھ گئی ہے اور میری ہڈیاں تپلی ہو گئی ہیں اور میری موت نزدیک آگئی ہے میں نہیں جانتا کہ آخرت میں میرا کیا حال ہوگا۔ حضرت نے فرمایا اے ابو محمد تم ایسی بات کرتے ہو۔ عرض کی کیونکہ نہ کہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا نے تمہارا ذکر قرآن میں کیا ہے جس جگہ کہ فرمایا ہے اُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ اس آیت میں نبیین سے مراد رسول خدا ہیں اور ہم صدیقین ہیں اور تم (یعنی سب شیعہ) صالحین ہو۔ یہ فرما کر حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے نام کو صالح و ثناء سے قرار دو جیسا کہ خدا نے تمہارا نام صالح رکھا ہے۔

کلینی نے بسند معتبر ابو الصباح سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ میری مدد تقویٰ سے کرو تم میں سے جو پرہیزگاری کے ساتھ خدا سے ملاقات کرے گا اس کے لئے خدا کے نزدیک قرع و کشادگی ہوگی کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَطْعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ ہم میں سے نبی ہے ہم میں سے صدیق، شہدا اور صالحین ہیں اور خدا پر لازم ہے کہ ہمارے دوست اور شیعہ کو پیغمبروں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحوں کے ساتھ معشور کرے جو اچھے نصیحت ہیں۔

کتاب خصال میں حضرت رسولؐ سے روایت کی ہے کہ صدیق تین ہیں۔ علی بن ابی طالب جبیب نجار۔ مومن آل فرعون۔ اور عیون اخبار رضایں انہی حضرت سے روایت

کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ ہر امت کا ایک صدیق اور ایک فاروق ہوتا ہے اور اس امت کے صدیق اور فاروق علی بن ابی طالب ہیں۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ نبیین رسولؐ خدا میں صدیقین علی بن ابی طالب، شہدا حسن و حسین اور صالحین ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں وَحَسَنٌ أَوْ لَيْثٌكَ دَفِيقًا قَائِمٌ آلِ مُحَمَّدٍ ہیں۔ اور ابن مہیار نے ابو ایوب انصاری سے روایت کی ہے کہ صدیق تین ہیں۔ حذیفہ بن یمان، علی بن ابی طالب اور وہ سب سے بہتر ہیں۔ ایضاً روایت کی ہے حضرت صادقؑ سے کہ ایک فرشتہ رسولؐ خدا پر نازل ہوا جس کے ہمیں سر تھے حضرت نے چاہا کہ اس کے ہاتھ کا بوسہ لیں۔ وہ مانع ہوا اور کہا آپ تمام خلق میں خدا کے نزدیک تمام اہل آسمان و اہل زمین میں سب سے گرامی ہیں۔ اس ملک کا نام محمود تھا جب وہ فرشتہ آپ کی طرف سے پھر آ تو آپ نے دیکھا کہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَعَلِيٌّ صَدِيقُ الْكَبِيرِ لکھا ہوا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اے میرے حبیب کتنے زمانے سے تمہارے شانوں کے درمیان یہ کلمہ لکھا ہوا ہے عرض کی اس سے دس ہزار سال پہلے جبکہ خدائے آدم کو پیدا کیا۔

تیسری آیت :- مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَبِمَا كَفَرُوا مِنْ قَوْلِهِمْ تَخَلَّى مِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا بَدْلًا دُونَ مَا كَفَرُوا بِهِ سوز و غاب آیت (۲۲) یعنی مؤمنین میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اس عہد میں سچ کہا جو انہوں نے خدا سے کیا تھا۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنے عہد پر پورے اترے اور (کافروں سے) جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہوئے۔ اور بعض ایسے ہیں جو شہادت کا انتظار کر رہے ہیں اور عہد میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔ اور آیت کی شان نزول میں حدیثیں موجود ہیں جو وارد ہوئی ہیں۔ اول یہ کہ یہ آیت حضرت امیر المؤمنینؑ اور ان کے اقارب کی شان میں نازل ہوئی ہے چنانچہ مجمع البیان میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے میرے چچا حمزہؓ میرے بھائی جعفرؓ میرے چچا کے بیٹے عبیدہؓ نے جس امر پر رسول اللہؐ سے عہد کیا تھا کہ اس کو خدا اور رسولؐ کی خوشنودی کے لئے پورا کریں گے تو میرے ساتھیوں نے سبقت کی اور راہ خدا میں پہلے شہید ہو گئے اور ان کے بعد میں چند امور کے لئے

رہ گیا جن کو خدا نے چاہا کہ میرے ذریعہ سے پورے ہوں تو خدا نے یہ آیت میں  
 اَلْمُؤْمِنِينَ رَاجَعًا لِّمَا نَزَلَ اَلَّذِي تَوَجَّهَ لُوْغُوْنَ نَعْدَ كُوْطُوْرَا كِيَا وَهَمْزُهُ وَجَعْفَرُ وَعَبِيْدُهُ تَحْتِ  
 اور میں خدا کی قسم شہادت کا انتظار کر رہا ہوں کیونکہ میں نے کسی امر دین کو تبدیل نہیں کیا  
 اسی کے مثل ابن ماریہ و علی بن ابراہیم نے حضرت باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے  
 اور علی بن ابراہیم کی روایت میں نحب سے اجل مراد لیا ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ آیت کامل مومنین یا مطلق مومنین کی شان میں ہے جیسا کہ کلینی نے  
 بسند ہائے معتبر حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ مومنین دو طرح کے ہیں۔ ایک  
 وہ مومن جس نے عہد خدا کی تصدیق کی اور وہ شرط وفا کی جو خدا سے کی تھی جیسا کہ خدا  
 عالم فرماتا ہے رَاجَعًا لِّمَا نَزَلَ اَلَّذِي تَوَجَّهَ لُوْغُوْنَ نَعْدَ كُوْطُوْرَا كِيَا وَهَمْزُهُ وَجَعْفَرُ وَعَبِيْدُهُ تَحْتِ  
 دنیا اور قیامت کی ہول و دہشت عارض نہیں ہوتی دوسرے مومنین وہ ہیں جن کو دنیا  
 کی ہول و دہشت بھی اور آخرت کی ہول و دہشت بھی عارض ہوتی ہے اور اس کی مثال  
 گیارہ زراعت ہے کبھی ہوا سے جھکتی ہے کبھی سیدھی ہوتی ہے اسی طرح وہ بھی ہوائے نفسانی کا  
 تابع ہوتا ہے کبھی محفوظ رہتا ہے یہی مومن ہے جس کو ہول دنیا اور ہول آخرت عارض  
 ہوتی ہے وہ شفاعت کا محتاج ہوتا ہے اور خود دوسرے کی شفاعت نہیں کرتا مگر اسکی  
 عاقبت بخیر ہے۔

ایضاً روایت کی ہے کہ حضرت صادق نے ابو بصیر سے فرمایا کہ خدا نے تمہارا ذکر  
 قرآن میں کیا ہے جہاں فرمایا ہے مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رَاجَعًا لِّمَا نَزَلَ اَلَّذِي تَوَجَّهَ لُوْغُوْنَ نَعْدَ كُوْطُوْرَا كِيَا وَهَمْزُهُ وَجَعْفَرُ وَعَبِيْدُهُ تَحْتِ  
 اس عہد کو پورا کیا جو خدا نے تم سے لیا ہے کہ وہ ہماری ولایت ہے اور تم نے ہمارے  
 بدلے دوسرے کو اختیار نہیں کیا۔ ایضاً بسند معتبر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ  
 جناب رسول خدا نے فرمایا کہ اے علی جو شخص تم کو دوست رکھتا ہے بیشک اس نے  
 اپنے عہد کو پورا کیا اور جو تم کو دوست نہیں رکھتا تو وہ انتظار کرتا ہے اور آفتاب جو  
 ہر روز اس پر طلوع ہوتا ہے وہ روزی و ایمان کے ساتھ متفصل ہے۔

بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ حضرت امام حسینؑ صحرائے کربلا میں جب کہ  
 آنحضرتؐ کے اصحاب میں سے ایک شخص شہید ہوتا اور دوسرا جہاد کے لئے رخصت  
 طلب کرتا تو حضرت اسی آیت کو پڑھتے تھے۔

جو مٹی آیت :- وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۝ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَتَوْفِيقُهُمْ رَبِّكَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَزِيزٌ عَلِيمٌ (یعنی جو لوگ خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں یہی لوگ پیغمبروں کی بہت تصدیق کرنے والے اور اپنے پروردگار کے نزدیک شہید یا گواہ ہیں انہی کے لئے ان کا اجر اور ان کا نور ہے خصال میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا کہ کوئی شیعہ ایسا نہیں ہے جو کسی ایسے امر کا مرتکب ہوا ہو جس کی ہم نے اس کو ممانعت کی ہے تو وہ اس وقت تک نہیں مرنے لگا کہ وہ کسی بلا میں مبتلا ہوتا ہے تاکہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے یا اس کا مال تلف ہوتا ہے یا اس کا فرزند مر جاتا ہے یا کوئی بیمار ہی اس کو لاحق ہوتی ہے۔ یا اس کی جان یا جسم پر کوئی بلا نازل ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ جب خدا سے ملاقات کرتا ہے تو کوئی گناہ اس پر باقی نہیں رہتا۔ اور اگر کوئی گناہ اس کے ذمہ رہ جاتا ہے تو اس کی جانکنی سختی کے ساتھ ہوتی ہے۔ ہمارے شیعوں میں سے جو مرنے والے ہیں وہ صدیق اور شہید ہوتا ہے کیونکہ اس نے ہمارے امر کی تصدیق کی ہے اور اس کی دوستی ہمارے لئے اور اس کی دشمنی ہماری وجہ سے ہے اور اس کی عرض اس سے خدا کی رضا ہے اور وہ صحیح ایمان خدا و رسول پر لایا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِمْ ۚ وَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ فِي حُجَّتِهِمْ مَا قَالُوا ۚ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَتَوْفِيقُهُمْ ۚ رَبُّكَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَزِيزٌ عَلِيمٌ (یعنی جو لوگ خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں ان کی اطاعت کی ہے اور ان کے ایمان کا نور ہے جس سے وہ راہ بہشت کی طرف ہدایت پاتے ہیں اور عیاشی نے منہاں قصاب سے دلالت کی ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ یا حضرت دعا کیجئے کہ خداوند عالم مجھے شہادت نصیب کرے حضرت نے فرمایا کہ مومن جس حال پر بھی مرے وہ شہید ہے پھر سند کے طور پر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ ایضاً حارث بن میسرہ سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا حضرت نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص دین تلیش سے آگاہ ہو اور ہماری خوشحالی کا منتظر ہو اور اس حال میں نیک کام کرے تو ایسا ہے کہ حضرت قائم آل محمد کی خدمت میں رہ کر اس نے اپنی تلوار سے جہاد کیا بلکہ خدا کی قسم مثل اس شخص کے ہے جس نے رسول خدا کی خدمت میں رہ کر اپنی تلوار سے جہاد کیا بلکہ خدا کی قسم وہ مثل اس کے ہے جو رسول خدا

کے غیب میں ان حضرات کے ساتھ رہ کر شہید ہوا ہو۔ اور تمہاری شان میں کتاب میں ایک آیت ہے۔ راوی نے عرض کی کہ آپ پر خدا ہوں وہ کون سی آیت ہے فرمایا وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ تَمَّتْ لَهُمْ جَمِيعُ نِعْمَتِ اللَّهِ عَلَيْهِمْ ذَلِكَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَتَّقُونَ۔ پھر فرمایا خدا کی قسم تم اپنے پروردگار کے نزدیک صادق اور شہید ہو۔ اور تہذیب میں روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کہا میں امام زین العابدینؑ کی خدمت میں تھا کہ شہداء کا تذکرہ ہوا۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ جو شخص دست آنے سے مرادہ شہید ہے دوسرے نے کہا کہ جس کو درندہ نے چاٹ ڈالا وہ شہید ہے۔ پھر دوسرے نے اسی طرح کوئی دوسری بات کہی اس کے بعد ایک شخص نے کہا کہ میں گمان نہیں رکھتا کہ سولے ماہ خدا میں قتل ہونے والے کے کوئی اور شہید ہو سکتا ہو۔ حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو تو شہدا بہت کم ہونگے پھر حضرت نے اسی آیت کو پڑھا اور فرمایا کہ یہ آیت ہماری اور ہمارے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور برقی نے محاسن میں بسند معتبر امام حسین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہمارے شیعوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو صدیق اور شہید نہ ہو۔ زید بن ارقم نے کہا آپ پر خدا ہوں شہید کس طرح ہیں۔ حالانکہ ان میں سے اکثر اپنے بستر پر مرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا شاید تو نے قرآن نہیں پڑھا ہے کہ خدا سورہ حدید میں فرماتا ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ تَزِيدُ يٰۤاِنَّ مَوْلٰىكُمْ فَتَحٰ لَكُمْ اَنْفُسَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ غُفْرٰنًا۔ میں یہ آیت کبھی پڑھی ہی نہیں تھی اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اگر شہید کا انحصار انہی پر ہوتا جیسا کہ وہ کہتے ہیں تو شہدا بہت کم ہونگے۔

پانچویں آیت: فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَبَ بِالْحَقِّ  
اِذْ جَاءَهُ الْبَيِّنَاتُ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ هُوَ الَّذِي جَاءَهُ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ  
بِهِمُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝ پچھلے سورہ الزمر آیت ۳۲ و ۳۳ کون ہے اس سے زیادہ ظالم  
جو خدا پر جھوٹ باندھے اور ہماری سچی اور صحیح بات کی تکذیب کرے جبکہ اس کے  
پاس وہ صحیح امر آئے کیا جہنم میں کافروں کی جگہ نہیں ہے اور جو شخص سچائی اور راستی کے  
ساتھ آئے اور اس کی تصدیق کرے تو ایسے لوگ خود پر ہمیزگار ہیں شیخ کی مجالس میں ابو  
ابن شہر آشوب کی مناقب میں امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی کہ صدق سے مراد ہمس  
الہیبت کی ولایت ہے۔ اور علی بن ابراہیم نے کہا کہ امام نے اس کے بعد آل محمد کے



دشمنوں کا ذکر فرمایا اور ان لوگوں کا جو خدا اور رسول پر جھوٹ باندھیں اس مرتبہ کا دعویٰ کریں جس کے وہ مستحق نہ ہوں۔ پھر فرمایا قَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَبَ بِالْحَقِّ اِذْ جَاءَهُ يَٰصِدِّقُ یعنی جو امیر المؤمنین کی ولایت کے حق کا انکار کرے جس کو جناب رسول خدا لائے ہیں۔ پھر خدا نے رسول خداؐ اور امیر المؤمنینؑ کا ذکر فرمایا ہے وَآلِیْهِ جَاءَ یَٰصِدِّقُ وَصَدِّقِ یَٰہُ یعنی امیر المؤمنینؑ۔ اور مجمع البیان میں ائمہ اطہار سے روایت کی ہے کہ اَلَّذِیْ جَاءَ یَٰصِدِّقُ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ ہیں اور صَدِّقِ یَہُ علی بن ابی طالبؑ ہیں چھٹی آیت۔ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّھُمْ قَدَرٌ مِّنْ صِدْقِیْ عِنْدَ مَا تَبْعُدُوْنَ یٰۤاٰیۤتُہٗ یٰۤاٰیۤتُہٗ یعنی اے رسول ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں خوشخبری دیدو کہ ان کے پروردگار کے نزدیک اُن کی قدر و منزلت ہے۔ کیلنی علی بن ابراہیم اور عیاشی شل صحیح کی سند سے روایت کی ہے قَدَمَ صِدْقِیْ سے مراد رسول اللہؐ اور ائمہ اطہارؑ ہیں گویا ان کی ولایت و شفاعت مراد ہوگی۔ جیسا کہ کیلنی نے بسند معتبر دیگر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد ولایت امیر المؤمنینؑ ہے۔ عیاشی نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔

ان حدیثوں کا بیان جن میں حسنتہ اور حسنیٰ کی تاویل ولایت سولہویں فصل | اہلبیت سے اور سیئہ کی تاویل عداوت اہلبیت سے وارد ہوئی ہے اور ان میں چند آیتیں ہیں۔

پہلی آیت۔ مَنْ جَاءَ یَا حَسَنَۃً فَلَهُ خَیْرٌ مِّنْہَا وَھُمْ مِّنْ فَرْجِ یَوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ وَمَنْ جَاءَ یَا سَیِّئَۃً فَکُتِبَتْ وُجُوْھُھُمْ فِی النَّارِ اَھَلْ یَبْجُذُوْنَ اِلَّا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ (سورہ النور آیت ۲۴) یعنی جو شخص قیامت کے روز حسنة اور نیک خلعت کے ساتھ آئے گا تو اس کے لئے اس سے بہتر اجر ہے اور ایسے لوگ اس روز عظیم خوف اور مصیبت سے امن میں ہوں گے۔ اور جو سیئہ اور بد خلعت کے ساتھ آئے گا تو وہ جہنم کی آگ میں منہ کے بھل گرے گا یہ تمہارے عمل کا بدلہ ہے۔ اور دوسری جگہ فرمایا ہے مَنْ جَاءَ یَا حَسَنَۃً فَلَهُ خَیْرٌ مِّنْہَا وَ مَنْ جَاءَ یَا سَیِّئَۃً فَلَا یَجْزِی الْاٰیٰتِیْنَ عَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ اِلَّا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اس آیت کا مضمون بھی قریب قریب وہی ہے جو سابقہ آیت کا ہے اور ابن مہیار و ابن شہر آشوبؒ نے عمدہ اور مستدرک میں تفسیر ثعلبی سے اور حافظ ابو نعیم کی حلیہ سے چند سندوں کے ساتھ ابو

عبداللہ جدی سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تم چاہتے ہو کہ میں تم کو بتاؤں کہ وہ جہنم کیا ہے کہ جو شخص اس کے ساتھ محشر میں آئے گا تو روز قیامت کے خوف اور تکلیفوں سے محفوظ ہوگا اور وہ سیئہ کیا ہے جس کے ساتھ کوئی آئے گا تو جہنم کی آگ میں منہ کے بھل کرے گا اس نے کہا ہاں یا امیر المومنین حضرت نے فرمایا وہ جہنم ہم اہلبیت کی محبت ہے اور وہ سیئہ ہم اہلبیت کی عداوت ہے۔

ابن مایہ نے بسند معتبر دوسری روایت عمار سا باطی سے بیان کی ہے۔ اس نے کہا کہ ابن ابی یعفور نے حضرت صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر میں سوال کیا حضرت نے فرمایا اس آیت میں حسنہ امام کا پہچانا ہے اور اس کی اطاعت اطاعت خدا ہے اور دوسری روایت میں فرمایا کہ حسنہ امیر المومنین کی ولایت ہے۔ اور بسند معتبر دیگر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حسنہ ولایت علی علیہ السلام ہے اور سیئہ ان حضرت کی عداوت اور بغض ہے۔

شیخ طوسی نے مجالس میں بسند معتبر عمار سا باطی سے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا بندوں کے اعمال صالحہ قبول نہیں کرتا جو وہ امام جور کی ولایت کے ساتھ اعمل میں لاتے ہیں جو خدا کی جانب سے مقرر نہ ہوا ہو۔ ابن ابی یعفور نے کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ مَنْ جَاءَنَا بِحَسَنَةٍ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا اَوْ عَمَلٌ خَيْرٌ كَيْونكره اس کو فائدہ پہونچائے گا جو امام جابر کی ولایت اختیار کئے ہو حضرت نے فرمایا کہ تم اس حسنہ کو جانتے ہو جس کو خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ وہ کیا ہے۔ وہ امام کی معرفت اور اس کی اطاعت کرنا ہے اور سیئہ جو اس کے بعد فرمایا ہے وہ اس امام سے انکار کرنا ہے جو خدا کی جانب سے مقرر ہوا ہے۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ جو شخص روز قیامت امام جور کی ولایت کے ساتھ آئے گا جو خدا کی جانب سے مقرر نہ ہوا ہو ہم اہلبیت کے حق کا منکر ہو تو حق تعالیٰ اس کو منہ کے بھل آتش جہنم میں ڈالے گا۔

دوسری آیت اَوْ مِنْ يَغْتَرَفْ حَسَنَةً نَّيْزُهَا لَكُمْ فِيهَا حَسَنًا یعنی جو نیک اعمال بجالاتا ہے تو ہم اس کی نیکی میں اور اضافہ کر دیتے ہیں۔ ثعلبی اور ان کے علاوہ خاصہ و عامہ کے مفسروں نے حضرت امام حسنؑ اور ابن عباسؑ اور دوسروں سے روایت کی ہے کہ اقراف

حسنة سے مراد محبت و ولایت اہلبیت ہے۔ عامہ و خاصہ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کے موقع پر جو خطبہ پڑھا اس میں فرمایا کہ ہم اہلبیت میں سے ہیں جن کی محبت خدا نے ہر مسلمان پر واجب کی ہے چنانچہ فرمایا ہے قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ اور فرمایا ہے۔ وَمَنْ يَفْقَرْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حَسَنًا اقتراف حسنة ہم اہلبیت کی محبت ہے۔

تیسری آیت، وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ یعنی نیکی و بدی برابر نہیں ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہم حسنة (نیکی) ہیں اور بنی امیہ سیئہ (بدی) ہیں۔ کیونکہ اہلبیت علیہم السلام تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہیں اور بنی امیہ تمام برائیوں کا منبع ہیں (منبع وہ سرچشمہ جس میں سے پانی ابتدا ہی رہتا ہے اور کبھی ختم نہیں ہوتا) اسی طرح بنی امیہ تمام برائیوں کا سرچشمہ ہیں جو تا قیامت ختم نہیں ہو سکتیں) اور دوسری معتبر روایت میں وارد ہوا ہے کہ حسنة سے مراد تقیہ ہے اور سیئہ سے مراد ائمہ علیہم السلام کے رازوں کا ظاہر کرنا ہے۔

چوتھی آیت، فَمَا مَنَ آعْطَىٰ وَآلَتْغَىٰ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنِيْسِرُهُ لِّلْیُسْرَىٰ وَآمَنَ مَنَ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ وَكَذَّابَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنِيْسِرُهُ لِّلْعُسْرَىٰ مفسرین نے کہا ہے کہ جو خدا کے دیئے ہوئے مال کو اس کی اطاعت میں خرچ کرے اور خدا کی نافرمانی کرنے سے پرہیز کرے اور حسنی کی تصدیق کرے یعنی سب سے بہتر بات پاسب سے عمدہ وعدہ کی تصدیق کرے تو ہم عنقریب اس کے لئے ایسے وسائل مہیا کریں گے جو راحت و آسانی کا سبب ہوں تاکہ وہ بہشت میں داخل ہو جائے اور جو شخص خدا کے عطا کردہ مال میں بخل کرے اور بہشت کی نعمتوں کے بدلے دنیاوی خواہشوں میں مبتلا ہو جائے اور حسنی کی تکذیب کرے کہ وہ زائل ہو چکی تو بہت جلد اس کے لئے ایسا ب و وسائل فراہم کریں گے جو دشواری کا باعث ہو گا یعنی وہ جہنم میں ڈال دیا جائیگا بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ دونوں مقام پر حسنی سے مراد ولایت اہلبیت ہے چنانچہ تفسیر ابراہیم اور بصائر الدرجات تاویل الایات میں امام جعفر صادق علیہ السلام

روایت کی ہے آپ نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا کہ قَامَا مَنْ اَعْطٰی یعنی جو جس کو محمد اور اس کے وَاَتَقٰی اور شیا طین یعنی خلفائے جو را اور ائمہ باطل کی دوستی و محبت سے پرہیز کرے اور صَدَقَ بِالْحُسْنٰی اور ائمہ حق کی ولایت و امامت کی تصدیق کرنے والا ہو فَسَيُسَيِّرُكَ لِلسَّيْرِ اِی تو ایسا شخص جس تکمیل کا ارادہ کرے گا اس کو خدا کے فضل سے میسر ہو جائے گا۔ وَ اَقَامَ مَنْ بَعَلَ ذَا شَتَّغٰی اور جو شخص بخل اختیار کرے گا اور راہ خدا میں مال صرف نہ کرے گا اور اس کے سبب اپنے کو دوستان خدا سے جو ائمہ حق ہیں مستغنی ہو جائے گا اور حصول علم کے لئے ان کی جانب رجوع نہ ہو گا وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰی اور ائمہ حق کی امامت کی تکذیب کرے گا فَسَيُسَيِّرُكَ لِّلْعُسْرٰی تو ایسا شخص جس برائی کا ارادہ کرے گا۔ وہ فوراً اس پر عمل کر ڈالے گا وَ سَيَجْعَلُهَا اِلَا تَقٰی اور وہ شخص جہنم کی آگ سے جلد سے جلد دور کر دیا جائے گا جو زیادہ پرہیز گار رہے۔ حضرت نے فرمایا پرہیز گار سے مراد جناب رسول خدا ہیں اور جو شخص تمام اقوال و افعال میں آپ کی فرمانبرداری کرے اَلَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ یعنی جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ دینا ہے یا اپنے نزدیک نفس کے لئے خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھانے سنانے کے لئے نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد امیر المومنین علیہ السلام ہیں جنہوں نے رکوع میں زکوٰۃ دی وَ مَا لَا حِدَیْنَهُ اَمِنْ نِعْمَةٍ یَّجْزٰی یعنی کسی شخص کی کوئی نعمت اور چیز خدا کے پاس نہیں جس کا بدلہ اس کو دیا جائے حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد رسول خدا ہیں جن پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا عوض اس کو دیا جائے بلکہ ان کا احسان تمام خلق پر ہمیشہ جاری ہے

فراٹ بن ابراہیم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے كَذَّبَ بِالْحُسْنٰی کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جو شخص ولایت علی کی تکذیب کرے فَسَيُسَيِّرُكَ لِّلْعُسْرٰی تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے وَ مَا يُعْطٰی عَنْهُ مَالُهُ اِذَا اَتْرَدَ اِی یعنی جب وہ مرے گا تو اس کا مال کچھ فائدہ نہ دے گا آخر وہ جہنم میں گرے گا۔ امام نے فرمایا کہ اس کے مرنے کے بعد اس کا عمل اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچائے گا وَ اِنْ عَلِمْنَا لَیْهٖ حضرت نے فرمایا کہ قرأت اہلبیت میں اس طرح ہے وَ اِنْ عَلِمْنَا لَیْهٖ یعنی علی اور ان کی ولایت ہدایت ہے۔ فَانْزَلْنَا سِرَکُمْ تَاسِرًا اَتَلَطٰی یعنی ہم تم کو آتش جہنم کے شعلوں سے

ڈرانے ہیں امام نے فرمایا کہ اس سے مراد قائم آل محمد کی آگ ہے جبکہ وہ تلوار لے کر ظہور فرمائیں گے اور ایک ہزار نو سو نواوے اشخاص کو قتل کریں گے لایَصْلَحُوا إِلَّا الْاَشْقَى الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّى امام نے فرمایا یعنی قائم آل محمد کی آگ میں وہی ڈالا جائے گا جو شقی ترین جھٹلا کر رخ پھیرنے والا ہوگا۔ وَ سَيُجَنَّبُهَا الَّذِي تَقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى امام نے فرمایا اُس آگ سے وہ مومن پر ہیزگار دور کیا جائیگا جو علم کو اس کے اہل و متقی کو عطا کرتا ہے یعنی وہ پر ہیزگار مومن محفوظ رہیں گے جن کو قائم آل محمد کا علم عطا ہوگا۔ وَمَا لَاحِدٍ يَنْتَذِرُ مِنْ نِعْمَةٍ يُجْزَى یعنی جو کچھ وہ کرتا ہے محض خدا کی خوشنودی کے لئے کرتا ہے۔ وَلَسَوْفَ يَرْضَى امام نے فرمایا کہ اس کو خدا کی جانب سے اس قدر ثواب ملے گا کہ وہ راضی ہو جائے گا۔

**مترجمین فصل** اس بیان میں کہ آیات کریمہ میں نعمت و نیکم کی تاویل مفسرین نے ولایت اہل بیت علیہم السلام سے کی ہے اور اس بیان میں کہ وہ حضرات سب سے بڑی نعمت ہیں۔ اور اس بارے میں چند آیتیں ہیں۔

پہلی آیت: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحْلَوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَعْدَاۤءِ ۚ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَاَبْسَسَ الْقِرٰۤاۡتُ ۝ (سورہ ابراہیم آیت ۲۸ تا ۲۹) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے کفر سے خدا کی نعمت کو تبدیل کیا اور اپنی قوم کو مقام ہلاکت یعنی جہنم میں ڈھکیل دیا اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد کفار قریش ہیں کیونکہ جناب رسول خدا نعمت تھے۔ اس نعمت کے شکر کے عوض ان لوگوں نے کفر اختیار کیا اور حضرت سے عداوت اور جنگ کی یہ تفسیر جناب امیر اور حضرت عباسؓ اور ابن جبر سے مروی ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اصل نعمت کو کفر سے تبدیل کیا اور کفر ان نعمت کیا تو ان سے نعمت سلب ہو گئی اور ان کا کفر باقی رہا۔ صاحب تفسیر کشاف اور تمام مفسروں نے جناب امیرؓ اور حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت قریش کے بنی امیہ و بنی مغیرہ کے دو سب سے بڑے فاجروں کے حق میں نازل ہوئی ہے بنی امیہ کو تو ایک مقررہ مدت تک مہلت ملی ہوئی ہے لیکن بنی مغیرہ کے شر سے خدا نے جنگ بدر میں بچا

لیا کیونکہ ابو جہل اور اس کے ع۔ یز و رشتہ دار سب جنگ بدر میں قتل ہو گئے۔ اس حدیث کو عیاشی اور دوسرے محدثین نے بہت سی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ امام جعفر صادق ؑ سے لوگوں نے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ یہ قریش کے بنی امیہ دینی منیرہ کے دوست و سخت فاجروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ منیرہ کے تمام اعر۔ او اقربا کو خدا نے روز بدر ہلاک کر دیا لیکن بنی امیہ ایک مدت تک باقی رہے۔ پھر فرمایا کہ ہم نعمت خدا ہیں جن کے ذریعہ سے خدا نے اپنے بندوں پر انعام فرمایا ہے اور ہمارے ذریعہ سے نجات پاتا ہے جو بھی نجات پاتا ہے۔

کلیفی نے بسند معتبر امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ کیوں وہ لوگ رسول خدا اور اُن کے وصی سے رُخ پھرتے ہیں اور دوسری جانب جاتے ہیں اور اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اُن پر عذاب نازل ہو جائے گا۔ اس کے بعد حضرت نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی اور کہا کہ ہم نعمت خدا ہیں جن کو خدا نے اپنے بندوں پر نعمت قرار دیا ہے اور ہماری برکت سے قیامت میں ان کو نعمتیں ملیں گی

ایضاً بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد تمام قریش ہیں جنہوں نے رسول خدا سے دشمنی کی اور ان سے جنگ کی اور ان کے وصی کی امامت سے انکار کیا۔

بسند معتبر دیگر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ لوگوں نے انہی حضرت سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے پوچھا کہ سنی حضرات اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں راوی نے کہا کہتے ہیں کہ بنی امیہ دینی منیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم تمام قریش کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ خداوند عالم نے اپنے پیغمبر سے خطاب فرمایا کہ میں نے قریش کو تمام عرب پر فضیلت دی اور اپنی نعمت ان پر تمام کی اور اُن کے لئے دین اسلام کو پسند کیا اور ان کی جانب ایک رسول بھیجا۔ تو انہوں نے میری نعمت کو کفر سے تبدیل کیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے داہ بواہر میں پہنچایا جو جہنم ہے۔ اور صحیفہ کاملہ میں حسنی کی روایت سے حضرت صادق ؑ سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے اپنے پیغمبر کو ان تمام حالات و اوقات کی خبر دے دی جو ان کے اہلبیت اور ان کے دوستوں اور شیعوں پر بنی امیہ سے ان کی بادشاہی کے زمانہ میں پہنچیں گے۔ پھر خدا نے

ان کے شان میں یہی آیت العتو الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرًا ابھی۔ اس آیت میں نعمت سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہلبیت ہیں ان کی محبت ایمان ہے جو بہشت میں لے جائے گی اور ان کی دشمنی کفر و نفاق ہے جو جہنم میں داخل کرے گی۔

دوسری آیت: ثُمَّ لَنَسْأَلَنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیمِ دہ سورۃ کذا آیت، یعنی تم سے روز قیامت ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا جو دنیا میں تم کو دی گئی تھیں۔ مفسر دہ نے کہا ہے کہ نعیم سے مراد دنیا کی تمام نعمیں ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد امن و سکون اور صحت بدن ہے اور حضرت باقر و صادق صلوٰۃ اللہ علیہما سے بھی یہی روایت ہے اور شیخ طبری و عیاشی اور قطب راوندی نے دعوات میں روایت کی ہے ابو حنیفہ نے حضرت صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت نے فرمایا نعیم تمہارے اعتقاد میں کیا ہے کہا کھانے کی چیزیں اور ٹھنڈا پانی۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر خدا تم کو قیامت میں اپنے سامنے کھڑا کرے ہر طعام کے بارے میں جو تم نے کھایا ہے اور ہر پینے کی چیز کے بارے میں جو تم نے پیا ہے سوال کرے تو یقیناً تم کو خدا کے نزدیک بہت دیر تک کھرا رہنا پڑے گا۔ ابو حنیفہ نے عرض کی میں آپ پر فدا ہوں پھر نعیم سے کیا مراد ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ نعیم ہم اہلبیت ہیں کہ خدا نے ہم کو اپنے بندوں پر انعام فرمایا ہے اور ہمارے سبب سے ان میں آپس میں محبت عطا فرمائی جبکہ وہ اختلاف رکھتے تھے اور ہمارے سبب سے ان کو محبت والا بنایا ہے اور ان کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا ہے جبکہ وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے اور ہمارے فریاد سے ان کی اس نعمت کے حق کی ہدایت کی جو ان پر انعام فرمایا ہے اور وہ جناب رسول خدا اور ان کی عزت صلوٰۃ اللہ علیہم ہیں۔ اور عیون اخبار الرضا میں روایت کی ہے کہ ایک روز آنحضرت کی خدمت میں ایک جماعت موجود تھی۔ حضرت نے فرمایا کہ دنیا میں حقیقی نعمت نہیں ہے۔ سینوں کے ایک عالم نے پوچھا جو اس مجلس میں حاضر تھا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ لَنَسْأَلَنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیمِ کیا یہ نعمت جو آب و ہوا ہے دنیا میں نہیں ہے؟ حضرت نے باواز بلند فرمایا کہ تم آیت کی یہ تفسیر کرتے ہو اور لوگوں نے چند طرح سے

تفسیر کی ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ نعیم سے مراد آبِ مرد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ طعام لذیذ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اچھا خواب ہے۔ اور حقیقت وہ ہے جو میرے پدر نے مجھ کو خبر دی ہے کہ یہ تمہارے اقوال میرے جد حضرت صادق کے سامنے ذکر کئے گئے جن کو سُنکر وہ حضرت غضنک ہوئے اور فرمایا کہ خداوند عالم ان چیزوں کے بارے میں اپنے بندوں سے سوال نہیں کرے گا جو اپنے فضل سے ان کو عطا فرمائی ہیں اور ان پر ان نعمتوں کا احسان نہیں رکھتا اور جبکہ مخلوق کا احسان بخلافا قبیح ہے تو خدا کو ایسی نسبت کیونکر دی جاسکتی ہے جن کو مخلوقات پسند نہیں کرتے کہ اس سے نسبت دیں۔ سنو! نعیم سے مراد اہلبیت کی محبت ہے اور ہماری امامت کا اقرار کرنا ہے۔ خدا اس کو توحید و نبوت کا سوال کرنے کے بعد پوچھے گا اگر بندہ اس اعتقاد پر پورا اترے گا تو خدا اس کو نعمتہائے بہشت میں پہنچا دے گا جو کبھی نازل نہ ہوں گی۔ بیشک میرے پدر بزرگوار نے اپنے آباؤ اجداد سے علی علیہ السلام کی سند سے مجھ کو خبر دی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ بندہ سے اس کے مرنے کے بعد سب سے پہلے جس چیز کا سوال کیا جائے گا وہ شہادت و حدائیت و رسالت ہے اور یہ کہ اے علی تم مومنوں کے امام اور حاکم ہو اس سبب سے کہ خدا نے اور میں نے تم کو قرار دیا ہے تو جو شخص کہ یہ اقرار کرے اور دنیا و آخرت میں اس کا اعتقاد رکھتا ہو گا تو وہ ان نعمتوں کی جانب جائے گا جو کبھی نازل نہ ہوں گی اور ابو زکوان نے جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں کہا ہے کہ اس حدیث کے سننے کے بعد چونکہ میں نعت و اشعار میں مشغول رہا اور اس حدیث کا کسی سے ذکر نہیں کیا اور ایک رات میں نے خواب میں جناب رسول خدا کو دیکھا کہ لوگ ان حضرت کو سلام کرتے ہیں اور وہ حضرت جواب سلام دے رہے ہیں جب میں نے سلام کیا تو حضرت نے جواب نہ دیا میں نے عرض کی کہ کیا میں آپ کی امت میں نہیں ہوں۔ فرمایا کہ تو بھی ہے لیکن لوگوں کو حدیث نعیم سے آگاہ کر جو تو نے مجھ سے سنی ہے ابراہیم و شیخ طبری نے مجالس میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ نعیم سے مراد ولایت اہلبیت ہے اور اس کا سوال کیا جائے گا۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے وَ قِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُؤُونَ۔ ان کو ٹھہراؤ بیشک ان سے سوال کیا جائے گا۔ یعنی ولایت اہلبیت کے بارے میں پوچھا



جائے گا۔ ایضاً حضرت صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ اس اُمت سے سوال کریں گے اس بارے میں جو خدا نے تم پر ہماری ولایت اور محمد و آل محمد علیہم السلام کا انعام فرمایا ہے۔ اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم مومن کے لئے نعیم اور غنفل (الغنچ پھل) کا فرق کئے گئے ہیں۔ ایضاً ابو خالد کاہلی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو کبھی میت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا تو میرے لئے کھانا لایا گیا جس سے بہتر طعام میں نے کبھی نہیں کھایا تھا۔ حضرت نے فرمایا اے ابو خالد ہمارا کھانا تم نے دیکھا عرصہ کی بہت ہی بہتر تھا لیکن قرآن کی ایک آیت مجھے یاد آگئی کہ خوشگوار طعام بھی بے مزہ ہو گیا۔ فرمایا وہ کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس آیت کی تلاوت کی حضرت نے فرمایا خدا کی قسم ہرگز تم سے اس غذا کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ اُس کے بعد حضرت سکولائے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک نمایاں ہو گئے پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ نعیم کیلئے عرصہ کی نہیں فرمایا کہ ہم نعیم ہیں یعنی تم سے ہمارے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ باریاب میں حضرت باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ نعیم سے مراد امن و صحت اور امیر المؤمنین کی ولایت ہے۔ اور دوسری روایت کے مطابق امام محمد باقر و صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ نعیم سے مراد ولایتِ امیر المؤمنین ہے۔ اور کافی میں بسند معتبر ابو حمزہ ثمالی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت کے ساتھ امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر تھے۔ امام کے حکم سے کھانا لایا گیا لذت و خوشیوں میں جس سے بہتر ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور خرمے ایسے لائے گئے جو نہایت صاف و لطیف اور بہتر تھے کہ جن میں ہم اپنا چہرہ دیکھ سکتے تھے ہم میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے فرزند رسول ان نعمتوں کے بارے میں آپ سے سوال کیا جائے گا جن سے آپ مستفید ہوتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا اس سے زیادہ کریم اور بزرگ ہے کہ جو طعام تم کو دے اور تم پر حلال قرار دے روز قیامت اس کے بارے میں تم سے سوال کرے اور اس کا حساب لے بلکہ تم سے محمد و آل محمد جیسی نعمت کے بارے میں سوال کرے گا جو تم پر انعام فرمایا ہے اور حضرت باقر سے بھی اسی مضمون کے قریب روایت کی ہے اور آخر میں فرمایا ہے کہ تم سے اس حق کے بارے میں سوال کیا جائے گا جو تم پر ولایت

وامامت کا ہے۔ اس مضمون پر حدیثیں بہت ہیں

عامر و خاصہ کی بعض روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ پانچ چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ شکم تیسری۔ آب سرد۔ میٹھی ٹیند۔ وہ مکانات جن میں رہتے ہیں۔ خلقت میں بے عیب پیدا ہوتا۔

تیسری آیت:- **وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا** (آیت ۲۰) یعنی تم پر نعمتیں پوری کیں جن میں بعض ظاہر ہیں اور بعض پوشیدہ ہیں۔ بعض قاریوں نے نعمت کو ت کے ساتھ پڑھا ہے اور بعض نے صیغہ جمع اور ضمیر کی اضافت کے ساتھ پڑھا ہے بعضوں نے ظاہری نعمت کہا ہے۔ نعمت ظاہر کے متعلق بعضوں نے کہا ہے کہ جو محسوس ہو اور باطن وہ جو معقول ہو اور عقل سے دریافت ہو یا نعمت ظاہر وہ جس کو جانتے ہوں اور باطن وہ جس کو نہ جانتے ہوں۔

بسنہ معتبر کمال الدین و مناقب میں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ نعمت ظاہر سے مراد امام ظاہر ہے اور نعمت باطن سے مراد امام غائب ہے۔ اور علی بن ابراہیم نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ نعمت ظاہر سے مراد ہم اہلیت کی ولایت اور دل میں ہماری محبت رکھنا پھر امام نے فرمایا کہ خدا کی قسم جن لوگوں نے اس نعمت کا اقرار بظاہر کیا اور باطن میں اعتقاد نہ رکھا تو ان کے بارے میں خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ **يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ لَا يَعَزُّنَّكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَنبِيَائِهِمْ وَلَمْ يُؤْمِنُوا قُلُوبُهُمْ** (سورہ مائدہ آیت ۲۱) یعنی اے رسول تم کو ان لوگوں کا کفر کی جانب لپک کر چلا جانا رنجیدہ نہ کرے جو زبان سے تو کہتے ہیں کہ ایمان لائے لیکن ان کے دل ایمان نہیں لائے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب رسول خدا خوش ہو گئے اس لئے کہ خدا ان کا ایمان قبول نہیں کرتا مگر ہماری ولایت اور محبت کے ساتھ۔

چوتھی آیت:- **فَيَأْتِي الْآلَاءَ وَبِكُنُتَا كَذِبًا** (پچ سورہ صاف) یعنی اے گروہ اس وجہ تم خدا کی کس کس نعمت سے انکار کرو گے۔ اس کی تفسیر میں علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ یہ خطاب بظاہر اس وجہ سے ہے لیکن باطن میں اول و دوم سے ہے۔ اور حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ دو نعمتوں محمد و علی

میں سے کس ایک نعمت کا انکار کرو گے۔ اور کھینچی کی روایت کے مطابق پیغمبر کا انکار کرتے ہو یا وصی کا۔ اور ابن مہیار کی روایت کے مطابق ان دو نعمتوں میں سے کس ایک نعمت کی تکذیب کرتے ہو محمد کی یا علی کی کیونکہ میں نے ان دونوں حضرات کے ذریعہ سے اپنے بندوں پر انعام کیا ہے۔ اور کھینچی نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت صادق نے اس آیت کی تلاوت فرمائی **فَاذْكُرُوا الْاٰلَاءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ** یعنی خدا کی نعمتوں کو یاد کرو شاید تم فلاح پاؤ۔ حضرت نے فرمایا جانتے ہو آلہ خدا کیا ہے۔ راوی نے کہا نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد خلق پر خدا کی عظیم ترین نعمت ہے اور وہ ہم اہلیت کی ولایت ہے لہ

یا نچوں آیت :- **يَعْرِفُوْنَ نِعْمَةَ اللّٰهِ تَعَالٰی الَّذِيْ تَدْعُوْنَہَا وَاَكْثَرُہُمْ الْكَافِرُوْنَ** سورہ نمل آیت ۲۸ یعنی خدا کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں پھر بھی انکار کرنے ہیں اور ان میں سے اکثر کافر ہیں۔ علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ خدا کی نعمتیں انہما اہل بیت ہیں اور کھینچی نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب امیر المومنین علیہ السلام کی امامت کے بارے میں آیہ **اَنْتَا وَلِيُّ اللّٰهِ** النازل ہوا تو اصحاب رسول اللہ میں سے منافقین کا کہ وہ مسجد مدینہ میں جمع ہوا اور آپس میں کہنے لگے کہ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ بعضوں نے کہا کہ اگر ہم اس آیت سے انکار کرتے ہیں تو ہم کو قرآن کی بہت سی آیتوں سے کافر ہوتا پڑے گا اور اگر اس آیت پر ایمان لائے ہیں تو ذلت کا باعث ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے بیٹے کو ہم پر مسلط کرتی ہے آخر یہ طے کیا کہ ہم جانتے ہیں کہ محمد اپنے قول میں صادق ہیں۔ ہم ان کی ولایت کو قبول کرتے ہیں لیکن علی جو کچھ حکم دیں گے ہم اس کی اطاعت نہیں کریں گے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی **يَعْرِفُوْنَ نِعْمَةَ اللّٰهِ تَعَالٰی** یعنی علی کی ولایت کو پہچانتے ہیں مگر ان میں بیشتر علی کی ولایت سے

لہ مولف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ بظاہر یہ خطاب گذشتہ امتوں سے ہے لیکن گذشتہ امت کا ذکر اس امت کی تنبیہ کے لئے ہے لہذا اس امت میں اس کا مصداق ولایت اہلیت علیہم السلام ہے یا یہ کہ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ تمام امتیں جناب رسول خدا اور اہلیت علیہم السلام کی ولایت کی مکلف تھیں۔ ۱۳

کافر ہو گئے۔

چھٹی آیت۔ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ (پارہ ۱۱ آیت ۵۸ سورہ یونس) اے رسول کہہ دو کہ خدا کے فضل اور رحمت سے یہ لوگ خوش ہو جائیں اور جو کچھ یہ لوگ (مال دنیا سے) جمع کرتے ہیں یہ اس سے بہتر ہے۔ ابن بابویہ نے مجالس میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا سوار ہو کر مدینہ کے باہر آئے جناب امیر المومنینؑ پیادہ اُن کے ساتھ تھے جناب رسول خدا نے فرمایا کہ اے ابوالحسن جب میں سوار ہوں تو چاہئے کہ تم بھی سوار ہو۔ اور جب میں پیدل چلوں تو تم بھی پیدل چلو جب میں بیٹھوں تم بھی بیٹھو سوائے اُن حدودِ الہی کے جن میں تم کو کھڑے ہونے یا بیٹھنے کی مجبوری ہو۔ اور خدا نے جس کرامت و منزلت سے مجھے شرف بخشا ہے وہی عزت و کرامت تم کو بھی عطا کی ہے۔ خدا نے مجھ کو اپنی رسالت و پیغمبری سے مخصوص فرمایا ہے تو تم کو میرا۔ مددگار ناصر قرار دیا ہے کہ تم حدودِ خدا کے اندر سخت و دشوار کاموں کو انجام دیتے ہو اسی خدا کی قسم کھاتا ہوں جس نے مجھے پیغمبرِ برحق بنا کر بھیجا ہے کہ وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جس نے تم سے انکار کیا اور میری رسالت کا اقرار نہیں کیا جس نے تمہاری امامت کا انکار کیا۔ وہ شخص خدا پر ایمان نہیں رکھتا جو تم سے کافر ہو بیشک تمہارا فضل میرا فضل ہے اور میرا فضل خدا کا فضل ہے۔ یہ ہے میرے پروردگار کے اس قول قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا یعنی نبوت و ولایت کے ذریعہ فلیفرحوا لہذا شیعیان علی کو خوش ہونا چاہئے۔ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ یعنی شیعوں کے لئے یہی بہتر ہے اس کے مقابلہ میں جن کو مخالفینِ شیعہ دنیا میں مثل مال و زن و فرزند کے جمع کرتے ہیں۔ اے علی تم پیدا نہیں کئے گئے مگر اس لئے کہ تمہارے ذریعہ سے تمہارے پروردگار کی عبادت کی جائے اور اس لئے کہ تمہارے ذریعہ سے علوم دین جانے جائیں اور راہِ ہدایت کی تمہارے ذریعہ سے اصلاح ہو بیشک وہ شخص گمراہ ہے جو تمہاری ولایت سے گمراہ ہوا اور ہرگز خدا کی جانب ہدایت نہیں پاتا وہ شخص جو تمہاری طرف تمہاری ولایت میں ہدایت نہ پائے اور یہ ہے میرے پروردگار کے

اس قول کے معنی اِنِّیْ لَنَقْفَرَنَّ لَیْسَ تَابَ وَ اَمَنْ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی یعنی میں توبہ کرنے والوں ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو بخش دیتا ہوں تو وہ ہدایت پاتا ہے۔ بیشک میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارا حق واجب قرار دوں جس طرح میرا حق واجب ہوا ہے۔ بیشک تمہارا حق فرض دو واجب ہے ہر اس شخص پر جو مجھ پر ایمان لایا ہے۔ اگر تم نہ ہوتے تو خدا کا دشمن پہچاننا جاتا۔ جو شخص تمہاری ولایت کے ساتھ خدا سے ملاقات نہ کرے تو اس نے دین و دنیا کی کسی چیز کے ساتھ ملاقات نہیں کی بلکہ دنیا سے بے ایمان گیا ہے۔ بیشک خدا نے مجھ پر یہ آیت نازل کی ہے یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَبِّكَ یعنی اے رسول جو حکم تمہارے پروردگار کی جانب سے تم پر نازل ہوا ہے اس کو پہونچا دو پیغمبر نے فرمایا یعنی اے علی تمہاری ولایت کے بارے میں۔ وَلَنْ لَّحُفُّنَ فَعَلْنَا بَلَّغْتَ رَسَالَتَنَا اگر تم یہ حکم نہ پہونچا یا تو تم نے خدا کی رسالت ہی نہیں پہنچائی حضرت نے فرمایا کہ اگر وہ حکم جس پر میں مامور ہوا تھا نہ پہونچا یا یعنی تمہاری ولایت کے بارے میں بیشک میرے اعمال ضبط ہو جاتے اور جو شخص بغیر تمہاری ولایت کے خدا سے ملاقات کرے گا تو یقیناً قیامت کے دن اس کے تمام اعمال ضبط ہو جائیں گے وہ رحمت خدا سے دور ہو گا۔ اور تمہارے حق میں جو کچھ میں کہتا ہوں وہ میرے خدا کا قول ہے جو تمہارے باری میں اس نے میرے پاس بھیجا ہے

کیلینی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ یعنی ولایت محمد و آل محمد علیہم السلام بہتر ہے اس سے جو کچھ مخالفین دنیا کی چیزیں جمع کرتے ہیں۔ اور عیاشی نے بھی اسی مضمون کو جناب امیر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فضل رسول خدا ہیں اور رحمت امیر المؤمنین ہیں چاہتے شیعیان علی اس پر خوش ہوں کیونکہ یہ بہتر ہے اس سونے اور چاندی سے جو دشمنان علی جمع کرتے ہیں۔

ساتویں آیت۔ فَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِینَ پہلی آیت ۶۴ سورہ بقرہ یعنی اگر خدا کا فضل و احسان اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو بیشک تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوتے عیاشی نے دو سند کے ساتھ حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ فضل خدا

اگر پیغمبر علی کی ولایت کا حکم لوگوں کو پہونچاتے تو آپ کے تمام اعمال ضبط ہو جاتے

رسول اللہ ہیں اور رحمت خدا ائمہ طاہرین کی ولایت ہے۔

آٹھویں آیت: مَا يَفْقَهُمُ اللَّهُ لِلثَّانِينَ مِنْ شَرِّهِمْ فَلَا مُبْسِكَ لَهَا يَنْبَغِي خُذْ  
نے لوگوں کے لئے جو رحمت قرار دی ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ ابن مہیار  
نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ رحمت سے مراد علوم اور حکمتیں ہیں جو خدا  
نے امام کی زبان پر لوگوں کی ہدایت کے لئے جاری کی ہیں۔

نویں آیت: وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً قَاجِدَةً وَلَكِنْ يُدْخِلُ مَنْ  
يَشَاءُ فِي شَرِّهِمْ وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ دُونِ وَلَا تَصِيْرُ ۝ (سورہ شوریٰ آیت ۲۵)  
یعنی اگر خدا چاہتا تو تمام خلق کو ایک امت قرار دے دیتا لیکن خدا جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت  
میں داخل کرتا ہے۔ اور ظالموں کا قیامت میں نہ کوئی دوست ہوگا نہ مددگار۔ علی بن ابیہم  
نے کہا ہے کہ اگر خدا چاہتا تو تمام خلق کو معصوم قرار دیتا جیسے فرشتے اور ظالموں سے مراد  
آل محمد پر ظلم کرنے والے ہیں۔ محمد بن العباس نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ  
رحمت سے مراد ولایت علی ابن ابی طالب ہے

دسویں آیت: وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ (سورہ بقرہ آیت ۱۰۵) یعنی خدا  
جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے مخصوص کر لیتا ہے۔ دیلمی نے حضرت صادق سے  
روایت کی ہے رحمت خدا سے مخصوص پیغمبر خدا اور آپ کے وصی صلوات اللہ علیہا مراد  
ہیں بیشک خدا نے سوار رحمتیں خلق کی ہیں نہ انہوں نے رحمتوں کو محمد و آل محمد کے لئے جمع کر رکھا  
ہے اور ایک رحمت کو تمام موجودات پر بھیل دیا ہے۔

گیارھویں آیت: ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ (سورہ بقرہ آیت ۱۰۵) اور وَلَا تَجْمَعُوا  
فَضْلَ اللَّهِ إِلَيْهِ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ۔ پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ خدا کا فضل ہے جس کو  
چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ دوسری آیت کا ترجمہ خدا نے تم میں سے بعض کو بعض پر جو  
فضیلت دی ہے اس کی تمامیت کر دے حضرت نے فرمایا کہ یہ دونوں اہلبیت علیہم السلام  
کی شان میں نازل فرمائی ہے۔

بارھویں آیت: وَلِيُشْكِرَ اللَّهُ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝  
یعنی خدا کو اس کی بزرگی کے ساتھ یاد کرو اس لئے کہ اس نے تمہاری ہدایت کی ہے تاکہ  
تم اس کا شکر ادا کرو۔ محاسن میں روایت کی ہے کہ شکر سے مراد اصول دین کی معرفت

یا ائمہ معصومین کی معرفت ہے۔

ایضاً اس آیت کی تفسیر میں لَا یَرْضَی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ وَإِنْ تَشْکُرُوا أَتَوْا صَہُ لَکُمْ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا نے بندوں کے لئے کفر نہیں پسند کیا اگر تم اس کا شکر کرو تو وہ تمہارے لئے پسند کرتا ہے۔ فرمایا کہ کفر ائمہ اطہار کی مخالفت کرنا ہے اور شکر سے مراد ائمہ طاہرین کی ولایت اور ان کی معرفت ہے۔

تیسریوں آیت ۱۰ وَ یَجْعَلُونَ سِرَاقَکُمْ أَنْتُمْ تُکَذِّبُونَ۔ تاویل الایات میں روایت کی ہے یعنی تم اس نعمت کا جو خدا نے تم کو محمد و آل محمد کے سبب عطا کی ہے۔ اور اس کے ساتھ تم پر منت رکھی ہے شکریہ ادا کرتے ہو لیکن ان کے وصی علی بن ابی طالب کی تکذیب کرتے ہو۔ قُلُوْا لَا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ وَ اَنْتُمْ حَبِیْثٌ مُّیْتَضِرُّونَ (سورہ واقعہ پٹ آیت ۸۳ و ۸۴) تو جب موت کے وقت جان بچنے کے حلق تک آجاتی ہے اس وقت تم وصی رسول علی بن ابی طالب کی جانب دیکھتے ہو جو اپنے دوست کو بہشت کی اور اپنے دشمن کو جہنم کی خوشخبری دیتے ہیں وَ تَحْنُ اَفْزَبُ اِلَیْہِ مِنْکُمْ اور میں امیر المومنین سے تم سے زیادہ نزدیک ہوتا ہوں وَ لَیْکِنْ لَا تُبْصِرُوْنَ لیکن تم نہیں جانتے اور نہ دیکھتے ہو۔ اُن خبروں و حدیثوں کے بیان میں جن میں شمس و قمر و نجوم و برج وغیرہ کی تاویل ائمہ علیہم السلام سے وارسی ہوئی ہے۔

## اٹھارھویں فصل

علی بن ابراہیم نے سورہ رحمن کی آیات کی تاویل میں امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ امام نے فرمایا یعنی امیر المومنین علیہ السلام کو خدا نے ان تمام چیزوں کی تعلیم دیدی جس کی لوگوں کو ضرورت ہے اَلْقَمَرُ بِحُسْبَیْنِ یعنی وہ دو ملعون جو آفتاب و مہتاب کے مخالف ہیں جانتے ہیں کہ عذاب الہی میں مبتلا ہونگے اَللَّجُجُ وَ السَّجَرُ یَسْجُدَانِ یعنی نجم و شجر سجدہ یعنی عبادت خدا کرتے ہیں۔ نجم سے مراد جناب رسول خدا ہیں اور شاید اسی بنا پر شجرہ کا ائمہ علیہم السلام سے کنایہ ہے اَلسَّمَآءُ سَرَّ فَقَعَا ذَوْ حَاہِ الْبِیْزَانِ یعنی آسمان رسول خدا سے کنایہ ہے جن کو خدا معراج میں اوپر لے گیا۔ اور میزان کنایہ ہے امیر المومنین سے جو ترازوئے عدل ہیں جس کو خدا نے خلق کے لئے نصب فرمایا ہے اَلَا تَنْظَعُوْا اِلَی الْبِیْزَانِ کہ ترازو کے بارے میں سرکشی مت کرو یعنی امام کی نافرمانی مت کرو۔ وَ اَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ یعنی امام عادل

کی امامت پر قائم رہو۔ وَلَا تُخْسِرُوا الْيَمِينَ ان یعنی امام کے حق کو کم مت کرو اور اس پر ظلم مت کرو۔

ایضاً بسند معتبر و موثق حضرت صادق سے قول حق تعالیٰ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ یعنی دو مشرقوں اور دو مغربوں کا پروردگار ہے یعنی دو مشرقی کنایہ ہے رسول خدا و امیر المومنین علیہم السلام سے کہ انوار ربانی ان سے ضیا بار ہوتا ہے اور دو مغرب کنایہ ہے حسن و حسین علیہم السلام سے کہ انوار جن میں جمع ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر امام ناطق ہے جس کا علم امام صامت میں پوشیدہ ہو جاتا ہے جو اس کے بعد ہونے والا امام ہے۔

تاویل الایات میں انہی حضرت سے قول حق تعالیٰ فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ کی تاویل میں روایت کی ہے یعنی میں مشرقوں اور مغربوں کے پروردگار کی قسم نہیں کھاتا فربمایا کہ مشرقوں سے مراد انبیاء ہیں اور مغربوں سے مراد اُن کے اوصیاء ہیں۔

علی بن ابراہیم نے انہی حضرت سے قول خدا وَالشَّمْسُ وَالْقَارِعُ وَمَا آذَرَكَ مَا الطَّارِقُ النَّجْمُ الثَّاقِبُ (سورہ طارق آیت ۳۱) کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی میں قسم کھاتا ہوں آسمان اور ستارہ کی جو شب کو ظاہر ہوتا ہے کیا تم کو معلوم ہے کہ طارق کیا ہے۔ وہ ایک بہت روشن ستارہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ سما اس مقام پر امیر المومنین سے کنایہ ہے اور طارق وہ روح القدس ہے جو ائمہ میں ہوتی ہے اور خدا کی جانب سے وہ علوم پہونچاتی ہے جو شب و روز میں حادث ہوتے ہیں۔ اور ان کو خطا و غلطی سے محفوظ رکھتی ہے اور ستارہ روشن کنایہ ہے جناب رسول خدا سے ملے

ایضاً علی بن ابراہیم نے بسند معتبر تفسیر سورۃ وَالشَّمْسُ وَضُلُهَا (پتہ سورہ شمس) میں حضرت صادق سے روایت کی ہے یعنی قسم ہے آفتاب اور اس کی روشنی کی جو دن چڑھے ہوتی ہے حضرت نے فرمایا کہ شمس کنایہ ہے رسول خدا سے جن کے سبب سے

۱۔ مولف فرماتے ہیں کہ اس تاویل کی بنا پر شاید نجم الثاقب مجاز پر محمول ہو یعنی صاحب نجم ثاقب کیونکہ جب روح القدس اُن میں آنحضرت کے سبب سے ہم پہونچی ہے تو مجاز پر محمول کیا ہو۔ ۱۲



خدا نے لوگوں کے لئے ان کے دین کو واضح کیا وَالتَّقْوَىٰ اِذَا اَتْلٰهَا یعنی چاند کی قسم جو آفتاب کے پیچھے طلوع ہوتا ہے حضرت نے فرمایا مراد قر سے امیر المؤمنین ہیں جیسا کہ ماہتاب کی روشنی آفتاب سے ہے اسی طرح اُن حضرت کے علوم رسول خدا سے حاصل ہوئے ہیں وَالتَّهٰی سِ اِذَا اَجْلٰهَا یعنی قسم ہے دن کی جو سورج کو جلا دیتا ہے امام نے فرمایا کہ نہا سے مراد فریت فاطمہ صلوات اللہ علیہا سے امام ہیں کہ جب ان سے دین رسول خدا کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو وہ جلا دیتے ہیں اور اس کو سوال کرنے والے پر واضح کرتے ہیں وَالتَّیْلِ اِذَا اَیْقَشَہَا یعنی قسم ہے رات کی جو آفتاب کو پوشیدہ کر دیتی ہے حضرت نے فرمایا اس سے مراد اس کے جوڑ ہیں جنہوں نے خلافت کو آل رسول سے غصب کر لیا اور اس مجلس میں بیٹھے جس میں آل رسول کسب سے بہتر موجود تھے اور دین رسول خدا کو ان لوگوں نے ظلم و جور کے ساتھ پوشیدہ کیا وَنَفْسٍ وَّمَا سَوَّاهَا یعنی قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اس کو پیدا کیا اور درست کیا فَالْتَّهٰی فُجُورَہَا وَتَقْوٰیہَا یعنی ان کو حق و باطل میں تمیز کرنے کا الہام کیا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ سَآءَ کَہَا یعنی اس نے نجات پائی جس کو خدا نے پاکیزہ قرار دیا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَلَّہَا اور ناامید وہ ہوا جس کا نفس خدا نے اس کی جہالت و فسق کے سبب پوشیدہ کیا کَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوٰیہَا یعنی ثمود کے قبیلہ نے اپنی سرکشی کے باعث تکذیب کی امام نے فرمایا کہ ثمود سے مراد شیعوں کا وہ گروہ ہے جو مذہب حق امامیہ کے خلاف ہیں جیسے زید یہ وغیرہ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا ہے فَہَدٰیہَاھُمْ فَاَسْتَجٰیوُا الْعٰلِیَّ عَلٰی الْہُدٰی فَاَخَذَ ثَمُودُ مَصَاعِقَ الْعَذَابِ الْہٰذِیْنَ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ یعنی ثمود کے گروہ کی جو صالح کی قوم سے تھے ہم نے ہدایت کی تو ان لوگوں نے ہدایت و ایمان سے اندھے پن کو پسند کیا تو ان کو ان کے اعمال کے سبب سے ذلیل کرنے والے عذاب کی بجلی نے لے ڈالا۔ امام نے فرمایا کہ ثمود سے مراد شیعوں کا گمراہ گروہ ہے اور صائقہ خوار کشدہ سے مراد شمشیر حضرت قائم ہے جبکہ وہ ظاہر ہوں گے۔ فَقَالَ لَھُمْ سِرُّوْا اللّٰہِ امام نے فرمایا یعنی ان سے اللہ کے پیغمبر نے فرمایا نَاقَۃُ اللّٰہِ کہ خدا کے نافرمان کی پانی پینے کے بارے میں حفاظت کرو فرمایا کہ نافرمانی ہے اس امام سے جو علوم الہی اُن کو سمجھاتا ہے وَ سُقِّیَہَا یعنی اس کے پاس علم و حکمت کے چشمے ہیں۔

فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوْهُ هَآفَا قَمَدًا مَّرَعٰ عَلَيْهِمْ سَرَّ تَهْجُرًا ثَبَّاهُمْ بِدَانِيَهُمْ فَسَوَّاهُمْ يَمِيْنُ بِيْ شِهْرِ  
 انہوں نے پیغمبر کی تکذیب کی اور ناقہ صالح کو پے کر دیا تو خدا نے ان کے گناہ کے سبب  
 ان کو عذاب سے ڈھک دیا اور ان کو گھیر لیا اور سب کو ہلاک کر دیا اور مٹا دیا فرمایا اس  
 سے مراد رجعت میں ان کا عذاب ہے وَ لَا يَخَافُ عُقْبَاهُمْ یعنی امام رجعت میں ان کا واپس  
 سے جو دنیا میں واقع ہوئے ہیں نہیں خوف کرے گا لہ

معانی الاخبار میں بہت سی سندوں کے ساتھ جابر بن عبد اللہ انصاری، انس بن مالک اور  
 ابو ایوب انصاری سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت رسالتؐ نے ہمارے ساتھ  
 صبح کی نماز ادا کی جب فارغ ہوئے تو روئے مبارک ہماری طرف پھیرا اور فرمایا کہ  
 اے گروہ مردم پیروی کرو آفتاب کی جب آفتاب پوشیدہ ہو جائے تو چاند سے  
 فائدہ اٹھاؤ اور اس کی پیروی کرو اور جب چاند چھپ جائے تو زہرہ کی پیروی کرو جب  
 زہرہ پوشیدہ ہو جائے تو فرقہ ان دو ستاروں کی پیروی کرو۔ لوگوں نے اس کلام کی  
 تشریح چاہی تو فرمایا کہ میں آفتاب ہوں میرا بھائی علیؑ میرا وصی اور وزیر ہے اور میرا  
 قمر من ادا کرنے والا ہے اور میرے بیٹوں کا باپ ہے اور میرے اہل میں میرا عاشقین

لے مولف فرماتے ہیں کہ جو تاویلین ان احادیث میں وارد ہوئی ہیں وہ جڑی گہری اور خفی ہیں اور اسی پر مبنی  
 جو مذکور ہوئیں کہ خداوند عالم نے جن قصوں کا قرآن میں ذکر کیا ہے اس امت کے ڈرانے کے لئے ہیں یا  
 عمل صالح کی ترغیب کے لئے ایضاً معلوم ہوا کہ جو کچھ سابقہ امتوں میں گذرا ہے اس کی نظیر اس امت میں بھی  
 واقع ہوگی۔ لہذا جس طرح خداوند عالم نے ناقہ کو قوم صالح کے لئے بھیجا تاکہ ایک نشانی اور ایک معجزہ  
 ان کے لئے ہو اور اس کے دودھ سے فائدہ اٹھائیں لیکن ان لوگوں نے کفرانِ نعمت کیا اور ناقہ کو پے  
 کر دیا اور اپنے کو دنیا و عقبیٰ کی نعمتوں سے محروم کیا۔ اسی طرح خدا نے امیر المومنینؑ اور تمام اماموں کو  
 اس امت کے لئے مقرر فرمایا تاکہ پیغمبر کی حقیقت پر معجزہ اور خلق میں خدا کی نشانیاں ہوں تو دنیا والے  
 ان کے برکات سے محروم ہوئے اور خدا کے غضب میں گرفتار ہوئے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہوا  
 ہے کہ امیر المومنینؑ ناقہ اللہ ہیں اور باسانید متواترہ منقول ہے کہ ان حضرت کا قاتل ناقہ صالح کے پے  
 کرنے والے کے مثل ہے اور اگلے لوگوں میں شقی ترین مردم ناقہ کا پے کرینو والا اور پچھلے لوگوں میں  
 ان حضرت کا قاتل ہے۔ اگر اس تحقیق کو تم درست سمجھو تو بہت سی مشکل حدیثوں کو سمجھ سکتے ہو۔ ۱۲

ہے وہ ماہتاب ہے اور فاطمہ زہرہ ہیں اور حسن و حسین علیہم السلام فرقدان ہیں۔ اور فرمایا کہ خدا نے ہم کو خلق فرمایا اور آسمان کے ستاروں کے مانند قرار دیا ہے۔ جب کوئی ستارہ غروب ہوتا ہے تو اس کی جگہ پر دوسرا ستارہ طلوع ہو جاتا ہے اسی طرح میری محترت و اہلبیت ہیں جو قسداں کے ساتھ ہیں اور قسداں ان کے ساتھ ہے یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔

ابن مایہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا کہ تمہارے درمیان میری مثال آفتاب کی سی ہے اور علی کی مثال ماہتاب کے مانند ہے جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے تو ماہتاب سے لوگ ہدایت پاتے ہیں۔ ایضاً روایت کی ہے کہ حارث اعور نے امام حسین علیہ السلام سے وَالْقَمَرِ وَصَحْهَا کی تفسیر پوچھی فرمایا کہ شمس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں وَالْقَمَرِ اِذَا تَلَّهَا حضرت امیر المومنین ہیں جو کمالات میں رسول خدا کے تالی یعنی ان کے بعد ہیں۔ وَالْقَمَرِ اِذَا اجْلَہَا سے مراد قائم آل محمد ہیں جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے وَالْقَمَرِ اِذَا اَغْشَہَا سے مراد بنی امیہ ہیں۔ اور ابن عباس نے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ خدا نے مجھے پیغمبری کے ساتھ بھیجا میں نے بنی امیہ کے پاس آکر کہا میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں۔ ان سب نے کہا آپ جھوٹ کہتے ہیں۔ (معاذ اللہ) آپ خدا کے رسول نہیں ہیں۔ اس کے بعد میں بنی ہاشم کے پاس گیا اور کہا میں تمہاری جانب خدا کا رسول ہوں یہ سننے ہی علی بن ابیطالب نے ظاہر و پوشیدہ طور سے میری تصدیق کی اور ابوطالب کے ظاہری طور سے میری حمایت کی اور پوشیدہ طور سے مجھ پر ایمان لائے پھر خدا نے جبریل کو بھیجا انھوں نے اپنا علم بنی ہاشم میں نصب کیا۔ اور شیطان نے اپنا علم بنی امیہ کے درمیان گھڑا اس لئے ہمیشہ وہ ہمارے دشمن ہیں اور ہمیشہ دشمن رہیں گے اور ان کے ماننے والے قیامت تک ہمارے شیعوں کے دشمن رہیں گے۔ وَالْقَمَرِ اِذَا اجْلَہَا یعنی ہم اہلبیت میں سے ائمہ آخر زمانہ میں زمین کے مالک ہوں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جو شخص ان کی مدد کرے گا اس شخص کے مانند ہے جس نے فرعون کے مقابلہ میں موسیٰ کی مدد کی اور جو شخص بنی امیہ کی مدد

کرے گا ایسا ہے جیسے اس نے موسیٰ کے مقابلہ میں فرعون کی مدد کی۔

علی ابراہیم نے قول خداوند عالم وَالنَّجْمُ إِذَا هَوَىٰ کی تفسیر میں کہا ہے کہ نجم رسول خدا ہیں کہ خدا نے ان کی قسم اس وقت کھائی جب وہ حضرت معراج میں اُپر جا رہے تھے کلینی نے روایت کی ہے کہ (علی بن ابراہیم نے) قبر محمدؐ کی قسم کھائی جبکہ وہ دُنیا سے رخصت ہوئے۔

ابن بابویہ نے اہل میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسول خداؐ علیل ہوئے حضرت کے پاس آپ کے اہلبیت اور اصحاب جمع ہوئے۔ اور کہا کہ آپ کو مرض موت لاحق ہوا ہے ہم میں آپ کا خلیفہ کون ہوگا۔ حضرت نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوسرے دن پھر جمع ہوئے اور یہی سوال کیا۔ حضرت نے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسرے روز پھر اسی طرح جمع ہو کر سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ کل آسمان سے ایک ستارہ میرے ایک اصحاب کے گھر میں نازل ہوگا وہی میرا خلیفہ اور جانشین ہوگا جو مجھے روزِ قیامت اصحاب اپنے اپنے حجرہ میں بیٹھے ستارہ کے نازل ہونے کا انتظار کر رہے تھے کہ ناگاہ ایک ستارہ آسمان سے جدا ہوا کہ تمام عالم روشن ہو گیا اور امیر المومنینؑ کی گود میں آ گیا یہ دیکھ کر منافقین کہنے لگے کہ یہ شخص اپنے چچا زاد بھائی کی محبت میں گمراہ ہو گیا ہے۔ (معاذ اللہ) جو کچھ کہتا ہے اپنی خواہش سے کہتا ہے اس وقت یہ آپتیں نازل ہوئیں وَالنَّجْمُ إِذَا هَوَىٰ ستارہ کی قسم جبکہ وہ نیچے آیا مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ تمہارا ساتھی (محمدؐ) گمراہ نہیں ہوا اور نہ خطا کی۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتا اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ جو کچھ کہتا ہے وہ وحی ہوتی ہے جو اس کی طرف بھیجی جاتی ہے۔

ابن مہیار نے روایت کی ہے کہ ابن کوانے امیر المومنینؑ سے اس قول خدا قُلْ لَا اَتَمَّ بِالْخَيْشِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ روایت سونہ تکویریت (۱۸۸) کی تفسیر دریافت کی یعنی میں اُن ستاروں کی قسم نہیں کھاتا ہوں یا کھاتا ہوں جو رجوع کرنے والے پیچھے ہٹنے والے اور غروب ہونے والے ہیں جناب امیرؑ نے فرمایا کہ خُش وہ گروہ ہیں جو علم اوصیائے پیغمبرؐ کو چھپاتے ہیں اور دوسروں کی مودت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ اور جو اُردو فرشتے ہیں جو علم کے ساتھ رسول خداؐ پر نازل ہوتے ہیں اور کُنَّس پیغمبرؐ کے اوصیا ہیں جو ان کے علم کو سمیٹ کر جمع کرتے ہیں وَاللَّيْلِ اِذَا اَشْتَعَسَ فرمایا کہ اس سے مراد شب کی تاریکی ہے یہ خدا نے مثال دی

ہے اس شخص کی جو اپنے لئے ناحق دعوائے امامت کرتا ہو۔ وَالصُّبْحِ إِذْ أُنْفَسَ فِرْمَا یَا کہ یہ علم اوصیا سے کنایہ ہے جن کا علم آفتاب سے زیادہ روشن اور واضح ہے۔ اور خُشْن کی تفسیر میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ اس سے مراد وہ امام ہے جو اپنے لوگوں سے پوشیدہ ہو کر پھر مثل شباب کے ظاہر ہوتا ہے جو تاریک رات میں چمکتا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے۔ عَلَآ مَاتٍ بِالتَّجْوَدِ هُمْ يَهْتَدُونَ مفسروں نے کہا ہے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں کے لئے زمین میں مثل پہاڑ وغیرہ کے چند علامتیں مقرر کی ہیں جن سے راستہ معلوم کرتے ہیں اور ستاروں سے اندھیری راتوں کو ہدایت پاتے ہیں یا ستارہ جدی سے قبلہ کی سمت کا پتہ لگاتے ہیں اور کلینی، علی ابن ابراہیم، عیاشی اور شیخ طوسی نے مجالس میں اور ابن شہر آشوب نے مناقب میں اور شیخ طبری اور دوسرے محدثین نے بہت سی حدیثوں میں حضرت باقر و صادق دامام رضا علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ علامات ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں جو دین کے راستے اور نشانات ہیں اور نجم جناب رسول خدا ہیں اور اکثر حدیثوں کا ظاہر یہ ہے کہ نجم اور بہتوں کی تفسیریں علامات کی راجع ہیں یعنی ائمہ جناب رسول خرام سے ہدایت پاتے ہیں۔ اور عیاشی نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ آیت کا ظاہر و باطن ہے ظاہر کے یہ معنی ہیں کہ ستارہ جدی سے دریا و صحرا میں قبلہ کی سمت کی طرف ہدایت پاتے ہیں کیونکہ وہ ستارہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتا اور پوشیدہ نہیں ہوتا۔ آیت کے باطنی معنی یہ ہیں کہ ائمہ علیہم السلام رسول خدا سے ہدایت پاتے ہیں اور بعض روایت میں ہے کہ نجم جناب امیر ہیں۔ اور امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا نے امیر المومنین سے فرمایا کہ یا علی تم ہی بنی ہاشم کے نجم ہو۔ اور جناب رسول خدا نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے ستاروں کو اہل آسمان کے لئے امان قرار دیا ہے اور میرے اہلبیت کو امان اہل زمین بنایا ہے۔

ابن مسعود | اس بیان میں کہ وہی حضرات جبل اللہ المتین اور عروۃ الوثقیٰ اور مثل ان کے ہیں۔ اس بارے میں آئین کثرت سے ہیں۔

پہلی آیت۔ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَيَبْعُ عَلَيْنَا یعنی جس شخص نے طاغوت (شیاطین) سے انکار کیا اور خدا پر ایمان لایا تو اس نے بیشک مضبوط رسی پکڑ لی جو ٹوٹنے والی نہیں ہے۔

اور خدا بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے واضح ہو کہ طاغوت شیطان، بت اور ہر وہ معبود ہے جو خدا کے علاوہ ہو اور ہر باطل پیشوا۔ بہت سی حدیثوں میں ائمہ نے اس کی تعبیر خلفائے جور اور دشمنان دین سے کی ہے خواہ وہ جبت یا طاغوت یا عزیلی ہوں اور منافق اول و دوم کا دو صنم قریش نام رکھا ہے۔ راوی حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خدا کی کتاب میں ہمارے دشمن کو فشا، منکر، اذنان، جبت اور طاغوت کہا گیا ہے۔ یعنی نے بسند موثق حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ عروۃ الوثقی سے مراد ایمان ہے اور سند صحیح سے دوسری روایت کی ہے کہ عروۃ الوثقی خدا سے یکتا پر ایمان لانا ہے جس کا کوئی شریک و ہمیم نہیں۔ بسند معتبر محاسن میں انہی حضرت سے روایت ہے کہ عروۃ الوثقی سے مراد توحید ہے اور ابن شہر آشوب نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ عروۃ الوثقی ہم اہلبیت کی محبت ہے اور عبید بن جریہ نے روایت کی ہے کہ عروۃ الوثقی سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص چاہے کہ کشتی نجات میں سوار ہو اور عروۃ الوثقی اسے متمسک ہو اور جل المتین خدا کو پکڑ لے تو اس کو چاہے کہ میرے بعد علی سے دوستی اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھے اور اس کی اولاد میں سے ہدایت کر لے والے اماموں کی پیروی کرے۔

ایضاً بسند ہائے معتبر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ عروۃ الوثقی کو پکڑ لے اس کو چاہے کہ علی اور میرے اہلبیت سے محبت کرے۔ ایضاً روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص فردندان حسین کے اماموں کی اطاعت کرے تو بلاشبہ اس نے خدا کی اطاعت کی اور جو شخص ان کی نافرمانی کرے تو اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ وہ عروۃ الوثقی ہیں اور وہ خدا تک پہنچنے کے لئے بندوں کا وسیلہ ہیں۔ بسند دیگر روایت کی ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مامون کے لئے محض اسلام و شرائع دین تحریر فرمایا۔ اس نوشتہ میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ حجت خدا سے زمین خالی نہیں رہتی اور وہ قیامت تک عروۃ الوثقی اور ائمہ ہدیٰ اور دنیا والوں پر حجت خدا ہیں۔ اور کتاب توحید میں روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ میں جیل اللہ المتین ہوں اور میں عروۃ الوثقی ہوں۔ اور کمال الدین میں روایت کی ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم خلق میں حجتہائے خدا ہیں اور کلمہ تقویٰ

اور عروۃ الوثقی ہیں اور کتاب معانی الانبار میں حضرت رسول خدا سے روایت کی ہے کہ جو عروۃ الوثقی سے متمسک ہونا چاہئے جو کبھی نہیں ٹوٹنے والی ہے اس کو چاہئے کہ میرے بھائی اور میرے دھی علی بن ابیطالب کی ولایت سے متمسک ہو۔ بلاشبہ وہ ہلاک نہ ہو گا جو اس کو دوست رکھے اور اس کی امامت کا اعتقاد رکھے۔ اور نجات نہیں پائے گا جو اس سے دشمنی رکھے۔ اور کتاب تاویل الآیات میں امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص عروۃ الوثقی کو پکڑنا چاہے اس کو چاہئے کہ ولایت علی بن ابیطالب سے متمسک ہو۔ دوسری روایت کے مطابق چاہئے کہ وہ ہمارے اہلبیت سے متمسک ہو۔ اور دوسری روایت کے مطابق زید بن علی سے روایت کی ہے کہ عروۃ محکم محبت آل محمد علیہم السلام ہے۔

دوسری آیت :- **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا**

تیسری آیت :- **صُرِّبَتْ عَلَيْهِمُ الذَّلَالَةُ أَيْمًا تَقِفُوا إِلَّا بِحَبْلِ يَدِ اللَّهِ**

دوسری آیت کا ترجمہ :- سب کے سب مل کر خدا کی رسی کو مل کر مضبوط پکڑ لو اور متفرق نہ ہو۔

تیسری آیت کا ترجمہ :- ان پر ذلت و غواری کی مار پڑی سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے خدا اور انسانوں کی رسی مضبوط پکڑ لی۔ اکثر محدثین نے کہا ہے یعنی خدا کے اور لوگوں کے عہد پر جو لوگ باقی رہے وہ محفوظ ہیں عیاشی نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے قول خدا **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا** کی تفسیر دریافت کی آپ نے فرمایا علی بن ابی طالب حبل اللہ التین ہیں یعنی خدا کی مضبوط رسی ہیں۔ بسند معتبر دیگر امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ آل محمد علیہم السلام خدا کی رسی ہیں جن کو مضبوط پکڑنے کا اس آیت میں خدا نے حکم دیا ہے۔ اور حضرت صادق سے بھی روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ ہم حبل خدا ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ حبل اللہ سے مراد توحید خدا اور ولایت اہلبیت علیہم السلام ہے۔

ایضاً حضرت باقر سے قول خدا **تَمَلُّوا وَلَا تَفَرَّقُوا** کی تفسیر میں روایت کی ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم جانتا تھا کہ اس امت کے لوگ اپنے پیغمبر سے متفرق ہوں گے اور ان سے اختلاف کریں گے تو اُن کو متفرق ہونے سے ممانعت کی جس طرح کہ اس جماعت کو ممانعت فرمائی تھی جو ان سے پہلے تھے۔ لہذا حکم دیا ان کو کہ ولایت محمدؐ و آل محمدؐ پر متحد رہیں اور متفرق نہ ہوں۔ اور عیاشی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جبل خدا کتاب خدا ہے اور جبل ناس علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ اور مجالس میں شیخ طوسی نے اور مناقب میں ابن شہر آشوب نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ہم جبل اللہ ہیں۔

**بیشویں فصل** حکمت اور ادلی النبیؐ کی تفسیر آئمہ طاہرین کے ساتھ۔

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ سے قول خدا وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ کی تفسیر دریافت کی گئی یعنی ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی۔ حضرت نے فرمایا کہ حکمت سے مراد امام زمانہ کا پہچانا ہے۔ محاسن برقی اور کافی اور تفسیر عیاشی میں بسند صحیح حضرت صادقؑ سے اس قول خدا کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ مَنْ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا یعنی جس کو حکمت عطا کی گئی اس کو غیر کثیر دیا گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ حکمت سے مراد خدا کی عبادت اور امام کا پہچانا ہے۔ اور عیاشی نے بسند دیگر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حکمت سے مراد اصول دین کی معرفت ہے اور مسائل دین میں جو فقیہ و دانائے وہ حکیم ہے۔

بصائر الدرجات اور تفسیر ابن ماہیار اور مناقب ابن شہر آشوب میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ علیہ السلام سے اس قول خدا کی تفسیر دریافت کی۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّاُولِي النُّوْهِ یعنی بیشک زمین۔ راستوں اور پہاڑوں کے پیدا کرنے اور بارش بھیجنے اور درختوں کے اُگانے یا کافروں کے شہر کے شہر کے ہلاک ہونے میں جو خدا اور اس کے پیغمبروں کے منکر تھے سمجھا رہوں گے لئے چمن نشانیوں ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا نے اپنے رسولؐ کو جو کچھ اُن کے بعد ہوگا سب کی خبر دیدی تھی کہ ابو بکرؓ کا خلافت حاصل کرنا ان کے بعد عمر و عثمان اور تمام بنی امیہ کا خلافت کا دعویٰ کرنا پھر ان تمام امور کی رسول خداؐ نے علیؑ کو اطلاع دے





کئے ہوئے امام اور ہم ہیں خدا کی موت یعنی ہماری محبت خدا کی محبت ہے اور ہم میں خدا کی محبت۔ ہم چند نور تھے جو عرش خدا کے گرد صیف باندھے ہوئے اس کی تسبیح کرتے تھے۔ اہل آسمان نے ہمارے سبب سے تسبیح کی۔ یہاں تک کہ ہم زمین پر بھیجے گئے تو ہم نے خدا کی پاکیزگی بیان کی تو اہل زمین نے ہم سے تسبیح و تہنیز کرنا سیکھا۔ ہم صافون اور سجون ہیں جو خدا نے فرمایا ہے تو جس نے ہمارے عہد کو پورا کیا تو بلاشبہ اس نے عہد خدا کو پورا کیا اور جس نے ہمارے عہد کو توڑا تو بیشک اس نے خدا کے عہد کو توڑا۔

ابن مایا نے بسند معتبر حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے بعض خطبوں میں فرمایا کہ ہم آل محمدؐ ہیں ہم عرش کے گرد چند نور تھے خدا نے ہم کو تسبیح کرنے کا حکم دیا تو ہم نے تسبیح کی۔ اور فرشتوں نے ہماری تسبیح سے تسبیح کی پھر خدا نے ہم کو زمین پر بھیجا اور تسبیح کا حکم تو ہم نے تسبیح کی تو اہل زمین نے ہماری تسبیح سے تسبیح کی۔ لہذا ہم صافون ہیں اور ہم ہی سجون ہیں۔ ایضاً روایت کی کہ ابن عباس سے اسی مذکورہ آیت کی تفسیر پوچھی گئی انہوں نے کہا کہ ہم جناب رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر تھے کہ امیر المومنینؑ تشریف لائے۔ جب آنحضرتؐ کی نظر ان حضرت پر پڑی آپ مسکرائے اور فرمایا کیا کہنا ہے اس شخص کا جس کو خدا نے آدم سے چالیس ہزار سال پہلے پیدا کیا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے رسول خداؐ سے عرض کی کہ کیا بیٹا باپ سے پہلے تھا فرمایا ہاں خدا نے مجھ کو اور علیؑ کو تمام انبیاء سے پہلے خلق فرمایا اس کے بعد تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ اور تمام چیزیں تاریک تھیں۔ انبیاء کا نور میرے اور علیؑ کے نور سے تھا۔ پھر خدا نے ہم کو عرش کی جانب جگہ دی۔ پھر فرشتوں کو خلق کیا۔ ہم تسبیح و تہنیز بہ کی۔ ہم نے خدا کی تہلیل کی اور اس کی یکتائی کا اقرار کیا تو فرشتوں نے تہلیل کی۔ ہم نے خدا کی تکبیر کی تو فرشتوں نے تکبیر کی اور یہ سب میری اور علیؑ کی تعلیم کے ذریعہ ہوا اور خدا کے علم میں پہلے ہی سے ہے میرا اور علیؑ کا دوست جہنم میں نہ جائے گا۔ اور دشمن جنت میں داخل نہ ہوگا۔ بیشک خدا نے چند فرشتے خلق فرمائے جن کے ہاتھوں میں چاندی کی صراحیاں ہیں۔ جن میں جنت کا آب حیات مہرا ہوا ہے۔ شیعیاں علیؑ میں کوئی شبہ نہیں مگر یہ کہ اس کے باپ ماں پاکیزہ اور پرہیزگار ہیں اور برگزیدہ اور خدا پر ایمان رکھنے والے ہوتے ہیں۔ جب ان میں سے کوئی اپنے

اہل سے مفاربت کرنا چاہتا ہے ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ جن کے ہاتھوں میں بہشت کے پانی کی صراحیاں ہوتی ہیں اس پانی کا ایک قطرہ اس کو پلا دیتا ہے تو اس سے اس کے دل میں ایمان آگتا ہے جس طرح کھیتی آگتی ہے۔ اس لئے وہ خدا کی جانب سے اس کے رسول کی جانب سے اس کے وصی علی بن ابیطالب کی جانب سے میری دختر فاطمہ زہرا کی جانب سے اس کے فرزند حسن حسین کے فرزندوں کے اماموں کی جانب سے بیحد و بربان پر ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ اللہ کون ہیں۔ فرمایا وہ گیارہ نفوس علی کے فرزندوں میں حسین علیہم السلام کی نسل سے ہوں گے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس نے علی کی محبت اور ان پر ایمان رکھنے کو بہشت میں داخل ہونے اور جہنم سے نجات کا سبب قرار دیا۔

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ ابو بصیر نے حضرت صادق سے دریافت کیا کہ فرشتے زیادہ ہیں یا آدم کی اولاد۔ حضرت نے فرمایا اسی خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے فرشتے آسمانوں میں زمین کے ذروں کی تعداد سے بہت زیادہ ہیں اور آسمان پر ایک پر کے بقدر جگہ نہیں ہے مگر یہ کہ اس میں ایک فرشتہ ہے جو خدا کی تسبیح و تہنیز کرتا ہے۔ اور زمین میں کوئی درخت کوئی کنکری نہیں ہے مگر یہ کہ اس پر ایک فرشتہ موقوف ہے اور ہر روز اس کے اعمال اور احوال سے خدا کو آگاہ کرتا ہے باوجود اس کے کہ ان کے احوال سے وہ ان فرشتوں سے زیادہ باخبر ہے اور کوئی فرشتہ نہیں ہے مگر ہر روز خدا کی بارگاہ میں ہم اہلبیت کی ولایت و محبت کے ساتھ تقرب حاصل کرتا اور ہمارے دوستوں کے لئے طلب مغفرت کرتا ہے اور دشمنوں پر لعنت کرتا ہے اور وہ سب فرشتے خدا سے عرض کرتے ہیں کہ خدا ان پر عذاب نازل کرے جیسا کہ حق ہے۔ اس کے بعد اس قول خداوند عالم وَالَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ یعنی جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ جناب رسول خدا اور ان کے بعد ان کے اوصیاء جو حاملین علم خدا ہیں اور عرش سے مراد علم ہے وَمَنْ حَوْلَهُ یعنی وہ جو عرش کے گرد ہیں حضرت نے فرمایا یعنی وہ فرشتے جو عرش کے چاروں طرف ہیں۔ يَسْتَبْخِرُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا یعنی اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تہنیز کرتے ہیں اور خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور اہل ایمان کے لئے طلب مغفرت کرتے ہیں۔

اس سے کہ کوئی فرزند حضرت نے فرمایا کہ وہ اہل ایمان شیعہ ہیں۔ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً  
وَعِلْمًا یعنی اے ہمارے پروردگار تو ہر چیز کو رحمت اور علم کے ذریعہ سے گھیرے  
ہوئے ہے یعنی تیری رحمت ہر شخص اور ہر چیز کو پہنچی ہوئی ہے اور تیرا علم ہر چیز کو گھیرے  
ہوئے ہے فَاعْفُ رُفْدَ الَّذِينَ تَابُوا یعنی اس جماعت کو بخش دے جس نے ولایت و محبت  
خلفائے جور و بنی امیہ سے توبہ کی ہے۔ وَاتَّبِعُوا سَبِيلَكَ اور تیری راہ کی پیروی کی ہے  
حضرت نے فرمایا کہ راہ خدا سے ولایت اور ولی خدا علی بن ابی طالب کی امامت و  
ولایت کا اعتقاد مراد ہے۔ وَفِيهِمْ عَذَابُ الْجَحِيمِ رَبَّنَا وَادْخُلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ  
الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأُمَّهَاتِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ  
أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ یعنی اے پروردگار ان کو عذاب و دوزخ سے محفوظ رکھ اور  
بہشت کے باغوں میں داخل کر جس میں ہمیشہ رہیں اور ان لوگوں کو بھی جو ان کے باپ دادا  
ہیں اور ان کی عورتوں اور فرزندوں کو بھی جو نیک ہوں داخل کر جس کا تو نے اُن سے  
وعدہ کیا ہے بیشک تو غالب اور حکیم ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ نیک لوگوں سے مراد وہ  
ہیں جو محبت و ولایت علی ابن ابی طالب سے ہمہ ور ہوں۔ وَفِيهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ  
اتَّبَعَ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْنَاهُ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ اے خدا  
ان کو گناہوں کی سزا سے قیامت کے روز محفوظ رکھ اور جس کو تو نے اس روز محفوظ رکھا  
تو اس پر بڑا رحم فرمایا اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے حضرت نے فرمایا یہ کامیابی اس کے  
لئے جو خلفائے جور کی محبت سے نجات پا جاتا ہے۔ پھر خدا نے فرمایا إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا  
بِشَيْءٍ جَوْ لُوكَ كَافِرٌ هُوَ كَفَرٌ لِّكَ كَفَرُوا بِشَيْءٍ جَوْ لُوكَ كَفَرُوا بِشَيْءٍ جَوْ لُوكَ  
مَقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ان کو قیامت کے روز ندا  
دیں گے کہ خدا کی دشمنی اس دشمنی سے بہت بڑی ہے جو تم اپنی ذات کے ساتھ کرتے  
تھے جبکہ تم کو ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم نے ایمان سے منہ پھیر کر کفر اختیار کیا فرمایا  
یعنی تم کو ولایت علی کی جانب بلایا جاتا تھا۔

ایضاً ابن مایہ نے بھی بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے لِلَّذِينَ آمَنُوا  
سے مراد شیعہ ایمان محمد و آل محمد ہیں اور لِلَّذِينَ تَابُوا سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے  
محبت خلفائے جور و بنی امیہ سے توبہ کی۔ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سے مراد بنی امیہ ہیں اور

ایمان سے مراد ولایت علی علیہ السلام ہے۔

لیکن نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ خدا کے کچھ فرشتے ہیں جو شیعوں کے صلہوں سے گنہگاروں کو اس طرح بھاڑ دیتے ہیں جس طرح ہوا موسم خزاں میں درختوں سے پتے گرا دیتے ہیں خدا کے اس قول سے اسی طرف اشارہ ہے

يَسْتَجِوْنَ بِحَمْدِكَ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا اَلَمْ نَجْعَلِ لَكَ شَرْعًا مِّمَّا نَزَّلْنَا فِي الْقُرْآنِ اَنْ تَقُولَ سُبْحَانَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ اَلَمْ نَجْعَلِ لَكَ شَرْعًا مِّمَّا نَزَّلْنَا فِي الْقُرْآنِ اَنْ تَقُولَ سُبْحَانَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

سے مراد نہیں لیا ہے۔ اور ابن مایار نے عیون اخبار رما میں بہت سی سندوں کیساتھ روایت کی ہے کہ اَلَّذِينَ آمَنُوا سے وہ لوگ مراد ہیں جو امیر المؤمنین کی ولایت پر ایمان لائے ہیں حضرت نے فرمایا کہ فرشتے ہمارے اور ہمارے شیعوں خادم ہیں۔ ابن مایار نے حضرت صادق سے روایت کی ہے اَلَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ سے مراد اٹھ نفوس ہیں محمد و علی و حسن و حسین و ابراہیم و اسمعیل و موسیٰ و عیسیٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین اور ابن مایار نے عقائد میں کہا ہے کہ عرش الہی کو آٹھ افراد اٹھائیں گے چار پہلے لوگوں میں اور چار بعد والوں میں سے۔ پہلے والے چار حضرت جناب شیخ و ابیہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام ہیں اور بعد والوں میں سے محمد و علی و حسن و حسین صلوات اللہ علیہم اجمعین اور بیان کیا ہے کہ ہم کو صیغہ سندوں کیساتھ ائمہ اطہار سے ایسی ہی خبر پہنچی ہے اور ابن مایار نے حضرت امیر المؤمنین سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرا افضل اس آیت میں آسمان سے رسول اللہ نازل ہوا ہے وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا اور یہ آیت بھی سوت نازل ہوئی جبکہ دنیا میں سولے میرے اور جناب خلائک کے کوئی مومن نہ تھا اور رب نہ معتبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے جناب امیر نے فرمایا کہ سات سال اور چند ہفتے تک فرشتے جناب سولہ پر اور مجھ پر صلوات بھیجتے رہے اور ہماری شان میں یہ آیتیں اَلَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ سے اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ کس نازل ہوئیں۔ اور دوسری روایت کہ طابقی حضرت زکریا سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ خدا اور فرشتوں نے کئی برس تک مجھ پر اور علی پر صلوات بھیجی ہے کیونکہ ہم نہ پاڑتے تھے اور ہمارے سوا کوئی نہیں پڑھا تھا اور دوسری کئی سندوں سے روایت کی ہے کہ حضرت صادق نے فرمایا کہ خدا کی قسم فرشتوں کا استغفار کرنے اور شیعوں کے لئے ہے۔ نہ کہ تمام خلق کی واسطے خدا نے عالم قرآن مجید کی فضیلت میں نازل فرمایا ہے اِنَّهَا تَذَكُّرٌ لِّاُولِيْ اَلْبَاقِ ذِكْرًا فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ يَأْتِيْ فِيْهَا سَفَرٌ مَّرْكُومٌ بِرَبِّكَ اَلَمْ يَجْعَلْ لَكَ شَرْعًا مِّمَّا نَزَّلْنَا فِي الْقُرْآنِ اَنْ تَقُولَ سُبْحَانَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

یہ ان صحیفوں میں ہے جو منزلت والے بلند مرتبہ اور پاکیزہ ہیں اچھے ایسے لکھے والوں کے ہاتھ میں ہے جو خدا کے نزدیک باعزت نیکو کار اور بلند مرتبہ جیسے فرشتے۔ انبیاء اور ان کے اسیاء میں۔ احادیث معتبرہ میں منقول ہے کہ سفر سے مراد اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اَوَّلِ الْاَشْيَاءِ عَلٰی اَوَّلِ الْاَشْيَاءِ عَنْ بِلَادِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ وَلَهُ يَسْجُدُ رُتَبِيْ شَيْخٌ جَوْدٌ تَحْتَا پڑو گارے قریب ہیں وہ کسی عبادت سچ نہیں کرتے بلکہ کسی تسبیح و تہلیل کرتے ہیں اور اسکی بارگاہ میں سجدہ کرتے ہیں مندرجہ نہیں یہ شہوہ ہے کہ اس سحر اور فرشتے ہیں لیکن حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ اس سحر اور انبیاء میں اور ائمہ طہارین میں صلوات اللہ علیہم اجمعین اور یہ کوئی بعید نہیں کہ خدا کے قریب میں فرشتوں کا ہونا یا ہم جنوی کیساتھ ہے بلکہ قریب جنوی مراد ہے اور وہ ائمہ و ائمہ علیہم السلام میں زیادہ ہے۔ ایضاً حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا اَلَيْسَ لَكُمۡ اَعْيُنٌ مَّا كَذَبْتُمْ اَلَيْسَ لَكُمۡ اَعْيُنٌ مَّا كَذَبْتُمْ اَلَيْسَ لَكُمۡ اَعْيُنٌ مَّا كَذَبْتُمْ

اس سے کہ کوئی فرزند رکھتا ہو۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ بلکہ خدا کے نزدیک چند بندے گرامی ہیں۔ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ خدا پر گفتگو میں سبقت نہیں کرتے یعنی جب تک خدا کوئی چیز نہیں فرماتا وہ نہیں کہتے وَ هُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ اور اس کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ خدا ان چیزوں کو جانتا ہے جو ان کے سامنے اور پیچھے ہیں۔ وَلَا يَشْفَعُونَ لِمَنِ امْتَضَى وَ هُوَ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ اور شفاعت نہیں کرتے مگر اسی کی جس کی شفاعت کے لئے خدا راضی ہوتا ہے اور وہ لوگ خدا کی عظمت و ہیبت سے ڈرتے ہیں۔

ابن ماہیار وغیرہ نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت حضرت نے پڑھی تو اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا (یعنی مطلب یہ تھا کہ یہ آیتیں ہم اہلبیت کی شان میں نازل ہوئی ہیں) اس بیان میں کہ اہل رضوان و درجات ائمہ علیہم السلام ہیں اور عذاب بائیسویں فصل | و عذاب والے ان کے دشمن اور مخالفین ہیں اس میں چہند

آیتیں ہیں۔

پہلی آیت ۱۔ آقَمِينَ اتَّبَعَ رِضْوَانُ اللَّهِ لَمَنْ بَاءَ بِسَخَطِ مِنَ اللَّهِ وَ مَا دُلُّهُ جَهَنَّمَ وَ بَشَى الْمَصِيئُهُمْ ذَرَجَاتٍ عِندَ اللَّهِ وَ اللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ۔  
یعنی کیا جو شخص خدا کی خوشنودی کے مطابق عمل کرتا ہے اس شخص کے مانند ہو سکتا ہے جس کی بازگشت خدا کے غضب کی طرف ہو اور جس کا ٹھکانا دوزخ ہو اور جہنم بڑی جگہ ہے وہ لوگ (یعنی خدا کی خوشنودی پر عمل کرنے والے) خدا کے نزدیک بلند مرتبہ ہیں۔ اور جو کچھ یہ لوگ عمل

لے مولف فرماتے ہیں کہ اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ یہ آیتیں اس جماعت کے قول کی رو میں نازل ہوئی ہیں جو کہتی ہیں کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ لہذا عبادہ مکرمون سے مراد فرشتے ہوئے لیکن زیارات سے جیسے زیارت جامعہ وغیرہ بہت سی دعاؤں سے اور دوسری معتبر حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مکرر ائمہ معصومین ہیں۔ اس بناء پر دو احتمال دار ملتے ہیں اول یہ کہ ان لوگوں کے قول کی رو ہو جو اہل التوہین اور ائمہ ظاہرین کی اہمیت کے قائل ہیں تو عبادہ مکرمون سے مراد یہ ہو گی کہ وہ لوگ خدا کے بندے ہیں جن کو وہ خدا سے رحمن گمان کرتے ہیں۔ دوسرا احتمال یہ کہ یہ آیت اس گروہ کے قول کی رو میں ہو جو فرشتوں کو خدا کے لڑکے جانتے ہیں تو خدا نے نفی کر دی کہ خدا کے کچھ مقرب بندے ہیں جن کو خدا محترم رکھتا ہے اور اپنا خلیفہ بناتا ہے اور یہ انتخاب فرزند کی نسب کا باعث نہیں ہوتا۔ اس بناء پر ممکن ہے کہ اس سے خاص طور پر ائمہ علیہم السلام مراد ہوں یا عام طور پر تمام مقربان خدا مراد ہوں جیسے ملائکہ۔ انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام ۱۲۔

کرتے ہیں خدا اس سے خوب واقف ہے (پ آیت ۱۶۲ و ۱۶۳ سورہ آل عمران)

ابن شہر آشوب اور عیاشی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جو لوگ خدا کی خوشنودی اور رضا کے پابند رہے وہ آئمہ آل محمد ہیں۔

خدا کی قسم یہی لوگ مومنین کے لئے درجات ہیں ان کی محبت دوستی اور معرفت کی وجہ سے جو ہم کو حاصل ہے خداوند عالم اُن کے اعمال کا ثواب دُنیا و آخرت میں دونا کر دیتا ہے۔ عیاشی کی روایت کے مطابق فرمایا کہ خدا کی قسم جو لوگ خدا کے غضب میں مبتلا ہوئے وہ ہیں جو علی بن ابیطالب علیہ السلام کے حق سے انکار کرنے والے ہیں۔ اسی واسطے وہ لوگ خدا کے غیظ و غضب کے مستحق ہوئے ہیں۔ اور امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مومنین کے جو درجات بلند ہوتے ہیں ان کے دو درجوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جس قدر آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔

دوسری آیت: ذٰلِكَ يٰۤاَنۡهٰهُمۡ اَتَّبِعُوۡا مَاۤ اَسۡحَظُ اللّٰهُ وَكَرِهُوۡا رِضۡوَانَهُ فَاَحۡبَطُ اَعۡمَالَهُمۡ دِیۡنُہٗ سورہ محمد آیت ۳۸) یعنی مرنے کے وقت فرشتے ان کے چہروں اور پیٹھ پر مارنے میں اس لئے کہ انہوں نے اس چیز کی پیروی کی ہے جس نے خدا کو غضبناک کیا ہے۔ اور اُس امر سے کراہت رکھتے تھے جو خدا کی خوشنودی کا سبب ہے لہذا خدا نے ان کے اعمال کا ثواب مٹا دیا۔

ابن مہیار نے حضرت باقرؑ سے کَرِهُوۡا رِضۡوَانَهُ کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی وہ لوگ جناب علی مرتضیٰؑ اور ان کی ولایت سے کراہت رکھتے تھے۔ حالانکہ علیؑ خدا اور رسولؐ کے پسندیدہ ہیں اور خدا نے بدروحین کے دن اور بطن نخلہ اور ترویج کے روز علیؑ کی ولایت کا حکم دیا ہے اور ان کی شان میں بائیس آیتیں حدیثیہ حقیقہ اور غدیر خم میں نازل ہوئی ہیں حالانکہ کفار قریش نے جناب رسولؐ خدا کو مسجد الحرام میں داخل ہونے سے روکا تھا۔ اور علی بن ابراہیم نے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جس کی متابعت خدا کو غضبناک کرتی ہے وہ ولایت و دوستی ہے خلفائے جو رکھ کر اور ان تمام لوگوں کی جھڑوں نے امیر المومنینؑ پر ظلم و ستم کئے لہذا خدا نے ان کے اعمال کو ضبط کر لیا اور ان کے ہر نیک عمل کے ثواب کو باطل کر دیا جو انہوں نے کیا تھا۔

تیسری آیت: يٰۤاَيُّهَا النَّفۡسُ الْمُطۡمِئِنَّةُ ارۡجِعِيۡ اِلٰیٰ رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً

قَادَ خُلِيٍّ فِي عِبَادِي وَادَّ خُلِيٍّ جَنَّتِي (پت سورہ انفجر آیت ۲۷ تا ۳۰) یعنی اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی جانب راضی و خوش خدا کے ثواب کے ساتھ پلٹ آ اور میرے نیک بندوں میں شامل اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔

ابن مہیار نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے ایضاً انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ سورہ فجر کو اپنی واجبی اور سستی نمازوں میں پڑھو کیونکہ وہ سورہ امام حسین کی ہے اس کے پڑھنے کی رغبت کرو تا کہ خدا تم پر رحمت کرے۔ ابواسامہ نے کہا کہ یہ سورہ کس طرح امام حسین سے مخصوص ہے تو حضرت نے فرمایا کہ تم نے یہ آیت نہیں سنی ہے۔ يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ اسرجی الیٰ تہیتک! اس سے مراد وہی حضرت ہیں اور وہی صاحب نفس مطمئنہ ہیں جو خدا کے حکم پر راضی تھے اور اس کے نزدیک محبوب تھے اور ان کے اصحاب آل محمد میں سے ہیں۔ اور خدا ان سے راضی ہے اور یہ سورہ امام حسین اور آل محمد کے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور انہی سے مخصوص ہے۔ لہذا جو شخص اس سورہ کو ہمیشہ پڑھے تو بہشت میں ان حضرت کے ساتھ ان کے درجہ میں ہوگا اور خدا غالب اور حکیم ہے۔ ایضاً کلینی اور ابن مہیار نے سدید صراف سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت صادق سے عرض کی کہ آپ پر خدا ہوں اے فرزند رسول خدا کیا آپ مومن کی قبض روح سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا خدا کی قسم جب ملک الموت اس کے پاس روح قبض کے لئے آتے ہیں اور وہ فریاد کرتا اور ڈرتا ہے تو ملک الموت اس سے کہتے ہیں کہ اے خدا کے دوست فریاد مت کر اس خدا کی قسم جس نے محمد کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں تجھ پر تیرے مہربان باپ سے زیادہ مہربان ہوں اپنی آنکھیں کھول کر دیکھ تو اس کے سامنے جناب رسول خدا و امیر المومنین و فاطمہ و حسن و حسین اور تمام ائمہ اطہار صلوات اللہ علیہم اجمعین متمثل ہوتے ہیں۔ ملک الموت کہتے ہیں کہ یہ تیرے رفیق ہیں وہ مومن آنکھیں کھول کر ان حضرات کو مشاہد کرتا ہے پھر اس کی روح کو رب العزت کی جانب سے ایک منادی ندا دیتا ہے کہ اے پرسکون نفس محمد و آل محمد اور اپنے پروردگار کی جانب پلٹ آ تو ان کی ولایت سے راضی اور ثواب کے سبب پسندیدہ ہے پھر تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا یعنی محمد و علی اور ان کے اہلبیت میں اور میرے بہشت میں داخل ہو جا اس کے بعد اس سے زیادہ

سورہ فجر اپنی واجبی اور سستی نمازوں میں پڑھو تا کہ خدا تم پر رحمت کرے۔  
درجہ ۲۲: اہل زمان و درجات المسہرین۔



اس مومن کے نزدیک کوئی چیز محبوب و عزیز نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ اس کی مرضی قبض کر لی جائے اور وہ اُن ذوات مقدسہ سے ملتی ہو جائے۔

چوتھی آیت: لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ (پہلا سورہ الفتح آیت ۱۸) یعنی بیشک خدا ان مومنوں سے راضی ہوا جبکہ انہوں نے درخت کے نیچے اسے رسولِ تم سے بیعت کی۔ ابن مابیار نے روایت کی ہے کہ جابر نے حضرت باقرؑ سے سوال کیا کہ اس وقت اس جماعت نے جس نے بیعت کی کتنے افراد تھے۔ فرمایا بارہ سو افراد تھے پوچھا کہ کیا علیؑ بھی اس جماعت میں تھے یا نہیں فرمایا کہ ہاں بلکہ ان کے سردار اور رئیس تھے لہ

لہ مؤلفؒ فرماتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے بیعت رضوان کی جانب جو عمرہ حدیبیہ میں واقع ہوئی۔ اور جناب رسول خدا بقصد عمرہ تشریف لے گئے اور قریش مانع ہوئے اور مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا اور جناب رسول خدا نے حضرت عثمان کو کچھ پیغام دے کر ان کے پاس بھیجا تھا اور یہاں شکر میں یہ مشہور ہو گیا کہ کفار نے ان کو قید کر لیا اس وقت جناب رسول خدا نے ایک کانٹے دار یا بیر کے درخت کے نیچے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور اُن سے اس بات پر بیعت لی کہ کفار قریش سے جنگ کریں تو بھاگیں گے نہیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ خدا مومنوں سے راضی ہوا۔ لہذا منافقین اس سے خارج ہو گئے اور اول و دوم اور ان کے مثل اشخاص اس آیت میں داخل نہیں ہیں۔ خدا نے اسی سورہ میں فرمایا ہے۔ فَامِنْ ثَمَمَةٍ فَاتَمَّامَتُكَ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أُوْفِيَ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهُ فَسَوْغَاتُ اللَّهِ أَجْرًا عَظِيمًا (آیت ۱۰ سورہ الفتح پہلا) یعنی جو شخص بیعت توڑے گا تو اس کا نقصان اسی کو پہنچے گا اور جو اس عہد کو جو خدا سے اس نے کیا ہے وفا کرے گا تو اس کو خدا اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ یہ آیت لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ کے بعد نازل ہوئی ہے لہذا خدا کی خوشنودی مشروط ہے اس پر کہ عہد کو نہ توڑے۔ تو جن لوگوں نے عہد کو توڑا اور اہلیت کے حق کو غصب کیا اور روندیدہ کی بیعت کو توڑا اور نص رسولؐ سے انکار کیا وہ سب کافر ہو گئے۔ وہ آہ رضوان میں داخل نہیں ہیں۔ اس سلسلہ کی بعض باتیں اس کے بعد کی کتاب میں انشاء اللہ بیان ہوں گی۔ اور اس واقعہ کی تفصیل جلد دوم میں بیان کی جا چکی ہے ۱۱

## تیسویں فصل

اس ذکر میں کہ ناس سے مراد اہلبیت اور شبیہ ناس سے مراد ان کے مشبہ ہیں اور ان کے غیر ناس ہیں۔

کیلنی اور فرات بن ابراہیم نے بسند ہائے معتبر امام زین العابدین و حضرت صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے ایک شخص نے امیر المومنین کی مجلس میں کھڑے ہو کر پوچھا کہ اگر آپ عالم ہیں تو مجھے بتائے کہ ناس اور شبیہ ناس اور ناس کون کون ہیں حضرت نے امام حسینؑ سے فرمایا کہ تم جواب دو۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ ناس جناب رسول خدا ہیں اور ہم انہی سے ہیں اور ناس میں داخل ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ الْمَثَلُ** یعنی سامان بارگہ اور اس جگہ سے جہاں لوگ بارگہ کرتے ہیں جلد روانہ ہو جاؤ۔ فرمایا کہ رسول خدا نے سامان بارگہ کیا اور لوگوں کے ساتھ عرفات سے روانہ ہو گئے۔ لہذا اس جگہ ناس سے مراد جناب رسول خدا ہیں اور ہم اہلبیت بھی انہی میں شامل ہیں اور اُہمی حضرت کے حکم میں ہیں اور اشتباہ ناس ہمارے شبیہ ہیں۔ وہ ہم سے ہیں اور ہم سے مشابہ ہیں اسی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا **تَبِعْنِي فَإِنَّهُ مِنِّي** یعنی جو شخص میری پیروی کرے وہ مجھ سے ہے۔ اور ناس یہ ہمارے دشمن ہیں۔ اور اپنے ہاتھ سے مخالفوں کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ **إِنْ هُمْ كَا لَا نَعَامُ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا** یعنی وہ نہیں ہیں مگر چوپائے بلکہ اس سے بھی بدتر ہیں لہ

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ خدا کے اس قول **ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ الْمَثَلُ** کی تفسیر میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ قریش عرفات میں نہیں جاتے تھے حج میں مشعر الحرام میں ٹھہرے رہتے پھر منیٰ کی طرف واپس چلے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم حرم خدا کے مالک ہیں ہم دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ہیں کہ حرم سے باہر جائیں اور لوگوں کو چاہئے کہ باہر جائیں۔ جب جناب رسول خداؐ بھی مشعر میں نہیں ٹھہرے اور عرفات کو روانہ ہو گئے تو قریش کو ناگوار گذرا اس وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ **الْفَضْلُ** بعض مفسرین کا قول ہے کہ ناس سے مراد جناب ابراہیمؑ واسحاقؑ اور تمام پیغمبر ہیں (علیہم السلام) اور جو تاویل حضرت نے فرمائی وہ اس سے ملتی جلتی ہے کہ خطاب قریش سے ہو یعنی رسول خداؐ کے ساتھ عرفات مت جاؤ اور وہیں سے بارگہ کے آنحضرتؐ کے ساتھ مشعر چلے جاؤ۔ تو پیغمبر کو خدا نے ناس فرمایا اور اس میں آنحضرتؐ کے اہلبیت بھی داخل ہیں اور انسان حقیقی جو کمال علم (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

## چوبیسویں فصل

اس بیان میں کہ بحر لؤلؤ اور مرجان اسمہ طاہرین علیہم السلام ہیں۔

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ يُخْرِجُ مِنْهُمَا الْمَوْكُوءَ وَالْمَرْجَانَ دُرٌّ رُحْنُ آيَتِ ۱۹ (۲۲ تا ۲۴) یعنی خدا نے دو دریا جاری کئے جو آپس میں مل گئے اور ان کے درمیان ایک فاصلہ قرار دیا تاکہ یہ دریا ایک دوسرے پر زیادتی نہ کریں تو اسے گروہ انس و جن تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت سے انکار کرو گے دونوں دریاؤں سے بڑے اور چھوٹے موتی نکلتے ہیں۔ اکثر مفسرین کا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور ظہور کمالات میں تمام حیوانوں سے متانہ ہیں۔ یہی محمد و آل محمد ہیں۔ اور ان کے شیعوں نے بھی چونکہ انہی حضرات کی پیروی کر کے کچھ ان سے مشابہت اختیار کر لی ہے لہذا وہ بھی داخل ہیں۔ اور دوسرے لوگ نہ انسان ہیں نہ شبیہ انسان بلکہ حیوان ہیں ظاہری صورت میں انسان ہیں اور کمالات علمی و عملی میں انسان کے مانند ہیں جو بصورت انسان ایک حیوان ہے۔ اور انسان کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ یا جوج و ما جوج ہیں اور بعضوں کا قول ہے کہ ایک مخلوق بصورت انسان ہے جو آدم کی اولاد سے نہیں ہے۔ اہل خلاف نے روایت کی ہے کہ عاد کے ایک قبیلہ نے اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی تو خدا نے ان کو مسخ کر دیا اور وہ انسان ہو گئے۔ ان کے ایک طرف ایک ہاتھ اور ایک طرف ایک پیر ہے اور وہ چوپایوں کی طرح زمین پر چرتے ہیں۔ اور بعض حدیثوں میں ہے کہ بعض آیتوں کی تفسیر میں انسان سے امیر المؤمنین مراد ہیں جیسا کہ خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اِذَا زُلْزِلَتْ الْأَرْضُ زُلْزَالَهَا وَأَخْرَجَتْ الْأَرْضُ مِنْ أَثْقَالِهَا وَقَالَ اللَّهُ لَهَا مَالِكَا يَوْمَ مِثْنَا تَحْدِثِ أَخْبَارًا هَآيَا تَنَزَّلُكَ أَوْحَىٰ لَهَا بِعَيْنِي حِينَ تَزُلْزَلُ مِثْنَا لَآئِي جَاءَ لِي اس زلزلہ میں جو اس کے لئے مقدر ہو چکا ہے یعنی وہ قیامت کا زلزلہ ہو گا یا ایسا زلزلہ جس سے تمام زمین لرز اٹھے گی اور اس روز زمین اپنے وزنی بوجہ باہر نکال پھینکے گی یعنی مردے جو اس میں دفن ہوئے گئے اور خزانے جو اس میں پوشیدہ کئے گئے ہیں اور انسان کہے گا کہ زمین کو کیا ہو گیا ہے کہ اس طرح کانپ رہی ہے اس روز زمین کہے گی کہ کس شخص نے نیک و بد زمین پر کیا کیا ہے سمجھ لو کہ تمہارے پروردگار نے ان باتوں کے بیان کرنے کی زمین کو وحی کی ہے۔ چنانچہ ابن بابویہ نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر کے زمانہ میں مدینہ میں شدید زلزلہ آیا اور (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

قول ہے کہ دو دریائوں سے مراد ایک دریائے شور اور دوسرا دریائے شیریں ہے اور شیریں دریائے کاپانی دریائے شور میں داخل ہوتا ہے اور بقدرت الہی ایک دوسرے سے مخلوط ہوتے ہیں اور جہاں یہ دونوں پانی جمع ہوتے ہیں وہاں موتی پیدا ہوتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد دریائے آسمان و دریائے زمین ہیں کہ جب ابن بیساں دریاساز برتنا ہے صدف اپنے منہ کھول دیتے ہیں اور ان سے موتی پیدا ہوتے ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ مراد دریائے فارس اور دریائے روم ہے۔ اور ان آیات کی تاویل میں عامہ و خاصہ کے طریق سے بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ عامہ کے معتبر مفسروں سے تعلیمی نے روایت کی ہے انہوں نے سفیان ثوری اور ابن جبر سے روایت کی ہے کہ وہ دو دریائے علی و فاطمہ علیہما السلام ہیں اور برزخ جناب رسول خدا ہیں اور کوکو و مرجان حسن و حسین صلوٰۃ اللہ علیہما ہیں۔ حسن کو بڑے موتی سے تشبیہ دی ہے اور حسین کو چھوٹے موتی سے یا مرجان سے جو باعتبار سرخی آنحضرت کی شہادت سے مناسبت رکھتا ہے اور شیخ طبرسی نے بھی اس حدیث کو سلمان فارسی، سعید بن جبیر اور سفیان سے روایت کی ہے اور ابن مایہ نے بھی اسی روایت کو ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ ایضاً غیروں کے طریق سے بہت سی سندوں کے ساتھ ابوسعید خدری سے اور شیعوں کے طریق سے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ دو دریائے علی و فاطمہ ہیں یعنی علی و فاطمہ پر اور فاطمہ علی پر یا دو تھے اور ان سے حسن و حسین پیدا ہوئے

لے مولف فرماتے ہیں کہ ان حدیثوں کی بناء پر حق میں جناب رسول خدا کا ذکر نہیں ہے ممکن ہے برزخ سے مراد ان نفوس قدسیہ کی عصمت ہو جو بنادت و سرکشی سے ان دونوں حضرات کو ایک دوسرے پر یا دو تھے کوئی نہ ہو۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ) لوگ ابوبکر و عمر کے پاس پناہ لینے آئے۔ دیکھا کہ وہ بھی بہت ڈرے ہوئے ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ کے بیت الشرف کی طرف جا رہے ہیں۔ یہ سب لوگ بھی ان کے ہمراہ چلے جب آپ کے دروازہ پر پہنچے دیکھا کہ وہ حضرت گھر سے نہایت اطمینان و سکون کے ساتھ بلا خوف و ہراس تشریف لارہے ہیں۔ ان لوگوں کو دیکھ کر حضرت نے فرمایا کہ تم لوگوں کو میرا اطمینان دیکھ کر تعجب ہوا، لوگوں نے عرض کی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہوں وہ انسان جس کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے قَالَ الْاَنْسَانُ مَا لَهٗکُمْ مِّنْ رَّوْضٍ قِیَامَتِ زَمَیْنِ سے سوال کرو دنگا اور وہ مجھ سے اپنی خبریں بیان کرے گی۔ بکینی کی روایت کے مطابق فرمایا کہ اگر یہ زلزلہ قیامت ہوتا تو زمین میرا جواب دیتی۔ ۱۲

ابن ماریہ نے مخالفین کی سند سے حضرت ابوذرؓ سے روایت کی ہے کہ بحرن علیؓ وفاطمہ ہیں اور ٹوٹو و مرجان حسن و حسین ہیں۔ تو ان چاروں حضرات کے مثل کس نے دیکھے ہیں۔ ان کو سوائے مومن کے کوئی دوست نہیں رکھتا اور سوائے کافر کے کوئی دشمن نہیں لہذا محبت اہلبیت کے سبب مومن رہو۔ اور ان کی دشمنی کر کے کافر مت بنو ورنہ خدا تم کو دوزخ میں ڈال دے گا۔

ابن بابویہ نے خصال میں حضرت صادقؑ سے اسی آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی علیؓ و فاطمہؓ علم کے دو گہرے دریا ہیں جن میں سے کوئی ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتا۔ اور ٹوٹو و مرجان حسن و حسین ہیں۔ اور ابن شہر آشوب نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب فاطمہؓ نے اپنی غریبی اور پریشانی کی شکایت جناب رسول خداؐ سے کی۔ حضرت نے فرمایا اے فاطمہؓ اپنے شوہر پر قناعت کرو کیونکہ وہ سید و سردار ہیں اور دنیا و آخرت میں بہترین خلایق ہیں اس وقت خدا نے یہ آئین نازل فرمائیں۔ مَبْرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ۔ بین وہ خدا ہوں جس نے دو دریا بھیجے۔ علی بن ابی طالب دریا کے علم ہیں اور فاطمہ دریا کے پیغمبری جو باہم متصل ہیں اور میں نے ان کو آپس میں متصل کیا ہے یَلْتَقِيَانِ مَبْرَجَ۔ یعنی ان کے درمیان ایک رکاوٹ ہے جو ذات پیغمبر خداؐ ہے جو علیؓ کو روکتے ہیں اس سے کہ وہ دنیا میں تنگدستی کے سبب رنجیدہ ہوں۔ اور فاطمہؓ کو اس سے منع کرتے ہیں کہ وہ علیؓ سے اس بارے میں کچھ کہیں۔ تو اے گروہ انس و جن تم خدا کی کسی ایک نعمت کی یعنی ولایت امیر المومنینؑ یا محبت فاطمہؓ علیہما السلام کی تکذیب کرنے ہو کیونکہ یہ دونوں خدا کی تم پر بڑی نعمتیں ہیں لہذا ٹوٹو سے مراد امام حسنؑ اور مرجان سے امام حسینؑ علیہما السلام ہیں کیونکہ ٹوٹو بڑا موتی اور مرجان چھوٹا موتی ہے۔

**پچیسویں فصل** اس بیان میں کہ ماء معین، بئرمعظمہ، قصر مشید، سحاب، بارش اور فواکہ اور تمام ظاہری نفع بخش چیزوں سے مراد ائمہ طاہرین علیہم السلام اور ان کے علوم و برکات ہیں اور اس بارے میں بہت سی آیتیں ہیں۔

پہلی آیت :- قُلْ آمَنَّا بِاللَّهِ إِنَّ أَصْبَحَ مَا وَكَّلُهُمْ غُورًا فَمَنْ يَأْتِيَهُمْ بِمَاءٍ مَّعِينٍ (پہلا سورہ الملک آیت ۳۰) یعنی اے محمدؐ اپنی قوم سے کہہ دو کہ اگر تمہارے واسطے پانی زمین میں غائب ہو جائے تو کون ہے جو تمہارے لئے زمین پر چشتے جاری اور ظاہر

کرے۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اس سے مراد ہے کہ اگر تمہارا امام غائب ہو جائے تو کون ہے جو اس کے مثل امام تمہارے لئے لاسکتا ہے۔ اور امام رضاؑ نے اس آیت کی تاویل میں فرمایا کہ تمہارا پانی خدا کی جانب تمہارے دروازے ہیں اور آئمہ اطہارؑ اسی طرف خدائے دروازے ہیں جن کو خدا نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان کھولا ہے اور اب جاری کنایہ ہے علم امام سے اور شیخ طوسی نے کتاب غیبت میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تاویل میں روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے امام کو نہ پاؤ اور وہ غائب ہو جائے اور تم اس کو نہ دیکھو تو کیا کرو گے۔ ابن مہیار نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اگر تمہارا امام تمہاری بد اعمالیوں کے سبب غائب ہو جائے تو کون تمہارے واسطے نبیا امام لائے گا۔ اس بارے میں حدیثیں بہت ہیں۔ اور علم کا کنایہ پانی سے کیا ہے۔ جس طرح پانی جسم کی حیات کا سبب ہے اسی طرح جو علم شیعوں کو ان کے ائمہ سے ملا ہے روح کی حیات کا باعث ہے۔ کیونکہ یہ احسان رکھنے کے لئے زیادہ سزاوار ہے کیونکہ پانی دنیا کی چند روزہ زندگی کا سبب ہے اور علم آخرت کی حیات ابدی کا باعث ہے۔ اور آیت کا باطن ہے جو آیت کے ظاہری معنی کا مخالف نہیں ہے۔ اور دونوں مراد ہیں کیونکہ قرآن کے ساتھ بطون بلکہ ستر بطون ہیں۔

دوسری آیت: **وَاَنْ لِّوَاٰسْتَقَامُوْا عَلٰی الصِّرَاطِ لَقَدْ كُنَّا فَتْنًا مَّاءٌ عَذَقًا** یعنی اگر یہ راہ حق پر قائم رہتے اور گمراہی کے راستہ پر نہ جاتے تو ہم ان کو خوب پانی پلاتے کافی اور مناقب میں امام محمد تقیؑ سے روایت کی ہے۔ یعنی اگر یہ لوگ اگر علی بن ابی طالب اور ان کے اوصیا کی ولایت و محبت اور ان کی امامت کے اعتقاد پر قائم رہتے تو ہم ان کے دلوں کو ایمان خالص سے بھر دیتے۔ یہ بھی آیت کا باطن اسی وجہ سے ہے جو مذکور ہوئی۔

تیسری آیت: **فَكَآتَيْنِ مِنْ قَدْرٍ اَهْلَكْنَاهَا فَاِذَا هِيَ طَائِفَةٌ مِّنْهَا** یعنی اگر یہ لوگ اگر علیؑ و شہداء و ائمہ معظمتہ و قصص تمثیلہ (پہلے سورہ حج آیت ۴۵) یعنی بہت سے شہر ہیں جن میں رہنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا تو وہ اپنے رہنے والوں سے خالی ہو گئے اور ان آبادیوں کی دیواریں اور چھتیں منہدم ہو کر گر پڑیں اور بہت سے کنوئیں اور قصر برباد ہو گئے کہ اب ان میں سے کوئی پانی پینے والا ہے اور نہ محلوں میں کوئی رہنے والا

ہے۔ اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ بر مطلق وہ کنواں ہے جو حضرت موت کے دامن کوہ میں واقع ہے۔ اور قصر سے مراد وہ قصر ہے جو اس پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے جس کے دامن میں یہ کنواں ہے اور ان کو خنظلہ ابن صفوان کی قوم نے جو حضرت صالح کی قوم کے باقی لوگوں میں سے تھی بنایا تھا جب خنظلہ نے اپنے پیغمبر کو شہید کر دیا تو خدا نے ان کو ہلاک کر دیا پھر وہ کنواں اور قصر ویران ہو گئے۔ ابن بابویہ نے بسند ہائے معتبر حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ چاہے معطل سے مراد امام خاموش ہے جس کا حق غضب کیا گیا۔ اور وہ مخالفوں کے خوف سے اپنی امامت کا اظہار نہ کر سکا جو شخص چاہے وہ اس چشمہ حکمت سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ اور قصر محکم سے مراد وہ بولنے والا امام ہے۔ جو بلا تفتیہ اور بلا خوف بول سکتا ہے اور دعائے امامت علانیہ کر سکتا ہے اور غائب امام وہ ہے جس پر امام صامت (خاموش) کا اطلاق کرتے ہیں جس کی امامت کا وقت ابھی نہیں آیا ہے اور امام ناطق کا اطلاق اس پر کرتے ہیں جو امام بظاہر ہو چکا ہو۔ ایضاً بسند معتبر دیگر روایت کی ہے کہ قصر مشید محکم جناب امیر ہیں اور بر مطلق جناب فاطمہ اور ان کے فرزندان میں امہ طاہرین ہیں جو ملک و بادشاہی سے معطل ہیں اور ان کا حق غضب کر لیا گیا۔ اور کتاب مناقب میں جناب رسول خدا سے منقول ہے کہ قصر مشید و بر مطلق دونوں کنایہ ہیں حضرت امیر المومنین سے ۱۵

چوتھی آیت: وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرِجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبَتْ لَا يُخْرِجُ إِلَّا تَنْكِدًا (آیت ۱۱۰) یعنی جس شہر کی خاک پاکیزہ اور طیب ہے اس میں گھاس (سبزہ وغیرہ) اپنے پروردگار کے حکم اور قدرت سے باسانی بغیر وقت و مشقت کے اگتی ہیں۔ اور وہ شہر جس کی زمین خبیث اور کھاری اور پتھریلی ہے اس میں گھاس نہیں اگتی مگر بہت

۱۵ تفصیل کے لئے دیکھئے حیات القلوب جلد اول حالات خنظلہ (مترجم)

۱۶ مؤلف فرماتے ہیں کہ ان تادیلات کی بناء پر جو ان حدیثوں میں وارد ہوئی ہیں ممکن ہے ہلاکت قریب سے مراد ان کی منہوی ہلاکت ہو یعنی ان کی ضلالت و گمراہی کہ انہوں نے نہ امام صامت سے فائدہ اٹھایا نہ امام ناطق سے اور یہ تادیلات بھی مبنی ہیں انہی پر جو سابق میں مذکور ہو چکیں حیات معنوی کی تشبیہ حیات ظاہری سے ہے اور روحانی فائدوں کی تشبیہ جسمانی فائدوں سے ہے۔ اور کتاب بحار الانوار میں ان مراتب کی تحقیق کی جا چکی ہے۔

اس کتاب میں ان کسے ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔ ۱۲

مختوڑی۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ بیکلہ طیب ائمہ کے لئے ایک مثال ہے جن کا علم بغیر محنت کے خدائے تعالیٰ کے البام سے حاصل ہوتا ہے اور بلد خبیث سے مراد ان کے دشمن ہیں جن کا علم خبیث و باطل ہے کہ اگر مختوڑا علم بھی ان سے دُنیا کو پہنچے تو اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ شیخ طبرسی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ یہ مثالیں خدائے تعالیٰ نے مومن و کافر کی دی ہیں کہ جس طرح ساری زمین ایک جنس سے ہے لیکن بعض پاکیزہ ہے جو بارش سے نرم ہو جاتی ہے اور اچھے سبزے اس میں اُگتے ہیں اور اس میں پیداوار زیادہ ہوتی ہے اور بعض زمینیں کھاری اور کنکریلی ہوتی ہے جس میں کوئی چیز نہیں اُگتی اور اگر اُگتی بھی ہے تو اس میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح تمام دل ہیں جو گوشت اور خون سے بنے ہوئے ہیں لیکن بعض پند و نصائح سے نرم ہو جاتے ہیں اور بعض سخت ہوتے ہیں جو نصیحت قبول نہیں کرتے۔ لہذا جس کا دل یاد خدا سے نرم ہو جائے اس کو اس نعمت پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے لے

پانچویں آیت، اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْغَيْبِ وَالتَّوَّابُ يُخَوِّجُ الْغَیَّ مِنَ الْغَیْبِ وَمَعْرِجُ الْغَیْبِ مِنَ الْغَیْبِ (پہلی آیت، ۹۰ سورہ الانعام) یعنی بیشک خدا اُس دانہ کا شگافتہ کرنے والا ہے جس سے گھاس اُگتا ہے اور دانہ کو پھاڑنے والا ہے جس سے درخت اُگتا ہے اور زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے جیسے نطفہ اور انڈے سے حیوانات اور دانہ سے درخت پیدا کرتا ہے۔ حضرت صادق سے منقول ہے کہ حب سے مراد مومن ہے خدا جس کو دوست رکھتا ہوئی سے مراد کافر ہے جو ہر چیز سے دور ہے۔ دوسری روایت کے مطابق دانہ کا شگافتہ کرنا یہ ہے کہ کثرت سے علوم ائمہ اطہار سے ظاہر کرنا ہے اور نومی وہ ہے جس سے علم دور ہے۔ اور دوسری روایت کے مطابق حب سے مومن کی طینت مراد ہے جس میں اپنی

لے مولف فرماتے ہیں کہ جو تاویل کہ حدیث میں وارد ہوئی ہے وہ ممکن ہے کہ نیک و بد کی طرف اشارہ ہو جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نیک طینت انسان علوم معارف خداوندی اور فیوضات الہی کو قبول کر لیتا ہے اور زندگی میں اچھائیوں اور نیکیوں کو اختیار کر لیتا ہے اور جن کی طینت بر ہے ان سے جہالت اور شقاوت کے سوا کچھ چل نہیں سکتا۔ وہ ربانی فیوضات اور الہی ہدایات سے فائدہ نہیں حاصل کر سکتے۔ ۱۲۔



محبت پیدا کر دی ہے اور نوئی سے مراد کافر کی طینت ہے اور ”زندہ کو مردہ سے باہر لاتا ہے“ یعنی طینت کافر کو مومن سے جدا کرتا ہے اور دوسری روایت کے مطابق مومن کو کافر کے صلب سے باہر لاتا ہے۔ اور اس باطنی تاویل کو میں نے بجا رالانوار میں ذکر کیا ہے۔

پھٹی آیت: **وَاصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ فِي سِدْرٍ مَّحْضُودٍ وَلَا ظَلِيمٍ مَّنْضُودٍ وَلَا ظِلٍّ مَّمْدُودٍ وَلَا مَاءٍ مَّسْكُوبٍ وَلَا أَكْهَافٍ كَثِيرَةٍ وَلَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ وَفَرُشٍ مَّرْجُوعَةٍ** (پٹا سورہ واقعہ آیت، ۲۲ تا ۲۷) یعنی داہنے ہاتھ والوں کا جو میرا اور کیلے کے درختوں کے سایہ میں ہوں گے ایسے برے کے درخت جن میں کلنٹے نہ ہوں گے اور کیلے کے درخت جن میں اوپر سے نیچے تک پھل لدے ہوں گے اور لمبے لمبے سائے ہوں گے ایسے دلکش جیسے سح کا سہانا وقت اور آبداروں سے پانی گرتے ہوں گے اور بے حساب میوے جو کبھی ختم نہ ہوں گے اور نہ ان کے کھانے کی کوئی ممانعت ہوگی اور اونچے اونچے گدوں کے فرش پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ بصائر الدرجات میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ یہ تمام چیزیں کنایہ ہیں امام علیہ السلام اور اُن کے علوم سے جن سے خلق کو فائدہ پہنچتا ہے لہ

ساتویں آیت: **سُورَةُ التِّينِ** کی تاویل ہے **وَالْيَتِيمِ وَالزَّيْتُونِ** (سورہ تین پٹا آیت ۸ تا ۱۰) مفسرین نے کہا ہے کہ خداوند عالم نے انجیر اور زیتون کی قسم کھائی ہے کیونکہ انجیر پاکیزہ

لہ مولف فرماتے ہیں یہ تاویلیں گہری ہیں اور ممکن ہے کہ یہ مراد ہو کہ ایسا نہیں کہ مومنوں کی بہشت ظاہری بہشت پر منحصر ہو جسے خداوند عالم آخرت میں ان کو عطا فرمائے گا۔ بلکہ دنیا میں بھی ان کے اللہ کے برکات روحانی بہشت ہیں جیسے ان کی حمایت اور مہربانیاں اور شفاعت کے سائے جو شیعوں کے سروں پر چھائے ہوئے ہیں۔ اور ان کے علوم و معارف کے سرچشمے جن سے مومنوں کے نفوس اور دلوں میں حیات ابدی کے ساتھ زندہ ہوتی ہیں اور میووں کی کثرت ان کی طرح طرح کی حکمت و معارف ہیں جو کبھی منقطع نہیں ہوتیں اور شیعوں کے لئے ان کی طرف سے کوئی ممانعت نہیں اور فرش مرفوعہ سے مراد ان کے آداب و اخلاق حسنہ ہیں جن نے ادب حاصل کرتے ہیں اور لذت اندوز ہوتے ہیں بلکہ آخرت میں بھی ان کی جسمانی درد و دمانی لذتیں ہوں گی جیسا کہ عین الملوٰۃ وغیرہ میں اس کی تحقیق میں نے کی ہے۔ ۱۲۰

پھل ہے زود ہضم اور دوا ہے کثیر النفع۔ اور زیون ایسا پھل ہے جو سالن کا کام دیتا ہے اور لطیف چکنائی رکھتا ہے اور اُس میں فائدہ ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ دو پہاڑوں کے نام ہیں وَطُوسِ سِیْنِیْنِ یعنی وہ پہاڑ جس پر حضرت موسیٰؑ نے خدا سے مناجات کی تھی۔ وَ هَذِهِ الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ اور اس شہر کی قسم جو اس میں داخل ہوتا ہے۔ امان میں ہو جاتا ہے۔ یعنی مکہ معظمہ۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ یعنی ہم نے انسان کو ظاہری و باطنی دونوں اعتبار سے بہت اچھی صورت پر پیدا کیا ہے اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرتے رہے فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ تو ان کے لئے وہ اجر ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔ فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالذِّیْنِ تو اسے رسول ان واضح نشانیوں کے بعد تمہاری کس بات کی یہ لوگ تکذیب کرتے ہیں۔ اَلِیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمَ الْحَاكِمِیْنَ پھر کیا تمہارا خدا تمام حاکموں میں سب سے بڑا حاکم یا حکیم ترین حکم کرنے والا نہیں ہے۔ اس سورہ کی تاویل میں عجیب و غریب حدیثیں وارد ہوئی ہیں چنانچہ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے تین سے مراد جناب رسول خدا ہیں اور زیون سے حضرت امیر المومنینؑ اور طور سینین حسن و حسین علیہما السلام ہیں اور اس سورہ میں انسان سے مراد شقی اول ہے جو جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں جائے گا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كے مصداق امیر المومنینؑ ہیں فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ یعنی خدا اُن پر ثوابوں کا احسان نہیں رکھتا ہے جو ان کو عطا فرماتا ہے۔ غرض خدا پیغمبرؐ سے خطاب فرماتا ہے کہ کس چیز کے بارے میں لوگ دین میں تمہاری تکذیب کرتے ہیں یعنی امیر المومنین اور ان کی امامت کے بارے میں۔ ابن مہیار نے بہت سی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ تین سے مراد حسنؑ ہیں اور زیون سے حسینؑ اور طور سینین علی بن ابی طالبؑ ہیں اور بلد الامین سرور کائنات ہیں کیونکہ جو شخص آنحضرتؐ کی اطاعت کرتا ہے۔ عذاب الہی سے بے خوف ہو جاتا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ سے مراد وہی شقی اول ہے جس سے خدا نے اپنی پروردگاری کا اور محمدؐ کی رسالت اور ان کے اوصیا کی امامت کا عہد لیا تو اس نے ظاہری طور سے اقرار کیا اس کے بعد حقوق آل محمدؐ کو غصب کیا اور جو ظلم پابان پر کیا تو خدا نے اس کو جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ڈال دیا۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سے مراد امیر المومنینؑ اور ان کے شیعہ ہیں فَمَا یُكَذِّبُكَ حضرت نے فرمایا کہ آیت اس طرح نازل ہوئی

ہے قَتَا یُکَذِّبُكَ بَعْدَ یَالِیْدِیْنِ اور بالمَدِیْنِ سے مراد ولایت امیر المومنین ہے اور خصال میں روایت کی ہے کہ تین مدینہ ہے اور زیون بیت المقدس اور طور سینین کو ذہ اور بلد امین مکہ ہے لہ

چھبیسویں فصل | اس بیان میں کہ نخل سے مراد امامہ معصومین علیہم السلام ہیں۔

خداوند عالم فرماتا ہے اَوْحِیْ رَبُّكَ اِلَی الْنَّخْلِ یعنی تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کی طرف وحی فرمائی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اس کو الہام کیا۔ بعضوں کا قول ہے کہ

لہ مؤلف فرماتے ہیں۔ اس تاویل کی بناء پر جو حدیثوں میں وارد ہوئی ہے ہو سکتا ہے کہ نقد تین (یعنی انجیر) کا استعارہ امام حسن علیہ السلام سے ہو کیونکہ تین لفظ تین بھل ہے اور دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ تین بہشت کا میوہ ہے جس میں بہت فائدے ہیں چنانچہ امام حسن بہشت کے میوے سے خلق ہوئے ہیں اور علوم و حکمت جو آنحضرت سے دنیا والوں کو پہنچے سینوں کی روحوں کی تقویت و تہذیب کا باعث ہیں اور زیون کا استعارہ امام حسین سے اس لئے کیا ہے کہ اس میں بہت فضیلتیں ہیں۔ اور اس سے عمدہ و لطیف تیل حاصل ہوتا ہے اور اس سے جسمانی دردوں کے دفع کرنے میں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ تو اسی طرح امام حسینؑ مقربان الہی کے میوہ دل (محبوب ترین فرد) ہیں اور آپ کے علوم مومنوں کے دلوں کی قوت کا باعث ہیں۔ اور آپ کے اولاد امامت سے جو آپ کی اولاد میں پہنچا ہے اس سے اور آپ کی اولاد اطہار کے نور سے تمام مقربین ہدایت پاتے ہیں۔ اور آیہ نور کی تاویل میں بیان ہو چکا ہے کہ خداوند عالم نے ان کے نور کی نریتوں کے درخت سے مثال دی ہے اور لفظ طور کو حضرت امیر المومنین سے استعارہ فرمایا ہے اس کی کئی وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ کہ حضرت علیؑ اور آپ کے اہلبیت کی فضیلت بذریعہ وحی حضرت موسیٰؑ پر اسی پہاڑ پر بیان فرمائی ہے جیسا کہ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ آپ کی بلند می شان اور امر دین میں ثابت قدمی اور علم میں پہاڑ کی طرح مضبوط و مستحکم ہونا ہے چنانچہ آپ کی وفات کے روز جناب تھڑنے آپ سے خطاب کیا کُنْتُ مَحَا لِحَبْلِی لَا تُحَرِّکُہُ اَلْعَوَا حِدْبُ یعنی آپ امر دین میں کوہ کے مانند ثابت و مستحکم رہے کہ نیز ہوائیں اس کو نہیں ہلا سکتیں۔ اسی طرح آپ عظیم فتنوں میں جگہ سے نہ ہلے (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

اس کی طبیعت میں یہ قرار دیا اور اسی طبیعت پر اس کو پیدا کیا اِن اَتَّخِذْنِي مِنْ اَلْجَبَالِ مَبِیْوَتْا  
وَمِنْ الشَّجَرِ مَبِیْا یَعِیْ شَوْنًا یعنی شہد کے لئے پہاڑوں اور درختوں پر اپنے چھتے بنا  
اور جن کو دار بست کہتے ہیں جو درخت انگوڑے یا وہ خانے اور سوراخ جو لوگ ان کے  
لئے بناتے ہیں یا ایسے سدس خانے بناتی ہیں جن کو دیکھ کر تمام مہندس (دانیخیر) حیران ہو  
جاتے ہیں۔ تَوَكَّلْ عَلٰی مَنْ جُلَّ الْقَوَاتِ پھر مختلف پھلوں سے جس سے چاہے کھا۔ فَاسْتَكْرٰی  
سَرِّیْكَ ذُلًّا۔ تو اسے کمئی تو ان راہوں پر چل جو تیرے خدا نے تیرے لئے مقرر کئے ہیں اور

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور یقین میں ثابت قدم رہے۔

تیسری وجہ یہ کہ جس طرح پہاڑ زمین کی میخیں ہیں جو اس کے متزلزل نہ ہونے اور اثبات و  
استقرار کا باعث ہوتے ہیں اسی طرح امیر المومنین اور آپ کی وریّت سے ائمہ اطہار علیہم السلام  
جب تک زمین میں ہیں آپ کی برکت سے زمین قائم و برقرار ہے۔ چنانچہ بہت سی حدیثوں میں وارد  
ہوا ہے کہ اگر ایک لمحہ زمین میں امام نہ ہو تو یقیناً وہ برباد ہو جائے جیسا کہ علمائے خاصہ و عامہ نے  
نقل کیا ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ علیٰ عالم زمین اور اس کی میخ ہیں جن سے زمین ساکن و  
برقرار ہے۔

چوتھی وجہ یہ کہ آنحضرتؐ تجلیات و انوار الہی کے نازل ہونے کی جگہ ہیں جیسا کہ طور سینین تھا  
پانچویں وجہ یہ کہ رسول خدا صلعم کے دو سبط بزرگوار جو تین و نہایتوں کے شمال ہیں۔ باپ ہیں وہ  
ان حضرت (علیؑ) سے پیدا ہوئے ہیں۔ جس طرح کہ اُن دونوں میوؤں کی بہترین اقسام اس پہاڑ سے پیدا  
ہوتی ہیں۔ اور بلد امین کو جناب رسالت مآبؐ سے کنایہ کیا ہے۔ اس کی بھی کئی وجہیں ہیں۔  
پہلی وجہ یہ کہ آنحضرتؐ مکہ کے رہنے والے ہیں اور اُس مقام مبارک کا شرف انہی حضرت  
سے ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ آنحضرتؐ بہ نسبت تمام مقرب انبیاء کے مثل مکہ کے ہیں جس کو تمام شہروں پر  
فضیلت حاصل ہے۔

تیسری وجہ یہ کہ جو شخص آنحضرتؐ اور آپ کے اہلبیتؑ پر ایمان لایا وہ آپ کی دلایت کے بیت المحرم  
میں داخل ہو گیا اور ضلالت دنیا اور عذاب آخرت سے بچنے لگا جس طرح کوئی مکہ میں داخل ہوتا ہے۔  
دنیا کی کمزوریات و تکالیف سے بے خوف ہو جاتا ہے اور اگر ایمان کے (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ ہو)

اُن پر تیرا چلنا آسان کر دیا ہے یا یہ کہ اُس حال میں کہ تو خدا کی مطیع و فرمانبردار رہ۔ یَتَخَرَّجُ مِنْ بَطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهُ۔ اُن کھیلوں کے پیٹ سے مختلف رنگ کے شہد نکلتے ہیں یعنی بعض سفید، بعض زرد، بعض سرخ اور بعض سبزی مائل ہوتے ہیں خِيْلٌ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ اس شہد میں لوگوں کے لئے دردوں اور تکلیفوں کی شفا ہے۔ کم دوائیں ایسی ہوتی ہیں جن کا جزو شہد نہ ہوا۔ اِنِّیْ ذٰلِكَ لَا یَاتِیَ لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (پس سورہ النحل آیت ۶۸، ۶۹) یعنی بیشک جو کچھ مذکور ہوا اُس میں خدا کے وجود اُس کے علم و قدرت کی فکر کرنے والوں کے لئے بہت بڑی نشانیاں ہیں۔ اس آیت کی تاویل میں علی بن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ہم ہیں نخل خدا جن پر خدا نے وحی کی ہے اور جبال سے مراد عرب والے ہیں خدا نے ہم کو حکم دیا ہے عرب والوں کو شیعہ بنائیں وَ مِنَ الشَّجَرِ یعنی عجم سے وَمِمَّا یَعْرِیْ شُؤْنُ اور اُن آراؤ شدہ غلاموں میں سے جو قبائل عرب میں داخل ہو گئے ہیں جو عجم وغیرہ سے ہیں مختلف رنگوں کی پینے والی شراب سے یہ مطلب ہے کہ طرح طرح کے علوم جو ہم سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اِیضًا دیلمی نے انہی حضرت سے اسی آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ شہد کی کھیاں کیا مرتبہ رکھتی ہیں کہ خدا نے تعالیٰ ان کی طرف وحی فرمائے بلکہ یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور خدا نے نخل سے ہماری تشبیہ دی ہے اور ہم ہیں جو دین میں خدا کے حکم سے اقامت گزیر

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) ساتھ داخل ہو تو دونوں جہان کی تکلیفوں سے محفوظ ہو جائے گا۔ اور جناب رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں اب ان تمام سابقہ حدیثوں کی تاویل سے جو میں نے بیان کی ہیں اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے لیکن انسان کی تاویل مناسب یعنی اول سے ممکن ہے اس کے نازل ہونے کا سبب یہ ہو کہ آیت عام ہو یا یہ کہ اس مقام پر چونکہ شقاوت اور اسفل السافین جہنم میں جانے میں سب سے کامل فرد ہی تھا اور اس امت کے تمام اشتیاق کی شقاوت کا باعث وہی تھا اس سبب سے اسی کی تخصیص فرمائی ہے۔ جس طرح الذین امنوا سے امیر المؤمنینؑ کی تخصیص انہی وجہوں سے فرمائی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا سبب اور تمام مومنوں سے کامل اور ایمانی میں دوسروں کے متصف ہونے کا سبب ہونے کے لحاظ سے کامل ترین ذات جناب امیرؑ کی ہے۔ اس صورت میں استثناء منقطع ہو گا اور صیغہ جمع اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوا کا استعمال تعلیم کے لئے یا تمام املاہرین کے داخل ہونے کے اعتبار سے ہو گا واللہ اعلم۔ ۱۲

ہیں اور پہاڑ سے مراد ہمارے شیعہ ہیں اور شجر سے مومنہ عورتیں ہیں۔ اور عیاشی نے انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ نخل کنایہ ہے ائمہ علیہم السلام سے اور جبال عرب والے ہیں اور شجر سے مراد آزاد کردہ غلام ہیں دَمِيتًا يَعْرِشُونَ اور لڑکے اور غلام ہیں جو آزاد نہیں ہوئے ہیں اور خدا اور رسول و ائمہ کی محبت رکھتے ہیں۔ اور رنگ برنگ کی شراب سے مراد مختلف علم ہیں جن کی ائمہ اپنے شیعوں کو تعلیم دیتے ہیں وَفِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ یعنی علم میں لوگوں کے لئے شفا ہے اور ہمارے شیعہ ناس ہیں اور غیر شیعہ کو خدا بہتر جانتا ہے کہ کیا چیز ہیں اور اگر اس آیت کے معنی وہی ہوں جو لوگ گمان ہیں کہ وہ ایک قسم کا شہد ہے جسے لوگ کھاتے ہیں لہذا جو بیمار اس کو کھائے چلے ہے کہ ضرور شفا پائے کیونکہ خدا کا وعدہ غلط نہیں ہوتا اور وعدہ غلطی خدا کے وعدہ میں نہیں ہوتی بلکہ شفا علم قرآن میں ہے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ نَزَّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ یعنی میں قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتا ہوں جس میں مومنین کے لئے شفا و رحمت ہے حضرت نے فرمایا کہ بس قرآن شفا و رحمت اپنے اہل کے لئے اور اُس کے اہل ائمہ ہیں جو ہدایت کرنے والے ہیں جن کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا ہے ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا لِيُنِيبُوا قُرْآنِ میراث میں دیا ان لوگوں کو جن کو ہم نے اپنے بندوں میں برگزیدہ کیا اور یہ گزر چکا کہ وہ ائمہ طاہرین ہیں۔

ایضاً عیاشی نے بسند دیگر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ نخل سے مراد رسول خدا ہیں۔ اِنْ اتَّخَذْتُم مِّنَ الْغِبَالِ مَيْمُونًا يَمِينًا یعنی قریش کی عورت سے نکاح کرو وَ مِنَ الشَّجَرِ اور تمام عرب سے بھی دَمِيتًا يَعْرِشُونَ سے مراد اہل عجم اور غلام ہیں اور مختلف رنگوں کی شراب سے مراد علوم ہیں اور تفسیر امام موسیٰ کاظمؑ میں روایت کی ہے کہ نخل سے مراد ائمہ علیہ السلام ہیں اور جبال قریش ہیں اور شجر تمام عرب اور دَمِيتًا يَعْرِشُونَ عجمی اور غلام ہیں۔ وَ فِي سَبِيلِ رَبِّكَ سے مراد وہ دین حق ہے جس پر ہم لوگ ہیں اور مختلف قسم کے شہد سے کنایہ ہے علم امیر المومنینؑ سے جو لوگوں کو پہنچا ہے جو جہالت و ضلالت کے امراض کی شفا کا باعث ہے۔ چنانچہ قرآن کے بارے میں فرمایا ہے وَ شِفَاءٌ لِّلْمَآلِ فِي الصُّدُورِ یعنی ان امراض کے لئے شفا ہے جو سینوں میں ہوتے ہیں لہ

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ کمرہ مذکور ہو چکا ہے جو کچھ قرآن میں جسمانی (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ ہو)

## ستا بیسویں فصل | بیع مثانی کی تاویل کے بیان میں۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْحَكِيمَ یعنی ہم نے تم کو سات آیتیں یا سات سورتیں جو مثانی ہیں اور قرآن حکیم عطا کیا مفسروں میں مشہور ہے کہ بیع سورہ فاتحہ ہے اور مثانی اس لئے کہا ہے کہ ہر نماز میں کم سے کم دو بار پڑھی جاتی ہے یا خدا اور بندہ کے درمیان ہے یا اس کے الفاظ مکرر آئے ہیں یا نصف خدا کی ثنا ہے اور نصف دعا ہے یا دو مرتبہ نازل ہوا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ

دبقیہ حاشیہ گذشتہ) غذاؤں اور نظاہری زندگی اور ظاہری لذتوں کے فائدہ سے متعلق مذکور ہوا ہے آیات کے باطن میں اغذیہ روحانی اور لذات معنوی اور حیات ابدی و اخروی کی طرف اشارہ ہے جیسے پانی کی تاویل علم اور نور کی حکمت سے لہذا بعید نہیں ہے کہ مثال نحل کی آنحضرت اور ائمہ علیہم السلام سے ہو کر نہ جس طرح شہد کی مکھیاں لطیف غذاؤں کو جمع کرتی ہیں جن سے سب سے بہتہ غذا حاصل ہوتی ہے اور جو جسمانی بیماریوں کی شفا کا باعث ہوتی ہے اور مختلف مقامات پر گھر بناتی ہیں اور اُن کے بادشاہ حسن تدبیر میں ایسے ہوتے ہیں کہ بنی آدم کے بادشاہ ان سے تعلیم پاتے ہیں اسی طرح پیشوایان دین اشرف خلائق ہیں اور شیعوں کے لئے معارف وحی الہام الہی کے ذریعے حاصل کرتے ہیں اور اُن پر بقدر قابلیت اضافہ کرتے ہیں۔ اور نہ ختم ہونے والی روحانی لذتیں ان کی روحوں کو پہونچاتے ہیں اور شیعہ روحانی تکلیفیں اور بیماریاں اور اپنے نفسانی امراض کا جو جہالت مضلالت ہے اس سے علاج کرتے ہیں نیز اکثر ائمہ باعتبار مخالفوں سے مظلوم و مغلوب ہونے کے اور اپنے علوم حقہ کو ان سے پوشیدہ رکھنے کے اور ہر قوم و قبیلہ کے شیعوں کو فائدہ پہونچانے کے محل کے مانند ہیں جس سے تمام حیوانات اُس چیز کے سبب سے جو اُس کے پیٹ میں ہے دشمن ہوتے ہیں اور شہد کی مکھیاں اسی خوف سے اُن سے بھاگتی ہیں اور اپنے مکانات ایسے مقامات پر بناتی ہیں جہاں ان کے ضرر سے محفوظ رہیں۔ جیسا کہ حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اپنے دین کے بارے ڈرو اور تقیہ کے ذریعہ پوشیدہ رکھو اس لئے کہ وہ شخص محفوظ نہیں رہتا جو تقیہ نہیں کرتا۔ تم مخالفوں میں شہد کی مکھی کے مانند ہو جو پرندوں کے درمیان میں ہوتی ہے۔ اگر پرندوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان مکھیوں کے شکم میں کون سی چیز ہے تو کسی دبقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ ہو

سبع سورہ فاتحہ ہے اور مثانی قرآن ہے کہ اس میں قصے اور خبریں مذکور ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے سبع مثانی سات سورے ہیں جو قرآن کی ابتداء میں ہیں کیونکہ احکام کے سوا ان میں خبریں مکرر وارد ہوئی ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ پورا قرآن سبع مثانی ہے کیونکہ قرآن سات حصوں پر تقسیم ہے۔

علی بن ابراہیم و فرات و صدوق و عیاشی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ہم و مثانی ہیں جنہیں خدا نے پیغمبر کو عطا فرمایا ہے اور ہم زمین میں لوگوں کے درمیان خدا کی حجت ہیں جو مختلف حالات میں رہتے ہیں جو ہم کو پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا تو موت کے بعد جو اس کے سامنے ہے پہچانے گا۔ اور دوسری روایت کے مطابق جو شخص ہم کو پہچانتا ہے تو وہ یقین سے دلیل کے ساتھ دنیا میں پہچانتا ہے اور آخرت میں یقین کی آنکھوں سے ہم کو دیکھے گا اور جو شخص ہم کو نہیں پہچانتا اس کے ردِ بڑ جہنم ہے اور وہ اُس میں داخل ہوگا۔ اور بصائر میں سابق مضمون کو امام موسیٰ کاظم سے ثابت کی ہے۔ اور عیاشی نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ سے لوگوں نے اس آیت کی تفسیر پوچھی حضرت نے فرمایا کہ اس کا ظاہر سورہ حمد ہے اور باطن میں مراد ائمہ ہیں جو ہر ایک اپنے پدر بزرگوار کے بعد امام ہیں اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے روایت کی ہے کہ سبع مثانی

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) ایک کو زندہ نہ چھوڑیں اور سب کو کھا جائیں اسی طرح اگر مخالفین جانیں کہ تمہارے سینوں میں کیا ہے یعنی دوستی اہلبیت کہ تم ہم اہلبیت کو دوست رکھتے ہو تو اپنی زبان سے تم کو کھا جائیں اور ظاہر پوشیدہ طور سے تم کو افریت پہنچائیں۔ خدا اس پر رحم کرے جو ہماری ولایت کا دل میں معتقد ہو اور اُسے پوشیدہ رکھے۔ اور تشبیہ عرب پہاڑ سے اس بنا پر کہ عرب بھی دین میں مضبوط اور ثابت قدم ہیں یا یہ کہ وہ قبیلے کے قبیلے اکٹھے ہیں اور درختوں سے اہل عجم کی تشبیہ اس سبب سے ہے کہ وہ متفرق ہیں یا یہ کہ ان سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ یا اس لئے کہ وہ جلد مطیع و فرمانبردار ہو جاتے ہیں اور کمالات کی قابلیت ان میں بہت زیادہ ہے اور غلاموں اور آزاد کئے ہوں یا قبائل سے ملحق ہوں یا لوگوں کی تشبیہ چھتوں سے اس لئے ہے کہ وہ اپنے آقا اور قبیلوں سے ملحق ہو گئے ہیں گویا مصنوع اور بنائے ہوئے ہیں اور اس قسم کی مثالیں اور استعارات آیتوں میں بہت ہیں جن کے ظاہری معنی سے کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ بہت سی حدیثیں بھی ظاہری معنی پر دلالت کرتی ہیں۔ ۱۲۔



ائمہ ہیں اور قرآن عظیم حضرت صاحب الامر ہیں لہ  
**آٹھائیسویں فصل** | اس بیان میں کہ قرآن میں علماء سے مراد ائمہ ہیں اور اولوالالباب  
 (صاحبان عقل) ان کے شیعہ ہیں۔

حقیقتاً لے فرماتا ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ  
 إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ۔ (پچھ سوہ الزمر آیت ۹) اے رسول کہہ دو کہ کیا وہ لوگ جو  
 جانتے ہیں اور صاحبان علم ہیں اور وہ لوگ جو نہیں جانتے اور جاہل ہیں برابر ہو سکتے  
 ہیں؟ اور یہ تو صاحبان عقل ہی سمجھتے ہیں۔ یہ آیہ کریمہ صریح ہے اس بارے میں کہ علم امتیاز و  
 فوقیت کا سبب ہے اور جو شخص زیادہ عالم ہے وہ امامت کے لئے دوسروں سے اولیٰ اور

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ ان حدیثوں کا سمجھنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں کیونکہ اس میں بہت گہرے باطنی  
 معنی بیان ہوئے ہیں اس لئے کہ سات کی عدد ان کے اعداد سے موافقت نہیں رکھتی اس کی تاویل چند وجوہوں  
 سے کی جاسکتی ہے۔

پہلی وجہ یہ کہ سات عدد ائمہ معصومین کے سات اسمائے گرامی کے اعتبار سے ہوگا۔ یعنی علی فاطمہ  
 حسن و حسین و باقر و جعفر و موسیٰ کاظم علیہم السلام۔

دوسری وجہ یہ کہ سات عدد اس اعتبار سے کہ اکثر و بیشتر علوم کی نشر و اشاعت ائمہ اطہار کے ستا  
 افراد سے امام رضا تک زیادہ ہوئی ہے۔ اور حضرت امام زین العابدین سے شدت تنبیہ کی وجہ سے سوائے  
 دعا کے اور کوئی علم نہ حاصل ہوا۔ اور امام رضا کے بعد تمام ائمہ معصومین کی خوف اور تقیہ اور قید میں رہ  
 ہوئی ان حضرات سے بھی علوم حاصل ہوئے مگر بہ نسبت دوسرے ائمہ کے کم حاصل ہوئے۔ اس وجہ  
 سے ان کو شمار نہیں کیا گیا ہے۔ ان دونوں وجہوں کی بنا پر مشافی اس اعتبار سے ہے کہ ان حضرات  
 کو آنحضرتؐ نے قرآن کے ساتھ ملحق کیا ہے یہ فرما کر کہ اِنِّیْ مُخَارِکُ فِیْکُمْ الثَّقَلَیْنِ کِتَابِ اللّٰہِ  
 وَ اَہْلِ بَیْتِیْ۔ تو یہ جو ائمہ نے فرمایا ہے کہہ مشافی ہیں یعنی ہم وہ ہیں کہ جناب رسول خداؐ نے ہم کو قرآن  
 کے ساتھ متصل کیا ہے اور اس کا ثانی قرار دیا ہے جیسا کہ ابن بابویہ نے کہا ہے یا یہ کہ ان کو خدا نے  
 جناب رسول خداؐ سے متصل فرمایا ہے یا اس اعتبار سے ہو کہ ان حضرات نے خدا کی شاکہ ہے یا یہ  
 کہ خدا نے ان کی شاکہ ہے۔ یا اس اعتبار سے کہ وہ حضرات دو وجہت ہیں۔ ایک تقدیس و معانیت  
 ہے جس کے ذریعہ جناب اقدس الہی اور روحانیین یعنی ملائکہ سے رابطہ رکھتے ہیں (یعنی حاشیہ صفو آئندہ پر)

زیادہ مستحق ہے۔ اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ ائمہ علیہم السلام میں سے ہر ایک اپنے اپنے زمانہ میں سب سے بہت زیادہ جانتے والے تھے۔ خاص کر ان لوگوں سے جو ان کے زمانہ میں امامت و خلافت کے مدعی ہوئے ہیں۔ ائمہ علیہم السلام کبھی علم میں کسی دوسرے کی طرف رجوع نہیں ہوئے بلکہ دوسرے ان کی جانب رجوع ہوئے ہیں۔ اور

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور وحی والہام کے ذریعہ علوم حاصل کرتے ہیں اور دوسری جہت بشریت ہے جو صورت اور جنسیت میں بعض صفات میں تمام انسانوں کی شبیہ ہیں اسی وجہ سے خلائق کو علوم سے مستفیض فرماتے ہیں جیسا کہ سابق میں ہم تحقیق کر چکے ہیں۔

تیسری وجہ یہ کہ سات کی تعداد شانی سے مل کر چودہ ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ ثنی البعنی دو ہے کہ سات کو دونا کرنے سے چودہ ہوتے ہیں پھر رسول کے بارے میں ایک تکلف کا ارتکاب کرنا پڑے گا۔ جو ایک حیثیت سے معطی ہیں اور ایک حیثیت سے معطی نہیں ہیں اس لئے کہ پیغمبری اور لا اہتیا کمالات کے اعتبار سے آپ ایک نعمت ہیں۔ جو عطا کی گئی ہے۔ اس سے قطع نظر آپ ایک شخص ہیں جن کو عطا ہوا ہے۔ یا یہ کہ قرآن کو شامل کرتے ہوئے چودہ ہوتے ہیں مگر اس میں تکلف زیادہ ہے۔

چوتھی وجہ یہ کہ ان تاویلات میں بھی سبع شانی سے مراد سورہ سورہ ہے اور مطلب یہ ہو کہ حقیقتاً نے سورہ فاتحہ کو اس آیت میں تمام قرآن کے برابر قرار دیا ہے۔ اس سبب سے کہ اس سورہ میں ہمارا ذکر اور ہماری اور ہمارے طریقہ کی مدح ہے۔ اور ہمارے دشمنوں اور ان کے طریقہ کی مذمت ہے۔ کیونکہ بہت سی حدیثوں کے مطابق صراط الذین انعمت علیہم ان بزرگوار کا طریقہ اور راستہ ہے اور وہی صراط مستقیم ہیں۔ اور مغضوب علیہم ان کے حقوق کے غصب کرنے والے ہیں اور ضالین سے مراد گمراہ لوگ ہیں جنہوں نے ان غاصبین کی متابعت کی ہے۔ اور ان کو پیشوا جانتے ہیں۔ لہذا مراد یہ ہے کہ یہ سورہ ان حضرات کی شان میں نازل ہوا ہے۔ اور اس سبب سے تمام قرآن مجید پر یہ سورہ امتیاز رکھتا ہے ان وجہوں میں سے اکثر وجہیں میرے ذہن میں گزری ہیں۔ لیکن آخری وجہ کو تمام وجہوں سے زیادہ ظاہر و واضح سمجھتا ہوں۔

تمام فرقوں میں سے اس بارے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام تمام صحابہ سے زیادہ عالم تھے۔

کلمتی - صفار - ابن مایار اور ابن شہر آشوب وغیرہم نے بسند ہائے بسیار حضرت باقر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ ان حضرات نے فرمایا کہ الذین یعلمون ہم ہیں اور الذین لا یعلمون ہمارے دشمن ہیں اور ہمارے شیعہ اولوالالباب ہیں جو ہم اور ہمارے دشمنوں میں تمیز کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہم دشمنوں سے خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور صفار نے روایت کی ہے کہ حضرت صادق سے اس آیت کی تفسیر لوگوں نے دریافت کی فرمایا کہ ہم دانا ہیں اور ہمارے دشمن نادان۔ اور ہمارے شیعہ اولوالالباب ہیں۔ کلمتی نے بسند موثق عمار سا باطی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق سے قول خدا اِذَا مَنَّ الْاٰلُفْنَانُ صُودَ عَاثِرَيْکَ مِذْبِنًا اِلَیْکَ یعنی جب آدمی کو کوئی تکلیف چھو جاتی ہے تو وہ خدا کو اس کی طرف دل سے رجوع ہو کر پکارتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت منافق اہل کے حق میں نازل ہوئی ہے جو جناب رسول خدا کو جاؤ و گرجھتا تھا جب وہ بیمار ہوتا تو ظاہری طور سے دعا کرتا اور اُس قول سے باز گشت ہونے کا اظہار کرتا جو جناب رسول خدا کے حق میں کہتا تھا۔ ثُمَّ اِذَا اَخَوْلْنَا بِعَدُوِّکَ مِنْکَ پھر جب خدا اس کو اپنی جانب سے کوئی نعمت عطا فرماتا یعنی وہ اس بیماری سے نجات پاتا اور تندرست ہو جاتا وَ لَسٰی مَا کَانَ بِکَ عُوْا اِلَیْکَ مِنْ قَبْلُ۔

یعنی خدا کو اُس نے فراموش کر دیا جو پہلے دعا کرتا تھا حضرت نے فرمایا کہ خدا سے توبہ کرنا فراموش کر دیا اُس عمل سے جو رسول کے حق میں کہتا تھا کہ وہ ساحر ہیں اس سبب سے خدا نے فرمایا قُلْ تَمَتَّعْ بِکُفْرِکَ قَلِيْلًا اِنَّکَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ یعنی اسے رسول کہہ دو کہ تو حقوڑے زمانہ تک تو فائدہ اٹھالے آخر تو جہنم میں تو جلائے ہی گا۔ امام نے فرمایا کہ کفر سے مراد وہ امارت تھی جس کا اس نے ناحق دعویٰ کیا تھا اور امیر المؤمنین کا حق غصب کر لیا۔ نہ خدا کی جانب سے خلیفہ تھا نہ رسول نے مقرر کیا تھا پھر حضرت نے فرمایا کہ اس کے بعد خدا نے کلام کا رخ حضرت علی کی طرف موڑ دیا ہے اور لوگوں کو ان کے حالی سے اور ان کی فضیلت سے آگاہ کیا۔ پھر فرمایا اَمَّنْ هُوَ قَائِمٌ اَللَّیْلِ سَاجِدًا وَّ قَائِمًا یَّحْدَرُ الْاٰخِرَةَ وَ یَرْجُوْا سَرْحَمَہٗ رَبِّہٖ کیا وہ

کافر اس کے برابر ہے جو راتوں کو عبادت کرنے والا اور دُعا کرنے والا ہے کبھی وہ سجدہ میں ہوتا ہے اور کبھی قیام میں اس حال میں کہ عذابِ آخرت سے پرہیز کرتا اور ڈرتا ہے اور خدا کی رحمت کا امیدوار ہوتا ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ یعنی کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں کہ محمد خدا کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ وہ جادوگر اور جھوٹے ہیں۔ اسے عمار اس آیت کی تادیل یہ ہے۔ اور خداوند عالم فرماتا ہے تِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ یعنی لوگوں کے لئے ہم یہ مثالیں دیتے ہیں لیکن سوائے جاننے والوں کے یہ مثالیں کوئی نہیں سمجھتا ابن مہیار نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں عالموں سے مراد ہم ہیں۔ ہم جانتے ہیں قرآن کو اور ہم سمجھتے ہیں اس کی مثالوں کو۔ ایضا خداوند عالم فرماتا ہے وَمَا أَوْتَيْنَاهُم بِالْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا مفسرین کہتے ہیں کہ خدا نے تم کو تھوڑا سا علم دیا ہے۔ عیاشی نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ تم کو رسول اور ائمہ اطہار علیہم السلام کے ذریعہ سے بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے یعنی دوسروں کو علم سے حصہ نہیں ملا ہے لیکن اتنا ہی جس قدر ان حضرات سے حاصل کیا ہے۔ پھر خداوند عالم فرماتا ہے کہ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ یعنی قرآن چند واضح آیتوں کا مجموعہ ہے یہ ان لوگوں کے سینوں میں ہے جن کو علم دیا گیا اور کلینی اور ابن مہیار وغیرہم بہت سی سندوں سے حضرت باقرؑ و صادقؑ و حضرت کاظم علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ ہم ہیں اور لفظ قرآن اور اس کے معنی ہمارے سینوں میں ہیں لہذا خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ قرآن دو فیتوں کے درمیان ہے بلکہ فرمایا کہ ہمارے سینوں میں ہے۔ ایضا حقائق فرماتا ہے۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ یعنی خدا سے علماء کے سوا کوئی نہیں ڈرتا۔ ابن مہیار نے روایت کی ہے کہ یہ آیت جناب امیر کی شان میں نازل ہوئی ہے جو عالم تھے اور اپنے پروردگار کو پہچانتے تھے اور خدا سے ڈرتے تھے اور ہمیشہ خدا کو یاد کرتے رہتے۔ اور فرائض پر عمل کرتے تھے اور راہِ خدا میں جہاد کرتے تھے۔ اور تمام احکامِ خدا کی اطاعت کرتے اور سوائے خوشنودی خدا و رسول کے کوئی کام نہیں کرتے تھے۔

## انتیسویں فصل

اس بیان میں کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام متوسمین ہیں جو ہر شخص کو دیکھ کر پہچان لیتے ہیں کہ وہ مومن ہے یا منافق۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّمَنْتَوَسَّعِيْنِ یہ آیتیں قصہ لوط کے بعد ہیں مفسروں نے کہا ہے یعنی ہم نے جو قوم لوط کے ہلاک کرنے کا ذکر کیا اس میں غور و فکر کرنے والوں اور عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ بیضوں نے کہا ہے کہ متوسمین وہ ہیں جو علامتوں اور نشانیوں سے چیزوں کو معلوم کر لیتے ہیں اور فراست اور تیرہ کی سے چیزوں کو سمجھ لیتے ہیں اور جناب رسول خدا سے روایت کی ہے کہ مومن کی فراست سے پرہیز کر دیکھو کہ وہ نور خدا سے دیکھتا ہے۔ اور فرمایا کہ خدا کے چند بندے ہیں جو لوگوں کو فراست و دانائی سے پہچانتے ہیں پھر حضرت نے اس آیت کو پڑھا وَ اٰتٰهَا لِيَسْبِيْلٍ مُّسْتَقِيْمٍ یعنی قوم لوط کا شہر جو مدینہ اور شام کے درمیان واقع ہے تباری سیدی راہ پر ہے جس سے تم شام جاتے وقت گزرتے ہو یعنی او بصر اور متائب و تفسیر عیاشی اور علی بن ابراہیم اور تمام کتابوں میں بہت سی حدیثیں ائمہ معصومین علیہم السلام نے منقول ہیں کہ ہم ہیں متوسمون اور راہ بہشت اور ہم میں قیامت تک راہ بہشت متقیم اور ثابت ہے۔ اور عیون اخبار الرضا میں منقول ہے کہ ان حضرت سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا ذریعہ ہے کہ آپ لوگوں کو ان کے دلوں کی پوشیدہ باتوں سے آگاہ کر دیتے ہیں فرمایا شاید تو نے نہیں سنا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ فراست مومن سے ڈر کہ وہ نور خدا کے ذریعہ دیکھتا ہے۔ راوی نے کہا ہاں یا حضرت سنا ہے تو نے فرمایا کہ کوئی مومن نہیں ہے مگر یہ کہ اس میں ایک فراست ہے کہ وہ اپنے نور ایمان اور دانائی کے بقدر نور خدا کے ذریعہ دیکھتا ہے اور خداوند تعالیٰ نے ہم اہلبیت میں وہ تمام فراست جمع کر دی ہے جو تھوڑی تھوڑی تمام مومنین میں ودیعت فرمائی ہے اور قرآن میں فرمایا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّمَنْتَوَسَّعِيْنِ۔ تو پہلے متوسمین رسول خدا تھے اُن کے بعد امیر المومنین پھر حسن و حسین اور حسین کے فرزندان میں سے قیامت تک کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام۔ اور بصائر و اختصاص میں عبدالرحمن بن کثیر سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت صادق کے ساتھ حج کو گیا اُنہائے راہ میں حضرت ایک پہاڑ پر تشریف لے گئے اور لوگوں کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ کس قدر زیادہ لوگوں کی تبلیہ

کی آواز ہے لیکن ان میں کتنے تھوڑے ہیں جن کا حج قبول ہوتا ہے۔ ابوسلیمان نے کہا یا بن رسول اللہ کیا ان لوگوں کی دعا جن کو ہم دیکھتے ہیں خدا قبول فرمائے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ اے ابوسلیمان خدا اس کے گناہ نہیں بخشے گا جس نے شرک کیا ہو گا اور ولایت امامت علی سے انکار کرنے والایت پرست کے مثل ہے اُس نے عرض کی آپ پر فدا ہوں کیا آپ اپنے دوست اور دشمن کو پہچانتے ہیں حضرت نے فرمایا وائے ہو تجھ پر جو بندہ پیدا ہوتا ہے البتہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیاں لکھا ہوتا ہے کہ مومن ہے یا کافر اور جو شخص ہماری ولایت کے ساتھ ہمارے پاس آتا ہے ہم اس کی پیشانی کے درمیان مومن لکھا ہوا دیکھتے ہیں اور اگر ہماری عداوت دل میں لئے ہوئے آتا ہے تو ہم دیکھ لیتے ہیں کہ اس کی پیشانی پر کافر لکھا ہوتا ہے۔ ہم متوسلین ہیں جن کی شان میں خدا نے فرمایا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّلِيْنَ اور ہم اسی فراست سے اپنے دوست اور دشمن کو پہچان لیتے ہیں۔ ایضاً بصائر وغیرہ میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک مسئلہ دریافت کیا حضرت نے اس کا جواب دے دیا پھر دوسرا شخص آیا اور وہی سوال کیا حضرت نے دوسرا جواب دیا پھر ایک تیسرا شخص آیا اور وہی سوال کیا حضرت نے اُن دونوں جوابوں کے علاوہ تیسرا جواب دیا پھر فرمایا کہ خدا نے خلائق کے امور ہم پر چھوڑ دیئے ہیں اور جو کچھ ان کی قابلیت اور فہم کے لائق ہوتا ہے ہم جواب دیتے ہیں جس طرح خدا نے امور دنیا کا اختیار حضرت سلیمانؑ پر چھوڑ دیا تھا اور فرمایا تھا هَذَا اَعْطَاؤُنَا قَامُنٌ اَوْ اَعْطِ بِغَيْرِ حِسَابٍ یہ آیت قرأت علی میں یوں ہی ہے۔ راوی نے پوچھا کہ تمام امام لوگوں کے مذہب اور ہر شخص کی قابلیت کو جانتے ہیں جس سے اس کے مناسب حال جواب دیتے ہیں۔ حضرت نے تعجب سے پوچھا سبحان اللہ شاید تو نے کلام الہی نہیں پڑھا ہے کہ قرآن میں فرماتا ہے وَاَنهٗا لِيَسْبِيْلٍ مَّقِيْمٍ اور یہ نشانیاں ایک راہ مقیم ہیں ہمیشہ قائم ہیں جس سے کوئی شخص باہر نہیں جاسکتا یعنی امامت کے ساتھ ہے اور امامت کبھی دائرہ اہلبیت سے باہر نہیں جاسکتی۔ پھر فرمایا کہ جب امام کسی کو دیکھتا ہے اس کو پہچان لیتا ہے۔ اُس کے رنگ اور نوع کو جانتا ہے اگر اس کی باتیں دیوار کے پیچھے سے بھی سنتا ہے تب بھی اس کو پہچان لیتا ہے اور جان لیتا ہے کہ کون اور کیا ہے اس کی صفیں جانتا ہے کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے وَصِن

حضرت صادقؑ کا بیان ہے کہ اگر کسی نے اس سوال کا جواب دیا تو اس کا اجر ہے

آيَاتِهِ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَخْتَلَفَ اَلْسِنَتِكُمْ وَالْوَاكِعُ لَنَ فِيْ ذٰلِكَ  
 لَا يَاتِيْكَ لَعْنًا لِّمُبِيْنٍ (پہلے سورہ روم آیت ۲۲) یعنی آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے اور  
 تمہاری زبانوں اور رنگوں کے اختلاف میں عالم کے لئے خدا کی قدرت و عظمت کی نشانی  
 ہیں۔ حضرت نے فرمایا ائمہ علماء ہیں جن کے بارے میں خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے۔  
 اور امام ہر قوم کی زبانیں جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ بولنے والا ناجی ہو گا یا دوزخی  
 اسی لئے وہ ہر شخص سے اس کی حالت اور قابلیت کے موافق جواب دیتا ہے۔ ایضاً بصائر  
 میں امام رضا سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہماری وہ آنکھیں ہیں جو عام لوگوں سے  
 مشابہت نہیں رکھتیں۔ ہماری آنکھوں میں وہ نور ہے جس میں شیطان کی کوئی شرکت نہیں۔  
 عیاشی نے اس آیت کی تاویل میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ یقیناً امام میں  
 متوسمین کے لئے چند علامتیں ہیں۔ امام سبیل مقیم اور راہ راست پر ثابت ہے اور اس نور  
 کے ذریعہ دیکھتا ہے جو خدا نے اس کی آنکھ میں قرار دیا ہے اور وہ خدا کی جانب سے گفتگو کرتا  
 ہے اور اس سے چیزیں ظاہر نہیں رہتی جس کا ارادہ کرتا ہے۔ بصائر و اختصاص وغیرہ میں حضرت  
 باقر سے روایت کی ہے ایک روز امیر المومنین کو فدہ کی مسجد میں تشریف فرما تھے ناگاہ ایک عورت  
 آئی جس کا اس کے شوہر سے جھگڑا تھا۔ حضرت نے اس کے شوہر کے حق میں فیصلہ کیا۔ اس  
 ملعونہ نے کہا واقتدایا نہیں جیسا آپ نے حکم کیا ہے آپ مساوی تقسیم نہیں کرتے اور  
 رعایا کے درمیان عدالت نہیں کرتے آپ کا فیصلہ خدا کا پسندیدہ نہیں ہے۔ جناب امیر  
 کو غصہ آیا اور ایک بار اس کو دیکھا اور فرمایا کہ اے جرات کرنے والی اے گالیاں  
 بکنے والی اے شفلق یعنی اے عجیب جوئی کرنے والی اے کہ تو دوسری عورتوں کی طرح  
 حائض نہیں ہوتی۔ جب اس ملعونہ نے یہ باتیں سنیں تو منہ پھیر کر بھاگی کہتی جاتی تھی کہ وائے  
 مجھ پر وائے ہو مجھ پر اے پسرابی طالب میرا پوشیدہ پردہ آپ نے چاک کر دیا اور مجھ  
 کو رسوا کیا۔ یہ دیکھتے ہی عمرو بن حرث جو خوارج کا ایک سردار تھا اور وہاں موجود تھا اس  
 کے پیچھے دوڑا اور بولا ابتدا میں تو نے پسرابی طالب سے ایسی باتیں کر کے مجھے غرش  
 کیا لیکن جب انھوں نے تجھ سے جو کچھ کہا تو تو داؤد بلا کرنے لگی۔ اُس عورت نے کہا خدا کی  
 قسم میرے متعلق وہ بات بیان کی جو مجھ میں موجود ہے اور کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ میں ہمیشہ  
 پیچھے کی راہ سے حائض ہوتی ہوں۔ یہ سنکر وہ ملعون خدمت امیر المومنین میں واپس آیا اور

کہا اے پیڑا ابوطالب یہ کہانت کیا تھی جو آپ نے اُس عورت سے کہی حضرت نے فرمایا اے پیڑا حُریت یہ کہانت نہیں ہے کہ کسی جن نے خبر دی ہو۔ یقیناً خالق ارواح نے دُنیا پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے جب رُوحوں کو ان کے بدنوں میں جگہ دی تو ان کے دونوں آنکھوں کے درمیان لکھ دیا کہ مومن ہے۔ یا کافر اور وہ باتیں بھی لکھ دیں جن میں وہ مبتلا ہوں گے اور اُن کے تمام نیک و بد اعمال بھی یہاں تک کہ اُن کے نامہ اعمال میں بقدرِ رُکوش ہوش لکھ دیا کہ فلاں مومن ہے یا کافر اور جن باتوں میں وہ مبتلا ہوگا۔ پھر اس بارے میں اپنے پیغمبر پر قرآنی آیت بھی نازل فرمائی اِن فی ذلک لآیات للمدتِ وسمیع۔ رسولِ خدا متوسلین تھے ان کے بعد میں متوسم ہوں اور میرے فرزندوں میں سے ائمہ متوسم ہیں۔ لہذا حبیب میں نے اُس عورت کی پیشانی پر نظر کی اس کا تمام حال مجھ پر ظاہر ہو گیا لے

**فصل ۳۱۔ تفسیر** | سورہ فرقان کی آخری آیتوں کی تاویل ائمہ کی شان میں۔

خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَسْتَشُوْنَ عَلٰی الْاَرْضِ هُوَ تَارِكٌ سُوْرَهٗ فَرْقَانَ آیت ۶۲ یعنی خدائے رحمن کے خالص بندے وہ لوگ ہیں جو روئے زمین پر آہستگی اور سکیزہ و وقار سے راستہ چلتے ہیں وہ تکبر و شیخی سے نہیں چلتے۔

علی بن ابراہیم۔ کلینی، ابن ماجہ اور دوسروں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اور اس کے بعد کی آیتیں آخر تک کہ اپنے دشمنوں کے خوف سے آہستہ راہ چلتے ہیں۔ ائمہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا جب ان سے جاہل اور بے عقل لوگ خطاب کرتے ہیں تو یہ لوگ سلام کہتے ہیں۔ یعنی ان کی جہالت کے جواب میں ایسی بات کہتے ہیں جس سے گناہ سے سالم رہیں یا اُن سے نیک اور بھلائی کی بات کہتے ہیں یا سلام کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ یہ بھی اوصیا کی

لے موقوف فرماتے ہیں کہ اس بارے میں حدیثیں بہت ہیں اور ان تاویلوں کی مطابقت کا ذکر میں نے سارا لاوار میں کیا ہے۔ اور اکثر تاویلات کی بناء پر ذلک سے اشارہ قرآن کی طرف ہے اور لبسبیل سے مراد بعض تاویلوں میں امام ہے اور بعض میں امامت۔ بعض میں راہ حق اور بعض میں راہ بہشت۔ ۱۲۔



شان میں نازل ہوئی ہے جو دشمنوں کے ساتھ بھی نیکی کرتے ہیں وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا جو لوگ تمام رات اپنے خدا کی بارگاہ میں سجدہ اور کھجی قیام میں گزارتے ہیں۔ دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ یہ آیت بھی ائمہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور برقی نے محاسن میں سلیمان ابن خالد سے روایت کی ہے کہ میں سورہ فرقان پڑھ رہا تھا جب اس آیت پر پہونچا وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدُ فِيهِ مُهَانًا۔ یعنی وہ لوگ جو خدا کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو نہیں پکارتے اور کسی نفس کو قتل نہیں کرتے جس کو خدا نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسے کام کرتا ہے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پاتا ہے خدا اس کے عذاب کو قیامت میں دونا کر دے گا۔ اور وہ ہمیشہ اسی ذلیل کرنے والے عذاب میں مبتلا رہے گا حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ یہ آیتیں ہمارے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ اور خدا کی قسم اس نے ہم کو نصیحت کی ہے اگرچہ وہ جانتا تھا کہ ہم کبھی زنا نہیں کرتے۔ سلیمان کہتے ہیں پھر میں نے یہ آیت پڑھی۔ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ ذَلِكُمْ يَبْدُلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ لِّكُنْ حَبِ لُوكُنَّ نَزَلَتْ تَوْبَةُ كِي اُور اِيْمَان لائے اور عمل صالح بجالائے تو خدا ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔ حضرت نے فرمایا یہاں رک جاؤ۔ یہ آیت تم شیعوں کے حق میں نازل ہوئی ہے بیشک ایک مومن گناہگار کو قیامت کے دن لائیں گے اس کو خلیفہ عالمین کے سامنے کھڑا کریں گے اور وہ خود اس کے حساب کی جانب متوجہ ہوگا اور اس کا ایک ایک گناہ اس کو گنوائے گا اور فرمائے گا کہ فلاں وقت تو نے یہ گناہ کیا اور فلاں وقت یہ کیا وہ اقرار کرے گا کہ ہاں میں نے کیا ہے اُس وقت اُس سے خداوند غفار فرمائے گا کہ تیرے ان گناہوں کو میں نے دنیا میں چھپایا اور تجھ کو رسوا نہیں کیا۔ اور آج سب کو بخشتا ہوں پھر فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس کے گناہوں کو مٹا دیں اور ان کے بجائے نیکیاں اور عبادتیں لکھ دیں اس کے بعد اس کے نامہ اعمال بلند کرینگے تاکہ تمام لوگ دیکھ لیں اس وقت لوگ تعجب سے کہیں گے کہ سبحان اللہ اس بندہ کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ نہیں یہ ہیں معنی خدا کے اس قول فَاُولٰٓئِكَ يَبْدُلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ

کے اور شیخ امالی نے یہی مضمون انہی حضرت سے روایت کی ہے۔ امام نے حدیثوں کے آخر میں فرمایا کہ یہ آیت ہمارے گنہگار شیعوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

بصائر میں انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے مجھ سے شیعیاں علی کی ایک خصلت کے بارے میں وعدہ فرمایا ہے کہ جو شخص ان کی ولایت پر ایمان لائے گا اور ان کے دشمنوں سے علیحدہ رہے گا خدا اس کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں کو بخش دے گا اور اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیگا اور اس مضمون پر بہت سی حدیثیں ہیں جو دوسرے موقع پر بیان کی جائیں گی۔ انشاء اللہ

پھر سلیمان نے حدیث معاصرین میں کہا ہے کہ میں نے باقی آیتوں کو پڑھا یہاں تک اس مقام پر پہنچا۔ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّوْرًا اِذَا مَكَرُوْا بِاللَّغْوِ مَكْرًا مَّآ یعنی جو لوگ مجالس غنا و لہو میں حاضر نہیں ہوتے یا ناحی گواری نہیں دیتے جب وہ ان بیہودہ چیزوں یا مہل باتوں کی طرف گزرتے ہیں تو بزرگانہ انداز سے گذرتے ہیں اور ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ جب میں نے یہ آیت پڑھی حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت ہماری شان میں ہے اور اس میں ہماری صفوں کا بیان ہے اس کے بعد میں نے یہ آیت پڑھی وَالَّذِينَ اِذَا كُوْءُا اِلَیْهَا یَا تَ سَبِّحُوْهُ لَوْ كُنْتُمْ عَلَیْهَا صُمًّا وَّ عُْمَیًّا یعنی وہ لوگ جن کو نصیحت کی جاتی ہے اور ان کے پروردگار کو یاد دلایا جاتا ہے تو وہ لوگ اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے بلکہ ان باتوں میں غور و فکر کرتے ہیں اور غفلت کے ساتھ ان سے نہیں گذرتے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت تم شیعوں کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ جب ہماری فضیلت میں آیتیں تمہارے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو اس پر اعتبار کرتے ہو اور شک نہیں کرتے بلکہ اس میں غور و فکر کرتے ہو۔ سلیمان کہتے ہیں پھر میں نے یہ آیت پڑھی وَالَّذِينَ یَقُوْلُوْنَ سَبَّحْنا رَبَّنا حَبَّ لَنَا مِنْ اَنْرٍ وَّاجْنَادٍ وَّ رَیْتُمْ نَارًا اَعْمٰیْنِ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا یعنی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے لئے نور و فرزند کی طرف سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی و روشن فرما اور ہم کو متقین کا پیشوا بنا حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت ہماری شان میں ہے۔ اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اس آیت کو حضرت صادق علیہ السلام کے سامنے میں نے پڑھا تو حضرت نے فرمایا کہ اگر یہ آیت اسی طرح ہے تو خدا سے عجب بزرگ مرتبہ کا سوال کیا گیا ہے کہ خدا ان کو متقین کا پیشوا بنا

تو پوچھا گیا کہ پھر آیت کس طرح نازل ہوئی فرمایا اس طرح وَجَعَلْنَا لَنَا مِنَ الْمُتَّقِينَ إِمَامًا یعنی ہمارے واسطے متقیوں اور پرہیزگاروں میں سے ایک امام قرار دے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ ہم اہلبیت متقین کے پیشوا ہیں۔ اور دوسری روایت کے مطابق ازواجنا سے مراد جناب خدیجہؓ ہیں اور ذریعہ سے جناب فاطمہؓ اور فرقۃ اربعین سے حسن و حسین علیہما السلام ہیں وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا سے علی بن ابی طالبؓ ہیں۔

ابن مہیار نے ابن عباس سے روایت کی ہے امام نے تمام آیتوں کی تلاوت کر کے فرمایا کہ ہم کو ہدایت کرنے والا قرار دے تاکہ لوگ ہم سے ہدایت پائیں اور یہ آیت آل محمدؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ایضاً ابوسعید خدریؓ نے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جناب رسول خداؐ نے جبریلؑ سے پوچھا کہ اسناد اجنا سے مراد کون ہے۔ جبریلؑ نے کہا جناب خدیجہؓ میں پوچھا ذریعہ سے مراد کون ہے۔ کہا فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا ہیں پوچھا فرقۃ اربعین جو میری روشنی چشم کا باعث ہیں۔ کون ہیں کہا حسن و حسین علیہما السلام ہیں پوچھا وَجَعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا سے مراد کون ہیں فرمایا علی بن ابی طالبؓ علیہما السلام اور ابن شہر آشوب نے سعید بن جبیر سے اس قول خداؐ کے تعلق والے وَالَّذِينَ يَقُولُونَ هَبْ لَنَا مِنْ رَحْمَتِكَ رُحْمًا کی تفسیر میں اس طرح روایت کی ہے کہ واللہ یہ آیت امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اکثر و بیشتر ان حضرت کی وعایہی تھی کہ سَتَبْنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَمْرٍ وَإِحْتَا یعنی فاطمہ عطا کر دو ذریعہ یعنی حسن و حسین ایسے فرزند دے وَفَرَقَةَ اَعْيُنِ امام حسینؑ کے بعد امہ اطہار اسی کی اولاد میں ہوں حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے اپنے فرزندوں کو خدا کا مطیع پایا تو میری آنکھیں روشن ہو گئیں اور میں خوش ہو گیا۔ اس کے بعد فرمایا وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا یعنی ہم پیروی کرتے ہیں۔ پرہیزگاروں کی ان لوگوں کی جو ہم سے پہلے تھے اور ہماری پیروی کریں وہ لوگ جو ہمارے بعد آئیں۔ اُولَئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا یعنی ان لوگوں کو دنیا میں خدا کی اطاعت کے عوض اور خدا کے دشمنوں نے جو ان کو آزار پہنچا

ان پر صبر کرنے کا اجر بہشت کے محل اور بلند درجے عطا کئے جائیں گے پھر سعید بن جبیر نے فرمایا کہ اس سے مراد علی بن ابی طالبؓ و حسن و حسین اور فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہم ہیں وَیُلَقُّونَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا خَالِدِينَ فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا آیت ۶۳ تا ۶۷ سورہ فرقان پ، یعنی فرشتے ان کے استقبال کے لئے آتے ہیں اور ان کو خدا کی جانب سے صلوٰۃ و سلام

پہنچاتے ہیں یہ لوگ ان بہشت کے بالا خانوں اور مخلوق میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ رہنے کی کتنی اچھی جگہ ہے۔

شجرہ طیبہ کی تاویل اعلیٰ علیہم السلام شجرہ ملعونہ کی تاویل ان کے دشمنوں سے۔

## اکتیسویں فصل

خدا نے تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَلْعَرْشُ كَيْفَ صَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِيْ اُكْلَهَا كُلَّ حَبِيْنٍ يَّاذُنُ سَرَّهَا وَ يَصْرِبُ اللّٰهُ اَلَا مَثَالٌ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ وَ مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مِنْ مَّالِهَا مِنْ قَرَارٍ رَّجَا سَوَابِلِمْ  
آیت ۲۶ تا ۲۷ یعنی خدا نے درخت طیبہ یعنی نیک اور پاکیزہ کلمہ کی جو بعض کے قول کی مطابق لا الہ الا اللہ ہے اور بعض کے قول کے مطابق ہر نیک کلام اور مثال اس درخت طیبہ سے دی ہے جو بہت بڑھنے والا اور خوب پھیلنے والا ہو جس کی جڑیں زمین میں بہت نیچے اور مضبوط ہوں اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہوں۔ اور وہ درخت ہمیشہ یا ہر سال یا ہر چھ ماہ کے بعد خدا کے حکم اور اس کی قدرت سے پھل دیتا ہو۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ درخت نرما ہے اور بعض کا قول ہے کہ ہر اس درخت کی مثال دی ہے جس کی جڑیں زمین میں پھیلی ہوئی ہوں اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوں اور جب چاہو اس میں سے پھل لے لو۔ اگرچہ خارج میں ایسا کوئی درخت موجود نہ ہو اور بعض کہتے ہیں کہ کلمہ طیبہ ایمان ہے۔ اور شجرہ طیبہ بھی مراد ایمان ہے۔ خدا نے یہ مثال لوگوں کے لئے بیان کیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اور کلمہ خبیثہ کی مثال کلمہ شرک ہے یا ہر باطل اعتقاد اور بُرا کلام جس سے خدا نے منع فرمایا ہو۔ اس بُرے درخت خبیث کے مانند ہے جو بڑھنے والا نہ ہو اس کا پھل بھی برا ہو اس کی جڑ اور ہی نکلی ہو اور اس کو ثبات و قرار نہ ہو بعض نے کہا کہ وہ درخت خنظل یعنی تھوڑا سا ہے بعض کا قول ہے کہ وہ کانٹے دار درخت ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد بہت بدبودار اور بہت کمزور درخت ہے جس کا وجود بظاہر نہیں ہے۔ دونوں تشبیہیں نہایت مکمل اور واضح ہیں کیونکہ کلمات صادقہ اور عقائد حقہ اس درخت کے مانند ہیں جس کی جڑیں مضبوط شک و شبہات کی آندھیوں سے اپنی جگہ سے نہیں ہلتیں اور اس کی شاخیں آسمان کی جانب بلند ہوتی ہیں اور بہت بلند ہوتی جاتی ہیں۔

اور وہ کلمات و عقائد حقہ بارگاہ الہی میں مقبول ہوتے ہیں اور روز بروز صحیح غور و فکر اور نیک اعمال کے سبب فیوضات الہی کی بارش سے وہ درخت پھل دار ہوتا جاتا ہے اور دنیا میں آناً فاناً پاکیزہ پھل دیتا ہے اور یقین اور اعمال صالحہ کی زیادتی اور اچھے اخلاق کی وجہ سے قرب الہی حاصل کرتا جاتا ہے۔ اور اہل باطل ہر چند کوشش کرتے ہیں کہ اُس کو نکال پھینکیں اور برباد کر دیں لیکن نہیں کر سکتے اور آخرت میں وہ درخت نعیم ابدی اور نہ ختم ہونے والی لذتوں اور بلند درجوں کے ثمر سے بہرہ مند کرتا ہے اور بھوٹی باتیں اور باطل عقائد عقل سلیم کے لئے غنجل کے مانند کڑوے اور ناگوار ہیں ہر چند گمراہ اور جاہل لوگ اس کی تقویت میں کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن وہ جڑ سے جلد اکھڑ جاتا ہے اُس کو ثبات نہیں ہوتا اور آخرت میں اُس کا ثمرہ خرابی اور بربادی جہنم میں مختوم ہر پیپ اور خون کھانے اور پینے کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

ان آیتوں کی تاویل میں خاصہ و عامہ نے جو حدیثیں ذکر کی ہیں ان میں سے عامہ خلیفین عباس سے روایت کی ہے کہ جبریل نے جناب رسول خدا سے کہا کہ آپ ہی وہ درخت ہیں اور علیؑ اس کی شاخ ہیں اور حسنؑ و حسینؑ اس کے پھل ہیں۔

فردوس الاخبار میں جناب رسول خدا سے روایت کی ہے کہ میں درخت ہوں اور فاطمہؑ اس کی شاخ اور علیؑ و فاطمہؑ کے ذریعہ سے اُس میں پھل پیدا ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے اور حسنؑ و حسینؑ اس کے پھل ہیں۔ اور اہلبیت کے دوست اس درخت کے پتے ہیں اور اس کے تمام اجزاء بہشت میں ہیں۔ اور کلینی و صفار اور ابن بابویہ نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ میں اُس درخت کی اصل اور جڑ ہوں اور امیر المومنینؑ اس کے تنہ ہیں اور ان کی اولاد میں سے ائمہ اس کی شاخیں ہیں اور ائمہ کا علم اُس درخت کے پھل ہیں اور مومنین اس کے پتے ہیں کیا درخت میں ان چیزوں کے علاوہ کچھ اور بھی ہوتا ہے۔ راوی نے کہا نہیں خدا کی قسم۔ حضرت نے فرمایا خدا کی قسم جو مومن پیدا ہوتا ہے ایک پتہ اس درخت میں نکل آتا ہے اور جب کوئی مومن مرتا ہے اس درخت میں سے ایک پتہ گر جاتا ہے۔ اور معالی الاخبار میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ درخت رسول خدا ہیں اس کے تنہ امیر المومنینؑ، شاخ جناب فاطمہؑ اور اس کے پھل اُن کے فرزندان صلوات علیہم ہیں اور اس کے پتے

ہمارے شیعہ ہیں۔ بیشک ہمارے شیعوں میں سے جب کوئی مومن مر جاتا ہے تو اس درخت کا پتہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر ہمارے شیعوں میں سے کسی کے یہاں کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو ایک پتہ اُس درخت میں اُگ آتا ہے۔

علی بن ابراہیم اور صفار نے انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ درخت رسول خدایں جن کا نسب بنی ہاشم میں ثابت ہے اس کا تنہ علی بن ابی طالب ہیں اس کی شاخ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا اور اُس کے پھل فرزندان علی و فاطمہ ہیں اور اس کے پتے ان کے شیعوں میں تو فی اکھاکل حین باذن ربہا سے مراد وہ علوم ہیں جن سے ائمہ اپنے شیعوں کو حج و عمرہ میں مسائل حلال و حرام کا فتوے دیتے ہیں۔ بھائی الدرجات میں حضرت صادق سے روایت کی ہے شجرہ سے سدرۃ المنتہیٰ مراد ہے رسول خدا اس کی جڑ علیؑ اس کا تنہ فاطمہؑ اس کی شاخ اور ذریت فاطمہؑ میں سے ائمہ اس کی شاخیں اور اس کے پتے ان کے شیعہ ہیں۔ اور اس کے پھل جو ہر وقت فراہم ہیں وہ علوم ہیں جو ہر وقت ائمہ سے پوچھے جاتے ہیں اور وہ ان کے جواب میں فرماتے ہیں لوگوں نے پوچھا کہ اس کو منتہیٰ کیوں کہتے ہیں فرمایا اس لئے کہ خدا کی قسم دین خدا اس تک منتہیٰ ہوتا ہے اور جو اُس درخت کا پتہ نہیں ہے وہ نہ مومن ہے نہ ہمارے شیعوں میں ہے۔

عیاشی نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ شجرہ طیبہ ایک مثال ہے جس کو خدا نے اپنے پیغمبر کے اہلبیت کے بارے میں فرمایا ہے اور شجرہ خبیثہ وہ مثال ہے جو ان کے دشمنوں کے بارے میں بیان کیا ہے۔ اور مجمع البیان میں حضرت باقر سے روایت کی ہے کہ شجرہ خبیثہ سے بنی امیہ مراد ہیں

خدا نے تعالیٰ کے اس قول وَمَا جَعَلْنَا الرُّعْيَا الَّتِي آمَنَّاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ وَنُحْوِذُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا۔ (پیشانی اسرائیل آیت ۶۰) یعنی ہم نے جو خواب تم کو دکھایا ہے وہ لوگوں کے لئے امتحان اور آزمائش ہے اور شجرہ ملعونہ بھی لوگوں کے لئے ایک فتنہ ہے اور ہم لوگوں کو ڈراتے ہیں۔ مگر لوگ اور سرکشی اور بغاوت کرتے ہیں اس کی تفسیر میں بہت

سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ شجرہ ملعونہ سلسلہ بنی امیہ ہے چنانچہ عیاشی اور دوسرے محدثوں نے بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت امیر المومنین اور حضرت باقر و حضرت صادق

علیم السلام سے روایت کی ہے کہ شجرہ ملعونہ بنی امیہ کا سلسلہ ہے۔ جیسا کہ عیاشی نے روایت کی ہے۔ ایضاً بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت صادقؑ سے اسی آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے خواب دیکھا کہ ایک جماعت کے لوگ میرے منبر پر جاتے ہیں اور لوگوں کو دین سے برگشتہ کرتے ہیں اس کے بعد جبریلؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے کہ خلفائے جور اور بنی امیہ تمہارے منبر پر بیٹھیں گے اور لوگوں کو دین سے برگشتہ کریں گے۔ ایضاً عیاشی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسول خداؐ مخزون و مغموم گھر سے باہر نکلے صحابہ نے رنجیدگی کا سبب دریافت کیا فرمایا کہ آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ کی اولاد میرے منبر پر چڑھتے ہیں تو میں نے حقتالے سے سوال کیا کہ کیا یہ میری زندگی میں ہوگا تو خدا نے فرمایا کہ تمہاری وفات کے بعد ہوگا۔ دوسری روایت کے مطابق پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میں نے بنی امیہ کے بارہ اشخاص کو منبر پر چڑھتے ہوئے دیکھا اور شیخ طبرسی نے روایت کی ہے کہ چند بندوں کو منبر پر چڑھتے اترتے دیکھا۔ پیغمبر خداؐ اس کے بعد جب تک زندہ رہے ان کو کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ حدیث صحیفہ کاملہ میں حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت رسالتؐ پر جب کہ آپؐ بالائے منبر تھے خواب طاری ہوا آپؐ نے خواب میں چند مردوں کو دیکھا کہ آپؐ کے منبر پر اچکتے کودتے ہیں جس طرح بندر اچکتے ہیں۔ اور لوگوں کو پس پشت واپس کرتے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت چوہبکؑ پڑے اور آپؐ کے رخصتے مبارک سے آثار رنج و اندوہ ظاہر ہوئے۔ اُس وقت جبریلؑ اس آیت کو لائے اور شجرہ ملعونہ کی بنی امیہ سے تفسیر کی۔

شیخ طبرسی نے احتجاج میں اس مناظرہ کے ضمن میں روایت کی ہے جو جناب امام حسن علیہ السلام اور معاویہ اور اس کے ساتھیوں کے درمیان ہوا تھا۔ امام حسنؑ نے مردان بن الحکم سے فرمایا کہ خدا نے تجھ پر اور تیرے باپ اور تیرے عزیزوں اور اولاد پر لعنت کی ہے اور وہ لعنت تم سب کی سرکشی، کفر و گناہ کی زیادتی کا باعث ہوئی۔ جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے وَالشَّجَرَةُ الْمَلْعُونَةُ فِي الْقُرْآنِ اے مروان تو اور تیری اولاد و شجرہ ملعونہ ہے جن پر قرآن میں خدا نے لعنت کی ہے اور ہم جو کہ اہل قرآن ہیں اور قرآن کے ظاہر و باطن کو جانتے ہیں۔ ہم اُس شجرہ سے جن کی مدح خدا نے ان الفاظ میں فرمائی ہے اصلہا

ثابت و خرو عھا فی السماء یعنی علم قرآن ہم سے ہر زمانہ میں لوگوں کے واسطے ظاہر ہو گا اور ہمارے دشمن شجرہ ملعونہ والے ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ ہمارے نور پھونک کر بجھا دیں اور خدا بیشک ہمارے نور کو پورا کرے گا۔ اگرچہ کفار و منافقین انکار کریں اور نہ چاہیں۔ اگر منافقین اس آیت کے معنی سمجھتے جو میں نے بیان کیا تو یقیناً اس کو قرآن سے خارج کر دیتے۔ جیسا کہ قرآن سے بہت سی آیتیں نکال دیں جو ہماری مدح اور ہمارے دشمنوں کی مذمت میں بہت واضح تھیں لے

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ جو تاملیں ان حدیثوں میں وارد ہوئی ہیں آیات کریمہ سے ان کا مطابق ہوتا نہایت واضح ہے کیونکہ معلوم ہے کہ خدا نے ایمان و علوم حقہ کے متعلق یہ مثال بیان فرمائی ہے۔ اور یہ وہ امور ہیں اور ان کی تشبیہ ایک درخت سے دی ہے اس لئے کہ خداوند عالم نے اکثر آیتوں میں روحانی لذتوں کی مثال جسمانی لذتوں سے دی جو پست ہمت اور کم علم والوں کا مقصود ہے۔ اور منقول باتوں کی محسوس امور سے تشبیہ دی ہے کیونکہ وہی جاہلوں کے علم کا سرچشمہ ہیں اسی طرح علم و ایمان اور اعمال صالحہ کی مضبوط اور ثابت درخت سے تشبیہ دی ہے جو اپنا سر آسمان تک بلند کئے ہوئے ہے۔ اس کی بڑھت رسالت مآب ہیں جو تمام کمالات کا سرچشمہ ہیں جس طرح اجزائے درخت اپنی غذا جڑ سے حاصل کرتے اور بڑھتے ہیں اسی طرح تمام امہ علیہم السلام اور ان کی پیروی کرنے والے آنحضرت کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ان سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور اس درخت کا تنہ امیر المؤمنین ہیں جو درخت کا اقل نمونہ ہوتا ہے اور درخت کی پہچان اسی سے ہوتی ہے اور تمام اجزائے درخت اسی کے توسط سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا اس درخت کی بڑی شاخ کے مانند ہیں جو جناب رسالت مآب کے ساتھ تمام امہ کی اتساب کا باعث ہیں اور اسی توسط سے آنحضرت کا باعث ہیں اور اسی توسط سے آنحضرت کا نوران میں اثر انداز ہے اور دوسری شاخیں جو بڑی شاخ سے نکلتی ہیں تمام امہ علیہم السلام ان کی مثال ہیں جن کے واسطے سے آنحضرت کے علوم غفوات کو پہنچتے ہیں اور حضرت پیغمبر اور امیر المؤمنین کے انوار سب کے سب ان میں جمع ہو گئے ہیں۔ جو شخص ان میں سے کسی شاخ کو کھڑ لیتا ہے وہ رفعت کے آسمان پر بلند ہو جاتا ہے اور جو علوم ان سے خلق کو پہنچتے ہیں اور ان سے شیعوں کے دل اور دھیر ترمیت اور قوت حاصل کرتی ہیں وہ اس درخت بلند کے پھلوں کے مانند ہیں۔ اور (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۱ پر)



## تیسویں فصل

ائمہ علیہم السلام کی ہدایت سے متعلق آیتوں کی تاویل کا بیان۔  
اس مطلب پر آیتیں بہت ہیں۔

پہلی آیت : وَ مِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةً يَهْتَدُونَ يَا حَقُّ وَيَهْدِي لَكُمْ رُوحُ الْقُدُّوسِ (پس سزاوارف آیت)  
یعنی ہماری مخلوقات میں ایک جماعت ہے جو لوگوں کی حق کی طرف ہدایت کرتی اور حق کے  
ساتھ فیصلہ کرتی ہے۔ علی بن ابراہیم عیاشی، کلینی، صفار اور ابن شہر آشوب وغیرہم نے  
بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ  
اس سے مراد ائمہ آل محمد علیہم السلام ہیں۔

محدثین عامہ میں سے حافظ ابو نعیم اور ابن مردودہ نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے  
آپ نے فرمایا کہ اس امت میں تہتر فرقے ہوں گے۔ بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے اور  
ان میں کا ایک فرقہ بہشت میں جائے گا اور وہ فرقہ وہ ہے جس کی شان میں خدا نے فرمایا ہے وَ

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) شیعہ جو ان کے علوم کے محافظ و حامی اور اچھے پھل ہیں جو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال کر  
ان پر فدا ہو جاتے اور ان کے علوم و معارف کو دوسروں سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ وہ اس درخت طیبہ  
کے پتے ہیں جو ان پھلوں کو ہوا کی مضرّت اور آفتاب کی حرارت اور گرم و دھباز سے محفوظ رکھتے ہیں  
اور ان کو اپنے درمیان پوشیدہ رکھتے ہیں اور ان حضرات کے دشمنوں کی مثال شجرہ ملعونہ سے فرمائی  
ہے۔ بعض ان دشمنوں میں سے اس کی جڑ کے مانند ہیں۔ جیسے اول و دوم اور بعض اس  
درخت کی شاخ کے مثل ہیں جیسے نبی عباس وغیرہم اور ان کے گمراہ پیرو اس درخت خبیثہ کے  
پتوں کے مانند ہیں اور اس ملعونہ درخت میں شبہات و شکوک اور ان کے باطل  
علوم ہیں جو مثل خطل کے ناگوار و تلخ و بزمزہ ہیں جو گمراہوں کے لئے ستم قاتل کی طرح ہیں۔  
اور پہلے درخت کی مثال درخت طوبی کی سی ہے جو بہشت میں ہے جس کی جڑ امیر المؤمنینؑ کے  
خانہ اقدس میں ہے اور ہر شیعہ کے گھر میں اس کی ایک شاخ ہے یا وہ درخت صدقہ المنین  
ہے۔ اور دوسرے درخت کی مثال آخرت میں زقوم (محقوٹ) کا درخت ہے جو جہنم  
میں اگتا ہے اس کا پھل دشمنان اہلبیت کی غندہ ہے۔ اس مقام  
پر بہت سی باتیں قابلِ ذکر ہیں۔ مگر اس کتاب میں ان کی گنجائش نہیں  
ہے۔



دین خدا سے لوگوں کو رد کرتے ہیں اس نے جو دیکھا تو مسجد میں گمراہوں کے امام اور پیشوا بیٹھے ہوئے تھے۔ امام نے فرمایا کہ یہ لوگ دین خدا کے رہزن ہیں جو خدا کی جانب سے بغیر ہدایت کے اور کتاب کے اپنے کو ہادی ظاہر کرتے ہیں اگر یہ چند خبیث اپنے گھروں میں بیٹھ رہیں اور لوگ کسی کو خدا و رسول پر جھوٹ باندھتے ہوئے نہ پائیں تو ہمارے پاس آئیں اور جو کچھ خدا و رسول کی جانب سے حق ہے ہم اُن سے کہیں گے پھر وہ لوگ گمراہ نہ ہوں گے۔

پانچویں آیت: اِنِّیْ لَعَقَّاسٌ لِّمَنْ تَابَ وَامِنَ وَّعَمِلَ صَالِحًا ثَوَّاهْتَدٰی (پہلا سورہ لہ آیت ۸۲) یعنی میں بہت بخشنے والا ہوں اس کو جو توبہ کرے مفسرین نے کہا ہے کہ یعنی شرک سے توبہ کر کے ایمان لائے۔ یعنی خدا و رسول پر ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے یعنی واجبات بجالائے تو ہدایت پائے گا مفسرین کا قول ہے کہ ایمان پر قائم رہے یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو یا ایمان کے بعد شک نہ کرے یا یہ کہ دین میں بدعت نہ کرے۔

کلینی و عیاشی اور ابن ماہیار نے حضرت باقر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ ہم اہلبیت کی ولایت کی جانب ہدایت پاتا ہے خدا کی قسم اگر کوئی شخص تمام عمر یا قیامت تک رکن و مقام کے درمیان عبادت کرے جو دنیا میں عبادت کی بہترین جگہ ہے۔ اور ہماری ولایت کے بغیر مر جائے تو خدا اس کو روز قیامت جہنم میں ڈالے گا۔

چھٹی آیت: مَنِ اتَّبَعَ هٰذَا فَاِنَّهُ لَا يَصِلُ اِلٰی شَيْءٍ (پہلا سورہ لہ آیت ۱۲۳) یعنی جو شخص ہدایت کی پیروی کرے وہ کبھی گمراہ نہ ہو گا اور نہ دنیا و آخرت میں تکلیف اٹھائے گا بلکہ عافیت سے رہے گا۔

ابن ماہیار و کلینی اور دوسرے مفسرین نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ جو شخص ائمہ علیہم السلام کی امامت کا قائل ہو گا اور ان حضرات کی پیروی کرے گا اور اُن کے حکموں سے سرباکی نہ کرے گا دنیا میں گمراہ نہ ہو گا اور آخرت میں تکلیف نہ اٹھائے گا دوسری روایت کے بموجب جناب رسول خدا نے فرمایا کہ لوگو ہدایت خدا کی پیروی کرو تا کہ ہدایت پاؤ اور نیکی و صلاح پر فائز ہو۔ خدا کی ہدایت میری ہدایت ہے اور میری ہدایت علی کی ہدایت ہے جو شخص اس کی ہدایت کی پیروی میری زندگی میں اور میری وفات کے بعد کرے تو

یقیناً اس نے میری ہدایت کی پیروی کی ہے اور جس نے میری ہدایت کی پیروی کی تو شبہ اس نے خدا کی ہدایت کی پیروی کی ہے۔ وہ ہرگز گمراہ اور شقی نہ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ مَرَّ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِ جِي فَاِنْ لَّهُ مَعِيشَةٌ شَانِكًا وَ نَحْشُرُكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ اَعْمٰی رِبْكَ (سورہ طہ آیت ۱۲۲) یعنی جو شخص میرے ذکر سے روگردانی کرے تو اس کے لئے دنیا میں یا قبر میں یا جہنم میں تگنی اور تکلیف کی زندگی ہے اور قیامت میں وہ اندھا محسور ہوگا جس طرح دنیا میں ولایت علی سے اس کا دل اندھا اور وہ اپنے دین میں حیران رہا ہے۔ آخرت میں بھی اندھا اور حیران رہے گا۔

ساتویں آیت :- قَالَ تَابَ لِعَدْحَشْوَتِيْ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا رِبْكَ (سورہ طہ آیت ۱۲۵) وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار مجھے اندھا کیوں محسور کیا حالانکہ میں دنیا میں بینا تھا۔ قَالَ كَذٰلِكَ اَتٰتٰكَ اَنفُسُهَا وَ كَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْشَى رِبْكَ (آیت ۱۲۶) سورہ طہ) حقیقتاً اے فرمائے گا کہ اسی طرح تیرے پاس ہماری آیتیں اور نشانیاں آئیں تو ان کو تو نے فراموش کر دیا حضرت نے فرمایا کہ آیات سے مراد ائمہ ہیں جن کی متابعت تو نے ترک کر دی اسی طرح ہم نے آج تجھ کو فراموش کر دیا یعنی تجھ کو جہنم میں ڈالوں گا۔ جس طرح تو نے ہمارے خلفا کو ترک کر دیا تھا اور ان کی باتیں نہیں مانی تھیں۔ وَ كَذٰلِكَ تُخْزٰی مَنْ اَسْرَفَ وَ لَعَلَّ يَوْمَئِذٍ يٰٓاَيٰتٍ سَرِيْعٍ (آیت ۱۲۷ سورہ طہ) یعنی ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں اس کو جو خدا کی نافرمانیوں میں حد سے گزر جاتا ہے اور اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان نہیں لایا یہ حضرت نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ ایسی ہی چیز ہم اس کو دیتے ہیں جو دشمنی کے سبب سے ائمہ کو ترک کرتا ہے اور ان کی امامت کا اعتقاد نہیں کرتا اور ان کے آثار کی پیروی نہیں کرتا اور آل محمد کی عداوت کے سبب حد سے گزر جاتا ہے۔

آٹھویں آیت :- فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحَابُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَ مَنْ اِهْتَدٰی (آیت ۱۲۸ سورہ طہ) یعنی بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ صراط مستقیم پر کون ہے اور کون ہے جس نے ہدایت پائی۔ ابن مہیار وغیرہم نے بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت باقر و صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب صاحب صراط المستقیم ہیں اور جو شخص کہ ہدایت یافتہ ہے وہ ہے جس نے ہماری ولایت قبول کی ہے۔

نویں آیت: اُولَٰئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰی اللّٰهُ فِیْہِذَا لَہٗدًا قَدِیْدًا ﴿۹﴾ (پہلے سورہ انعام آیت ۹) یعنی یہ وہ ہیں جن کی ہدایت خدا نے کی ہے۔ لہذا ان کی ہدایت کی اقتدا اور پیروی کرو۔ عیاشی نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ہم اُن میں سے ہیں۔ جن کی ہدایت خدا نے کی ہے چاہئے کہ لوگ ہماری پیروی کریں۔

دسویں آیت: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِیَّحَیْ اَقْوَمُ ﴿۱۰﴾ (پہلے سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۰) یعنی بیشک یہ قرآن لوگوں کی ہدایت کرتا ہے اس طریقہ کی جانب جو سب سے صحیح طریقہ ہے صفار اور عیاشی نے حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ اس طریقہ سے مراد امام اور اس کی ولایت ہے جو سب سے صحیح طریقہ ہے۔

گیارہویں آیت: وَ لَیْسَ کَثِیْرٌ مِّنْہٗ اِلَّا یَعْتَدِلُوْا عَلٰی مَا هَدٰی لَکُمُ الرَّسُوْلُ ﴿۱۱﴾ (پہلے سورہ بقرہ آیت ۱۱) اس وجہ سے خدا کو بزرگی کے ساتھ یاد کرو کہ اُس نے تمہاری ہدایت کی ہے۔ محاسن میں روایت کی ہے کہ تکبیر خدا کی تعظیم ہے اور ہدایت اہلبیت علیہم السلام کی ولایت ہے۔

بارہویں آیت: قَالُوْا الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ هَدٰی اَنَا لَیْہٰذَا وَمَا کُنَّا لِنُہْتَدِیْ لَوْ لَا اَنَّ هٰذَا اَنَا اللّٰہُ ﴿۱۲﴾ (پہلے سورہ اعراف آیت ۱۲) یعنی اہل بہشت کہیں گے کہ ہم خدا کا شکر اور اس کی حمد بجا لاتے ہیں جس نے ہماری اس طرف یعنی بہشت اور اس کی نعمتوں کی جانب ہدایت کی۔ یا اس عمل کی جانب جس کے سبب ہم اس کے مستحق ہوئے۔ حالانکہ ہم اس کے اہل نہ تھے کہ ہم اس کے مستحق ہوتے یا اس کی طرف ہدایت پاتے۔ اگر ایسا نہ ہوتا کہ خدا ہماری ہدایت کرتا۔ کلینی نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ قیامت کے روز جناب رسول خدا اور امیر المومنین اور تمام ائمہ اطہار صلوٰۃ اللہ علیہم کو بلائیں گے اور مخلوق کا حساب اور ان کی شفاعت کے لئے ان حضرات کو روکیں گے۔ جب شیعہ ان کو اس عظیم مرتبہ پر دیکھیں گے تو غرش ہوں گے اور خدا کا شکر بجا لائیں گے الحمد للہ الذی ہدانا لہذا یعنی خدا نے ولایت امیر المومنین کی جانب ہماری ہدایت کی اور ان کے بعد ائمہ اطہار کی ولایت کی جانب۔

تیرہویں آیت: وَ مِمَّنْ هَآءِیْنَا وَ اجْتَبٰیْنَا اِذَا اُنْتَلٰی عَلَیْہِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ ﴿۱۳﴾ (پہلے سورہ مریم آیت ۱۳) یعنی جن لوگوں کی ہم نے ہدایت کی اور ان کو چن لیا ہے ان کے سامنے جب خداوند رحمن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ منہ بھل سجدے

میں گر پڑتے ہیں اور خوف خدا سے روتے ہیں۔ طبری اور ابن شہر آشوب نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد ہم ہیں اور یہ ہماری بدح میں نازل ہوئی ہے۔

**تینتیسویں فصل** | ان آیتوں کی تاویل کا بیان جو امامت پر مشتمل ہیں اور ائمہ کی شان میں ہیں۔

پہلی آیت :- وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (پہلے سورہ آل عمران آیت ۱۱۰) یعنی تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو لوگوں کو نیکی اور دین حق کی طرف بلائیں اور نیکوں کا حکم کریں اور برائیوں سے منع کریں۔ شیخ طبری نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ علیہ السلام اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے :- وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ یعنی چاہئے کہ تم میں ائمہ اور پیشوا ہوں جو ان اوصاف سے متصف ہوں۔ دوسری آیت :- كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (پہلے سورہ آل عمران آیت ۱۱۰) یعنی تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کئے گئے ہو تم لوگوں کو نیکوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔

علی بن ابراہیم نے بسند حسن مثل صحیح کے ابن سنان سے روایت کی ہے کہ میں نے اس آیت کو حضرت صادقؑ کے سامنے پڑھا تو حضرت نے فرمایا کہ کیا یہی امت تمام امتوں میں بہتر ہے جس نے امیر المومنین اور امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کو شہید کیا پھر ایک شخص نے عرض کی آپ پر فدا ہوں تو یہ آیت کس طرح نازل ہوئی ہے حضرت نے فرمایا کہ اَنْتُمْ خَيْرُ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ یعنی تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی ہدایت کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ پھر فرمایا کہ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ خدا نے اس کے بعد ان کی بدح ان اوصاف کے ساتھ کی ہے جو اماموں کی صفات ہیں۔ اور عیاشی نے حضرت صادقؑ

لے مولف فرماتے ہیں کہ اگر اس آیت میں لفظ امت ہو تب بھی مراد ائمہ ہی ہوں گے کہ وہ نیکوں کا حکم دینا اور برائیوں سے منع کرنا انہی حضرات کا مؤثر کام ہے۔ (مترجم)

سے روایت کی ہے کہ یہ آیت محمد اور ان کے اوصیا کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

دوسری معتبر حدیث میں بھی حضرت صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ امت سے وہ امت مراد ہے جن کو ملے جناب ابراہیم واجب ہوئی ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے **وَاذْكُرْ فَمَا تَزَاهَيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَلَا سَمْعِيلَ تَهَا تَقْبَلُ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ تَرَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمِنْ دُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرَاكُمَا سَلَكْنَا وَتَبَّ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ تَرَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا لَهُمْ خَرِيتُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيَعْلَمُهُمُ الْكِتَابُ وَالْحِكْمَةُ وَيُنْزِلُهُمْ لَكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ** (پ سورہ بقرہ آیت ۱۲۷ تا ۱۲۹) یعنی اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیمؑ و اسمعیلؑ خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو دعا کرتے جاتے تھے کہ پالنے والے یہ ہماری خدمت قبول فرما بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پالنے والے ہم کو اپنا مطیع و فرمانبردار قرار دے اور ہماری ذریت اور اولاد میں سے اپنی اطاعت کرنے والی ایک امت قرار دے اور مناسک حج سے ہم کو آگاہ فرما اور ہماری توجہ قبول کر بے شک تو ہی بڑا قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے اے ہمارے پروردگار اس امت میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کو عقائد و اخلاق و اعمال بد سے پاک کرے۔ بیشک تو غالب اور حکمت والا ہے جب خدا نے ابراہیمؑ و اسمعیلؑ کی دعا قبول کر لی تو مقرر فرمایا کہ ان کی ذریت میں سے ائمہ مسلمہ اطاعت کرنے والے ہوں اور اس امت میں انہی میں سے ایک رسول مقرر کرے جو خدا کی آیتیں پڑھ کر ان کو سنائے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس کے بعد دوسری دعا کی کہ اس ذریت کو خدا کے ساتھ شریک کرنے اور بتوں کو پوجنے سے پاک و محفوظ رکھے تاکہ امامت ان میں ہو سکے۔ اور لوگ ان کی پیروی کریں پھر کہا۔ **دَبَّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ إِلَّا صُنَامَ دَبَّ إِنَّهُمْ أَصْلَانِ كَثِيرًا آمِنَ النَّاسِ مَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ** (پ سورہ ابراہیم آیت ۳۷) یعنی اے میرے پروردگار اس شہر مکہ کو جائے امن و امان قرار دے اور ہم کو اور ہماری اولاد کو اس بات سے محفوظ رکھ کہ ہم بتوں کی پرستش کریں۔ خداوند ان بتوں نے

لوگوں کی اکثریت کو گمراہ کر دیا ہے لہذا جو میری پیروی کرے تو وہ مجھ سے ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو بیشک تو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ ائمہ اور امت مسلمہ وہی ہو سکتے ہیں جن میں سے پیغمبر مبعوث ہوئے اور وہ ذریت ابراہیم ہوگی۔ لہذا امت وسطیٰ اور خیر امت پیغمبر کے اہلبیت ہیں جن میں سے رسول مبعوث ہوئے اور خداوند عالم نے لوگوں کے قلوب ان کی طرف پھیر دیے ہیں وہ خلیل کی دُعا **وَاجْعَلْ أَفْتَدًا مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْحَمِي مَنِ اسْتَجَابَ لِقَوْلِي** ابن شہر آشوب نے حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ خیر امت سے مراد اہلبیت رسول ہیں اور دوسری روایت کے مطابق اہل بیت پیغمبر ہر اہلبیت سے بہتر ہیں جو لوگوں کی ہدایت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں ایضا حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے اس آیت کی اس طرح تلامذت فرمائی **أَنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ** اور فرمایا کہ جبریل اسی طرح لائے تھے اور اس سے مراد محمد و علیؑ اور ان کی اولاد میں سے ان کے اوصیا ہیں صلوات اللہ علیہم اجمعین لہ

تیسری آیت **وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ وَأَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا** سورہ مومنون آیت ۵۲ یہ امت تمہاری ہے جو ایک امت ہے اور تمہارا پروردگار ہوں لہذا میرے عذاب سے ڈرو۔ اکثر مفسرین نے کہا کہ امت سے مراد ملت ہے۔ ابن مایار اور ابن شہر آشوب نے حضرت باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امت سے مراد آل محمد ہیں۔

چوتھی آیت **وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أُمَّةً يَهْتَدُونَ بِأَمْرِنَا لِنُكَفِّرَ عَنْ ذُنُوبِهِمْ وَنُثَبِّتُ لَهُمْ أُمَّةً يَتَخَذُونَ** (پک سورہ سجدہ آیت ۲۴) یعنی ہم نے ان میں سے امام اور پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ دوسری جگہ فرعون اور اس کے لشکر کے ذکر کے بعد فرماتا ہے **وَجَعَلْنَا هُمُ**

لہ مؤلف فرماتے ہیں۔ ان احادیث شریفہ سے ظاہر ہو گیا ہے کہ آیت میں انتہ ہو یا کنتہ خواہ خیر ائمہ ہو خواہ خیر ائمہ ہو ہر صورت میں ائمہ اہلبیت رسولؐ سے خطاب ہے صلوات اللہ علیہم اور یہی حضرات مراد ہیں اگر تمام امت سے خطاب ہو پھر بھی ان بزرگواروں کا خیر و بہتر ہونا اس اعتبار سے ہے کہ ان حضرات کا شمار بھی امت میں ہے اور سیاق آیت سے ثابت ہے کہ مراد اس سے امت کا ہر شخص نہیں ہو سکتا۔



اَمَّتُهُ يَدُ عَوْنٍ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ وَاتَّبَعْنَا هُمُ فِي هَذَا الدُّنْيَا  
لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمُ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ رپٹ سورہ قصص آیت ۴۰، اور ہم نے ان کو  
ایسا امام بنایا ہے جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلا تے ہیں اور قیامت میں ان کی کچھ مدد نہ کی جائے  
گی اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن وہ ذلیل و  
رسوا ہوں گے۔ علی بن ابراہیم کلینی۔ صفار اور ابن ماہیار وغیرہم نے بہت سی سندوں کے  
ساتھ حضرت باقر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ ائمہ سے کتاب خدا میں دو قسم  
کے امام ہیں۔ کیونکہ خدا نے فرمایا ہے وجعلنا منکم اثنتی یہدون بامرنا یعنی لوگوں کو  
ہمارے حکم کے مطابق حکم دیتے ہیں نہ کہ لوگوں کے حکم کے مطابق اور خدا کے معاملہ کو اپنے  
سے اور خدا کے حکم کو اپنے حکم سے مقدم رکھتے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا ہے وجعلناھم  
اٰئمتہ یدعون الی الناس یعنی وہ پیشوایان کفر و ضلالت ہیں اپنے حکم کو خدا کے حکم سے  
مقدم رکھتے ہیں اور اپنی خواہش سے خدا کی کتاب کے خلاف حکم کرتے ہیں۔ بصائر الدرب  
میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ نیک کردار امام اور بد کردار امام سے دنیا کبھی  
خالی نہیں رہی ہے۔ نیک کردار امام وہ ہے جس کا ذکر پہلی آیت میں ہوا اور بد کردار امام  
وہ ہے جس کا تذکرہ دوسری آیت میں ہے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ انسانوں کی اصلاح  
امام مادل ہی کرتا ہے نہ کہ امام فاجر۔ اس کے بعد حضرت نے ان دونوں آیتوں کی تلاوت  
فرمائی۔ اور امیر المؤمنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ائمہ قریش سے ہیں نیک کردار نیک  
لوگوں کے امام اور ان میں سے بدکار بدکاروں کے امام ہیں پھر اس دوسری آیت کو امام  
نے پڑھا۔ فرات بن ابراہیم اور ابن ماہیار نے حضرت باقر علیہ السلام سے خدا کے  
اس قول وجعلنا منھم یدعون الی الناس کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ یہ آیت اولادِ فاطمہ  
میں سے اماموں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور انھیں سے مخصوص ہے کیونکہ وہ خدا کے  
حکم سے لوگوں کی ہدایت کرتے ہیں۔ اور ابن ماہیار نے انہی حضرات سے روایت کی ہے  
کہ یہ آیت قریت فاطمہ میں سے اماموں کے لئے نازل ہوئی ہے اور روح القدس ان  
کے سینہ میں وحی نازل کرتے ہیں لے

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ اس بار سے میں حدیثیں بہت ہیں جس قدر میں نے ذکر۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۹ پر)

پانچویں آیت :- كَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَسَطًا (پ سورہ بقرہ آیت ۱۴۳) یعنی ہم نے اسی طرح تم کو درمیانی یا بہتر امت قرار دیا ہے تاکہ لوگوں پر گواہ رہو۔ ائمہ طاہرین سے بہت سی حدیثیں منقول ہیں کہ ہم امت وسط (درمیانی امت) ہیں اور خلق پر خدا کے گواہ ہیں۔ اور زمین پر اس کی حجت ہیں۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں بیان ہو چکیں۔

چھٹی آیت :- كُلُّ شَيْءٍ اَخَصَيْنَا لَكَ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ (پ سورہ یسین آیت ۱۲) یعنی ہم نے کل چیزوں (کا علم) بیان کرنے والے امام میں جمع کر دیا ہے۔ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ امام مبین سے لوح محفوظ مراد ہے لیکن بہت سی حدیثوں میں ہے جو ائمہ اطہار علیہم السلام سے منقول ہیں کہ امام مبین علی بن ابی طالب ہیں جن کی ذات میں خداوند عالم نے تمام چیزوں کا علم اکٹھا کر دیا ہے۔ اور معانی الاخبار میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت جناب رسول خدا پر نازل ہوئی ابو بکر و عمر کھڑے ہو گئے اور پوچھا یا رسول اللہ کیا امام مبین سے مراد تو ریت ہے فرمایا نہیں پوچھا پوچھا کیا انجیل

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کر دیا ہے۔ وہی صاحبان عقل کے لئے کافی ہیں۔ اگر کسی کو وہم ہو کہ آیت اول حضرت موسیٰ دینی اسرائیل کے تذکرہ کے بعد وارد ہوئی ہے اور دوسری جگہ بھی جناب اسحاق و یعقوب اور تمام انبیاء کے ذکر کے بعد اسی کے مثل نازل ہوئی ہے اور دوسری آیت فرعون اور اس کے لشکر کے تذکرہ کے بعد واقع ہوئی ہے۔ تو کیسے ہو سکتا ہے کہ پہلی اہلبیت علیہم السلام کی شان میں اور دوسری ان کے دشمنوں کے بارے میں ہو جواب یہ ہے کہ بار بار یہ ذکر ہوا ہے کہ خداوند عالم گذشتہ لوگوں کے قصے قرآن میں اس لئے ذکر فرماتا ہے کہ یہ امت ان سے نصیحت حاصل کرے اور ان کی نظیر اس امت میں جاری کریں لہذا اظہار ہی آیت تو انہی گذشتہ لوگوں کے بارے میں ہے لیکن باطنی ان لوگوں کے حق میں ہوگی جو اس امت میں ان کے مثل ہیں۔ بنی اسرائیل کے انبیاء کی نظیر اس امت میں جناب رسول خدا ہیں جو ان کے بعد ائمہ طاہرین ہیں صلوات اللہ علیہم اور ان کے دشمنوں کی نظیر فرعون و قارون و فرود اور انہیں کے ایسے لوگ ہیں اس امت میں خلفائے جور اور دشمنان اہلبیت علیہم السلام ہوں گے لہذا وارد ہوا ہے کہ فرعون و ہامان و قارون اول و دوم و سوم ہیں نیز اس امت کا سامری دوم اور گوسالہ اول ہے اس لئے کہ قرآن میں بہت سی آیتیں ایسی ہیں کہ ان کا ابتدائی حصہ کسی کی شان میں ہے اور آخری دوسرے کے بارے میں۔ ۱۲۔

ہے فرمایا نہیں پوچھا تو پھر قرآن ہوگا فرمایا نہیں اسی وقت جناب امیر تشریف لائے حضرت نے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ امام مبین یہ ہے جس کو ہر چیز کا علم خدا نے عطا فرمایا ہے۔ اس مضمون پر حدیثیں بہت ہیں جو انشاء اللہ انہی حضرت کے احوال میں بیان کی جائیں گی۔ اس بیان میں کہ سلم اور اسلام ائمہ معصومین اور ان کے حق میں ہے۔

## چونتیسویں فصل

اس بارے میں چند آیتیں ہیں۔

پہلی آیت: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآتَةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُوْعُ عَدُوٍّ مُّبِينٌ۔ وپ سورہ بقرہ آیت ۲۰۸۔ یعنی اے ایمان والو سب کے سب سلم میں یعنی اطاعت و فرمانبرداری خدا میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بہ قدم مت چلو کیونکہ وہ یقیناً تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے رعیاشی نے بہت سی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ سلم سے مراد ولایت علی علیہ السلام ہے اُن کے بعد اُن کے اوصیا کی ولایت اور ان کی امامت کا اقرار و معرفت اور خطوات شیطان سے مراد خدا کی قسم ولایت خلفائے جور ہے۔ کلینی، ابن مہیاری، اور دیلمی وغیرہم نے بھی اسی مضمون کی روایت کی ہے لہ

دوسری آیت: ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا زُجْلًا فَيَوْمَ شَرْكَاءَ مُتَشَاكِسُونَ وَرُجْلًا سَلَمًا لِّزُجْلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا أَلْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔ (پچھ سورہ الزمر آیت ۲۹) یعنی خدا نے ایک غلام کی مثال دی ہے جس میں کئی اشخاص شریک ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں اور ایک غلام جو صرف ایک شخص کی ملکیت

لے ٹوکے فرماتے ہیں کہ یہ تاویل بالکل ظاہر و واضح ہے اس لئے کہ مومنوں پر یہ خطاب کہ اسلام میں داخل ہو جاؤ کوئی معنی نہیں رکھتا لہذا خطاب اس جماعت سے ہے جو رسول پر ایمان رکھتے ہیں تاکہ جو کچھ وہ حکم دیں اس کی اطاعت کریں اور سب سے بہتر امر جس کی خدا و رسول نے دعوت دی ہے ولایت الطبیعت علیہم السلام ہے جو تمام عبادتوں کی مقبولیت کی شرط تمام علوم کے حصول کا دروازہ ہے یا منافقوں سے خطاب ہے جو بظاہر ایمان کا اظہار اور باطن میں ولایت امیر المومنین سے اور جناب رسول اللہ کے تلم ارشادات سے انکار کرتے تھے اور اُن تمام باتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے جن میں سب بہتر ولایت امیر المومنین تھی۔ ۱۷

میں ہے کیا یہ دونوں اشخاص برابر ہو سکتے ہیں۔ ہر طرح کی تعریف خدا ہی کے لئے زیبا ہے۔ لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ خداوند عالم نے یہ مثال مشرکوں اور موحّدوں کی بیان ہے کہ مشرک اس غلام کے مانند ہے جس کے کئی مالک ہیں اور سب مالک آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں ایک اس غلام کو کوئی حکم دیتا ہے دوسرا کوئی دوسرا حکم دیتا ہے اور ہر ایک شخص غلام کی ضرورتوں کو دوسرے کے حوالے کرتا ہے یہی حال مشرکین کا ہے اگر وہ شعور رکھتے ہوں اور عبادت کو سمجھیں تو جو کام ان سے ظاہر ہو گا اس کا کچھ نتیجہ نہ ہو گا۔ اور موحّد جو اپنے کو ایک خدا کا خالص بندہ قرار دیتا ہے اور ایک خدا کے کریم و رحیم اور صاحب قدرت کی عبادت کرتا ہے جو ہر نفع و نقصان پہونچانے پر قدرت رکھتا ہے۔ یقیناً یہ اس سے بہتر ہو گا جو کئی خدوں کی عبادت کرتا ہے اور ان میں سے کوئی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

کلیبی نے کافی اور معانی الاخبار میں روایت کی ہے کہ یہ مثال خداوند عالم نے امیر المومنین اور ان کے دشمنوں کے بارے میں بیان فرمائی ہے اس کی دو وجہیں ہیں پہلی وجہ یہ کہ سراج لا فیہ شرکاء ظالم اول ہے جس کے تمام پیروی کرنے والے مختلف راہوں پر گامزن ہیں۔ چونکہ ان کا امام برحق نہیں ہے اس لئے مختلف فرقے ہو گئے ہیں و سراج لا سلماً لرجل دوستان امیر المومنین ہیں چونکہ ان کا امام برحق ہے۔ اور اس کا علم خدا کی جانب سے ہے اس لئے اس کے تمام ماننے والے ایک طریقہ پر ہیں۔

دوسری وجہ یہ کہ رجل اول مثلاً اول اور اسی کے ایسے لوگ جو ظاہر رسول اللہ کے تابع تھے لیکن حقیقت میں شیطان اور اپنی گمراہی کے تابع تھے۔ اور رجل دوم امیر المومنین ہیں جو تمام امور میں جناب رسول خدا کے تابع تھے۔ چنانچہ ابوالقاسم حکانی نے روایت کی ہے کہ امیر المومنین نے فرمایا کہ میں وہ رجل ہوں جو رسول اللہ کے ہر امر میں ان کے ساتھ تھا دوسری حدیث میں فرمایا کہ قرآن میں میرا ایک نام مسلم ہے۔

تیسری آیت: وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلٰوَةِ فَاجْعَلْ لَّهُمْ قُلُوبًا يَّوْثَقٌ ۖ وَكُلٌّ عَلَىٰ اللّٰهِ رَٰئِعٌ ۚ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (پس انفال ۶۱) اگر یہ لوگ صلح و اطاعت کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح اختیار کرو اور خدا پر توکل کرو۔ بیشک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت آیہ قتال سے منسوخ ہو چکی ہے یا اہل کتاب سے مخصوص ہے کہ ان سے جزیہ

قبول کیا جاسکتا ہے۔ کہیانی نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ سلم سے مراد ہمارے امر میں داخل ہونا ہے یعنی ہماری امامت کو قبول کرنا ہے لہ  
**سینتیسویں فصل** اس بیان میں کہ خدا کی جانب سے خلفاء ائمہ اطہار ہیں اور خدا ان کو زمین میں ممکن کرنا چاہتا ہے۔

اور ان سے نصرت کا وعدہ کیا ہے اور ان میں بعض آیتیں قائم آل محمد کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اور وہ بہت ہیں۔

پہلی آیت :- تَلَوْا عَلَیْكَ مِنْ ثَمَامُوسَىٰ وَفِرْعَوْنَ بِأَحْقَیْ لِقَوْمِ یُوسُفَ ۖ  
 اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلٰی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِیْعًا یَسْتَضِیْعُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ  
 یَذِیْقُهُمْ اَبْنَاءَ تِهْمٍ وَیَسْتَعْمِی نِسَاءَ تِهْمٍ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسِیْدِیْنَ ۚ وَنُرِیْدُ اَنْ  
 نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتَضِیْعُوْا فِی الْاَرْضِ ۚ وَنَجْعَلَهُمْ اٰیَةً ۙ وَنَجْعَلَهُمُ  
 الْاَوَاسِیْیْنَ ۚ وَنَمُنَّکَ تِهْمَ فِی الْاَرْضِ ۚ وَنُرِی فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا  
 مِنْهُم مَّا کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ (پہ سورہ القصص آیت ۶ تا ۱۷) یعنی ہم تم سے موسیٰ اور فرعون کی خبر درست اور صحیح بیان کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔ یقیناً فرعون نے زمین پر بلندی حاصل کی ہے اور اہل زمین کے مختلف فرقے قرار دیے۔ ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر دیا کہ ان کے لوگوں کو قتل کرنا تھا اور ان کی عورتوں کو خدمت کے لئے زندہ بھجور دیتا تھا بیشک وہ فساد کرنے والا تھا۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ اس گروہ پر احسان کریں جو زمین میں کمزور کر دیے گئے تھے اور ان کو پیشوا اور وارث قرار دیں پھر ان کو روئے زمین پر متمکن کریں اور فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو انہی کمزوروں سے وہ کچھ دکھادیں جن سے وہ ڈرتے تھے۔ علی بن ابراہیم نے کہا ہے خدا نے اپنے پیغمبر کو موسیٰ اور ان کے ہمراہیوں کے حالات سے اطلاع دی جو ان کو فرعون کے قتل و ظلم و ستم سے پہنچی تھیں تاکہ حضرت رسالت مآب کی تسکین کا باعث ہو ان مصائب پر نثر قتل و اسیری وغیرہ

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ تاویل اس بناء پر ہو سکتی ہے جبکہ غیر منافقوں کی طرف راجع ہو یعنی اگر بظاہر امامت علی بن ابی طالب قبول کرنے کا اظہار کریں تو تم بھی ان کی یہ ظاہری صورت مان لو اگرچہ تم جانتے ہو کہ وہ حقیقت یہ منافق ہیں اور کمزور و فریب کر رہے ہیں۔ ۱۲

کے جو ان کے اہلیت پر گزریں گے۔ پھر تسلی دینے کے بعد خود شجری دی کہ ان نظام کے بعد خداوند عالم ان پر فضل کرے گا اور ان کو زمین میں اپنا خلیفہ قرار دے گا اور امام اور پیشوا بنائے گا تاکہ وہ اپنے دشمنوں سے رجعت میں انتقام لیں اس لئے فرمایا کہ نذیران تمہیں یہاں تک کہ فرمایا و نری فرعون و ہامان و جنود ہمدان اور یہ کہنا یہ ہے۔ ان لوگوں سے جنہوں نے حق محمد و آل محمد غضب کیا یعنی فلاں اور فلاں اور ان کی پیروی کرنے والے منہو یعنی آل محمد سے ماکان و ایحدہ و نری یعنی جن سے وہ ڈرتے تھے مثل قتل ہونے اور مصائب کے۔ اور اگر حضرت موسیٰ کا فرعون پر غلبہ مراد ہو تو چاہئے تھا کہ ضمیر مفرود ہوتی نہ ضمیر جمع۔ لہذا موسیٰ و فرعون کا ذکر مثال کے طور پر ہے یعنی جس طرح فرعون نے مدتوں تک اور ان کے اصحاب پر ظلم و ستم کئے بالآخر ہم نے موسیٰ کو ان پر فتح دی اور ان سبھوں کو ہلاک کر دیا اسی طرح طرح کے مظالم، اس امت کے فرعونوں سے اہل بیت رسالت پر جو ہوں گے۔ آخر میں ان کو ان کے دشمنوں کے ساتھ دنیا میں ہم واپس لائیں گے تاکہ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لیں۔ بیشک جناب امیر نے اپنے بعض خطبوں میں اس موقع کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

”ایہا الناس! سب سے پہلے جس نے زمین پر خدا سے بغاوت کی آدم کی بیٹی عناق تھی خداوند عالم نے اس کو بیس انگلیاں عطا کی تھیں۔ ہر انگلی میں لمبے دو ناخن ہنسیا کے مانند تھے جن سے کھیت کاٹتے ہیں۔ جب وہ بھیٹنی تھی ایک جریب زمین گھیر لیتی تھی۔ جب اس نے خدا سے بغاوت کی اور کافر ہو گئی اور لوگوں پر ظلم و ستم کئے تو خدا نے ایک شیر کو جو جسامت میں باہتھی کے برابر تھا اور ایک بھیڑیے کو جو اونٹ کے مانند تھا اور ایک گدھے کو جو خچر کے برابر تھا اس کی ہلاکت پر ابھارا۔ یہ تمام حیوانات ابتدا میں اتنے ہی بڑے تھے۔ خدا نے ان جانوروں کو اُس پر مسلط فرمایا یہاں تک کہ اس کو قتل کیا۔ خدا نے فرعون و ہامان کو قتل کیا یعنی اول و دوم کو اور قارون کو زمین میں دھنسا دیا یعنی سوم کو اس قرینہ سے کہ حضرت نے اسکے بعد ان لوگوں کی شکایت کی کہ ان کا حق غضب کیا اور فرمایا کہ ان کی توبہ مقبول نہیں اور وہ برزخ میں خدا کے عذاب میں مبتلا ہیں یہاں تک کہ جہنم میں جائیں موسیٰ کی یہ مثال قائم آل محمد سے کس قدر ملتی ہے جو پوشیدہ طور پر پیدا ہوئے اور ہمیشہ فرعون اور اس کے ماننے والوں سے پوشیدہ اور خوفزدہ تھے۔ یہاں تک کہ ظاہر ہوئے اور اُن پر غالب ہوئے اور حضرت قائم

آل محمدؐ کا خروج و ظہور بھی ایسا ہی ہو گا انشاء اللہ۔

معانی الاخبار میں مفضل سے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک روز حضرت رسالتؐ جناب امیر اور حسن و حسین علیہم السلام کو دیکھ کر رونے لگے۔ اور فرمایا کہ تم میرے بعد کمزور کر دے جاؤ گے۔ مفضل نے پوچھا کہ حضرت رسولؐ کی مراد اس سے کیا تھی۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ تم میرے بعد امام ہو گے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے و نریدا ان نمن علی الذین استضعفوا فی الاسواق و نجعلہم امتہ الغرض خدا نے کمزوروں سے وعدہ کیا ہے کہ ان کو امام بنائے گا اور یہ آیت قیامت تک ہم اہلبیت میں جاری ہے اور ہر زمانہ میں ہم سے امام ہوں گے۔ ایضاً امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہماری شان میں ہے۔ ابن مہیار اور شیخ طبرسی وغیرہم نے انہی حضرت سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس خدا کی جس نے دانہ کو سگافہ کیا اور درخت کو خلق کیا اور خلائق کو پیدا کیا بیشک یہ دنیا اٹھے خدا ہماری جانب ہجھے گی اور مہربان ہوگی خاموشی کے بعد جس طرح بدخواہی کاٹنے والی اپنے بچوں پر مہربان ہوتی ہے اس کے بعد حضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

عیاشی نے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت صادق علیہ السلام کو دیکھا اور فرمایا خدا کی قسم یہ بھی ان میں سے ہے جن کے بارے میں خدا اس آیت میں فرمایا ہے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ ایضاً حضرت زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اسی خدا کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ نیک کردار ہم اہلبیت اور ہمارے شیعہ ہیں جیسے جناب موسیٰ اور ان کے شیعہ نیک کردار تھے اور ہمارے دشمن اور ان کی پیروی کرنے والے مثل فرعون اور اس کی پیروی کرنے والوں کے ہیں۔ اور فرات بن ابراہیم نے نویر بن ابی فاختہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ قرآن پڑھو۔ میں نے سورہ ظہم کی تلاوت کی جب میں دیکھا کہ وہ اس میں پہنچا حضرت نے فرمایا ٹھہر جاؤ اور فرمایا اسی خدا کی قسم جس نے محمدؐ کو مبعوث فرمایا ہے کہ ابراہیم اہلبیت میں سے ہیں اور ہمارے شیعہ مثل موسیٰ اور ان کے شیعوں کے ہیں۔ اور علی بن ابراہیم اور دوسرے محدثین نے منہال بن عمرو سے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے

بعد میں نے امام زین العابدینؑ سے پوچھا آپ کا کیا حال ہے فرمایا اپنی قوم میں اس طرح ہوں جیسے بنی اسرائیل فرعونؑ کی طرف سے اور ان کے درمیان تھے کیونکہ ہمارے مردوں کو قتل کیا اور ہماری عورتوں کو اسیر کیا۔

ان آیتوں کے اہمیت کی شان میں نازل ہوئے کے بارے میں حدیثیں بہت ہیں اور حضرت قائم علیہ السلام کے حالات میں انشاء اللہ مذکور ہوں گی اور آیات پرانہ تاویلات کی مطابقت جیسا کہ آیات کے بارے میں سابقہ فصلوں میں ہم نے ذکر کیا ہے نہایت واضح ہے۔

دوسری آیت: مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِّنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَّنَا مِّنْ لَّدُنْكَ نَصِيرًا۔ (پس سورہ نساء آیت ۷۵) تم کو کیا ہو گیا ہے کہ جنگ و قتال راہ خدا میں اور ان مردوں، عورتوں اور بچوں کی راہ میں نہیں کرتے ہو جن کو کمزور کر دیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالموں کے قریب سے نکال اور ہمارے لئے اپنے پاس سے ایک مددگار اور ایک نصرت کرنے والا مقرر فرما۔ اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ اس سے کمزوروں کی وہ جماعت مراد ہے جو اسلام لانے کے سبب کافروں کے پاس مکہ میں پھنسے ہوئے تھے اور وہ کفار ان کو آزار و تکلیف پہونچاتے تھے اور وہ ہجرت کرنے پر قادر نہ تھے۔ حقیقتاً انہوں نے مسلمانوں کو کافروں سے جنگ کرنے کی ترغیب دی کہ ان کو کفار کے ظلم سے نجات دلائیں۔ عیاشی نے بروایت معتبر حضرت باقرؑ صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اہمیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے جن کو اس امت کے ظالموں نے کمزور کر دیا تھا اور ان کا کوئی مددگار نہ تھا۔ خداوند عالم نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ان کی راہ میں جہاد کریں اور دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی مدد کریں۔ لہذا ان بزرگواروں کا اس تاویل کے ساتھ مطابق کہ نہایت مناسب ہے اور اس تاویل کی بنا پر قریب سے مراد مدینہ طیبہ ہو لہذا جناب امیر علیہ السلام نے وہاں سے کوفہ کی جانب ہجرت فرمائی اور اہل کوفہ نے آپ کی مدد نہیں کی۔ یا یہ کہ یہ تاویل آیت کی باطنی تاویل ہے اور ظاہر کے خلاف نہیں ہے۔



تیسری آیت: وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفْنَا دَاوُدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ إِذْ رَضِيَ لَهُمْ وَلِيْبُدَّ لَهُمْ بَنِي بَعْدَ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔ (پہلا سورہ نورا آیت ۵۵) یعنی خدا نے تم میں سے ان اہل ایمان سے وعدہ کیا ہے جو نیک اعمال بجالائے کہ بیشک ان کو زمین پر خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ قرار دیا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کا وہ دین ان کے لئے ممکن کرے گا۔ جس کو ان کے لئے پسند کیا ہے اور بیشک خدا دشمنوں سے ان کے خوف و ہراس کو امن و اطمینان سے تبدیل کر دیگا تاکہ میری پرستش کریں اور کسی کو میرا شریک نہ قرار دیں پھر اس کے بعد جو کفر اختیار کرے گا تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔

کلمہ اور دوسرے مفسرین نے بسند ہائے معتبرہ حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ یہ آیہ کریمہ امہ اور اہالیان امر سے مخصوص ہے جن سے خدا نے بعد رسول وعدہ کیا ہے اور بشارت دی ہے اور ان کو اپنے علم و دین کے لئے خلیفہ قرار دیا ہے جس طرح حضرت آدم کے اوصیاء کو ان کے بعد خلیفہ بنایا تھا۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ یہ آیت قائم آل محمد کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ عیاشی اور دوسرے مفسرین نے حضرت علی بن الحسین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ یہ اطمینان و سکون اور امن و امان ہمارے شیعوں کے لئے اس امت کے جہد کی زمانہ میں ہو گا۔ اور وہ ہے جس کے بارے میں جناب رسول خدا نے فرمایا ہے کہ اگر دنیا کا ایک روز بھی باقی رہے گا تو خداوند عالم اس کو دراز کر دے گا۔ تاکہ میری اولاد میں سے ایک شخص لوگوں پر حاکم ہو جو میرا جہنم ہو گا اور زمین کو عدالت سے بھر دے گا اس کے بعد جبکہ وہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی۔ اور فرات بن ابراہیم نے بہت سی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ یہ آیت آل محمد کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور بہت سی دعاؤں اور زیارتوں میں یہ مضمون وارد ہوا ہے اور ان آیتوں کے بارے میں جو حضرت قائم آل محمد کی شان میں نازل ہوئی ہیں آپ سے متعلقہ تمام حدیثیں مذکور ہوں گی انشاء اللہ۔

جَوْحَى آيَاتِ: الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ  
وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَبَلَّغْنَا قِبَلَهُ الْأُمُورَ وَإِنْ يَكُنْ بِكَ

فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودٌ وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ  
 لُوطٍ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ وَكَذَّبَ مُوسَىٰ فَأَمَلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ  
 فَكَيْفَ كَانَ تَكْوِيْنِ دِل سے حج آیت (۱۴۴) یعنی اگر ہم ان لوگوں کو زمین میں اختیار دے  
 دیں پھر بھی یہ نماز کو قائم رکھیں گے اور زکوٰۃ دے گے اور لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیں گے  
 اور برائیوں سے روکیں گے اور تمام امور کی بازگشت خدا کی جانب ہے۔ اور اگر یہ لوگ  
 تمہاری تکذیب کریں تو ان سے پہلے قوم نوح و عاد و ثمود کی قومیں تھیں اور ثمود جو حضرت  
 صالح کی قوم تھی اور قوم ابراہیم اور قوم لوط اور اصحاب مدین جو شعیب کی قوم کے تھے  
 ان سب نے اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی ہے اور جناب موسیٰ کی قوم نے بھی ان کو  
 جھٹلایا تو ہم نے کافروں کو مہلت دی پھر ہم نے ان کی گرفت کی تو وہ ہمارا انکار نہ کر  
 سکے۔

ابن شہر آشوب ابن ماہیار اور فرات وغیرہم نے بہت سی سندوں کے ساتھ امام  
 محمد باقر و صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ ہم وہ لوگ ہیں جن کا ذکر خدا نے اس  
 آیت میں فرمایا ہے۔ ایضاً ابن ماہیار نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت  
 کی ہے آپ نے فرمایا کہ ایک روز میں اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں مسجد میں حاضر  
 تھا ناگاہ اُن حضرت کے پاس ایک شخص آیا اور کہا اے فرزند رسول مجھ پر کتاب خدا  
 کی یہ آیت سمجھنا دشوار ہے۔ میں نے جابر جعفی سے دریافت کیا انہوں نے کہا کہ آپ سے  
 معلوم کر دوں حضرت نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے کہا الذین ان مکنتھما فی اخوة  
 حضرت نے فرمایا ہاں ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ اصحاب  
 رسول میں سے چند سربراہ اور وہ لوگ جناب رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوتے اور  
 کہا یا رسول اللہ یہ امر یعنی بعد آپ کے امارت و خلافت پر کون قائم ہو گا خدا کی قسم  
 اگر کوئی شخص آپ کے اہلبیت میں سے ہو گا تو ہم اس سے اپنی جان کا خطرہ محسوس کرتے  
 ہیں اگر کوئی دوسرا شخص ہو گا تو شاید وہ ہم پر زیادہ مہربان اور ہم سے زیادہ نزدیک  
 ہو گا یہ سن کر آنحضرت نہایت خشمناک ہوئے اور فرمایا کہ خدا کی قسم اگر خدا اُن میں سے  
 خلیفہ مقرر فرمائے گا تو یقیناً وہ زمین میں نماز کو قائم رکھیں گے اور زکوٰۃ اس کے مستحق کو  
 دیں گے اور یقیناً نیکیوں کا حکم دیں گے اور برائیوں سے منع کریں گے۔ بیشک خدا ان لوگوں

کی ناک ذلت کی خاک پر رگڑے گا جو میرے اہلبیت اور میری اولاد کو دشمن رکھے گا اُس وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی ان یکذبوا فقد کذب قبلیہم ابن ابیہما نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ پہلی آیت حضرت قائم آل محمدؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے جن کو خداوند تعالیٰ زمین میں مشرق سے مغرب تک کی بادشاہی عطا فرمائے گا۔ اور اُن کے ذریعہ سے دین حق کو ظاہر کریگا۔ اور اُن کے اصحاب کے ذریعہ سے باطل بدعتوں کو زائل اور محو کریگا جس طرح ظالموں اور جاہلوں نے حق کو زائل و برباد کیا ہوگا۔ اور ایسا کرے گا کہ ظلم کا کوئی اثر و نشان باقی نہ رہے گا۔ وہ نیکیوں کا حکم دیگا اور برائیوں سے منع کریگا۔ اور تمام امور کی بازگشت خدا کی جانب ہے۔

پانچویں آیت: اَقِمْنَ وَوَعْدَ نَاۡءٍ وَوَعْدَ اَحْسَنَآ فہُوَ لَا یَقِیۡہِ کَمَنۡ مَّقْتَنَآہُ مَتَاعِ الْخٰیۡلِوۃِ الدُّنْیَا ثُوۡمَ الْیَقِیۡمَۃِ مِنَ الْمُحْضَرِیۡنَ دین سوہ قص آیت (۱) کیا وہ شخص جس نے ہم سے اچھا وعدہ کیا ہے پھر اس سے وہ وعدہ پورا کیا جائیگا اس شخص کے مانند ہے جس کو ہم نے دنیا کی چند روزہ نعمتیں دے رکھی ہیں تو وہ قیامت کے دن عذاب الہی میں مبتلا کر دیا جائیگا پھر دنیا کی نعمتیں اور لذتیں اس کو کچھ فائدہ نہ دیں گی۔ ابن ابیہار نے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت امیر المومنینؑ و حمزہؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور دینی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ وعدہ علی بن ابی طالبؑ سے کیا گیا ہے۔ خدا نے اُن کے لئے اور ان کے دوستوں کے لئے آخرت میں بہشت کا وعدہ کیا ہے اور جو لوگ عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے وہ دشمنانِ آنحضرتؐ ہیں جنہوں نے دُنیا میں ان کا حق غصب کیا اور ناحق بادشاہی کی۔ خدا نے ان کو دُنیا میں مہلت دی ہے۔

چھٹی آیت: سَرَّیۡہِہَا یَاۡتِیۡنَا فِی الْاَفَاقِ وَفِیۡۤ اَنْفُسِہِمۡ حَتّٰی یَتَّبِعَنَّ لَہُمۡ اِنَّہُ الْحَقُّ یعنی ہم عنقریب ان کو دنیا میں زمین کے ہر طرف اور ان کی جانوں میں اپنی آیتیں اور نشانیاں دکھائیں گے تاکہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ وہ ہی حق ہے۔ ابن ابیہار نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آفاق میں دکھانے کا یہ مطلب ہے کہ اطراف زمین کو اہل خلاف پر حضرت قائم علیہ السلام کے زمانہ میں تنگ کر دے گا اور ان کی جانوں کو دکھانے کا مقصد یہ ہے کہ اہل خلاف میں بعض بصورت حیوانات نسخ ہوں گے تاکہ ان پر یہ واضح ہو جائے کہ قائم آل محمدؑ وہی ہیں اور حق ان کے ساتھ ہے۔

## چھبیسویں فصل اس بیان میں کہ کلمہ اور کلام کی تاویل آل محمد اور ان کی ولایت و دوستی سے کی گئی ہے۔

اس بارے میں بھی بہت سی آئینیں ہیں۔

پہلی آیت :- وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهَا يَتَذَكَّرُونَ ﴿۳۶﴾ آیت

سورہ زخرف) خداوند عالم نے یہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے کلمہ توحید کو ابراہیم کے اعتقاد میں باقی رکھا یعنی ہمیشہ ان کی ذریت میں ایک شخص ہوگا جو خدا کی یکتائی کا قائل ہوگا اور لوگوں کو اس کی توحید کی دعوت دیگا شاید مشرکین ایمان کی جانب پلٹ آئیں۔

بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت تک جناب ابراہیمؑ و جناب رسولؐ کی ذریت میں کلمہ باقی یعنی امامت باقی ہے۔ چنانچہ شیخ طبرسی نے

کہا کہ بعضوں نے کہا ہے کہ کلمہ سے مراد توحید ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد امامت تک ان کی ذریت میں رہے گی۔ اور حضرت صادقؑ سے بھی ایسی ہی روایت ہوئی

پھر شیخ طبرسی کہتے ہیں کہ اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان کے اعتقاد سے کون شخص مراد ہے بعضوں نے کہا ہے کہ مراد قیامت تک فرزند ان ابراہیمؑ ہیں اور سدی نے کہا ہے کہ آل

محمدؐ علیہم السلام مراد ہیں۔ اور ابن مہیار نے سلیم بن قیس سے روایت کی ہے کہ ایک روز

ہم مسجد میں تھے جناب امیر علیہ السلام ہمارے پاس آئے اور فرمایا کہ ہم سے پوچھو جو کچھ

پوچھنا چاہو قبل اس کے کہ مجھ کو نہ پاؤ۔ اور قرآن کی تفسیر دریافت کرو کیونکہ اس میں علم

اولین و آخرین موجود ہے۔ اور کسی کے لئے اس میں کوئی بات چھوڑی نہیں ہے۔ اور قرآن

کے معانی و مطالب خدا اور راسخون فی العلم کے سوا کوئی نہیں جانتا اور علم میں راسخ صرف

ایک نہیں بلکہ بہت ہیں۔ ان میں سے ایک رسول خداؐ تھے۔ خدا نے ان کو علم قرآن تعلیم

فرمایا تھا۔ آنحضرتؐ نے مجھے تعلیم فرمایا اور ان کی اولاد میں قیامت تک یہ علم رہیگا۔ پھر

حضرت نے یہ آیت پڑھی کہ خداوند عالم تا بوقت سکینہ کے بارے میں فرمانا ہے فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكَمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ۔

یعنی صندوق میں تمہارے پروردگار کی جانب سے سکینہ ہے اور ان چیزوں میں سے باقی

ہیں جو آل موسیٰؑ و آل ہارونؑ نے چھوڑی ہیں فرشتے اس کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ حضرت

علیؑ نے اس آیت کی مثال کے طور پر تلاوت فرمائی۔ یعنی جس طرح کہ حضرت موسیٰؑ اور

ان کے وصی حضرت ہارونؑ کے بقیہ علم و آثار صندوق میں تھے اسی طرح پیغمبر آخر الزماںؑ اور ان کے وصی کے علوم و آثار ان کی ذریت کے پاس محفوظ ہیں اس لئے فرمایا کہ مجھے پیغمبر خدا سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو جناب موسیٰ سے تھی میں سوائے پیغمبر ہی کے تمام چیزوں میں ان کا مثل و مانند ہوں۔ اور آنحضرتؐ کا علم قیامت تک ان کی ذریت میں ہے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی وَ جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً ۝ اور فرمایا کہ رسول خداؐ ابراہیمؑ کے بعد تھے اور میں محمدؐ اور حضرت ابراہیمؑ دونوں کے بعد ہوں۔ ایضا امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت امام محمد باقرؑ کی شان میں جاری ہوئی اور جب سے امامت حضرت تک پہنچی ہمیشہ باپ سے یہ علم اس کے فرزند کو پہنچتا رہتا ہے بھائی یا چچا کو نہیں پہنچتا اور امام حسینؑ کے بعد کوئی امام ایسا نہیں مگر یہ کہ اس کے فرزند ہو گا۔ بارہویں امام تک۔ اور عبد اللہ فطخ چونکہ بغیر فرزند کے دنیا سے رخصت ہوئے لہذا وہ امام نہیں ہیں۔ اور علی بن ابراہیمؑ نے بھی روایت کی ہے کہ کلمہ لعلہم یرجعون سے اشارہ ہے رجعت کی طرف یعنی یہ لوگ قیامت سے پہلے دنیا میں واپس آئیں گے اور کمال الدین نے لیسند معتبر مفضل بن عمرو سے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے اس آیت وَ جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فی عقیقہ کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد امامت ہے جس کو امام حسینؑ کے بعد قیامت تک ان کی اولاد میں قرار دیا ہے مفضل نے کہا یا بن رسول اللہ امامت کیوں امام حسینؑ کے فرزندوں میں قرار پائی امام حسنؑ کے فرزندوں میں کیوں نہ قرار پائی حالانکہ دونوں حضرات رسول اللہؐ کے فرزند تھے اور دونوں جو انان جنت کے سردار تھے اور آپس میں بھائی تھے حضرت نے فرمایا موسیٰؑ و ہارونؑ دونوں پیغمبر مرسل تھے اور ایک دوسرے کے بھائی تھے لیکن خدا نے امامت کو فرزندان موسیٰؑ میں نہیں بلکہ فرزندان ہارونؑ میں قرار دیا۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ اعتراض کرے کہ کیوں ایسا ہوا۔ امامت زمین میں خلافت خدا ہے اور اسی طرح کسی کو حق نہیں کہ اعتراض کرے کہ کیوں خدا نے امامت فرزندان امام حسینؑ میں قرار دی اور فرزندان امام حسنؑ میں قرار نہیں دی کیونکہ خدا اپنے افعال میں حکیم ہے جو کچھ کرتا ہے حکمت کے مطابق کرتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے لَا يَسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُوَ يُسْأَلُ عَنِ الَّذِي يَفْعَلُ ۚ وہ کرتا ہے اس سے اس کے بارے میں پوچھنے کا کسی کو حق نہیں البتہ لوگوں سے ان کے بارے میں

پوچھا جائیگا۔

دوسری آیت: **وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ وَإِنْ جُنَدًا قَالَهُمُ الظَّالِمُونَ** (پہلے سورہ صافات آیت ۱۷ تا ۱۹) یعنی ہم اپنے رسول بندوں سے پہلے ہی وعدہ کر لیا ہے کہ بیشک ان کی مدد کی جائیگی بیشک ہمارا لشکر کا فروں پر غالب ہے۔

ابن شہر آشوب نے حضرت صادق سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ہم اللہ کا غالب لشکر ہیں لہ

تیسری آیت: **وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِ سَبْعَةِ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ** (پہلے سورہ لقمان آیت ۲۷) اگر دنیا کے تمام درخت قلم بن جائیں اور ساتوں سمندر سیاہی بن جائیں اور ان درختوں جیسے اور درخت اور ان سمندروں کے مانند اور دوسرے سات سمندر ان سمندروں کے ساتھ ملا دیئے جائیں پھر بھی کلمات خدا ختم نہ ہوں۔ بیشک خدا غالب حکمت والا ہے۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے کرتا ہے اس کے تمام کام حکمت اور مصلحت پر مبنی ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ کلمات سے مراد خدا کی تقدیریں ہیں۔ امام علی نقی سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی آپ نے فرمایا کہ سات سمندر سے مراد چشمہ کبریت، چشمہ یمن، چشمہ برہوت، چشمہ طبریہ، گرماہ رسیدان، گرماہ افریقیہ اور چشمہ ماحوران۔ اور ہم وہ کلمات خدا ہیں جن کا احصاء نہیں کیا جاسکتا یہ حدیث مؤید ہے اس حدیث کی جو رسول خدا سے عامہ و خاصہ نے روایت کی ہے کہ اگر تمام درخت قلم بن جائیں اور سارے سمندر روشنائی ہو جائیں اور سارے جن وانس اکٹھے پر مقرر کر دیے جائیں تو فضائل علی بن ابی طالب کا دسواں حصہ بھی نہیں لکھ سکتے۔ کلینی وغیرہم نے حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ

لے مولف فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ مراد یہ ہو کہ وہ کلمہ ہم ہیں یا ہماری دلالت ہے جو پیغمبروں پر پیش ہوئی ہے وانھم لھم المنصورون استیناف دوسرا کلمہ ہو یا یہ مراد ہو کہ اس نصرت میں جس کا وعدہ خدا نے کیا ہے ہماری نصرت بھی داخل ہو کیونکہ ہماری مدد رسول خدا کی مدد ہے اور خدا ہم کو آخر زمانہ میں دشمنوں پر مدد دیگا۔

شب قدر میں تمام امور کی تفسیر امام پر نازل ہوتی ہے جو اس سے اور اس کے اہل نازل سے متعلق ہوتی ہے اور دوسرے اوقات میں خدا کے ہر علم خاص اور پوشیدہ اور علم کے عجیب عجیب خزانے امام زمانہ پر نازل ہوتے ہیں پھر حضرت نے یہ آیت پڑھی۔ یہ حدیث اس کی دلیل نہیں ہے کہ کلمات سے مراد وہ علوم ہیں جو خدا کی جانب سے جناب رسول خدا اور ائمہ خدا پر نازل ہوتے ہیں۔ بیشک ان حضرات کی یہ بھی ایک فضیلت ہے

قُلْ لَّوْكَأَنَّ الْبَحْرَ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِبِخْلِهِ مَدَدًا (پہلے سورہ کہف آیت ۱۰۹) یعنی اے رسول کہہ دو کہ اگر میرے پروردگار کے کلمات کے لکھنے کے لئے سارے سمندر سیاہی بن جائیں تو یقیناً وہ ختم ہو جائیں گے قبل اس کے میرے پروردگار کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم اسی کی مثل دوسرے سمندر کو سیاہی بنا دیں۔ امام نے فرمایا تفسیر البیت علیہم السلام میں کلمات سے ان کے فضائل و علوم مراد ہیں۔ جو ہمیشہ خدا کی جانب سے اُن پر نازل ہوتے ہیں۔ اور کبھی ختم نہیں ہوتے جیسا کہ اس کے بعد مذکور ہو گا۔ اور کلمات اللہ اور کلمۃ اللہ کے ساتھ تفسیر میں حدیثیں بہت ہیں۔

چوتھی آیت: فَتَلَوْنَهَا اَوْمًا مِنْ رَبِّكَ كَلِمَاتٍ مَّتَابٍ عَلَيْنَا اِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ (الزَّحِيم ۴) پہلے سورہ بقرہ آیت ۳، یعنی جب آدم بہشت سے زمین پر آئے۔ تو خدا سے چند کلمات سیکھے جن کے ذریعہ سے خدا نے ان کی توبہ قبول کی۔ بیشک وہ توبہ بہت قبول کرنے والا اور مہربان ہے ان کلمات کے بارے میں بہت اختلاف ہے جن کا ذکر اس کتاب کی جلد اول میں کیا جا چکا ہے۔

کلینی اور ابن بابویہ نے معانی الاخبار اور خصال میں اور شیخ طوسی و شیخ طبرسی اور کثیر جماعت نے حضرت صادق و حضرت باقر اور جناب رسول خدا صلوات اللہ علیہم اور ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ کلمات یہ تھے کہ آدم نے کہا خداوند! میں تجھ سے محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کے حق سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھ پر رحم فرما اور مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما۔ تو خدا نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اور دوسری روایت کی مطلقاً جب آدم و حوا نے ان بزرگواروں کے مرتبہ کی آرزو کی اس ترک ادوی میں مبتلا ہوئے۔ جب ایک مدت تک زمین پر گریہ و زاری اور فریاد کی اور خدا نے چاہا کہ ان کی توبہ قبول فرمائے تو جبریل اُن

کے پاس آئے اور کہا آپ حضرات نے اپنی ذات پر ظلم کیا کہ اُن ذوات مقدسہ کے رتبہ کی تمنا کی جن کو خدا نے آپ حضرات پر فضیلت اور بلند عطا فرمائی ہے۔ لہذا انہی ناموں کا واسطہ دے کر سوال کیجئے جو سابق عرش پر آپ نے دیکھے تھے تاکہ خداوند عالم آپ کی توبہ قبول فرمائے تو آدمؑ نے کہا خداوند! میں تجھ سے بحق محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام جو تیرے نزدیک تیری تمام مخلوق میں سب سے زیادہ عزت والے ہیں سوال کرتا ہوں کہ ہماری توبہ قبول فرما اور ہم پر رحم کر۔ تو خدا نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور دوسری روایت کے متعلق بحق محمد و آل محمدؑ سوال کیا اور ابن معاذی شافعی نے بھی اس آیت **وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلِ قَتْلِ نُوحٍ** ذلک عذر مآرب سورہ طہ آیت ۱۱۵ کی تفسیر میں اسی مضمون کی روایت کی ہے یعنی ہم نے آدمؑ سے پہلے ہی عہد لیا تھا مگر وہ بھول گئے اور ہم نے اُن میں کوئی عزم نہیں پایا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی۔ کہ ہم نے آدمؑ سے پہلے چند کموں سے جو محمدؑ علیؑ فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام اور ان کی اولاد میں سے ائمہ کی شان میں ہیں عہد لیا تو انہوں نے ترک کر دیا اور اس بارے میں ہم نے ان میں کوئی عزم نہ پایا۔ اس بارے میں حدیث کتاب اول میں حضرت آدمؑ کے حالات میں بیان ہو چکیں۔

**چھٹی آیت:** **وَإِذْ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ** دپ سورہ بقرہ آیت ۱۲۴ یعنی یاد کر د اُس وقت کو جبکہ ابراہیمؑ کا اُن کے خدا نے چند کلمات سے امتحان لیا تو ابراہیمؑ نے اُن کو پورا کر دیا ان کلمات کی تفسیر میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد سنتہائے حنیفہ ابراہیمؑ ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ مطلق تکلیفیں ہیں۔ اور ابن بابویہ وغیرہ نے مفضل بن عمر سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت صادقؑ سے ان کلمات کے معنی دریافت کئے حضرت نے فرمایا کہ یہ وہی کلمات ہیں جو حضرت آدمؑ نے اپنے پروردگار سے سیکھے تھے اور انہی کے ذریعہ ان کی توبہ قبول ہوئی تھی آدمؑ نے کہا تھا: خداوند! میں تجھ سے بحق محمدؑ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ صلوات اللہ علیہم سوال کرتا ہوں کہ میری توبہ قبول فرما تو خدا نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ مفضل نے پوچھا کہ پھر قَاتَمَتْنِی کسے کیا معنی ہوئے حضرت نے فرمایا کہ ابراہیمؑ نے قائم آل محمدؑ تک ہر امام کے نام زبان پر جاری کئے۔

بلکہ مؤلف فرماتے ہیں کہ یہی تاویل نتمہ آیت پر زیادہ منطبق ہے کیونکہ اس کے بعد حقیقتاً فرماتا ہے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۵ پر)



ساتویں آیت: فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ  
 كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا رِيشًا یعنی پھر خدا نے اپنے رسول اور مومنین  
 کے دلوں پر تسکین نازل فرمائی اور ان کے لئے کلمہ تقویٰ لازم قرار دیا اور وہ اس کے  
 زیادہ حقدار تھے اور کلمہ تقویٰ وہ کلمہ ہے جو ان کو عذاب الہی سے محفوظ رکھے یا وہ کلمہ ہے  
 جس کو پرہیزگار لوگ اختیار کرتے ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ وہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے اور  
 دوسرے اقوال بھی ہیں اور بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ وہ ولایت امیر المومنین ہے  
 چنانچہ شیخ مفید نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ بیشک  
 خدا نے مجھ سے ایک عہد لینا پایا میں نے عرض کی پالنے والے وہ عہد بیان فرما۔ خدا نے  
 فرمایا سنو میں نے کہا سن رہا ہوں فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) علیؑ راہ ہدایت  
 کے نشان اور علامت تمہارے بعد ہیں اور میرے دوستوں کے پیشوا ہیں اور جو شخص میری  
 اطاعت کریگا اُس کے لئے کامیابی ہے اور وہ کلمہ ہیں جسے میں نے متقیوں کے لئے لازم  
 قرار دیا ہے جو شخص ان کو دوست رکھے گا اس نے مجھے دوست رکھا ہے اور جو شخص  
 ان کو دشمن رکھے گا اس نے مجھے دشمن رکھا ہے۔ لہذا میں نے یہ جو کچھ کہا ہے ان کو  
 بھی اس کی خوشخبری دے دو۔ کلمینی نے بسند صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے  
 کہ کلمہ تقویٰ ایمان ہے اور خصال میں حضرت رسولؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک  
 خطبہ کے آخر میں فرمایا کہ ہم کلمہ تقویٰ ہیں۔ اور تو حید میں روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ  
 نے ایک طولانی خطبہ میں فرمایا کہ ہم عروۃ الوثقیٰ اور کلمہ تقویٰ ہیں۔ اس بارے میں حدیثیں

(حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ) کہ میں نے تم کو لوگوں کا امام بنایا تو ابراہیمؑ نے عرض کی پالنے والے میری ذریت  
 میں سے بھی امام بنانے فرمایا کہ یہ میرا عہد امامت ظالموں کو نہیں پہنچے گا یعنی تمہاری ذریت سے اسکو  
 امام بنا دیا جائے گا ہوں سے معصوم ہوگا لہذا اس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ حق تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو  
 ائمہ کی امامت یا ان کو عطلے امامت کی خبر دی اور ابراہیمؑ نے اس کو تمام کیا یعنی ذریت کے لئے  
 طلب کیا اور خدا نے ان کو خوشخبری دی کہ تمہاری ذریت میں سے جو معصوم ہوگا ان سب کو امام بناؤنگا  
 حضرت قائمؑ مک۔ لہذا آیہ کریمہ بغیر کسی تکلف کے اسی معنی پر منطبق ہوتا ہے۔ اس تفسیر کی بنا پر ممکن ہے  
 کہ ضمیر فاعلہم خدا کی طرف راجع ہو یعنی خدا نے امامت کو آخر یعنی قائم آل محمدؑ تک تمام کر دیا ہے۔ ۱۲

بہت ہیں۔

**آٹھویں آیت:** وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ  
 وَهُوَ الشَّيْخُ الْعَلِيمُ (پس سورہ انعام آیت ۱۱۶) اور تمہارے پروردگار کا کلمہ سچائی اور  
 عدل کے ساتھ تمام ہوا۔ اس کے کلمات کو بدلنے والا کوئی نہیں۔ وہ بڑا سننے والا اور جاننے  
 والا ہے۔ احادیث اہلبیت علیہم السلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کلمات خدا ائمہ حق ہیں اور  
 ان کی امامت کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور کلینی اور دوسرے محدثین نے بہت سی حدیثیں  
 بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب خداوند عالم کا ارادہ  
 امام کے خلق کا ہوتا ہے تو ایک فرشتہ کو حکم دیتا ہے اور وہ زیر عرش سے پانی لے کر امام کے پاس  
 کے پاس لاتا ہے وہ اس کو پیتا ہے۔ اُس پانی سے امام کا نطفہ بنتا ہے۔ وہ چالیس روز تک ماں  
 کے شکم میں آواز نہیں سنتا اس کے بعد بنتا ہے۔ پھر رحم مادر میں یا ولادت کے بعد خداوند تعالیٰ  
 اس فرشتہ کو بھیجتا ہے جو امام کی پیشانی یا دامنے بازو پر یا دونوں شانوں کے درمیان یا ان  
 تمام مقامات پر رکھتا ہے وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدًا لَّا یُطْعَمُ دَیْمًا  
 تو ایک نور کا ستون خداوند عالم اس کے لئے بلند کرتا ہے جس کے ذریعہ سے وہ تمام شہروں  
 کے اعمال ان کے شہروں میں دیکھتا ہے۔ خدا جب کسی کو امام مقرر فرماتا تو یوں ہی فرماتا تو  
 یوں ہی کرتا ہے۔ اور خدائے تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے لَا تُبَدِّلُ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ عَلَى  
 بن ابراہیم نے کہا ہے یعنی امامت کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔

**نویں آیت:** وَإِذْ يُعِذُّكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهُمَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ  
 غَيْرَ آبْنِ السُّوَيْدِ تَكُونُ لَكُمْ يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُخَيِّقَ الْحَقَّ يَكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعُ دَابِرَ  
 الْكَافِرِينَ لِيُخَيِّقَ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ (پس سورہ انفال آیت ۱۰)  
 یعنی اے رسول اُس وقت کو یاد کرو جبکہ خدا نے جنگ بدر میں تمہارے دو گروہوں میں  
 سے ایک سے وعدہ کیا تھا کہ وہ تمہارا وزیر ہوگا۔ ایک قریش کا قافلہ جس کے پاس مال  
 ہوگا دوسرا قریش کا لشکر جو ہتھیاروں سے آراستہ تمہاری طرف آتا تھا اور تم یہ پسند کرتے  
 تھے کہ اُس قافلہ کے پاس جاؤ جو مال رکھتا ہے اور آلات حرب سے نہیں آراستہ ہے۔ خدا  
 نے چاہا کہ کلمات کے ذریعہ حق کو قائم کرے اور دین حق کو غلبہ عطا کرے مفسرین نے  
 کہا ہے کہ کلمات سے مراد خدا کی وحی ہے۔ یا تعذیرات الہی ہیں یا فرشتوں کو مومنین کی

مرد کا حکم دینا ہے۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ کلمات سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں اور کافروں کی دُوم کاٹ دینا اور ان کے سر پر آوردہ لوگوں کو ہلاک کرنا مراد ہے تاکہ دین حق کو ثابت کرے اور باطل کو مٹا دے اگرچہ جرم کرنے والے اور کفار پر بند نہ کریں۔ عیاشی نے جابر سے روایت کی ہے کہ امام محمد باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا اُس کی باطنی تفسیر یہ ہے کہ خدا نے ایک امر کا ارادہ کیا اور مقدر کر دیا ہے کہ آل محمد کا حق ثابت کرے اور ان کو اس پر مقرر کر دے۔ بطن آیت میں کلمہ خدا سے علی بن ابیطالب مراد ہیں۔ اور کافروں سے مراد بنی امیہ ہیں جن کو خدا جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا اور یحییٰ الحق سے مراد حق آل محمد ہیں جو حضرت قائم آل محمد کے زمانہ میں ان کی طرف پلٹ آئے گا۔ اور باطل الباطل سے مراد یہ ہے کہ جب قائم آل محمد ظاہر ہوں گے بنی امیہ کو بیست و نابلود کر دیں گے اور ان کی جڑ اکھاڑ پھینکیں گے۔

دوسری آیت، فَإِنْ يَشَأْ اللَّهُ يُخْتِمْ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُمْحِضُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُخَيِّطُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (پہلے سورہ شوریٰ آیت ۲۲)

لیکن نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کے لئے فرمایا جو شیطان کے دوست تھے اور جناب رسول خداؐ کی تکذیب کرتے تھے اور آپ کے کہنے کو نہیں مانتے تھے۔ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ یعنی اے رسول منافقوں سے کہہ دو کہ میں رسالت کا اجر جو میری اہلیت کی محبت ہے تم سے نہیں مانگتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم اس کو قبول نہیں کرو گے اور میں تکلیف دینے والا نہیں ہوں کہ ایسے امر کی اجرت طلب کروں جس کو تم باور نہیں کرتے اور نہ اس کے اہل ہو۔ یہ سنکر منافقوں نے آپس میں کہا کہ کیا محمدؐ کے لئے اتنا کافی نہیں ہے کہ بیس سال سے اپنے حکم کا پابند کر رکھا اور اب چاہتے ہیں کہ اپنے اہلیت کو ہماری گردنوں پر سوار کر دیں۔ اور یہ جھوٹ کہتے ہیں خدا نے نہیں کہا کہ اجر رسالت میں

۱۔ متوافقت فرماتے ہیں کہ ظاہر آیت کی بھی کلمات اللہ سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں جیسا کہ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ ائمہ مراد ہیں اور یہ تفسیر آیت کے مطابق ہے اس لئے کہ فتح بدر جناب رسول خداؐ اور امیر المؤمنینؑ کے ہاتھ پر ہوئی جیسا کہ جنگ کے باب میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ ۱۲۔

اپنے اہلبیت کی محبت طلب کریں بلکہ یہ اپنی طرف سے کہتے ہیں۔ اور اپنے اہلبیت کو ہم پر مسلط کر دیں۔ اگر وہ قتل ہو جائیں یا مہ جائیں خلافت ہم ان کے اہلبیت سے چھین لیں گے پھر بھی ان کو واپس نہ دیں گے تو خدا نے چاہا کہ اپنے پیغمبر کو آگاہ کر دے اُس سے جو ان کے دلوں میں تھا اور وہ اُسے چھپاتے تھے اور فرمایا اَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلٰی اللّٰهِ كَذِبًا یعنی یہ منافقین کہتے ہیں کہ محمد نے خدا پر افترا کیا ہے اَفَاِنْ يَشَاءُ اللّٰهُ يَخْتَارُ عَلٰی قُلُوبِكُمْ پھر خدا نے فرمایا کہ اگر خدا چاہتا تو تمہارے دل پر مہر لگا دیتا یعنی اگر تم خدا پر جھوٹ باندھتے ہو تے تو خدا اس پر قادر تھا کہ تمہارے دل پر مہر لگا دے۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا کہتا ہے کہ اگر میں چاہتا تو وحی کا نازل کرنا بند کر دیتا تو لوگوں کو اپنے اہلبیت کی فضیلت سے اور نہ اُن کی دوستی سے آگاہ کر سکتے پھر فرمایا وَيَسْمَعُ اللّٰهُ الْبَاطِنَ وَيُخَيِّرُ الْحَقَّ فِيْ اَحَدِهِمَا رُت ۲۲ سورہ نوری

امام نے فرمایا خدا جانتا ہے جو کچھ وہ اپنے دلوں میں تمہاری اور تمہارے اہلیت کی دشمنی اور ان پر ظلم کرنے کا منصوبہ چھپائے ہوئے ہیں۔

گیارہویں آیت: ﴿لَوْلَا تَكِينُ الْعِزِّذِ لَقَدْ أَفْلَحَ الْفَاسِقُونَ﴾ (پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ)

یعنی اگر وہ کلمہ فضل نہ ہوتا یعنی وہ وعدہ جو خدا نے قیامت میں اپنے بندوں پر فضل کرنے کا فرمایا ہے نہ ہوتا تو یقیناً دنیا میں ان کے لئے حکم جاری ہوتا اور کافروں پر عذاب نازل ہوتا۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اس سے مراد امام ہے۔ ﴿لَقَدْ أَفْلَحَ الْفَاسِقُونَ﴾ یعنی جن لوگوں نے اس کلمہ پر ظلم کیا ہے۔ ﴿لَقَدْ عَذَابٌ لِلْإِيمَانِ﴾ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ ﴿ثَوْرِي﴾ ﴿الظَّالِمِينَ﴾ تم ظالموں کو دیکھو گے یعنی جن لوگوں نے آل محمد پر ظلم کیا ہے مشفقین ممتنان۔ ﴿كَسَبُوا أُنْ أَعْمَالٍ﴾ سے خوفزدہ ہوں گے جو وہ دنیا میں کر چکے ہیں وہ واقعتاً بھلا اور حسن بات کا ان کو خوف ہے وہ ان پر ہو کے رہیگا پھر ان لوگوں کا ذکر کیا جو کلمہ پر ایمان لائے اور اس کی متابعت کی اس کے بعد کہا ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ یعنی جو لوگ کلمہ پر ایمان لائے اور اچھے اچھے اعمال بجالائے ﴿فِي تَرْوَضَاتٍ الْجَنَّاتِ﴾ سورہ الشوریٰ آیت (۲۲) ان کے لئے بہشت کے باغات ہیں اور اُس میں وہ سب کچھ ہے جو چاہیں گے یہ ہے وہ فضل بزرگ۔ یہ وہ خوشخبری ہے جو خدا اپنے ان بندوں کو دیتا ہے جو اس کلمہ پر ایمان لائے ہیں اور وہ نیک اعمال بجالائے جن کا ان کو حکم دیا گیا ہے یہاں تک علی بن ابراہیم

کی روایت تھی۔

بارہویں آیت، اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّقَتْ عَلَیْهِمْ کَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ وَ لَوْ حَآکَ تَہُمُ  
نَحْنُ اٰیٰتِہٖ حَتّٰی یَرُوْا الْعَذَابَ الْاٰلِیْمَ سورہ یونس پ آیت ۹۰ یعنی وہ لوگ جن پر تمہارے پروردگار  
کا کلمہ لازم ہو چکا ہے وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ ان کے پاس تمام نشانیاں آجائیں  
یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب دیکھیں۔ مفسروں نے کہا ہے کہ کلمہ خدا سے مراد خدا کی جانب  
سے یہ خبر ہے کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے یا خدا کے عذاب کا وعدہ ہے۔ اور علی بن ابراہیم  
نے روایت کی ہے کہ یہ آیت اُس جماعت کی شان میں نازل ہوئی ہے جن لوگوں نے امیر المؤمنین  
کی امامت سے انکار کیا جبکہ ان کے سامنے علی کی ولایت پیش کی گئی اور ان پر واجب کیا  
گیا کہ ایمان لائیں اور وہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ لہذا کلمہ ولایت علی ہے۔

سترہویں آیت: اَلَّذِیْہِ یُضَعِّدُ الْکَلِمَ الطَّیْبَ وَالْعَمَلُ الصَّالِحَ یَرْفَعُہٗ رُبَّ

سورہ فاطر آیت ۱۱ یعنی نیک عمل خدا کی جانب بلند ہوتا ہے اور عمل صالح کلمہ نیک کو بلند کرتا ہے  
یا کلمہ طیب نیک عمل کو بلند کرتا ہے۔ ابن شہر آشوب نے حضرت صادق سے روایت کی ہے  
کہ حضرت نے اپنے سینہ مبارک کی جانب اشارہ کیا اور فرمایا کہ اس سے مراد ہم طبیعت کی ولایت  
اور ہماری امامت کا اقرار ہے جو شخص ہمارے ولایت نہیں جانتا اس کا کوئی عمل بلند نہیں  
ہوتا اور نہ مقبول ہوتا ہے۔ ان معنوں کی توضیح دوسرے مقام پر بھی ہوئی ہے۔

سینتیسویں فصل اس بیان میں کہ طبیعت خدا کی حرمت میں داخل ہیں۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: وَمَنْ یُعَظِّمْ حُرْمَاتِ اللّٰہِ فَہُوَ خَیْرٌ لَّہٗ عِنْدَ  
رَبِّہٖ (پک سورہ الحج آیت ۳) یعنی جو شخص حرمت خدا کی تعظیم کرے اور اس کو بزرگ سمجھے تو یہ  
اس کے لئے اس کے پروردگار کے نزدیک بہتر ہے۔ حرمت نعمت میں وہ امر ہے جس  
کی رعایت لازمی ہے اور اس کی ذلت اور بے حرمتی جائز نہ ہو۔ بعض مفسرین کہتے ہیں۔  
کہ اس سے مناسک حج مراد ہیں۔ اور بعض کا قول ہے کہ کعبہ مراد ہے۔ اور مکہ اور ماہ حرام  
اور مسجد الحرام ہے۔ ابن بابویہ نے بسند صحیح حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ خدا کی  
تین حرمتیں ہیں جن کے مثل کوئی چیز نہیں۔ کتاب خدا جو خدا کی حکمت اور نور ہے اور خانہ کعبہ  
جو لوگوں کا قبلہ قرار دیا گیا ہے۔ اور اس شخص کی نماز قبول نہیں جو اس کے علاوہ کسی اور طرف

رُخ کرے اور متوجہ ہو۔ اور اس کے پیغمبر کی عمرت۔

مخالفین کے طریقے سے ابوسعید سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ خدا کی حرمت میں ہیں جو شخص ان کی حفاظت کرے گا خدا نے تعالیٰ اس کے دین و دنیا کی حفاظت کر لیا۔ اور جو شخص ان حرمتوں کی حفاظت نہیں کر لیا خدا اس کے کسی امر کی حفاظت نہیں کرے گا۔ اور وہ حرمتِ اسلام، میری حرمت اور میرے اہلیت کی حرمت ہے۔

ایضاً انہی کے طریقے سے جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول خدا سے سنا کہ قیامت کے دن تین چیزیں خدا سے شکایت کریں گی مصحف (قرآن مجید) مسجد اور میرے اہلیت علیہم السلام۔ قرآن کہیگا خداوند امجھ میں تحریف کی ہے اور پارہ پارہ کیا۔ مسجد کہے گی خداوند امجھ کو مصل چھوڑ دیا اور میری حرمت ضائع کی اور میری عمرت کہے گی خداوند امجھ کو ظالم امت نے قتل کیا اور گھروں سے نکالا اور آوارہ کیا۔ اس وقت میں لوگوں سے خصوصیت کے لئے دو زانو بیٹھوں گا اور خداوند عالم فرمائے گا کہ میں ان امور میں لوگوں سے مخاصمہ کرنے کے لئے زیادہ سزا دار ہوں۔ دلیلی نے محمد شان عام کے طریقے سے فردوس الاخبار میں بھی اس حدیث کی روایت کی ہے کہ خدا نے عز وجل کی شہروں میں پانچ حرمتیں ہیں۔ حرمتِ رسول خدا۔ حرمتِ آل رسول صلوات اللہ علیہم حرمتِ کتاب خدا۔ حرمتِ کعبہ اور حرمتِ ثمن اور ابن ماریہ نے بسند معتبر حضرت امام موسیٰ کاظم سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ من یحفظ حرمات اللہ سے تین حرمتیں ملا وہ ہیں جن کی رعایت ہر ایک پر واجب ہے اور جو شخص ان میں کسی ایک کو ترک کر لیا تو اس نے خدا کے ساتھ مشرک کیا۔ پہلی حرمت کعبہ جس کو خالی نہ حرم قرار دیا ہے۔ دوسری کتاب خدا کو معطل کرنا اور اس کے خلاف عمل کرنا۔

تیسری حرمت یعنی ہماری مودت اور اطاعت کو قطع کرنا جسکو خدا نے واجب قرار دیا ہے

لے مولف فرماتے ہیں کہ اس آیت کہ یہ اور خاصہ وعام کی معتبر حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب رسول خدا اور ائمہ ہدی صلوات اللہ علیہم کی تعظیم ان کی حیات اور بعد وفات واجب ہے۔ اسی طرح ان چیزوں کی تعظیم واجب ہے جو ان حضرات کی جانب منسوب ہیں جیسے ان کے مشاہد مقدسہ اور مندرج ہائے مشرفہ اور ان کے آثار و نشانات اور ان کی ذریت اور وہ لوگ (یعنی سادات) جو ان کے طریقہ پر ہوں اور ان کے ارشاد و کلام کی راوی اور ان کے علوم کے عالم حضرات۔ کیونکہ ان سب کی تعظیم انہی حضرات کی تعظیم کے سبب سے ہے۔ ۱۱۔

## ترجمہ فصل

اس تاویل کے بیان میں کہ آیات عدل و احسان و قسط و میزان کی لایات ائمہ علیہم السلام اور کفر و فسوق و عصیان و فحشاء و منکر و بقی سے مراد ان کی عداوت اور ولایت کا ترک کرنا ہے۔ اس باب میں بہت سی آیتیں ہیں۔

پہلی آیت: اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِيتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۃِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (پہلی سورہ نحل آیت ۹۰)

یعنی یقیناً خداوند عالم انصاف اور احسان اور عزیزوں کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیتا ہے اور برائیوں اور ناپسندیدہ افعال اور ظلم سے منع کرتا ہے خدا تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ عدل سے مراد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا ہے اور احسان سے مراد امیر المومنین ہیں اور بغی و منکر سے تینوں شتم گار مراد ہیں (یعنی اس امت کے فرعون و ہامان و قارون) ارشاد القلوب میں حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ عدل سے مراد توحید و رسالت کی گواہی ہے اور ایفاء ذی القربیٰ سے مراد حسن و حسینؑ اور فرزند ان امام حسینؑ میں سے ائمہ طاہرینؑ مراد ہیں اور فحشاء و منکر و بغی سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اہلبیتؑ پر ظلم کئے ان کو قتل کیا اور ان کا حق غصب کیا۔ اور عیاشی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ عدل سے مراد توحید کی گواہی دینا ہے اور ایفاء ذی القربیٰ سے مراد ہر امام کا اپنے بعد کے امام کو امامت سپرد کرنا ہے اور فحشاء و منکر و بغی ائمہ ظالمین کی محبت ہے۔ اور حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ عدل سے مراد شہادتیں ہیں اور احسان سے ولایت امیر المومنینؑ ہے اور فحشاء ظالم اول اور منکر ظالم دوم اور بغی ظالم سوم ہے۔ دوسری روایت کے مطابق قریبا کہ عدل سے مراد ذات سرور کائنات ہے جس نے آنحضرتؐ کی امانت کی تو اس نے عدل کیا اور احسان سے مراد امیر المومنین علیہ السلام ہیں جس نے آپ کی ولایت اختیار کی اس نے نیکی اختیار کی اور محسن یعنی نیکی کرنے والے کی جگہ بہشت میں ہے۔ اور ایفاء ذی القربیٰ سے مراد ہمارے قربت کی رعایت کرنا ہے کیونکہ خدا نے ہماری اور ہمارے فرزندان کی مودت و محبت کا حکم دیا ہے اور منع کیا ہے لوگوں کو فحشاء و منکر و بغی سے یعنی ان لوگوں سے محبت کرنے کو جنہوں نے ہم سے بنادست کی اور ہم پر ظلم کیا اور لوگوں کو غیروں کی طرف بلایا۔ اور قتات ابن ابراہیم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ عدل رسول خدا ہیں

احسان امیر المومنین اور ذوی القربیٰ اجنبیٰ معصومہ صلوات علیہم ہیں۔

دوسری آیت: صَبَرَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلَى مَوْلَاهُ أَيْنَمَا يُوَجِّههُ لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِي هُوَ وَمَنْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (پہلے سورہ نمل آیت ہے) خدا نے دو شخصوں کی مثال بیان کی ہے ایک گونگا ہے جو کسی بات پر قادر نہیں اور وہ اپنے آپ پر بوجھ ہے جس کا ہم پر اس کو مقرر کرتا ہے وہ کچھ نہیں کرتا کیا وہ اور دوسرا وہ شخص برابر ہو سکتا ہے جو عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے اور وہ سیدھی راہ پر ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ خداوند عالم نے یہ مثال اپنی اور بتوں کی بیان کی ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ کافر و مومن کی مثال ہے اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ یہ مثال امیر المومنین اور ائمہ علیہم السلام اور ان کے اصحاب خاص کے لئے بیان کی ہے کیونکہ امیر المومنین اور ائمہ معصومین علیہم السلام لوگوں میں اقوال و افعال کے ذریعہ سے عدالت کے ساتھ حکم لیتے تھے اور یہی راستہ پر تھے خدا فرماتا ہے یا رسول جے کہ جو یہ راہ پر تھے تو ان کا قضا اور ائمہ جو سب کے سب امر حق بیان کرنے اور خلافت کی ہدایت کرنے میں گونگے تھے اور خدا کا کوئی امر ان سے جاری نہیں ہوا تو کیونکہ یہ اور وہ برابر ہو سکتے ہیں۔ اس تاویل کی بناء ممکن ہے کہ آقا سے مراد خدا ہو یا جناب رسول خدا کیونکہ جناب پیغمبر خدا نے جس جنگ میں ان کو بھیجا وہ لوگ بھاگتے رہے اور کوئی امر خیر ان کی ذات سے جاری نہیں ہوا۔ آیت کی یہ تفسیر دوسری تفسیر دل سے زیادہ مطابق ہے۔

تیسری آیت: وَادْعُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا وَادْعُوا إِلَىٰ مَا كُنْتُمْ إِذَا كُنْتُمْ مِنَ الْقِسْطِ اسْتَقِيمُوا ذَٰلِكَ أَحْسَنُ تَأْوِيلًا (پہلے سورہ بقرہ آیت ۲۰) یعنی عہد و پیمان کو پورا کرو بیشک قیامت میں عہد کے بارے میں سوال کیا جائیگا اور جب کوئی چیز ناپو تو پوری ناپو اور جب کچھ تو لو تو درست و صحیح ترازو سے تو لو یہ تمہاری عاقبت کے لئے زیادہ بہتر ہے۔

سید ابن طاووس ابن ماہیار کی تفسیر میں حضرت موسیٰ کاظم سے انہوں نے اپنے پڑاوار سے روایت کی ہے کہ عہد سے مراد وہ عہد ہے جو رسول خدا نے ہم اہلبیت کی مودت اور امیر المومنین کی اطاعت کے بارے میں لوگوں سے لیا اور یہ کہ ان کی مخالفت نہ کر نیلے اور خلافت میں ان پر سبقت نہ کریں گے اور نہ ان سے قطع رحم کریں گے اور لوگوں کو یہ بھی





یعنی جب یہ لوگ بُرے کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو عمل کرتے ہوئے پایا ہے اور خدا نے ہم کو اس کا حکم دیا ہے اسے رسول کہہ دو کہ خدا بُرے کاموں کا حکم نہیں دیتا تو کیا تم خدا پر افراتفرات کرتے ہو ان باتوں کا جو تم نہیں جانتے۔ کلینی نے روایت کی ہے کہ محمد بن منصور نے حضرت صادق علیہ السلام سے اس آیت کے معنی دریافت کئے حضرت نے فرمایا کہ کیا تم نے دیکھا یا سنا ہے کہ کوئی کسے کہ خدا نے مجھے زنا کرنے یا شراب پینے یا ایسے ہی فعل حرام کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ پھر وہ بُری باتیں اور عمل بقیع کیا ہے جس کا وہ دعوے کرتے تھے کہ خدا نے ان کو اس کا حکم دیا ہے۔ اس نے کہا خدا اور اس کا ولی بہتر جانتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت حاکمان جو روستم کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کا مخالفین دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم ان کی متابعت کریں۔ تو خدا نے خبردار کیا کہ وہ لوگ جھوٹ خدا پر باندھتے ہیں۔ خدا نے انکی اس متابعت کو فاحشہ کہا ہے کیونکہ یہ رسوا کرنے والا لگتا ہے۔

اس بیان میں کہ جنب اللہ و جبہ اللہ اور بدعت و غیرہ جیسے الفاظ سے مراد رسول خدا اور ائمہ طاہرین ہیں صلوات اللہ علیہم

## انتالیسویں فصل

اس باب میں آیتیں بہت ہیں۔

پہلی آیت: وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مَنْ قَبِلَ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بِغَتَّةٍ أَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۚ أَنْ تَقُولَ نَفْسُ يَا حَسْرَتِي عَلَىٰ مَا فَرَّقْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُ لَمِنَ السَّاجِدِينَ ۝ ر ۝ سورہ الزمر آیت ۵۵-۵۶ یعنی جو بہتر پیر تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس بھیجی گئی ہے اس کی پیروی کرو قبل اس کے کہ تم پر دفعۃً خدا کا عذاب آئے اور تم نہ جانتے ہو تاکہ کوئی کہے کہ ہاتھ افسوس میں نے جنب اللہ کے بارے میں کیا زبردست تقصیر کی بیشک میں دنیا میں خدا کے دین اور اسکے پیغمبروں اور مومنین کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ جب کے معنی لعنت میں پہلو کے ہیں مگر یہاں مجازی معنی مراد ہیں۔ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ تقصیر سے مراد خدا کی اطاعت میں کمی یا خدا کے قرب میں کمی ہے بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ جنب خدا کنایہ ہے رسول خدا اور ائمہ ہدی صلوات اللہ علیہم اور ان کی اطاعت اور ولایت سے چنانچہ علی بن ابراہیم نے ان دونوں آیتوں کی تفسیر میں کہا

ہے کہ جو چیز تمہاری طرف بھیجی گئی ہے یعنی قرآن اور قرآن میں جو بہترین چیز مذکور ہے وہ امیر المؤمنین اور امیر المومنین علیہم السلام کی ولایت ہے لہذا جناب اللہ سے مراد امام ہے اور صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم جناب اللہ ہیں۔ احتجاج میں امیر المؤمنین سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے قرآن کی شکل آیتوں کی تفسیر انہی حضرت سے دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ جناب اللہ سے خدا کے برگزیدہ اور دوست ہیں اس نے چاہا کہ قرآن میں اُن کے لئے حجت قرار دے جس سے خلیفہ خدا کی منزلت اور قربت ظاہر ہو۔ کیا تم کو نہیں معلوم کہ جب کوئی شخص کہتا ہے کہ فلاں شخص فلاں شخص کے پہلو میں بیٹھا ہے یعنی اس کا مقرب ہے اسی طرح قرآن میں بھی مخصوص بندوں کا خدا سے تقرب ظاہر کرنے کا ایک گناہ یہ ہے جس کو خدا کے مقرر کردہ امیر اور اُن کے دوست سمجھ لیں اور اُن کے دشمن اس میں تحریف نہ کریں۔ اور قرآن سے خارج نہ کریں۔ جیسا کہ اور دوسری آیتوں کو خارج کر دیا۔ خدا نے ان کی آنکھوں اور دلوں کو اندھا کر دیا اور اس آیت کو نہیں سمجھا۔ پھر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم دین خدا کے فزینہ دار اس کے علوم کے چراغ ہیں۔ ہر امام جو دنیا سے رخصت ہوتا ہے دوسرا امام اس کے بعد لوگوں کی ہدایت کے لئے ظاہر ہوتا ہے اور وہ شخص گمراہ ہوتا ہے جو ہم پر ظلم کرتا ہے۔ لہذا اس کی چیزوں کی لالچ میں ہم سے جدا مت ہو کیونکہ وہ چیزیں بہت جلد تم سے زائل ہو جائیں گی۔ جو شخص دنیا کو آخرت پر یا ہمارے عوض اختیار کرے گا۔ قیامت میں اس کی حسرت عظیم ہو گی۔ اور کلینی نے حضرت موسیٰ بن جعفر سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جناب اللہ امیر المؤمنین اور اُن کے بعد ان کے اوصیا ہیں اس بلند مرتبہ کے ساتھ جو ان کو آخر تک حاصل ہے۔ نیز امیر المؤمنین نے فرمایا کہ میں عین اللہ و اللہ جناب اللہ اور باب اللہ ہوں۔ ابن شہر آشوب نے ابو ذر سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ اے ابو ذر قیامت کے روز دشمن علی کو اندھا اور گونگا لایا جائے گا وہ ظلمات قیامت میں گرے گا اور اٹھتا رہے گا اور یاد دہانہ رہے گا کہ یا حسرتی اعلیٰ مَا قَرَّطْتُ فِیْ جَنَّبِ اللہ اس کی گردن میں آگ کا طوق ہو گا۔ عیاشی نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم جناب اللہ ہیں بھائی میں حضرت صادق علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ علی جناب اللہ ہیں اور ابن مہیار نے حضرت صادق سے

روایت کی ہے کہ ہم جنب اللہ ہیں خدا نے ہم کو اپنے نور سے خلق فرمایا ہے لہذا جب کافروں کو جہنم میں ڈال دیا جائیگا تو کہیں گے یا حسرتی علی عاقدرات فی جنب اللہ یعنی ہائے افسوس میں نے ولایت محمد و آل محمد علیہم السلام میں تقصیر کی۔ معافی الاخبار اور توحید میں بسند صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب امیر نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا کہ میں ہوں ہدایت یافتہ اور میں یتیموں مسکینوں کا باپ اور یتیموں کا شوہر ہوں اور میں ہر کمزور کی پناہ اور خوفزدہ کے لئے محل امن ہوں۔ اور میں مومنوں کو بہشت میں پہنچانے والا ہوں میں جل اللہ المتین ہوں میں عرۃ الوثقی ہوں میں کلمۃ تقویٰ ہوں میں چشم خدا اور خدا کی راست گو زبان اور جنب اللہ ہوں جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے یا حسرتی علیٰ مَا خَرَّطْتُ اور میں دست خدا ہوں جس کو خدا نے اپنے بندوں پر اپنی رحمت و منفعت کے لئے وسیع کر رکھا ہے اور میں اس اُمت کا باب خط ہوں جس نے مجھ کو اور میرے حق کو پہچانا تو اس نے اپنے رب کو پہچانا کیونکہ میں زمین پر اس کے پیغمبر کا وہی ہوں اور اُس کی مخلوق پر محبت ہوں اس سے انکار وہی کر سکتا ہے جو خدا و رسول کے ارشادات کی تردید کرتا ہے۔ دوسری سند سے توحید میں انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ میں علم خدا ہوں میں اس کا دل وانا ہوں میں اس کی دیکھنے والی آنکھ ہوں میں اُس کی بولنے والی زبان ہوں میں اس کا پہلو ہوں میں اس کا ہاتھ ہوں۔ اس طرح کی حدیثیں بہت ہیں۔ بعض بیان ہو چکیں اور بعض ذکر کی جائیں گی۔ دوسری آیت: کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَ اللَّهِ (پت سورہ قصص آیت) یعنی سوائے وجہ خدا کے ہر شے ہاک و فانی ہے اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ مراد وجہ خدا سے ذات ہے اور ہر چیز قیامت سے پہلے فنا ہو جائے گی اور پھر پیدا ہوگی۔ بعضوں نے کہا کہ خدا کا دین اور اُس کی عبادت مراد ہے۔ ابن بابویہ نے توحید میں ابن خثیمہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی فرمایا وجہ خدا دین خدا ہے اور حضرت سرور کائناتؑ اور امیر المومنینؑ دین خدا تھے اور خدا کے بندوں کے درمیان خدا کی آنکھ تھے جو ان کے اعمال کو خدا کے نور سے دیکھتے تھے اور خدا کی زبان تھے کہ خدا ان کے ذریعہ سے گفتگو کرتا تھا اور یہ حضرات خدا کے علوم کو اس کے بندوں تک پہنچاتے تھے اور خدا کا ہاتھ یعنی اس کی مخلوق پر اس کی رحمت تھے اور ہم ہیں

وجہ خدا بندے ہمارے ذریعہ سے خدا تک پہنچ سکتے ہیں۔ جب تک خدا چاہے گا کہ اس کی مخلوق کے حالات درست رہیں ہم کو ان کے درمیان باقی رکھے گا اور جب وہ چاہے گا کہ اُن پر عذاب کرے اور ان میں کوئی اچھائی نہیں دیکھے گا تو ہم کو ان کے درمیان سے نکال لے جائے گا اُس کے بعد جو عذاب چاہے گا ان پر بھیجے گا۔ نیز بسند معتبر انہی حضرت سے روایت ہے کہ خدا نے ہماری بہترین خلقت کی ہے اور ہم کو بہترین صورت عطا کی اور ہم کو اپنے بندوں کا نگران قرار دیا اور اپنی گویائی کی زبان بخشی اور اپنا کشادہ ہاتھ اپنے بندوں کے لئے ہم کو بنایا اور وجہ خدا قرار دیا لہذا جو شخص خدا کا تقرب چاہتا ہے ہمارے ذریعہ سے خدا کی جانب چلے اور ہم کو باب خدا بنایا کہ لوگوں کو اُس کی جانب ہدایت کرتے ہیں اور ہم ہیں آسمان و زمین میں خزینہ دار خدا ہماری برکت سے درخت پھل دیتے ہیں اور کمال کو پہنچتے ہیں اور نہریں جاری ہوتی ہیں۔ ہماری برکت سے آسمان سے بارش ہوتی ہے اور زمین میں سبزے اُگتے ہیں۔ ہم کو عبادت کرتے ہوئے دیکھ کر خدا کی عبادت کی جاتی ہے۔ اگر ہم نہ ہوتے تو خدا کی عبادت نہ کی جاتی۔ یعنی ہم نے خدا کی عبادت کا طریقہ بندوں کو تعلیم کیا یہ کہ خدا کی کامل عبادت دوسروں سے نہیں ممکن ہے یا یہ کہ ہماری ولایت عبادت کی قبولیت کی شرط ہے۔ اگر ہماری ولایت نہ ہوتی تو کوئی عبادت قبول نہ ہوتی۔ ابن شہر آشوب اور دوسرے محدثین نے بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے اس آیت کی تفسیر روایت کی ہے کہ ہم ہیں وجہ خدا ہماری جانب سے خدا کی طرف جانا چاہئے۔ ابن ماجہ اور سفار نے روایت کی ہے کہ سلام بن مشعر نے حضرت باقر سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی۔ حضرت نے فرمایا خدا کی قسم ہم وجہ خدا ہیں۔ قیامت کے دن تک باقی رہیں گے برطرف نہیں ہوں گے۔ خدا نے لوگوں کو ہماری اطاعت و ولایت کا حکم دیا ہے۔ ہم میں سے کوئی جب دُنیا سے رخصت ہوتا ہے بیشک ہم میں سے دوسرا امامت کے ساتھ قیام کرتا ہے۔ قیامت تک یہ سلسلہ رہے گا۔ اور بروایت صفار فرمایا کہ قیامت میں وہ ہلاک نہ ہوگا جو ہماری امامت کے اعتقاد کے ساتھ ہماری اطاعت و پیروی کو پرکھا علی بن ابراہیم نے بسند موثق حضرت باقر سے روایت کی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ تمام چیز فنا ہو جائیگی اور خدا کا چہرہ

باقی رہیگا۔ خدا اس سے عظیم تر ہے کہ اس کو مخلوقات کی صفوں سے متصف کریں۔ اور اس کو دوسروں کی طرح منہ ہو۔ آیت کے یہ معنی ہیں کہ تمام چیزیں فانی اور ہلک ہیں۔ لیکن دین خدا قائم و باقی رہیگا۔ اور ہم ہیں وہ چہرہ جن کے ذریعہ سے دین خدا اور اس کی معرفت اور اس کی عبادت سیکھنا چاہئے۔ جب تک خدا کو بندوں کی ضرورت ہے یعنی اُن کو جب تک اپنی عبادت و معرفت کے قابل جانتا ہے ہم کو اُن کے درمیان باقی رکھنا اور جب بندوں میں کوئی خیر و بھلائی نہ دیکھے گا ہم کو اپنی رحمت و کرامت کی جانب اور پراٹھا لے گا پھر وہ ہمارے متعلق جو مناسب سمجھے گا عمل میں لائیگا۔ اور ابن بابویہ اور کلینی نے روایت کی ہے امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ جو عہد خدا نے ہمارے پیغمبر سے لیا ہے وہ ہم ہیں وجہ اللہ جو زمین میں تمہارے درمیان چلتے پھرتے ہیں جس نے ہم کو پہچانا اُس نے تو پہچانا اور جس نے نہیں پہچانا موت اس کے سامنے ہے اور وہ مرنے کے بعد ہم کو پہچالے گا اس وقت پہچاننا کچھ فائدہ نہ دلگا۔

تفسیر آیت: كَلَّ مَدَنَ عَلَيْهِمَا قَانٍ وَيَتَقَىٰ وَجْهَ سَرِيكَ ذُو الْجَلَالِ ۝ اَلَا كُرَامٌ (سورہ جن ۲۷، ۲۸) یعنی روئے زمین پر جو کچھ ہے فنا ہوگا اور تمہارے پروردگار کا چہرہ باقی رہیگا جو بزرگ و مکرم ہے۔ اکثر لوگوں نے کہا ہے کہ وجہ خدا اس کی ذات مقدس ہے اور علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ مراد دین خدا ہے۔ اور بسند معتبر حضرت علی بن الحسینؑ نے فرمایا کہ ہم وجہ خدا ہیں کہ خدا کی طرف منہ ہمارے ذریعہ سے کیا جاتا ہے۔ اور بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے اس قول خدا تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ ۝ اَلَا كُرَامٌ کی تفسیر دریافت کی (سورہ جن ۲۷، ۲۸) یعنی تمہارے پروردگار کا نام بابرکت ہے جو جلال اور اکرام والا ہے۔ فرمایا کہ ہم جلال خدا ہیں جن کے ذریعہ سے خدا بندوں کو گرامی رکھتا ہے باوجود اس کے ہماری اطاعت ان پر واجب قرار دی ہے لہ

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا اور زبان عرب کا دار و مدار کنایہ اور استعارات پر ہے اور جو کلام استعارہ تشبیہ و مجاز سے خالی ہوتا ہے وہ فصیح و بلیغ نہیں سمجھا جاتا۔ اور جناب رسول خدا اور ائمہ طاہرین نے بھی اسی طرح کلام فرمایا ہے اور فصلائے عجم کا دار و مدار بھی اسی پر ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ فلال کا منہ لوگوں کے پاس ہے یعنی فلال (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۹ پر)



پر قرار دیتا یہ لوگ ہمیشہ مختلف دینوں پر رہیں گے سوائے اس کے جس پر نہ ہار اپڑوگا۔  
 رحم کرے اور ان کو اسی لئے پیدا کیا ہے۔ جانا چاہئے کہ اس میں اختلاف ہے کہ لذلک  
 کا اشارہ اختلاف کی طرف راجع ہے یعنی ان کو اختلاف کے لئے پیدا کیا ہے اور ان کو  
 رحم کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ قول آخر مذہب امامیہ اور تمام اہل انصاف کے نزدیک  
 زیادہ مناسب ہے اور تمام معتبر حدیثیں بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ علی بن ابراہیم  
 نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ وہ لوگ ہمیشہ دین میں اختلاف کرتے رہیں  
 گے۔ مگر خدا جس پر رحم کرے یعنی آل محمدؑ اور ان کے شیعہ اور ان کی پیروی کرنے والے اختلاف  
 نہ کریں گے۔ وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ۔ یعنی ائمہ اور ان کے شیعوں کو اہل رحمت خلق کیا ہے جو  
 دین میں اختلاف نہیں کرتے۔ اور عیاشی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے امام زین العابدین  
 علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ جو لوگ اختلاف کرتے  
 ہیں وہ اس امت میں ہمارے مخالفین ہیں اور وہ سب کے سب آپس میں دین کے بارے  
 میں اختلاف کرتے ہیں اور وہ لوگ جن پر خدا نے رحم کیا ہے وہ مومنین میں سے ہمارے  
 شیعہ ہیں اور خدا نے ان کو ہماری طینت سے خلق فرمایا ہے۔ کیا تم نے جناب ابراہیم  
 کا قول نہیں سنا ہے کہ آپ نے دعا کی تھی کہ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَاسْرُدِّي  
 أَهْلَهُ مِنَ التَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (سورہ بقرہ آیت ۱۲۷)  
 یعنی خداوند اس شہر یعنی مکہ کو مقام امن قرار دے اور یہاں کے رہنے والوں کو جو اللہ اور  
 روزِ آخرت پر ایمان لائے ہیں ان کو بچلوں کی روزی دے۔ حضرت نے فرمایا اس سے  
 مراد ہم اور ہمارے شیعہ ہیں۔ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ  
 النَّارِ۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کافر ہوگا تو اس کو ہم تھوڑا فائدہ دنیا میں پہنچائیں گے پھر  
 ہم اس کو عذابِ جہنم سے مضطرب و محزون بنا دیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ کافروں سے  
 مراد وہی جس نے ان کی امت میں سے حضرت ابراہیمؑ کے وصی سے انکار کیا اور ان کے وصی  
 کی اطاعت نہیں کی اور خدا کی قسم اس امت کا حال بھی ایسا ہی ہے یعنی جن لوگوں نے  
 اپنے پیغمبر کی اطاعت کی انھوں نے نجات پائی اور مومنین میں داخل ہوئے اور جن لوگوں نے  
 ان حضرت کے وصی کی متابعت نہیں کی وہ کافر ہیں اور آنحضرتؐ کی برکت کے سبب چند  
 روز دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھایا اور آخرت میں اُن کی بازگشت جہنم کی آگ کی جانب ہے



اور توحید میں حضرت صادقؑ سے خدا کے اس قول کی تفسیر میں روایت کی ہے وَلِذَا لِكَ خَلَقَهُمْ یعنی خدا نے خلق کیا ان کو اس لئے کہ وہ ایسے کام کریں جو خدا کی رحمت کا باعث ہو اور خدا ان پر رحم کرے۔

دوسری آیت: اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ اَجَعَيْنَ يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْتِي عَنْ مَوْتِي شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ اَلَا مَنْ تَرٰ جَهَنَّمَ (پچاس سورہ المدثر - آیت ۴۰ و ۴۱) بیشک یوم فصل یعنی قیامت جبکہ نیک اور بد ایک دوسرے سے الگ کر دیئے جائیں گے کافروں کی وعدہ گاہ ہے وہ ایسا دن ہے جس میں کوئی دوست کسی دوست کے کام نہ آسکے گا اور نہ ان کی مدد کی جائیگی سوائے اُس کے جس پر خدا رحم کرے۔ کلینی اور ابن ماہیار نے زید بن شحام سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں تھا۔ شب جمعہ میں آپؑ نے فرمایا کہ قرآن پڑھو کہ یہ رات قرآن پڑھنے کی رات ہے۔ میں نے تلاوت شروع کی جب اس آیت پر پہنچا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ ہمارے مخالفین ہیں جن کو ان کے دوست اور پیشوا کچھ فائدہ نہ پہنچا سکیں گے لیکن وہ لوگ جن کو خدا نے یہ فرما کر مستثنیٰ کر دیا ہے کہ سوائے اس کے جس پر خدا رحم کرے۔ وہ ہم ہیں اور ہماری شفاعت ہمارے شیعوں کو پہنچے گی اور ہماری ولایت ان کو نفع پہنچائے گی۔ ابن ماہیار نے بسند دیگر انہی حضرت سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ رحمت خدا کے

اہلِ ہم ہیں۔ تیسری آیت: بَقِيَّةُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّكَرَّانٍ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (پس سورہ ہود آیت ۸۶) حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ بقیہ خدا جو تمہارے درمیان خدا نے چھوڑا ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم مومن ہو مفسرین نے کہا ہے کہ بقیہ کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں بعضوں نے کہا ہے کہ وہ روزی حلال ہے جو تیرا دوا و ناپ تول میں جو ری ترک کرنے کے بعد حاصل ہو یا تمہارے لئے خدا کا اپنی نعمتوں کو باقی رکھنا مراد ہے۔ یا آخر کا باقی رہنے والا ثواب مراد ہے۔ بہت سی حدیثوں میں ائمہ اطہار علیہم السلام سے منقول ہے کہ مراد انبیاء و اوصیا علیہم السلام ہیں جن کو خدا نے زمین پر ہدایت خلق کے لئے چھوڑا ہے یا پیغمبروں کے اوصیا ہیں جن کو خدا نے پیغمبروں کی وفات کے بعد امت میں چھوڑا ہے اور ان میں سب سے بہتر حضرت صاحب الامرؑ ہیں چنانچہ کلینی نے بسند معتبر روایت کی ہے

کہ جب ہشام بن عبدالملک امام محمد باقرؑ کو شام لے گیا۔ جب ہشام کے دروازہ پر پہنچے اس ملعون نے بنی امیہ وغیرہ میں اپنے اصحاب سے کہا کہ جب میں ان سے بات کر کے خاموش ہو جاؤں تو تم میں سے ہر ایک ان کو سرزنش اور ملامت کرنا پھر حضرت کو داخل ہونے کا حکم دیا۔ جب حضرت داخل ہوئے تو حضرت نے تمام اہل مجلس کی طرف اشارہ کیا۔ اور ایک مرتبہ سلام کیا اور بیٹھ گئے یہ دیکھ کر اس ملعون کا غصہ آنحضرتؐ پر زیادہ ہوا کہ آپ نے اس کو خصوصیت سے سلام نہیں کیا۔ اور بغیر اس کی اجازت کے بیٹھ گئے تو اس نے حضرت کی ذلت اور ناراضگی کی باتیں شروع کیں اور بہت سی باتیں کیں ان کے درمیان میں یہ بھی کہا کہ اے محمد بن علیؑ تم میں کا ہر شخص ہمیشہ مسلمانوں کے عصا کو ٹوٹنے کی کوشش کرتا ہے یعنی ان کی جمیعت کو پرانگندہ کرتا ہے اور لوگوں کو اپنی طرف بلاتا اور امامت کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ نادانی، کم عقلی اور کم علمی کا سبب ہے یعنی جو کچھ خود اس کے لائق تھا کہا جب خاموش ہوا تو ان ملعونوں میں سے ہر ایک نے جو کچھ چاہا کہا جب سب چپ ہو گئے تو حضرت اٹھے اور فرمایا ایہا الناس تم نے کیا خیال کیا ہے اور یہ کیسی گمراہی کی راہ ہے جس پر دوڑ رہے ہو شیطان تم کو کہاں لے جا رہا ہے۔ خدا نے ہماری برکت سے تمہارے اول کی ہدایت کی اور ہماری بدولت تمہارے آخر کو ختم کرے گا۔ تم کو یہ چند روزہ اور جلد زائل ہونے والی حکومت مل گئی ہے تو کیا۔ ہم کو آخرت میں عظیم بادشاہی حاصل ہوگی اور ہماری حکومت و سلطنت کے بعد کوئی سلطنت نہ ہوگی کیونکہ ہم وہ ہیں جن کا انجام بہتر ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ یعنی نیک طاقت پر ہمیزگاروں کی ہے۔ یہ بیان سنکر اس نے حکم دیا تو ان حضرت کو قید خانہ میں لے گئے۔ تھوڑی ہی مدت میں قید خانہ کے نگران و ملازمین نے آنحضرتؐ کی محبت و ولایت اختیار کر لی۔ قید خانہ کا داروغہ ہشام کے پاس آیا اور اطلاع دی کہ مجھے خوف ہے کہ اگر کچھ دنوں اور یہ بزرگ اس شہر میں رہیں گے تو تمام شام کے لوگ ان کے معتقد ہو جائیں گے اور تجھ کو شاہی تخت پر متمکن نہ رہنے دیں گے۔ یہ سنکر اس ملعون نے حکم دیا کہ ان حضرت کو مع ان کے اصحاب کے مدینہ پہنچا دیں۔ اور تاکبید کی کہ کہیں راستہ میں کسی شہر کے لوگ ان سے نہ ملنے پائیں اور کھانے پینے کی کوئی چیز ان کے ہاتھ فروخت نہ کریں۔ تین روزہ میں تیزی کے ساتھ شہر مدینہ تک حضرت کو لائے اور اس اثناء میں کوئی چیز ان لوگوں

ہشام کا امام محمد باقرؑ کو اپنے دربار میں امامت کرنا اور مدینہ میں لے کر آنا حضرت کو ناگوار تھا کہ حضرت کو قید خانہ میں لے گئے۔



حضرت کو سلام کریا گاہ کہے گا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا بَقِیَّتَ اللّٰهِ فِیْ اَرْضِ حَنْدِہ۔ اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ ہم ہیں کعبہ خدا، ہم ہیں قبلہ امور ہم ہیں بقیہ خدا اور کافی میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت صادقؑ سے پوچھا کہ جب لوگ حضرت قائمؑ کو سلام کریں گے تو کیا امیر المومنینؑ کہہ کر سلام کریں گے؟ فرمایا نہیں یہ نام تو خدا نے حضرت علیؑ کے لئے مخصوص فرمایا ہے نہ اُن سے پہلے اس نام سے کسی کو مستی کیا نہ آپ کے بعد سوائے کافر کے کوئی اپنے لئے یہ نام جائز نہ رکھیکا۔ راوی نے کہا آپ پر خدا ہوں پھر ان کو کس طرح لوگ سلام کریں گے فرمایا یہ کہہ کر اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا بَقِیَّتَ اللّٰهِ اُس کے بعد حضرت نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

چوتھی آیت: وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُوَ الْغَالِبُوْنَ (پ سورہ مائدہ آیت ۵۴) یعنی جو شخص خدا اور اس کے رسولؐ اور صاحبانِ ایمان (یعنی ائمہ معصومینؑ) کو اپنا ولی قرار دیکا تو وہ بیشک خدا کے لشکر میں سے ہے اور ایسے ہی لوگ غالب ہیں جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحبانِ ایمان وہ لوگ ہیں جو ہر زمانہ میں پیغمبر خدا کے اوصیاء میں سے امین خدا ہیں۔ اور توحید میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ جب قیامت میں آئینگے تو نور پروردگار عالم سے مستفیض ہونگے اور ہم نور رسالت سے اور ہمارے شیعہ ہمارے نور سے۔ اور ہمارے شیعہ حزب اللہ ہیں اور وہی غالب ہیں۔ نور خدا سے مراد دین خدا ہے اور ہمارے شیعہ اُسی سے متمسک ہونگے حق تعالیٰ نے دوسری جگہ منافقوں کی صفت میں فرمایا ہے اُولٰٓئِكَ يَحِزِبُ الشَّيْطٰنَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ وہ شیطان کے لشکر اور اس کے مددگار ہیں اور یقیناً شیطان کا لشکر گھلٹے میں ہے پھر مومنین کی صفت میں فرمایا ہے اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پ سورہ مجادہ آیت ۲۲) یعنی یہ لوگ خدا کا لشکر ہیں اور آگاہ ہو جاؤ کہ یقیناً خدا کا لشکر کامیاب ہے۔ اور اُن کے دشمن شیطان کا لشکر ہیں۔ علی بن ابراہیم نے اور محدثین عامہ میں سے حافظ ابو نعیم نے امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ سلمانؓ نے بیان کیا کہ میں جس وقت رسول خداؐ کے پاس آتا تھا تو وہ حضرت امیر کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر فرماتے تھے کہ یہ یعنی علیؑ اور اس کا لشکر سب کے سب رستگار و کامیاب ہیں۔ یعنی مطلق شیعہ جو شیخؑ میں سلمانؓ کے تابع ہیں یا عجمی لوگ جو محبت

خدا کے امیر المومنینؑ کا حزب محبت علیؑ کے لئے مخصوص فرمایا ہے نہ ان سے پہلے کہ اس نسبت عذر موعی یا زبردست کے واسطے کہ ان کی ایضاً یہ نسبت جائز نہ رہے۔

و ولایت اہلبیت اختیار کریں گے اور یہ واضح تر ہے۔

پانچویں آیت: قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَا ذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ أَيْتُونِي بِكِتَابٍ مِثْلِ الْقُرْآنِ هَذَا آثَارُهُ مِنْ عِلْمِهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ (پ ۲۶ ص احقاف آیت ۱) اے محمد تم بت پرست مشرکوں سے کہو کہ تم لوگ خدا کے سوا جن کو پکارتے ہو مجھ کو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے۔ یا آسمانوں کے پیدا کرنے اور ان کے نظم و نسق میں ان کی کوئی شرکت ہے۔ اس (قرآن) سے پہلے کی کوئی کتاب یا علم کا کچھ بقیہ لاؤ اگر تم سچے ہو۔ مفسرین نے کہا ہے کہ آثارہ علم علوم کا بقیہ ہے جس کو اگلے لوگوں سے نقل کرتے ہیں۔ اور کلینی اور صفار وغیرہم نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ کتاب سے مراد توریت و انجیل ہیں اور آثارہ علم سے مراد پیغمبروں کے علوم ہیں۔ اور حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ کتاب جعفر اور مصحف فاطمہ صلوات علیہا آثارہ علم میں داخل ہیں۔

ان آیتوں کے بیان میں جو فرشتوں کی اہمیت اور ان کے شیعوں کے لیے اہمیت اور ان کے شیعوں سے دوستی و محبت کے ذکر میں نازل ہوئی ہیں۔

## اکتا بیسویں فصل

ارشاد رب العزت ہے: الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ رَبَّنَا وَادْخُلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَنَّا وَاجِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ وَتَقِ الشَّيَاطِينَ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذَلِكَ هُوَ الْقَوْرُ الْعَظِيمُ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَتَنَادَوْنَ لَمَقَّتْ اللَّهُ أَكْبَرُ مِنْ مُقْتَلِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ۝ ۳۳۔ (پ ۳۳ ص ۱۱) آیت ۳۳ یعنی وہ لوگ جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ لوگ جو عرش کے گرد اپنے پروردگار کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور اس کی حمد میں مشغول ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے طلب مغفرت کرتے ہیں جو ایمان لائے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار جس کی رحمت اور علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے ان لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی ہے اور تیری راہ کی پیروی کی ہے ان لوگوں کو عذاب جہنم سے محفوظ رکھا ہے ہمارے پروردگار

ان کو ہمیشہ باقی رہنے والی بہشت میں داخل فرما جس کا ان سے تو نے وعدہ کیا ہے اور اس کو بھی جو ان کے آباؤ اجداد ان کی عورتوں اور ان کے فرزندوں میں نیک ہیں بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ اور ان کو سببات یعنی برائیوں سے بچا اور جس کو تو اس دن برائیوں سے محفوظ رکھے تو بیشک تو نے اُس پر بڑا رحم کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کو قیامت کے روز ندادی جائے گی کہ یقیناً تم پر خدا کا غیظ و غضب اس سے زیادہ سخت ہے جو تم کو خود اپنی ذات پر ہے۔ کیونکہ جب تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے تو تم انکار کرتے رہے۔

لیکن نے بسند معتبر ابو بصیر سے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کے چند فرشتے ہیں جو ہمارے شیعوں کے گناہوں کو ان کی پشت سے گراتے رہتے ہیں جیسے کہ ہوا درختوں کے پتوں کو فصل خزاں میں گراتی ہے۔ جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے وَ يَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا خُذْ اِيَّاهُ الْقِسْمَ اے ابو بصیر اس سے تم شیعوں کے سوا کوئی مراد نہیں اور اُن کا استغفار تمہارے لئے ہے۔ اور عیون میں امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ فرشتے ہمارے شیعوں کے خادم ہیں پھر حضرت نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ اس آیت میں مومنوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہماری ولایت پر ایمان لائے ہیں اور علی بن ابراہیم نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت صادق سے لوگوں نے پوچھا کہ فرشتے زیادہ ہیں یا آدم کی اولاد حضرت نے فرمایا خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے آسمانوں میں فرشتے اس سے بھی بہت زیادہ ہیں جس قدر زمین میں فترے ہیں۔ آسمان میں قدم رکھنے کی کوئی جگہ نہیں جہاں فرشتے نہ ہوں جو خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور زمین میں کوئی درخت اور کوئی ٹکڑی نہیں مگر یہ کہ اس پر ایک فرشتہ موکل ہے اور ہر روز اس کا عمل خدا کے سامنے پیش کرتا ہے باوجود اس کے کہ خدا اُس سے زیادہ اُس کے عمل کو جانتا ہے اور ہر روز ہم اہلبیت کی ولایت کے اظہار سے خدا کا تقرب چاہتا ہے اور ہمارے دوستوں اور شیعوں کے لئے طلبِ امرِ زہد کرتا ہے اور ہمارے دشمنوں پر لعنت کرتا ہے اور خدا سے سوال کرتا ہے کہ اُن پر سخت عذاب نازل کرے۔ نیز حضرت امام باقر سے اس قول خدا وَ كَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ (پہلے سورہ مومن آیت ۶) یعنی اسی طرح تمہارے تمہارے پروردگار کا حکم (عذاب) اُن پر لازم

ہو گیا ہے جو کافر ہو گئے بیشک وہ لوگ جہنمی ہیں۔ حضرت نے فرمایا وہ بنی امیہ ہیں۔ اور قول پروردگار عالم الذین یحملون العرش سے مراد رسول خدا ہیں اور ان کے بعد ان کے اوصیا ہیں جو حامل علم الہی ہیں ومن حولہ سے مراد فرشتے ہیں جو تسبیح و تقدیس و حمد خدا کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں جو ایمان لائے ہیں وہ شیعیان آل محمد ہیں۔ فاغفر للذین تابوا کہتے ہیں کہ خداوندان لوگوں کو بخش دے جنہوں نے ظالمان آل محمد اور تمام بنی امیہ کی محبت سے توبہ کی ہے وَاتَّبِعُوا سَبِيلَكَ اور ولی خدا امیر المومنین کی متابعت کی ہے۔ ومن صلح من ابائہم تا آخر آیت یعنی جو شخص ان کے اباؤ اجداد اور اولاد اور عورتوں میں سے نیک اور صالح ہیں۔ حضرت نے فرمایا صالح وہ ہیں جنہوں نے ولایت علی بن ابی طالب علیہ السلام اختیار کی ہے اور ان کی اور ان کے فرزندوں کی امامت کا اقرار کیا ہے۔ وَفِيهِ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِيَ السَّيِّئَاتِ يَوزَّغْ لَهُ فَخْذًا جَمِیلاً یعنی جو شخص دنیا میں ان کی ولایت کی حفاظت کرے تو وہ بیشک قیامت میں تیری رحمت کا محل ہو گا۔ یہی عظیم کامیابی ہے اُس کے لئے جو دشمنان آل محمد صلوات اللہ علیہم کی ولایت و محبت سے نجات پائے۔ ان الذین کفروا یعنی بنی امیہ اذ تَدْعُوْنَ اِلَى الْاِلْهَادِ فَتُكْفَرُ مِنْ اِيْمَانٍ سے ولایت علی بن ابی طالب مراد ہے۔ ابن مہیار نے ان تمام مضامین کو جابر جعفی کے واسطے سے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے نیز امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ میری فضیلت اس آیت کے ضمن میں جناب رسول خداؐ پر نازل ہوئی ہے یعنی الذین یحملون العرش کیونکہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اُس وقت میرے سوا کوئی آنحضرتؐ پر ایمان نہیں لایا تھا۔ نیز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرشتوں نے سات سال اور چند ماہ تک استغفار کسی کے لئے نہیں کیا سوائے رسول خدا کے اور میرے لہذا یہ آیتیں ہمارے حق میں نازل ہوئی ہیں کیونکہ ہمارے سوا کوئی مومن نہ تھا۔ نیز مخالفوں کے طریقہ سے روایت کی ہے کہ فرشتوں نے ساہ سال تک علیؑ پر صلوات بھیجی کیونکہ ان حضرت کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا تھا۔ اور نہ کسی نے نماز پڑھی تھی۔ نیز بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ سبیل خدا سے اس آیت میں علی بن ابی طالب مراد ہیں والذین امنوا سے شیعیان علیؑ مراد ہیں۔

## بیابیسویں فصل

اس بیان میں کہ آیات صبر و مہربانہ و عسرا تمہ علیہم السلام اور ان کے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

پہلی آیت: وَالْعَصِيرَانِ الْاِنْسَانُ لَفِيْ خُسْرٍ۔ یعنی عصر کی قسم کہ یقیناً انسان گھٹائے میں ہے کمال الدین میں روایت ہے کہ عصر سے مراد زمانہ خروج صاحب الامر علیہ السلام ہے جیسا کہ اس کے بعد ذکر کیا جائے گا بعضوں نے کہا ہے کہ عصر سے مراد دنیا کا آخری دن ہے اور بعضوں کا قول ہے کہ عصر سے مراد جناب رسول خدا ہیں اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَّاهُ لَكُمْ لَوْ كُنْتُمْ اِيْمَانِ لَآ تَرَوْنَ اِلَآ اِلَآ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (سورہ صبر) اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے ہیں۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ اس سورہ کو اس طرح پڑھتے تھے وَالْعَصِيرَانِ الْاِنْسَانُ لَفِيْ خُسْرٍ اِنَّهُ فِتْنَةٌ مِنَ الدَّهْرِ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاتَّقُوا اِيْمَانًا لِّتَقْوٰى وَاتَّقُوا اِيْمَانًا لِّتَقْوٰى یعنی عصر کی قسم کہ آدمی بیشک گھٹائے میں ہے اور یقیناً وہ آخر عمر تک نقصان میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اور پرہیزگاری اختیار کی اور صبر و شکیبائی اختیار کتاب احتجاج میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے جناب رسول خداؐ نے خطبہ غدیر میں ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم سورہ عصر امیر المؤمنینؑ کی شان میں ہے اور کمال الدین میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ عصر سے مراد زمانہ خروج حضرت قائم علیہ السلام ہے۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ہمارے دشمن مراد ہیں جو گھٹائے میں ہیں اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یعنی وہ لوگ جو آیتوں پر ایمان لائے ہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور برادرانِ مومن کے درمیان اپنے مال میں برابر ہی قائم رکھی ہے وَتَوَّاصُوا بِالْحَقِّ یعنی انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو امامت برحق یعنی ولایت ائمہ طاہرینؑ کی وصیت کی۔ وَتَوَّاصُوا بِالصَّبْرِ۔ علی بن ابراہیم اور ابن مہیار اور دوسرے مفسرین نے بسند ہائے معتبر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے اپنی مخلوق میں سے اپنے برگزیدہ بندوں کو مستثنیٰ فرمایا ہے۔ یعنی تمام انسان گھٹائے میں ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ولایت امیر المؤمنینؑ پر ایمان لائے اور خدا کے فرائض کو عمل میں لائے اور اپنے فرزندوں اور باقیماندہ لوگوں کی ولایت ائمہ کی وصیت کی اور صبر کیا ان تکلیفوں پر جو دین حق اختیار کرنے



کے سبب ان کو اپنائے زمانہ سے پہنچیں۔

دوسری آیت: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** (پک س آل عمران آیت ۲۰۰) یعنی اے ایمان والو صبر و شکیبائی اختیار کرو اور

دشمن کے مقابلہ کے لئے آمادہ رہو اور غذابِ خدا سے پرہیز کرو۔ تاکہ نجات پاؤ۔ اکثر

مفسرین نے کہا ہے کہ اپنے دین پر صبر کرو اور کافروں سے جنگ میں ثابت قدم رہو اور دشمنوں کی تاک میں رہو تاکہ سرحدوں پر مسلمانوں پر حملہ نہ کریں۔ ابن بابویہ

وغیرہم نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ مصیبتوں پر صبر کرو اور مخالفوں سے تقیہ کے سبب صبر کرو اور اس امام سے جد امت ہو جو تمہارا پیشوا ہے۔ اور عیاشی

نے انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ گناہوں کو ترک کرنے پر اور خدا کی عبادتوں میں جو تکلیف پہنچے ان سب پر صبر کرو اور راہِ خدا میں ربط قائم رکھو جو اس نے اپنے اور

اپنی مخلوق کے درمیان قرار دیا ہے اور جو ہماری فکر میں رہے اور ہمارا انتظار کرتے رہے تو ایسا ہے جیسے کہ اس نے پیغمبرِ خدا کی حمایت میں جہاد کیا ہے۔ اور پرہیزگاری

خدا سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم کرے اور برائیوں سے منع کرے اور ظلم سے بدتر کون سا منکر (برائی) ہے جو اس امت نے ہم پر کیا اور ہم کو شہید کیا۔

نیز بندگانِ دیگر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ ادائے فرائض پر اور مصیبتوں میں صبر کرو اور اپنے کو ائمہ علیہم السلام کی متابعت کا پابند رکھو۔ نیز یعقوب سراج

نے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت صادقؑ سے عرض کیا کہ کیا زمین بغیر کسی عالم کے۔ جو آپ حضرات میں سے ہو باقی رہتی ہے جس کی جانب لوگ پناہ لیں۔

اور اپنے دینی مسائل اس سے حاصل کریں فرمایا نہیں اگر زمین بغیر امام کے ہو تو اس میں خدا کی عبادت نہ ہوگی اے یعقوب زمین ہم میں سے کسی عالم سے کبھی خالی نہیں

رہتی جس کی امامت لوگوں پر ظاہر ہو اور لوگ اس سے حلال و حرام معلوم کریں اور یہ بات کتابِ خدا سے ظاہر و آشکار ہے۔ حضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا

کہ اپنے دین پر صبر کرو اور اپنے دشمنوں کی آزار سانی پر صبر کرو جو دین میں تمہارے مخالف ہیں اور اپنے بیٹیں اپنے امام سے وابستہ رکھو اور خدا سے اُن چیزوں میں ڈرتے

رہو جو اس نے تم کو دیا ہے اور تم پر واجب کیا ہے۔ اور دوسری روایت کی مطابق

فرمایا کہ ہماری محبت کی راہ میں ان تکلیفوں پر صبر کرو جو تم کو پہونچتی ہیں اور دشمنوں سے تقیہ کر کے اپنے امام کی موافقت کرو اور اس سے جدا نہ ہو۔ اور دوسری روایت کے موافق حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ گناہوں کے ترک کرنے پر صبر کرو اور دشمنان دین سے تقیہ کرنے کے ساتھ صبر کرو اور اپنے امام سے ربط قائم رکھو اور اپنے پروردگار کی مخالفت سے پرہیز کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔ اور نعمانی اور کلینی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ عبداللہ ابن عباسؓ نے ایک شخص کو امام زین العابدینؑ کی خدمت میں بھیجا کہ اس آیت کی تفسیر دریافت کرے حضرت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ وہی شخص مجھ سے پوچھے جس نے تجھ کو میرے پاس دریافت کرنے کے لئے بھیجا ہے تاکہ میں اس کو بتاؤں کہ یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ آیت اس کے فرزندوں کی اور ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور وہ رابطہ جس پر ہم مامور ہوئے ہیں اس کا وقت ابھی نہیں آیا ہے ہماری نسل سے ایک شخص ہوگا جو اس پر مامور ہوگا اور اس کی صلب میں وہ ہیں جو آتش جہنم کے لئے خلق ہوئے ہیں۔ اور بہت جلد ظاہر ہوں گے اور بہت سے گروہ کو فوج در فوج دین خدا سے باہر کریں گے اور جلد ہی زمین کو آل محمدؑ کے ان بچوں کے خون سے رنگیں کریں گے جو قبل از وقت اپنے آشیانوں سے پرواز کریں گے۔ اور وہ امر طلب کریں گے جس کو حاصل نہ کر سکیں گے اور مومنین اس زمانہ میں ظہور قائم کا انتظار کریں گے اور مخالفوں کے مظالم پر صبر کریں گے یہاں تک کہ خدا ان کے درمیان فیصلہ کرے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے اور کہتی ہے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ خدا نے جب پیغمبر خدام اور ان کے وصی علی بن ابیطالب اور ان کی دختر اور ان کے فرزند حسن و حسین اور تمام ائمہ اطہار علیہم السلام کی پاک رگوں کو اور ان کے شیعوں کی رگوں کو خلق کیا اور ان کے شیعوں سے عہد لیا کہ دشمنوں کے جور و ظلم پر صبر کریں گے اور تقیہ اختیار کریں گے اور ائمہ علیہم السلام کی متابعت سے دست بردار نہ ہوں گے اور ان کی مخالفت سے پرہیز کریں گے۔

تیسری آیت: اُولَٰئِكَ يُؤْتُوْنَ اَجْرَهُمْ مَّوَرِّثِيْنَ يَتَاَصَدَّقُوْنَ وَ اُوْدُّوْنَ  
يَا حَسَنَةُ السَّيِّئَةِ وَمَنَارَ ذُنُوبِهِمْ يَنْفِقُوْنَ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا  
عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَا اَعْمَالُ سَلَامٍ عَلَيْنَا لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِيْنَ

رہے سورہ قصص آیت ۵۵ و ۵۶ یعنی اس گروہ کو دوہرا اجر دیا جائیگا اس لئے کہ وہ صبر کرتے ہیں اور برائی کو نیکی سے دفع کرتے ہیں اور جو روزی ہم نے ان کو دی ہے اُس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جب لغو باتیں سنتے ہیں تو اس سے روگردانی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں۔ تم پر سلام۔ ہم جاہلوں کی جانب توجہ نہیں کرتے۔ اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہے جو اہل کتاب سے ایمان لائے تھے۔ جیسے سلمانؓ اور ان کے ایسے اشخاص۔ اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ ائمہؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے مخالفوں کے مظالم پر صبر کیا اور لوگوں کے بُرے سلوک پر ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اور جھوٹ اور لہو اور غنا سے روگردانی کی۔ اور یحییٰ نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ صبر تقیہ کے ساتھ مراد ہے اور سیئہ سے مراد ائمہ اطہارؑ کے رموز کو فاش کرنا اور ترک تشبیہ ہے۔

چوتھی آیت: وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا (پہلے میں فرماں آیا) اور ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لئے آزمائش قرار دیا ہے تو کیا تم صبر کرتے ہو۔ اور تمہارا پروردگار بڑا دانادان و نبیلہ ہے۔ ابن مہیار نے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے ایک روز جناب امیر اور جناب فاطمہؑ و حضرات حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کو گھر میں ایک جگہ بٹایا اور خود ان کے سامنے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اے میرے اور خدا کے اہل بیشک خدا تم کو سلام کہتا ہے اور یہ جبریلؑ یہاں موجود ہیں اور کہتے ہیں کہ خداوند جلیل فرماتا ہے کہ میں نے تمہارے بعض دشمن کو تمہارے واسطے ایک فتنہ و امتحان قرار دیا ہے تو تم کیا کہتے ہو ان لوگوں نے کہا ہم حکم خدا بجالانے کے لئے ان مصیبتوں پر صبر کریں گے جو ہم پر نازل ہوں گی تاکہ جب ہم اس کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو ہم کو بہت ثواب ملے۔ اس لئے کہ ہم نے سنا ہے کہ یقیناً خدا نے صبر کرنے والوں سے اچھا وعدہ کیا ہے۔ یہ سنکر جناب رسول خداؐ نے باواز بلند گریہ کیا جس کو ان لوگوں نے بھی سنا جو بیرون خانہ تھے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی وَكَانَ سَبْرًا بَصِيرًا یعنی خدا پہلے سے جانتا تھا کہ یہ لوگ راضی ہوں گے۔ اور اس امتحان

میں صبر کریں گے۔

پانچویں آیت: وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ بَآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكَرَهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ (پس سورہ ابراہیم آیت) بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی بہت سی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو کفر و جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر نور ایمان و علم کی طرف لاؤ اور ان کو خدا کے دنوں کی یاد دلاؤ بیشک اس میں بہت صبر کرنے والوں اور بہت شکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ خدا کے دنوں سے مراد ان عذابوں کے ایام ہیں جو کافران گذشتہ پر بھیجے ہیں۔ اور عیاشی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایام خدا سے مراد اس کی نعمتیں ہیں۔ اور ابن بابویہ نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایام خدا سے مراد ظہور قائم علیہ السلام ہے اور روز رجعت ائمہ علیہم السلام ہے اور ان کے بعض دوست اور بعض دشمنوں کی رجعت کا دن ہے اور روز قیامت ہے۔

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ حضرت قائم علیہ السلام کے ظہور کا دن اور روز مرگ اور روز قیامت ہے۔ ابن مہیار نے حضرت باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ صبار اسے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا کی طرف سے نازل شدہ بلاؤں، نعمتوں اور دنیا پر اور دشمن کے ہر آزار پر جو ہماری محبت کے سبب ان پر وارو ہوتے ہیں صبر کرتے ہیں اور ہماری نعمت پر خدا کا شکر کرتے ہیں جو خدا نے ان کو عطا کی ہیں۔

چھٹی آیت: وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا وَذَسِّرْ فِي وَالتَّكْذِيبِ اُولٰٓئِیْ التَّعْمَةِ ذَمَّ لَهُمْ قَلِيلًا (پس مزل آیت ۱۰ اور) یعنی خدا نے رسول سے کہا کہ اے ہمارے نبی جو کچھ یہ کافراور منافق کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور ان سے الگ رہو جیسا کہ حق ہے اور صاحبان نعمت کو جھٹلانے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو اور ان کو تھوڑے دنوں تک ہملت دیدو ابن مہیار نے روایت کی ہے کہ اے محمد تمہاری تکذیب جو لوگ کرتے ہیں اس پر صبر کرو بیشک میں ان سے تمہارے ایک فرزند کے ذریعہ سے انتقام لوں گا جو میرا قائم ہوگا میں اس کو ظالموں

کے خون پر مسلط کر دینا۔ یعنی وہ ان کو قتل کرے گا۔ اور ان کا خون بہائے گا اور یکلینی نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ جو کچھ منافقین اے رسول تمہارے حق میں کہتے ہیں اس پر صبر کر دو اور ان سے علیحدہ رہو جیسا کہ حق ہے اور ان کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دو جو تمہارے وصی علی بن ابی طالب کو مقرر کرنے پر تمہاری تکذیب کرتے ہیں۔ اور بسند معتبر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو صبر کا حکم دیا یہاں تک کہ دشمنوں نے ان کو بہت برائیوں سے منسوب کیا اور ان حضرت نے صبر کیا۔ احتجاج میں جناب امیرؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا ہمیشہ منافق ہمارہیوں کے ساتھ بتواضع پیش آتے تھے اور ان کی تالیف قلب فرماتے تھے۔ اور اپنے قریب بلا کر اپنے بائیں جانب بٹھانے تھے یہاں تک کہ خدا نے آنحضرت کو انھیں دور کرنے کا حکم دیا اور فرمایا واھجر ہم ہجراً جمیلاً۔

**تینا لیسویں فصل** ان آیتوں کا تذکرہ جو آئمہ معصومین علیہم السلام کی مظلومیت کے بارے میں نازل ہوئی۔

**پہلی آیت:** اَحْسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوا اَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلْيَعْلَمِ الَّذِيْنَ هَدَيْنَا سَبِيْلًا اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ اَنْ يَّسْتَفْتِنُوْا سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۱۲۱ (سورہ عنکبوت آیت ۱۲۱) کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف انہیں چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کا امتحان نہ لیا جائیگا حالانکہ ہم نے ان لوگوں کا امتحان لیا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ تاکہ خدا جان لے کہ ان میں سے کس نے سچ کہا ہے اور یقیناً یہ بھی جان لے کہ کون جھوٹ بولتا ہے۔ کیا وہ لوگ جو بڑے کام کرتے ہیں سمجھتے ہیں کہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے۔ اور ہم ان کو ان کے گناہوں کی سزا نہ دیں گے۔ وہ کیسا مہمل حکم کرتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین و امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے یہ دونوں حضرت خلیعہم کو دونوں جگہ باب افعال سے پڑھتے تھے یعنی سی پر پیش اور لام کو زبر کے ساتھ یعنی فلیعلمن حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ یہ دونوں آیتیں جناب رسول خدا کے بعد

کے فتنہ سے متعلق ہیں جو جناب امیر کی خلافت غصب کرنے کے سلسلہ میں کیا گیا کہ وہ لوگ جنہوں نے غدیر خم میں امیر المومنینؑ کو وصی رسولؐ مان کر بیعت کی تھی دنیا کے تابع ہو گئے اور بیعت کو توڑ ڈالا۔ اور مومن و منافق ایک دوسرے سے الگ نمایاں ہو گئے جیسا کہ شیخ مفید نے ارشاد میں روایت کی ہے کہ جب مخالفین امیر المومنینؑ نے دوسروں کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو ایک شخص امیر المومنینؑ کی خدمت میں آیا جبکہ وہ حضرت سلیمؑ ہاتھ میں لئے ہوئے جناب رسولؐ خدا کی قبر مطہرہؑ درست کر رہے تھے اس شخص نے کہا سب نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور انصار کے درمیان چونکہ اختلاف ہو گیا اس لئے وہ رہ گئے اور جماعت خلفاء نے جن میں منافقین تھے اور جبرائیلؑ ایمان لائے تھے موقع کو غنیمت سمجھ کر جلد ابوبکر کی بیعت کر لی۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ خلافت آپؐ کو مل جائے۔ جب وہ یہ سب کہہ چکا حضرت نے سلیمؑ ہاتھ سے رکھ دیا اور انہی آیتوں کی تلاوت سنا دیا جو حکم تک کی۔ اور ابن ماجہ نے جناب امام حسینؑ سے روایت کی ہے کہ جب آیہ کریمہ آلہم احسب الناس نازل ہوئی جناب امیرؑ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ جس فتنہ کا ذکر خداوند تعالیٰ نے کہا ہے وہ کون سا فتنہ ہے پیغمبرؐ نے فرمایا اے علیؑ وہ تم ہی ہو۔ کہ تمہاری امامت کے ذریعے خداوند عالم نے لوگوں کو مبتلا کیا اور ان کا امتحان لیا ہے اور تم اس بارے میں ان لوگوں سے مخاصمہ کرو گے جنہوں نے تمہاری خلافت کو غصب کیا اور تمہاری امامت کے قائل نہیں ہوئے لہذا تم حجت و دلیل کے ساتھ مخاصمہ کے لئے تیار رہو۔ نیز بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے ایک رات مسجد میں بسر کی جب صبح نزدیک ہوئی امیر المومنینؑ مسجد میں تشریف لائے پیغمبرؐ نے اُن کو آواز دی۔ علیؑ نے عرض کی بلیک۔ آنحضرتؐ نے فرمایا میرے پاس آؤ۔ امیر المومنینؑ حضرت کے نزدیک گئے تو حضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ تم نے دیکھا کہ آج تمام رات میں نے یہاں مسجد میں بسر کی اور اپنی ہزار حاجتیں خدا سے طلب کیں خدا نے سب پوری کر دیں اور ویسی ہی حاجتیں تمہارے واسطے میں نے طلب کیں اور خدا نے سب عطا فرمائیں۔ پھر میں نے سوال کیا کہ تمام امت کو تمہاری امامت پر جمع کر دے تاکہ سب تمہاری خلافت کا اقرار کریں اور تمہاری متابعت کریں۔ خدا نے میری یہ دعا قبول نہ فرمائی اور یہ آیتیں بھیجی ہیں۔ نیز سدی نے روایت کی ہے الذین صدقوا سے علیؑ علیہ السلام

اور آپ کے اصحاب مراد ہیں ولیعلمن الکاذبین سے مراد آپ کے دشمن ہیں جو اپنے دعوئے ایمان میں جھوٹے تھے۔

**دوسری آیت:** وَقِيلَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْهَافِ آيَاتٍ وَمِنْهَا شَاءَ فَلَْيُكْفُرُوا إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهَا رَبُّنَا فَمَا رَوَاهُ الْفُتُورُ (۲۹)  
اے رسول کہدو کہ حق تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے لہذا جو چاہے ایمان لائے اور جو شخص چاہے کفر اختیار کرے بیشک ہم نے ظالموں کے لئے آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے جن کے پر دے چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔ یحیٰی اور علی ابن ابراہیم اور عیاشی نے بسند ہائے معتبر حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ حق سے مراد ولایت علی بن ابی طالب ہے اور ظالمین سے مراد آل محمد علیہم السلام پر ظلم کرنے والے ہیں۔ اور آیت اس طرح نازل ہوئی ہے اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ اَلْجَهَنَّمَ نَارًا اَلْحَقُّ ہم نے اُن ظلم کرنے والوں کے لئے جنہوں نے آل محمد کا حق غصب کیا ہے جہنم کی آگ تیار کر رکھی ہے۔ ابن مایہ نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ آیت اس طرح نازل ہوئی ہے قِيلَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فِي ذَٰلِكَ عَلَيَّ يٰ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ اَلْجَهَنَّمَ نَارًا۔ اس کے معنی وہی ہیں جو گذر چکے۔

**تیسری آیت:** اُوذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ يٰ اَنَّهُمْ ظَلَمُوا وَاِنَّ اِلٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ اَلَّذِينَ اُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ اَرْبَابًا اِلٰهًا رَیْبًا سُوْرہ حج آیت ۳۹ یعنی ان کو کافروں سے جہاد کی اجازت دی گئی جن سے کفار لڑتے ہیں اس لئے کہ ہم سے کفر کرنے والوں نے اُن پر ظلم کیا ہے بیشک خدا اُن کی مدد کرنے پر قادر ہے جو ناحق اپنے گھروں سے نکلے گئے اور سوائے اس کے ان کا قصور نہیں تھا کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار خدا ہے۔ علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ یہ آیتیں امیر المومنین و جعفر طیار و حمزہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں اس کے بعد امام حسین کے بارے میں جاری ہے وَالَّذِينَ اُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ امام حسین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ یزید پلید نے لوگوں کو بھیجا کہ ان حضرت کو پکڑ کر شام لے جائیں تو اُس کے خوف سے حضرت مدینہ سے کوفہ کی

جانب گئے اور کربلا میں شہید ہو گئے۔ اور بسند حسن مثل صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اہل خلاف کہتے ہیں کہ پہلی آیت جناب رسول خداؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے جبکہ کافران قریش نے ان کو مکہ سے باہر نکالا۔ امام نے فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ اس آیت سے مراد حضرت صاحب الامر صلوات اللہ علیہ ہیں جس وقت کہ امام حسین علیہ السلام کے خون کا انتقام لینے کے لئے خروج کریں گے اور کہیں گے کہ ہم اُن حضرت کے ولی ہیں کہ اُن کے خون کا انتقام لیتے ہیں۔ اور ابن شہر آشوب نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اَلَّذِينَ اخْرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور ابن مہیار نے حضرت کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیتیں ہماری شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اور دوسری سند سے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیتیں امام حسن و حسین علیہما السلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں نیز انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ حضرت قائم علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور مجمع البیان میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت مہاجرین کے حق میں نازل ہوئی ہے اور تمام آل محمدؐ کے حق میں نازل ہوئی ہے اور تمام آل محمدؐ کے حق میں جاری ہوئی ہے کیونکہ اُن حضرات کو شہر سے ظالموں نے باہر نکالا اور ہمیشہ ان میں سے ہر ایک نے نقیہ اور خوف کے عالم میں بسر کی۔

**چوتھی آیت:** وَادْخُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ مَرَعًا اَدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَاَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ جِزَاءٍ مِّنَ السَّمَاءِ مِمَّا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝ ۵۸ سورہ بقرہ آیت ۵۸ و ۵۹ یعنی اس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اس شہر یعنی بیت المقدس یا اریحا میں داخل ہو اور اس میں سے فراوانی کے ساتھ نعمتیں کھاؤ جو چاہو اور اس شہر کے دروازہ سے خضوع کئے ساتھ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور دعا کرتے رہو کہ خداوند اہم کو بخش دے تاکہ ہم تمہارے گناہوں کو بخش دیں اور یقیناً ہم نیک کردار لوگوں کے ثواب میں زیادتی کریں گے تو جن لوگوں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔



انھوں نے اس کلمہ کو بدل دیا جو اُن سے کہا گیا تھا تو ہم نے اس گروہ پر ان کی نافرمانی کے سبب آسمانوں سے عذاب نازل کیا۔ مفسروں کے درمیان مشہور ہے کہ یہ آیت بنی اسرائیل کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ان میں سے اکثر لوگوں نے داخل شہر ہونے کے وقت آزمزش نہیں طلب کی اور بعضوں نے دنیاوی نعمت طلب کی تو اُن پر طاعون کی بلا نازل ہوئی جس کے سبب وہ ایک ہی گھنٹہ میں چوبیس ہزار اشخاص مر گئے۔ امام ابیہیت علیہم السلام میں بروایت مکتبی وغیرہم وارد ہوا ہے کہ یہ آیتیں ابلیس کی شان میں ہے اور آیت اس طرح ہے۔ **قَدْ أَتَى الَّذِينَ ظَلَمُوا آلَ مُحَمَّدٍ حَقُّهُمُ قَوْلًا عَيْنُ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا آلَ مُحَمَّدٍ حَقُّهُمُ سِجِّاتٍ مِنَ السَّمَاءِ** یعنی جن لوگوں نے آل محمد صلوات اللہ علیہم پر ظلم کیا اور اُن کے حقوق غصب کئے انہوں نے اس بات کو تبدیل کر دیا جو اُن سے کہی گئی تھی۔ لہذا ہم نے ان پر اس ظلم کے سبب آسمان سے عذاب نازل کیا ہے۔

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ کی توجیہ دو طرح ممکن ہے۔  
 اول یہ کہ چونکہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں سابقہ امتوں کے قصے اس امت کی تنبیہ اور خوشخبری کے لئے بیان فرمائے ہیں اور بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ جو کچھ بنی اسرائیل میں واقع ہوا اس امت میں بھی واقع ہوگا اور بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ میرے ابلیس کی مثال اس امت میں بنی اسرائیل کے باب حطہ کی سی ہے یعنی جس طرح وہ لوگ مامور ہوئے تھے کہ دروازہ میں داخل ہوں اور صنوع ظاہر کریں اور سجدہ کریں۔ جس نے ایسا کیا اس نے نجات پائی اور جس نے اس حکم پر عمل نہیں کیا اس پر عذاب نازل ہوا اُسی طرح اس امت میں میرے ابلیس کی ولایت ہے جو شخص ان کی ولایت اختیار کرے گا اور ان کی تعظیم و فرمانبرداری کریگا۔ نجات پائیگا اور جو شخص ایسا نہ کرے گا اُس پر عذاب نازل ہوگا۔ اس امت کا عذاب ظاہری تھا اور اس امت کا عذاب ضلالت و جہالت کے سبب ہلاک ہونا اور سعادت سے محروم رہنا اور ہر قسم کی بلاؤں میں مبتلا ہونا اور اسی قسم کے عذاب جیسے قتل و غارت و غیرہ اور امت کے درمیان اختلاف اور طرح طرح کی دوسری بلاؤں اور مصیبتوں میں گرفتار ہونا ہے جو ابلیس علیہم کی مخالفت کے سبب اُن پر واقع ہوئی۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۸ پر ملاحظہ فرمائیں)

**پانچویں آیت:** وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ  
وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ (سورہ بقرہ پ ۱۷ آیت ۳۲) یعنی یاد کرو اس وقت کو جب کہ  
ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا لیکن شیطان نے انکار کیا اور  
غور کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ کیلینی نے بسند معتبر حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام  
سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ خلق  
جور اور بنی امیہ میرے منبر پر چڑھ رہے ہیں تو حضرت کو بہت صدمہ ہوا کہ اُن کے بعد اُنکے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) دوم، ممکن ہے کہ بنی اسرائیل بھی ولایت اہلبیت علیہم السلام کے  
مکلف رہے ہوں۔ جیسا کہ تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں اسی آیت کی تفسیر میں منقول ہے  
کہ خلاق عالم نے محمدؐ و علیؑ اور تمام اہلبیت علیہم السلام کی ولایت کا عہد و پیمان بنی اسرائیل سے لیا  
جبکہ صحرائے تیرہ سے ان لوگوں نے نجات پائی تو خدا نے ان کو حکم دیا کہ اریحاکے دروازہ میں داخل  
ہوں جو شام میں تھا جب وہ لوگ شہر کے دروازہ پر پہنچے دیکھا کہ حضرت محمدؐ و علیؑ سلوات اللہ  
علیہما کی تصویریں دروازہ کے اوپر نصب ہیں اور دروازہ نہایت کشادہ اور بلند ہے۔ تو خدا نے  
ان کو حکم دیا کہ جب دروازہ میں داخل ہوتو ان دونوں بزرگوں کی تعظیم کے لئے جھک جاؤ اور  
ان کی بیعت کو تازہ کرو جو میں نے تم سے لی ہے۔ اور کہو کہ پالنے والے ہم نے محمدؐ و علیؑ کے لئے  
تعظیمی سجدہ کیا اور ان کی ولایت کی تجدید کی اس لئے کہ تو میرے گناہوں کو پست کرے اور  
میری خطاؤں کو معاف کرے تو میں تمہارے گزشتہ گناہوں کو بخش دوں گا اور جس کا کوئی گناہ نہ ہوگا  
اور وہ ان کی ولایت و محبت پر قائم ہوگا تو اس کا ثواب زیادہ کروں گا۔ لیکن ان میں سے اکثر نے  
میرے حکم کو نہ مانا اور کہا کہ ہمارے ساتھ مذاق ہو رہا ہے ہم اس دروازہ کی بلندی کے باوجود کیوں  
ہوں اور جن کو نہیں دیکھا ہے ان کی تعظیم کیوں کریں پھر ان لوگوں نے دروازہ کی جانب پشت کیا اور  
اس طرح داخل ہوئے اور بجائے خطہ بخشش کے خطہ حرام (لال گندم) کہتے ہوئے داخل ہوئے یا  
ہمارا حاصل کیا ہوا ہمارے واسطے اس سے بہتر ہے جس کی ہم کو تکلیف دی جا رہی ہے تب خدا نے  
آسمان سے وہ عذاب جو ان کے لئے مقرر تھا ان پر نازل کیا جس سے ایک روز سے کم میں طاعون میں  
ان کے ایک لاکھ میں ہزار اشخاص مر گئے اور وہ ایسے لوگ تھے جن کو خداوند عالم جانتا تھا کہ وہ ایمان نہیں لائینگے  
اور انکی نسل سے کوئی نومن پیدا نہ ہوگا۔ حدیث تمام ہوئی۔ اور ان دو آیتوں کی بنا پر کسی اور تاویل کی ضرورت نہیں ہے

وصی کے حق کو غصب کرینگے اس وقت خدا نے اس آیت کو ان حضرت کی تسلی کے لئے نازل کیا اور ان کو وحی کی کہ اے محمدؐ میں نے حکم دیا اور انہوں نے میری اطاعت نہ کی لہذا تم رنج نہ کرنا جبکہ وہ لوگ تمہارے وصی کے حق میں تمہاری اطاعت نہ کریں۔

چھٹی آیت :- اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ یَکُنْ اللّٰهُ لِیَغْفِرْ لَهُمْ وَلَا لِیَهْدِیْهُمْ طَرِیْقًا اِلَّا ظَرِیْقًا جَهَنَّمَ خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلٰی اللّٰهِ یَسِیْرًا یَا اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّکُمْ فَامِنُوْا حَتّٰی تَکْفُرُوْا اِنْ تَکْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَکَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا

دہس نہس آیت ۱۷۸ تا ۱۸۰ یعنی جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ظلم کیا تو خدا ان کو کبھی معاف نہ کرے گا اور نہ جہنم کی راہ کے سوا کوئی اور راہ دکھائیگا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ امر خدا پر آسان ہے۔ اے انسانو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی جانب سے سچا رسول آیا ہے تو تم اس پر ایمان لاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم نے کفر اختیار کیا تو کچھ پڑاہ نہیں جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب بیشک خدا ہی کا اور خدا بڑا جلنے والا اور حکمت والا ہے۔ کلینی نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آیت اس طرح نازل ہوئی اِنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِلَّا مُجْتَبِدٌ حَقٌّهُ یعنی جن لوگوں نے آل محمد صلوات اللہ علیہم پر ظلم کیا اور ان کا حق غصب کیا ہے اور دوسری آیت اس طرح ہے : یَا اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّکُمْ فَاِنِیْ عَلٰی مَا تَکْفُرُوْا بِیْ وَاِنْ تَکْفُرُوْا فَاِیُّوْا لَا یُعٰی عَلٰی ذٰلِکَ یعنی تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے رسول حق و راستی کے ساتھ ولایت علیؑ کے بارے میں آیا ہے۔ لہذا ولایت علیؑ پر ایمان لاؤ تو تمہارے واسطے بہتر ہے اور اگر ولایت علیؑ سے کفر اختیار کرو گے تو خدا بے نیاز ہے تم سے کیونکہ آسمان و زمین کی تمام چیزیں اسی کی ہیں۔

ساتویں آیت :- وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَ لَا یُزِیْدُهُمْ اِلَّا خَسَاسًا اِنَّ آیٰتِ سُوْرَةِ بَنی اسرائیلؑ یعنی ہم قرآن سے وہ نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا و رحمت ہے۔ لیکن ظالموں کے لئے اس سے نقصان ہی میں اضافہ ہوتا ہے۔

ابن ماہیار نے کئی سندوں کے ساتھ حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے روایت

کی ہے کہ ظالموں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے آل محمدؐ پر ظلم کیا ہے اور آیت اس طرح نازل ہوئی ہے۔ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا مُّحْتَدٍ حَقَّهُمْ لَا خَسَارًا۔

آٹھویں آیت: وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (پہلے آیت ۵) یعنی ان لوگوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود اپنی ذات پر ظلم کرتے تھے۔ کلیبی وغیرہم نے حضرت باقرؑ کا ظلم علیہا السلام سے روایت کی ہے۔ کہ حق تعالیٰ اس سے بہت بلند و رفیع ہے کہ اس کی طرف ظلم کا گمان بھی کیا جائے بلکہ اس نے ہم اہلبیت کو شامل کر کے فرمایا ہے اور ہم پر ظلم کو اپنے اوپر ظلم ہونا شمار کیا ہے یعنی جن لوگوں نے میری امانتوں اور حجّتوں پر ظلم و ستم کیا انہوں نے جو تکلیفیں اُن کو پہنچائی ہیں وہ خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے کہ اپنے تئیں عذاب ابدی کا مستحق قرار دیا ہے۔

نویں آیت: الْحَشْرُ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَنَّهُمْ أَجْلُهُمْ (پہلے صافات آیت ۲۲) علی بن ابراہیم نے کہا ہے یعنی جمع کروان لوگوں کو اور ان کے دوستوں اور مددگاروں کو جنہوں نے آل محمدؐ پر ظلم کیا ہے۔

دسویں آیت: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (پہلے سورہ حشر آیت ۱) یعنی جو کچھ رسولؐ نے تم کو دیا ہے یعنی جس بات کا حکم دیا ہے اس کو لے لو یعنی اس پر عمل کرو اور جس بات سے تم کو منع کیا ہے اس سے باز آ جاؤ۔ اور عذاب خدا سے پرہیز کرو بیشک خدا سخت عذاب کرنے والا ہے۔ ابن مہیار نے امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ خدا سے ڈرو اور آل محمدؐ پر ظلم کرنے سے باز رہو یقیناً خدا اس پر سخت عذاب کریگا جو آل محمدؐ پر ظلم کریگا۔ گیارہویں آیت: وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا (پہلے سورہ طہ آیت ۱۱۲)

ابن مہیار نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے یعنی رحمت خدا سے وہ ناامید ہے جس نے آل محمدؐ پر ظلم کو جائز رکھا۔

بارہویں آیت: وَلَمَّا أَنْتَصَرْتُمْ بَعْدَ ظُلْمِكُمْ فَأُولَٰئِكَ مَأْعِبُهُمْ مِنَ سَبِيلٍ (پہلے سورہ شوریٰ ۲۵) یعنی وہ شخص کہ جس پر ظلم ہوا ہے اگر وہ انتقام لے تو اس پر کوئی الزام نہیں۔ ابن مہیار نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت قائمؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ جب وہ حضرت ظاہر ہوں گے تو بنی امیہ سے

اور ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ طاہر بن کی تکذیب کی ہے اور اُن سے جو اُن قذات مقدسہ سے دشمنی رکھتے تھے انتقام لیں گے۔

## تمام شد

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے اس بے مایہ سے اس غنیمت کی تکمیل کرا دی اور دعا ہے کہ خداوند عالم مومنین کرام کو اس سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سید بشارت حسین کاقل مرزا پوری

This electronic copy is  
made for our children  
Info. Any Body can use  
it for sake of Knowledge  
Remember me in your door  
SYED NAZAR ABBAS RIZVI  
8-6-2008

اتھاس سورہ فاتحہ کے تمام مرحومین

۱[شیخ صدوق	۱۳(سید حسین عباس فرحت	۲۵(بیگم داغلق حسین
۲[علامہ مجلسی	۱۴(بیگم و سید جعفر علی رضوی	۲۶(سید ممتاز حسین
۳[علامہ طاہر حسین	۱۵(سید نظام حسین زیدی	۲۷(بیگم و سید اختر عباس
۴[علامہ سید علی نقی	۱۶(سیدہ ہزارہ	۲۸(سید محمد علی
۵[بیگم و سید عابد علی رضوی	۱۷(سیدہ رضویہ خاتون	۲۹(سیدہ رضیہ سلطان
۶(بیگم و سید احمد علی رضوی	۱۸(سید نجم الحسن	۳۰(سید مظفر حسین
۷(بیگم و سید رضا احمد	۱۹(سید مبارک رضا	۳۱(سید باسط حسین نقوی
۸(بیگم و سید علی حیدر رضوی	۲۰(سید تنہیت حیدر نقوی	۳۲(غلام نجی الدین
۹(بیگم و سید سید حسن	۲۱(بیگم و مرزا محمد ہاشم	۳۳(سید ناصر علی زیدی
۱۰(بیگم و سید مردان حسین جعفری	۲۲(سید باقر علی رضوی	۳۴(سیدہ و زہیر حیدر زیدی
۱۱(بیگم و سید چار حسین	۲۳(بیگم و سید باسط حسین	۳۵(رہا پاش الحق
۱۲(بیگم و مرزا اتو حید علی	۲۴(سید عرفان حیدر رضوی	۳۶(خورشید بیگم